بسم اللہ الرحمن الرحیم

هذا كتابنا ينطق عليكم بالحق

یہ ہمارا دفتر ہے، بولتا ہے تمہارے کام ٹھیک (الجاثیہ)

اردو زبان میں قرآن پاک کی ضخیم ترین مستند تفسیر

مواہب الرحمن

بحر العلوم علامہ سید امیر علی ملیح آبادی رحمۃ اللہ تعالیٰ

۱۲۷۴ھ — ۱۳۳۷ھ
۱۸۵۸ء — ۱۹۱۹ء

پارہ ○ ۱۰

مکتبہ رشیدیہ لمیٹڈ
۳۲-اے شاہ عالم مارکیٹ - لاہور

وَاعْلَمُوْٓا اَنَّمَا غَنِمْتُمْ مِّنْ

اور جان رکھو کہ جو غنیمت لاؤ کچھ

شَيْءٍ فَاَنَّ لِلّٰهِ خُمُسَهٗ وَلِلرَّسُوْلِ وَلِذِي الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنِ وَابْنِ السَّبِيْلِ

چیز سو اللہ کیواسطے اسمین سے پانچوان حصہ اور رسول کے اور قرابت والے کے اور یتیم کے اور محتاج کے اور مسافر کے

اِنْ كُنْتُمْ اٰمَنْتُمْ بِاللّٰهِ وَمَآ اَنْزَلْنَا عَلٰى عَبْدِنَا يَوْمَ الْفُرْقَانِ يَوْمَ

اگر تم یقین لائے ہو اللہ پر اور اُس چیز پر جو ہم نے اُتاری اپنے بندے پر جس دن فیصلہ ہوا

الْتَقَى الْجَمْعٰنِ ۭ وَاللّٰهُ عَلٰي كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ۝

بھڑین دو فوجین اور اللہ سب چیز پر قادر ہے۔

اس آیت کریمہ کی تفسیر مین مقامات و فوائد ہین لہذا اول جو مفسر رحمۃ اللہ علیہ نے مختصر لکھا ہے لاتا ہون تاکہ فوائد کے سمجھنے مین دقت نہو۔ اس آیت مین اللہ تعالیٰ نے تفصیل اس غنیمت کی بیان فرمائی جو اس اُمت کے لئے مخصوص حلال فرمائی ہے۔ بقولہ۔ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّمَا غَنِمْتُمْ اور جان لو تم یہ بات کہ وہ چیز جو غنیمت حاصل کی تم نے یعنی کافرون سے اس کو بقہر و غلبہ لیا مِّنْ شَيْءٍ کوئی چیز ہو چھوٹی یا بڑی حتی کہ سوئی تک۔ فَاَنَّ لِلّٰهِ خُمُسَهٗ تو حکم اس کا یہ ہے کہ اُسکا پانچوان حصہ اللہ تعالیٰ کیواسطے ہے اُسکی بابت جو چاہے حکم فرماویگا۔ وَلِلرَّسُوْلِ یعنی محمد صلعم کے واسطے۔ وَلِذِي الْقُرْبٰى اور قرابت دارون کے واسطے یعنی بنو ہاشم و بنو المطلب کے قرابتی آنحضرت صلعم کے وَالْيَتٰمٰى اور یتیمون کے واسطے یعنی مسلمانون کے ایسے لڑکے جن کے باپ مرگئے ہین اور وے فقیر محتاج ہین وَالْمَسٰكِيْنِ اور مسکینون کے واسطے یعنی مسلمانون مین سے محتاج لوگون کے واسطے وَابْنِ السَّبِيْلِ اور مسافر کے واسطے یعنی مسلمانون مین سے جو کوئی اپنے سفر مین منقطع ہو کہ اُسکے پاس کچھ راہ خرچ نہ ہو اگرچہ اُسکے گھر مین اُسکا مال موجود ہو حاصل یہ ہے کہ مال غنیمت مین سے پانچوین حصہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم و قرابتی و یتیم و مسکین و مسافر مستحق ہین چنانچہ ہر ایک قسم کو پانچوین کا پانچوان حصہ آنحضرت صلعم بانٹتے تھے اور غنیمت کے باقی چار پانچوین حصہ غنیمت حاصل کرنیوالون یعنی غازیون کو ملین گے اور اُن مین پیادہ و سوار کا حصہ جیسا کہ فقہ مین مفصل مذکور ہے لگایا جاویگا۔ ف۔ اسمین چند مقامات ہین اول یہ کہ قولہ انما بحرف ان و ما موصولہ ہے اور قیاس یہ تھا کہ جدا کر کے اِنَّ مَا لکھا جائے لیکن مصحف امام مین اسی طرح موصول پایا گیا ہے۔ دوئم یہ کہ غنیمت و فی مین بعض کے نزدیک فرق ہے اور بعض کے نزدیک نہین ہے۔ قرطبی نے اتفاق ذکر کیا کہ قولہ انما غنمتم سے وہ مال کفار مراد ہے کہ مسلمانون نے قہر و غلبہ سے فتح پا کر حاصل کیا ہو اور لغت اس تخصیص کو مقتضی نہین ولیکن عرف شرع مین اسی قسم کے مال کو غنیمت کہتے ہین۔ قال الحافظ ح پس غنیمت وہ مال ہے جو کافروں سے بایجاف الخیل والرکاب لیا گیا ہو اور فی وہ ہے جو کافرون سے سوائے اس طور مذکور کے حاصل ہوا ہو جیسے اموال صلح یا وہ اموال جسکو کوئی ذمی کافر لاوارث چھوڑ مرا ہو اور اموال جزیہ و خراج وغیرہ یہی ایک جماعت علماء سلف و خلف کا قول ہے اور بعضے علماء غنیمت و فی مین کچھ فرق نہین کرتے اسی واسطے قولہ تعالیٰ ما افاء اللہ

علی رسولہ من اہل القری فللہ وللرسول ولذی القربی الآیۃ مین قتادہ رحمہ اللہ نے کہا کہ وہ اسی آیۃ الانفال سے منسوخ ہو کیونکہ فی وغنیمت مین فرق نہین اور غنیمت کو اللہ تعالی نے اس طرح تقسیم فرمایا کہ پانچ حصہ کرکے چار حصہ مجاہدین کو اور ایک حصہ آنحضرت صلعم و چارون اصناف باقیہ مذکورہ کو دیا جاوے۔ قال الحافظ یہ قول بعید ہو کیونکہ یہ آیت بعد واقعۂ بدر کے نازل ہوئی قلت ابن عبد البر نے اسپر اجماع نقل کیا ہو۔ فافہم۔ اور آیۃ الفئ واقعۂ بنی النضیر مین اتری اور علما متفق ہین کہ بنی النضیر کا واقعہ بعد بدر کے ہوا ہے لہذا نسخ نہین ہو سکتا۔ پس یہ حکم جو یہان مذکور ہے فی کا نہین بلکہ غنیمت کا ہو اور جن علمار کے نزدیک یہ سب امام المسلمین کی رائے کے سپرد ہو اُن کے نزدیک آیۃ الفئ مین اور یہان کے پانچ حصہ کرنے مین کچھ منافات نہین ہو کیونکہ امام کو اختیار ہو اور یہی امام مالک رح کا قول ہے اس کا حاصل یہ ہے کہ فی وغنیمت سب آنحضرت صلعم کے واسطے ہو اور وہ غازیون مین مقسومہ نہین ہو اور یہی اختیار آپکے بعد مسلمانون کے امام کو ہو اور ماوردی رحمہ اللہ نے اسکو بہت سے مالکیہ سے نقل کیا اور حجت اُن کی فتح مکہ وحنین کا واقعہ ہو۔ ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کہتے تھے کہ آنحضرت صلعم نے مکہ بزور شمشیر فتح کیا اور مال غنیمت بطور احسان انھین لوگون کو پھیر دیا نہ بانٹا نہ فی کیا۔ قرطبی نے فرمایا کہ علمار مین فتح مکہ کی بابت اختلاف ہے کہ بزور شمشیر تھا یا بالصلح پس اس سے حجت نہین ہو سکتی۔ اور رہا حنین تو اسمین انصار کو فرمایا کہ کیا تم لوگ اس بات پر راضی نہین ہو کہ یہ لوگ دنیا لیجاوین اور تم لوگ رسول اللہ کو اپنے گھرون کو لیجاؤ پس ایسا فرمانا آنحضرت صلعم کے واسطے مخصوص ہے کوئی دوسرا نہین کہہ سکتا لہذا یہ حجت بھی ساقط ہو پس جمہور کا قول اصح ہے کہ غنیمت کے چار پانچوین حصہ غازیون مین مقسومہ ہوتے ہین چنانچہ ابن المنذر وابن عبد البر والداودی والمازری وقاضی عیاض وابن العربی نے اسپر اجماع نقل کیا ہے۔ سوم یہ کہ قولہ من شئ بیان ماموصولہ بطور تاکید ہو حتی کہ سوئی و ڈورے تک پانچ حصہ کرنے مین شامل کرنے کی تاکید کرتا ہے۔ چہارم یہ کہ پانچ حصہ کرنے کے بعد پانچوین حصہ مین جو تفصیل مذکور ہو بقولہ فان للہ خمسہ الخ اسمین بھی مفسرین نے اختلاف کیا بعض نے کہا کہ اس پانچوین مین سے ایک حصہ اللہ تعالی کے نام کا بھی نکالا جاوے اور وہ خانہ کعبہ مین صرف کیا جاوے چنانچہ ابوالعالیہ رح نے مرسل روایت کی جسمین ہو کہ غنیمت مین سے آنحضرت صلعم ایک لپ بھر لیکر خانہ کعبہ کے واسطے قرار دیتے اور وہی سہم اللہ تعالی ہے۔ وعلی ہذا یہ حصہ دیگر حصص کے مساوی نہ ہوگا لہذا صحیح جمہور علمار کا قول ہو کہ اللہ تعالی کا نام یہان تبرک کیواسطے آیا ہے۔ اور حصہ قرار دینا آنحضرت صلعم سے شروع ہوگا چنانچہ ابن عباس رض سے روایت ہو کہ جو غنیمت آتی اس کو آپ پانچ حصہ کرکے پانچوین کے پھر پانچ حصہ فرماتے تھے اور ابن عباس رضی اللہ عنہ نے یہی آیت پڑھی واعلموا انما غنمتم الخ اور کہا کہ اللہ تعالی کے واسطے تمام آسمان وزمین ہو پس اللہ تعالی اور رسول اللہ صلعم کا حصہ ایک ہی ہو اور ایسا ہی ابراہیم نخعی وحسن بصری وشعبی وایک جماعت علمار کا قول ہو۔ عبد اللہ بن شقیق سے روایت ہو کہ ایک شخص نے آنحضرت صلعم سے غنیمت کو پوچھا تو فرمایا کہ اس کا پانچوان حصہ اللہ تعالی کے واسطے اور باقی چار پانچوین حصہ اہل لشکر کے واسطے ہین الحدیث رواہ البیہقی باسناد صحیح پنجشم یہ کہ حصۂ رسول مین اختلاف ہو پس ابن عباس رضی اللہ عنہ سے علی بن ابی طلحہ کی روایت مین ہے کہ جو حصہ اللہ ورسول کے واسطے ہو وہ آنحضرت صلعم کے قرابتیون کا ہے اور آنحضرت صلعم نے پانچوین حصہ مین سے کچھ نہین لیا۔ ابن ابی حاتم نے عبد اللہ بن بریدہ سے روایت کی کہ جو حصہ اللہ تعالی کے واسطے تھا۔ وہ اس کے نبی م کا ہے۔ اور جو حصہ نبی صلعم کا تھا وہ آپ کی ازواج کے واسطے ہو اور امام احمد نے عبادہ ابن صامت وابوالدردار وحارث ابن معاویہ الکندی رض سے روایت کی کہ آنحضرت صلعم نے مال غنیمت کے ایک اونٹ کی آڑ مین نماز پڑھی اور سلام پھیر کر چٹکی سے اس کے کچھ بال نوچے اور فرمایا

کہ یہ بھی تمہارے مال غنیمت سے ہے اور اسمین میرا سوائے پانچوین حصّہ کے کچھ حق نہین ہے وہ پانچوان بھی تمہین پر پھیر اگیا پس تم لوگ سوئی ڈورا اور اس سے بڑا و چھوٹا جو کچھ ہو غنیمت کے ڈھیر مین ڈالدو کہ غلول مت کرو کیونکہ غلول اپنے کرنیوالون پر دنیا و آخرت مین عار و آگ ہے اور اللہ کی راہ مین کافرون سے خواہ قریب ہون یا دور ہون جہاد کرو اور کسی ملامت کرنیوالے کی بات کو اللہ تعالےٰ کی راہ مین پرواہ مت کرو اور جو حدود اللہ تعالیٰ نے مقرر فرمائی ہین اُن کو حضر و سفر مین ٹھیک قائم رکھو۔ اور راہ آلٰہی مین جہاد کرو کیونکہ جنت کے دروازون مین سے وہ بڑا دروازہ ہے اس سے اللہ تعالیٰ ہم و غم دور کرتا ہے۔ قال الحافظ رح ہذا حدیث حسن عظیم و قد روی الامام احمد و ابو داؤد والنسائی بنحوہ اور ابو داؤد و نسائی نے عمرو بن عنبسہ کی حدیث مین بھی حصّہ آنحضرت صلعم کا قوم پر پھیر اجانا مرفوعاً روایت کیا ہے اور نبی صلعم کو اختیار تھا کہ مال غنیمت سے کوئی غلام یا باندی یا گھوڑا یا تلوار وغیرہ اپنے واسطے چھانٹ لین کما نص علیہ محمد بن سیرین و عامر الشعبی و تبعہما اکثر العلماء چنانچہ ذوالفقار کو آپ نے غنائم بدر مین سے چھانٹ لیا تھا۔ قال الحافظ یہ بات تو چند جید احادیث سے ثابت ہے لہذا اکثر علماء نے اُس کو آنحضرت صلعم کے خصائص سے قرار دیا ہے اور بعضون نے کہا کہ حصّہ خمس مین امام کو مسلمانون کی مصلحت دیکھکر مال فئی کے مانند تصرف کرنے کا اختیار ہے۔ اور ہمارے شیخ تقی الدین رح نے کہا کہ یہی امام مالک و اکثر علمائے سلف کا قول اور یہی سب اقوال مین اصح ہے واللہ اعلم۔ ششم یہ کہ جو حصّہ آنحضرت صلعم کیواسطے تھا وہ آپ کی وفات کے بعد اب کیا ہو گا۔ قال الحافظ رح اسمین بھی اختلاف ہے بعض نے کہا کہ جو آپ کے بعد متولی خلافت ہو اُسکو ملیگا اور یہی حضرت ابوبکر و علی رضی اللہ عنہما و قتادہ و ایک جماعت سے مروی ہے اور اسمین ایک حدیث مرفوع بھی آئی ہے اور بعض نے کہا کہ مسلمانون کی مصلحتون مین صرف کیا جائے۔ اور بعض نے کہا کہ وہ باقی چارون اقسام یعنی ذوی القربیٰ و یتامیٰ و مساکین و ابن السبیل پر پھیر دیا جائے اور اسی کو شیخ ابن جریر رح نے اختیار کیا ہے اور بعض علماء نے کہا کہ نبی صلعم اور ذوی القربیٰ کے دونون حصّے یتامیٰ اور مساکین و ابن السبیل پر لوٹا کر تقسیم کر دیئے جائین گے۔ شیخ ابن جریر رح نے کہا کہ علماء عراق مین سے ایک جماعت کا یہی قول ہے قلت اور یہی قول ابو حنیفہ رح کا ہے اور واضح ہو کہ یہان ایک ضعیف قول یہ ہے کہ پورا پانچوان حصّہ ذوی القربیٰ کا ہے جیسا کہ ابن جریر رح نے عبداللہ بن محمد بن علی اور علی بن الحسین بن علی سے روایت کیا اور حسن بن محمد بن علے سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد صحابہ نے آپکے حصّہ اور ذوی القربیٰ کے حصّہ مین اختلاف کیا اور آخر اُن لوگون کی رائے اس امر پر متفق ہوئی کہ یہ دونون حصّہ فی سبیل اللہ تعالیٰ گھوڑے اور لڑائی کے سامان خریدنے مین صرف کئے جاوین پس حضرت ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما کی خلافت مین یہی ہوتا رہا اعمش نے ابراہیم نخعی سے بھی یہی روایت کیا اور کہا کہ مین نے ابراہیم سے پوچھا کہ علی رضی اللہ عنہ اسمین کیا کرتے تھے تو کہا کہ وہ اس اہتمام مین زیادہ تشدد کرتے تھے۔ قال ابن کثیر رح اور یہی علماء مین سے بڑے گروہ کا قول ہے۔ ہفتم یہ کہ قولہ ذوی القربیٰ سے کیا مراد ہے پس اوپر اشارا گذرا کہ آنحضرت صلعم کے بعد خلیفہ کی قرابت والے لئے جاوین گے اور اصح یہ ہے کہ ہر حال مین رسول اللہ صلعم کے اہل قرابت مراد ہین مگر اُن مین سے عبد شمس و نوفل کی اولاد کو نہ دیا جاوے گا بلکہ ہاشم اور مطلب کی اولاد اسکی مستحق ہے اگرچہ یہ چارون عبد مناف کے بیٹے ہین لیکن بنو ہاشم و بنو مطلب زمانہ جاہلیت و اسلام مین آپس مین متفق و ہمدرد رہے چنانچہ فتح خیبر کے پانچوین حصّہ مین سے آنحضرت صلعم نے بنو ہاشم و بنو المطلب کو حصّہ دیا اور جبیر بن مطعم جو نوفل کی اولاد سے تھے اور عثمان بن عفان جو عبد شمس کی اولاد سے تھے دونون رسول اللہ صلی اللہ علیہ

وسلم کے پاس گئے جبیر نے روایت کی کہ ہم نے کہا کہ یا رسول اللہ آپنے بنو مطلب کو دیا اور ہم کو چھوڑا حالانکہ ہم اور وہ آپکے ساتھ برابر ہین فرمایا کہ بنو ہاشم اور بنو مطلب دونون ایک ہی ہین والحدیث فی صحیح مسلم اور یہی جمہور علماء کا قول ہے اور مجاہد سے روایت ہے کہ وہ فقط بنی ہاشم ہین اور بعض نے کہا کہ وہ سب قریش والے ہین۔ نجدہ حروری نے ابن عباس رضی اللہ عنہ کو لکھا کہ ذوی القربی کون لوگ ہین۔ تو ابن عباس رضی اللہ عنہ نے لکھا کہ ہم کہتے ہین کہ وے ہمین ہین ولیکن ہماری قوم نے انکار کیا اور کہا کہ سب قریش قرابتی ہین۔ والحدیث رواہ مسلم وابو داؤد والترمذی والنسائی وعن عکرمۃ عن ابن عباس رضی اللہ عنہما کہا کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ مین نے لوگون کے ہاتھون کی دھوون سے تمھارے منہ پھیر دیئے کیونکہ پانچوین حصہ مین سے جو پانچوان تم کو ملتا ہے وہ تمھارے لئے کافی ہے رواہ ابن ابی حاتم وقال الحافظ حدیث حسن الاسناد وعلی ہذا یہ انھین لوگون کے واسطے ہوگا جن کو زکوۃ وصدقہ حلال نہین ہے۔ فافہم اور پہلے معلوم ہوچکا کہ ابو حنیفہ رح کے نزدیک آنحضرت صلعم کا حصہ اور ذوی القربی کا حصہ آپکی وفات کے بعد ساقط ہوکر باقیون کی طرف پھیر دیا گیا کیونکہ خلفاء راشدین رضی اللہ عنہم نے غنیمت کو اسی طرح بانٹا ہے وفی الکمالین ظاہر یہ ہے کہ خلفاء راشدین نے اس بناء پر نہ دیا کہ زکوۃ کے مانند اسکا بھی مصرف ہے پس ایک ہی صنف کو دینا جائز ہے خصوصاً اس حالت مین کہ ذوی القربی کو انھون نے تو انگر دیکھا اور یہی امام مالک رح کا قول ہے کہ امام مختار ہے جسکو چاہے دیوے فافہم ہشتم یہ کہ قولہ والیتامی والمساکین وابن السبیل بعض نے کہا اہل قرابت ہی مین سے ایسے لوگ مراد ہین اور یہ عطف لغرض تخصیص ہے اور جمہور کے نزدیک جملہ مسلمانون مین سے مقصود ہین پھر واضح ہو کہ یتامی مین فقیر و توانگر دونون داخل ہین یا فقط فقیر مخصوص ہین اسمین علماء کے بھی دو مختلف قول ہین۔ کما ذکرہ ابن کثیر پس حاصل یہ ہوا کہ جو غنیمت حاصل ہو اس کے پانچ حصہ کر کے چار حصہ مجاہدین کو بانٹ دیئے جاوین اور ایک حصہ مین پھر پانچ حصہ کئے جاوین اگرچہ امام ابو حنیفہ رح کے قول پر اُس مین سے دو حصہ پھر یتامی ومساکین وابن السبیل تین ٹکڑے کر دیئے جاوینگے لیکن چونکہ نزول آیت کے وقت رسول صلعم حیات تھے لہذا اللہ تعالی نے پانچوان حصہ ان پانچ جگہ تقسیم ہونے کے واسطے حکم دیا۔ اِنۡ كُنۡتُمۡ اٰمَنۡتُمۡ بِاللّٰهِ اگر تم ایمان لائے ہو اللہ تعالی پر۔ وَمَاۤ اَنۡزَلۡنَا عَلٰى عَبۡدِنَا یہ عطف ہے اسم اللہ تعالی پر اے وبما انزلنا یعنی اور اُس چیز پر جو ہم نے نازل فرمائی اپنے بندہ یعنی محمد صلعم پر اور وہ مدد ملائکہ ودیگر معجزات وآیات تھے۔ يَوۡمَ الۡفُرۡقَانِ بروز فرقان یعنی حق وباطل مین فرق کر دینے والے دن اور وہ روز بدر تھا يَوۡمَ الۡتَقَى الۡجَمۡعٰنِ جسدن بھڑگئی تھین دونون جماعتین مسلمانون وکافرون کی۔ جملہ شرطیہ کی جزا محذوف ہے جسپر ماقبل دلالت کرتا ہے اے ان کنتم آمنتم الخ فاعلموا ذلک یعنی اگر تم اسی طرح ایمان لائے ہو تو غنیمت کا یہ حکم جان رکھو وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَىۡءٍ قَدِيۡرٌ اور اسی مین سے یہ بات بھی ہے کہ تمھارے تھوڑے ہونے اور دشمن کے بہت ہونے کے باوجود تم کو فتح دی ف۔ بیضاوی رحمہ اللہ نے قولہ ان کنتم آمنتم باللہ الخ کی جزاء بدلالت قولہ واعلموا انما غنمتم کے یون مقدر کی کہ ان کنتم آمنتم باللہ وبما انزلہ یوم الفرقان فاعلموا ان الخمس لہولاء فسلموا الیہم یعنی اگر تم اللہ تعالی پر اور روز فرقان کی آیات منزلہ پر ایمان لائے ہو تو جان لو کہ غنیمت مین سے پانچوان حصہ ان لوگون کا ہے جو مذکور ہوئے پس اسپر عمل کرو کیونکہ علی حکم سے مجرد جان لینا مقصود نہین بلکہ اسپر عمل کرنا مقصود ہوتا ہے۔ اور کئی وجہ سے ابن عباس رضی اللہ عنہ وجماعت علماء تابعین سے حاکم وغیرہ نے روایت کیا کہ یوم الفرقان روز بدر ہے جسمین اللہ تعالی نے حق وباطل مین فرق کر دیا اور یہ پہلا معرکہ جہاد ہے جسمین رسول اللہ صلعم ہجرت کے دوسرے سال بروز جمعہ

له یعنی گویا ایک ہی ہیں ۱۲

سترہوین رمضان کو بنا بر قول صحیح کے تین سو تیرہ مومنون کی جماعت کے ساتھ کافرون سے جو ایک ہزار کے قریب تھے بدون کسی عدہ و قرارداد کے بلکہ بدون اطلاع از جنگ کے بھڑ پڑے اور اللہ تعالیٰ کی نصرت و قدرت کاملہ سے کافرون کے ستر سے زیادہ سرکش سردار مارے گئے جنمین عتبہ بن ربیعہ سب کا سردار و ابوجہل وغیرہ تھے اور اسی قدر قید ہوئے و کافرون نے شکست فاش کھائی اور مال غنیمت ہاتھ آیا اور اسمین اختلاف ہوا اور قولہ تعالیٰ یسئلونک عن الانفال۔ نازل ہوا اور بعض نے کہا کہ یہ آیت یعنی قولہ واعلموا انما غنمتم۔ اسی غنیمت کی تقسیم کے بارے مین ہے بالجملہ یوم بدر مین عجیب قائع قدرت ظاہر ہوئے کہ اہل ایمان کے واسطے موجب مزید تنویر و ثبات ایقان ہین لہذا اس حکم کی تعمیل کرنے اور برابر بکمال یقین ثابت رہنے کیواسطے اس دن کا انعام یاد دلایا۔ بقولہ

إِذْ أَنتُم بِالْعُدْوَةِ الدُّنْيَا وَهُم بِالْعُدْوَةِ الْقُصْوَىٰ وَالرَّكْبُ أَسْفَلَ

جس وقت تم تھے ورے کے ناکے اور وہ پرے کے ناکے اور قافلہ نیچے اتر گیا

مِنكُمْ ۚ وَلَوْ تَوَاعَدتُّمْ لَاخْتَلَفْتُمْ فِي الْمِيعَادِ ۙ وَلَٰكِن لِّيَقْضِيَ اللَّهُ أَمْرًا كَانَ

تم سے اور آپس میں اگر تم وعدہ کرتے تو نہ ہو پہنچتے وعدے پر لیکن اللہ کو ہے کر ڈالنا ایک کام

مَفْعُولًا لِّيَهْلِكَ مَنْ هَلَكَ عَن بَيِّنَةٍ وَيَحْيَىٰ مَنْ حَيَّ عَن بَيِّنَةٍ ۗ وَإِنَّ اللَّهَ لَسَمِيعٌ عَلِيمٌ

جو ہو چکا تھا تا مرے جو مرتا ہے سوجھ کر اور جیوے جو جیتا ہے سوجھ کر اور اللہ سنتا ہے جانتا

إِذْ أَنتُم بِالْعُدْوَةِ الدُّنْيَا اذ ظرف زمان بدل از یوم الفرقان ہو اور وہ ظرف نزول آیات تھا یعنی جبکہ تم لوگ عدوۃ الدنیا مین تھے۔ عُدوہ بحرکات ثلثہ کنارہ وادی و قراۃ مشہور بالضم اور قراۃ ابن کثیر و ابو عمرو و یعقوب بالکسر ہے۔ دنیا تانیث ادنیٰ۔ عدوۃ الدنیا کنارہ وادی جو مدینہ سے نزدیک تھا بہ نسبت دوسرے کنارہ وادی کے۔ وَهُم بِالْعُدْوَةِ الْقُصْوَىٰ اور کافر لوگ عدوہ قصوی مین تھے یعنی دوسرے کنارہ وادی مین جو مدینہ سے بہ نسبت عدوہ دنیا کے دور تھا قصوی تانیث اقصیٰ اور کبھی بقاعدہ قیاس کے اسم و صفت مین تفرقہ کرنے کو قصیا بمانند دنیا و علیا بولتے ہین ولیکن خلاف قیاس قصوی بدون تبدیل واو بالف کے اصل پر کثیر الاستعمال ہے۔ وَالرَّكْبُ أَسْفَلَ مِنكُمْ جملہ حال از ظرف ہے اور رکب اسم جمع راکب یا جمع یا بمعنی مرکوب ہے اور مراد قافلہ کے اونٹ یا سوار ہین جو ابوسفیان کے ساتھ چالیس تھے۔ اسفل اے فی مکان اسفل منکم منصوب بظرفیت اور بجائے خبر کے واقع ہے یعنی درحالیکہ اونٹ یا اسکے سوار تمھاری جگہ سے تین میل نیچے کنارہ سمندر کی طرف تھے۔ اس کلام کا فائدہ یہ ہے کہ یہ معلوم ہو کہ دشمن قوی اور قافلہ سے قوی پشت تھے اور بے کھٹکے لڑائی پر حریص تھے اور مسلمانون کی شان بظاہر ایسی ضعیف تھی کہ عادت کی راہ سے اُن کا بچنا دشوار تھا پھر غالب ہو جانا تو بہت ہی بعید تھا اور یہی بات اُن کے ٹھکانے بیان کرنے مین ہے کیونکہ عدوۃ الدنیا کی زمین بالکل ریگ نرم بے پانی تھی جسمین پاؤن گھسے جاتے تھے بخلاف عدوۃ القصوی کے۔ وعلیٰ ہذا مشرکین پانی پر قابض تھے اور مسلمان اپنے پروردگار سے مستغیث جیسا کہ قولہ اذ تستغیثون ربکم الآیۃ کی تفسیر مین گذر چکا ہے۔ وَلَوْ تَوَاعَدتُّمْ لَاخْتَلَفْتُمْ فِي الْمِيعَادِ میعاد وعدہ گاہ و وقت وعدہ یعنی اگر تم اور مشرکین کسی مقام یا کسی وقت پر لڑائی کا وعدہ کرتے تو ایسی حالت مین وعدہ گاہ سے اختلاف کرتے کیونکہ اُن کی کثرت و اپنی قلت سے تمکو اُن سے ہیبت بیٹھ جاتی اور فتح سے مایوس ہوتے پس اس کلام سے اُنکو یقین دلایا کہ فتح و نصرت اُن کو اللہ تعالیٰ ہی کی طرف سے حاصل ہوئی ہے۔ وَلَٰكِن جمع بینکم علی تلک الحالۃ من غیر میعاد ولیکن تم کو بدون میعاد کے ایسی حالت

پر آپس میں بھڑوا دیا۔ لِّيَقْضِيَ اللّٰهُ اَمْرًا كَانَ مَفْعُوْلًا تاکہ اللہ تعالیٰ وہ کام پورا کر دے جو اُسکے علم میں ہو چکا ہے یا مفعول ہونے کے لائق ہے اور وہ اہل ایمان کی نصرت و فتح اور اہل کفر کی ذلت و خواری ہے۔ عمیر بن اسحاق نے کہا کہ ملک شام سے ابوسفیان قافلہ لئے آتا تھا اور مکہ سے ابوجہل وغیرہ اس کو بچانے کے واسطے نکلے تھے اور مقام بدر میں صحابہ رسول اللہ صلعم سے مڈھ بھیڑ ہو گئی حالانکہ نہ یہ انکو دیکھتے تھے اور نہ وہ اُن کو یہانتک کہ دونوں طرف اکے پانی لانیوالوں سے ملاقات ہوئی اور لوگ جان گئے اور قتال واقع ہوا پس اللہ تعالیٰ نے اس حکمت کے واسطے ایسا کیا کہ لِّيَهْلِكَ مَنْ هَلَكَ عَنْۢ بَيِّنَةٍ تاکہ ہلاک ہو جو ہلاک ہوا بینہ یعنی دلیل واضح معائنہ کر کے وَّيَحْيٰى مَنْ حَيَّ عَنْۢ بَيِّنَةٍ اور جیتا رہے جو جیا ایسی حجت سے جسکو مشاہدہ کر لیا یعنی مرنیوالے و جینے والے دونوں اس حجت کو معائنہ کریں تاکہ پھر کچھ عذر باقی نہ رہے کیونکہ واقعۂ بدر بہت کھلی نشانی تھا کہ ایسی حالت مذکورۂ بالا کے باوجود مسلمانوں کو کھلی فتح اور کافروں کو فاش شکست ہوئی۔ قال البیضاوی رح اور شاید ہلاک ہونا کفر سے اور زندہ ہونا اسلام سے استعارہ ہو یعنی تاکہ جس سے کفر صادر ہوا اور جس سے ایمان ثابت ہوا ہر ایک دلیل روشن معائنہ کرنے کے بعد ہو وَاِنَّ اللّٰهَ لَسَمِيْعٌ عَلِيْمٌ اور اللہ تعالیٰ سننے جاننے والا ہے یعنی کافروں کی کفریہ باتوں کو سنتا اور اُن کے غرور و عذاب کو جانتا ہے اور مومنوں کے استغاثہ و دعا کرنے کو سنتا اور اُن کی نیت اور ثواب کو جانتا ہے۔ قال البیضاوی رح کفر و ایمان کے اعتقادی ہونیکے باوجود یہاں علیم کے ساتھ سمیع بھی شاید اسواسطے جمع فرمایا کہ ہر ایک ان میں قول و اعتقاد کو شامل ہے۔ ف۔ فی العرائس قولہ تعالیٰ لیقضی اللہ امرا کان مفعولا تقدیر کی درگاہ میں تدبیر کچھ نہیں ہے جو مشیت ازلی میں ہو چکا وہی ظاہر ہوتا ہے بعض آثار میں وارد ہے کہ میں نے اللہ تعالیٰ کو اس طرح پہچانا کہ آدمی کے ارادے و ہمتیں ٹوٹ جاتی ہیں جعفر رح نے فرمایا کہ جو ازل میں ہو گیا وہی اپنے اپنے وقت پر ظاہر ہوتا ہے بعض نے کہا کہ یہ امر الٰہی جاری ہونا اس طرح تھا کہ دونوں فریق میں سے ہر ایک کے واسطے جو سابق علم غیب میں ہو چکا ہے وہ کھل جاوے پھر چونکہ مشیت پر نظر پڑنا علم مخلوق سے باہر ہے کہ وہ اس کو ادراک نہیں کر سکتے لہذا صورت احکام علمی میں اُن کو لگایا بقولہ لیہلک من ہلک آخرتک اول میں مقدر فرمایا اور آخر میں قہر و لطف کی نشانیاں راہ میں قائم فرمائیں اور آخر کار بازگشت اپنے مرجع اول کی طرف ہو جاتا ہے اور یہیں ظاہر فرمایا کہ اللہ تعالیٰ جہل و ظلم سے پاک ہے اُسنے بیان حکمت اور اثبات حجت کے واسطے دلائل و نشانیاں قائم کر دیں تاکہ جو ہلاک ہو وہ حکم سابق کی نشانی پر مرے اور جو زندہ رہے وہ انھیں نشانیوں سے بتقدیر منور ہو۔ جو کوئی اپنی خواہش میں ہلاک ہوا وہ ازلی ہلاکت ہی سے مرا اور جو کوئی مشاہدہ اور معرفت سے زندہ ہوا وہ ازلی زندگی ہی سے جیا۔ دلائل و شریعت کا ظہور مقام امتحان کا ایک حکم ہے اور صورت امر پر حکم ازلی غالب ہے۔ کما قال تعالیٰ واللہ غالب علی امرہ الآیۃ بعض نے کہا کہ خلق کے واسطے نشانیاں ظاہر و قائم فرمائیں پھر ایک قوم کی آنکھیں کھولدیں جو اسکو دیکھتی ہیں اور دوسری قوم کو اُس سے اندھا کر دیا پھر رسولوں و انبیاء کو سچے نور و برہان کے ساتھ بھیجا ولیکن اُس کا نور بندوں میں سے وہی دیکھ سکتا ہے جسکو وہ چاہے پس تقدیم ان مقدمات کی اسواسطے کہ جو ہلاک ہو وہ بینہ و برہان دیکھکر مرے اور جو زندہ رہے وہ مشاہدۂ بینہ سے جئے۔ بعضوں نے کہا کسی کو حیات حاصل نہیں ہے مگر اُسی کو جو اُس کی یاد سے زندہ ہے اور مخلوقات تمام اپنے اپنے اسباب میں جنبش و کوشش کرتے ہیں لیکن جو اُن میں سے بحیات باقی زندہ ہے اُس کی جنبش بقدرت حی القیوم ہے۔ استاد رح نے فرمایا کہ جو شخص دوری کے میدان میں اندھوں کیطرح بھٹکتا پھرتا ہے وہی مردہ ہے اور جو قرب و معرفت کے نور سے بینا ہے وہی درحقیقت زندہ ہے پھر نعمت بینائی قدرت یاد دلائی بقولہ

اِذْ يُرِيْكَهُمُ اللّٰهُ فِيْ مَنَامِكَ قَلِيْلًا ؕ وَلَوْ اَرٰىكَهُمْ كَثِيْرًا لَّفَشِلْتُمْ وَ
اور جب اللہ نے دکھائی تیرے خواب مین تھوڑے اور اگر تجکو بہت دکھاتا تم لوگ نامردی کرتے اور
لَتَنَازَعْتُمْ فِي الْاَمْرِ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ سَلَّمَ ؕ اِنَّهٗ عَلِيْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ۝
جھگڑا ڈالتے کام مین لیکن اللہ نے بچالیا اس کو معلوم ہے جو بات ہے دلون مین
وَاِذْ يُرِيْكُمُوْهُمْ اِذِ الْتَقَيْتُمْ فِيْۤ اَعْيُنِكُمْ قَلِيْلًا وَّيُقَلِّلُكُمْ فِيْۤ اَعْيُنِهِمْ
اور جب تم کو دکھائی وہ فوج وقت ملاقات کے تمھاری آنکھون مین تھوڑی اور تم کو تھوڑا دکھایا اُن کی آنکھون مین
لِيَقْضِيَ اللّٰهُ اَمْرًا كَانَ مَفْعُوْلًا ؕ وَاِلَى اللّٰهِ تُرْجَعُ الْاُمُوْرُ ۝ ع
تاکر ڈالے اللہ ایک کام جو ہو چکا تھا اور اللہ تک پہونچ ہے ہر کام کی

اِذْ يُرِيْكَهُمُ اللّٰهُ فِيْ مَنَامِكَ یاد کر جبکہ تجکو دکھلاتا تھا اللہ تعالیٰ کافرون کو تیرے خواب مین قَلِيْلًا تھوڑے مجاہدرح نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلعم کو خواب مین کافر لوگ تھوڑے دکھلائے اور آنحضرت صلعم نے صحابہ رض کو بھی خبر دی پس اُسمین اُن کے قدم کی اُستواری تھی۔ وَلَوْ اَرٰىكَهُمْ كَثِيْرًا لَّفَشِلْتُمْ اور اگر کافرون کو بہت دکھلاتا تو ضرور تم نامردی کرتے وَلَتَنَازَعْتُمْ فِي الْاَمْرِ اور ضرور تم ایسی حالت مین کافرون سے قتال کرنے مین اختلاف کرتے۔ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ سَلَّمَ ولیکن اللہ تعالیٰ نے نامردی اور آپس کے اختلاف سے تمکو سلامت رکھا کیونکہ کافر لوگ تمکو تھوڑے دکھلائے۔ اِنَّهٗ عَلِيْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ یعنی بما فی القلوب اللہ تعالیٰ دلون کی باتین جانتا ہو۔ واضح ہو کہ اس آیت مین صریح دلیل ہو کہ دیکھنے وسننے وغیرہ کا جو فعل آدمی سے ثابت ہوتا ہے وہ ہمیشہ بتاثیر الٰہی عزوجل ہے چنانچہ اسی بینائی سے کافرون کو اُنکی تعداد سے بہت تھوڑا دکھلایا پس اگر انسان کے افعال اپنی قدرت سے ہوتے تو ایسا کیون ہوتا۔ وَاِذْ يُرِيْكُمُوْهُمْ اور یاد کرو اے مومنو جب دکھلاتا تھا اللہ تعالیٰ تمہین اُن کافرون کو۔ اِذِ الْتَقَيْتُمْ فِيْۤ اَعْيُنِكُمْ قَلِيْلًا جب ملاقی ہوئے تم بہت قلیل تمھاری نظرون مین یعنی مہربانی سے لڑائی واقع ہونے سے پہلے مومنین جب کافرون کے لشکر کو دیکھتے تو وہ اُن کی نظر مین تھوڑے معلوم ہوتے تاکہ یہ لوگ اُن پر دلیری کرین اور عبداللہ بن مسعود رض سے روایت ہے کہ واللہ وے لوگ ہماری نظرون مین قلیل کر دئے گئے تھے یہانتک کہ مین نے اپنے برابر والے آدمی سے پوچھا کہ ہمین ستر معلوم ہوتے ہین اُسنے کہا نہین بلکہ سو ہین یہانتک کہ جب لڑائی مین ہم نے ایک کافر گرفتار کرکے اُس سے پوچھا تو اُسنے کہا کہ ہم لوگ ایک ہزار تھے۔ رواہ ابن ابی حاتم وابن جریر واسنادہ صحیح۔ وَيُقَلِّلُكُمْ فِيْۤ اَعْيُنِهِمْ اور تمکو اُنکی نظرون مین قلیل دکھلاتا تھا یہانتک کہ بعضے بدون لڑائی کے انکو گرفتار کرلینا آسان سمجھتے تھے۔ عکرمہ رح نے فرمایا کہ ہر ایک فریق کو دوسرے پر برانگیختہ کیا بالجملہ کافرون کی نظر مین اسواسطے قلیل دکھلایا کہ وے لوگ پھر نجاوین کیونکہ اُن کا قافلہ بچگیا اور ابوسفیان نے کہلا بھیجا تھا کہ تم لوگ واپس جاؤ چنانچہ اخنس بن شریق بنی زہرہ کو لیکر واپس گیا اور ایسا ہی بنو عدی بھی لڑائی مین حاضر نہ ہوئے اور باقیون کو ابو جہل ہٹ کرکے لے آیا تھا پس تقلیل سے انکو طمع دلائی تاکہ واپس نہ جاوین اگر کہا جاوے کہ سورۂ آل عمران مین فرمایا قد کان لکم آیة فی فئتین التقتا فئة تقاتل فی سبیل اللہ واخری کافرة یرونہم مثلیہم رأی العین الآیة۔ اس سے ثابت ہے کہ کافر لوگ مسلمانون کو اپنے سے دوچند یا مومنون سے دوچند دیکھتے

توجواب یہ ہے کہ تقلیل نظر پڑنا لڑائی سے پہلے تھا پھر جب دونون جماعتین بھڑ گئین اور اللہ تعالیٰ نے ملائکہ سے مومنون کی مدد فرمائی تو مومنین کافرون کو ویسا ہی قلیل دیکھتے رہے اور کافرون کو مومنین دو چند نظر آنے لگے تاکہ رعب کھا کر شکست وخواری پاوین لیکن پہلے کافر مومنون کو بہت کم دیکھتے تھے تاکہ مغرور ہو کر لڑائی پر آمادہ ہو جاوین۔ لِيَقْضِيَ اللّٰهُ اَمْرًا كَانَ مَفْعُوْلًا تاکہ پورا کرے اللہ تعالیٰ اس امر کو جو اسکے علم ازلی مین ہو چکا ہے۔ وَاِلَى اللّٰهِ تُرْجَعُ الْاُمُوْرُ اور اللہ ہی کی طرف جملہ امور کا مرجع ہے پس جو وہ چاہتا ہے وہی ہوتا ہے اور بندون کا چاہا جب اسکے خلاف ہو تو پورا نہوگا اور اسمین تنبیہ ہو کہ دنیا کے جتنے کام ہین سب مین سے وہی کام کا ہو جو توشۂ آخرت ہوف۔ بیضاوی رح وغیرہ نے کہا کہ نظر مین تقلیل طرفین اس آیت مین بڑی نشانی ہے کیونکہ اس درجہ تک عادت کی راہ سے نظر کبھی خطا نہین کرتی ہو پس باوجودیکہ سب شرطین دیکھنے کی موجود تھین لیکن دکھلائی نہ دینا صرف اسی وجہ سے ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے نظر کو معطل فرمایا اور تاثیر نہین دی لہذا جو شخص کہ کلام الٰہی پر ایمان رکھتا ہے وہ یقین جانے گا کہ دیکھنا وغیرہ جتنے افعال ہین سب اللہ تعالیٰ کی تاثیر قدرت سے ہین کسی بندے کے اختیار مین خود نہین ہین اور علی ہذا اگر اللہ تعالےٰ چاہے کہ اُس آنکھ سے تہ زمین کی چیز نظر آوے تو ہو سکتا ہے پس قیامت مین جب اللہ تعالیٰ چاہے گا کہ مومن بندے اس کا دیدار پاک پاوین تو اُن کی نظرون مین یہ قوت عطا فرماویگا۔ فافہم پھر نصیحت فرمائی بقولہ

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا لَقِيْتُمْ فِئَةً فَاثْبُتُوْا وَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَثِيْرًا لَّعَلَّكُمْ

اے ایمان والو جب بھڑو کسی فوج سے تو ثابت رہو اور اللہ کو بہت یاد کرو۔ شاید تم

تُفْلِحُوْنَ ۚ وَاَطِيْعُوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَلَا تَنَازَعُوْا فَتَفْشَلُوْا وَتَذْهَبَ رِيْحُكُمْ

مراد پاؤ اور حکم مانو اللہ کا اور اُس کے رسول کا اور آپس مین نہ جھگڑو پھر نامرد ہو جاؤ گے اور جاتی رہیگی تمھاری باؤ

وَاصْبِرُوْا ۭ اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الصّٰبِرِيْنَ ۚ

اور ٹھہرے رہو۔ اللہ ساتھ ہے ٹھہرنے والون کے

اس آیت مین اللہ تعالیٰ نے مومنین کو جہاد کے آداب اور طریقہ شجاعت تعلیم فرمائی بقولہ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا لَقِيْتُمْ فِئَةً فَاثْبُتُوْا لقاء بمعنی ملنا ولیکن غالب استعمال اس کا لڑائی کے بھڑنے پر ہو گیا ہو فئۃ بمعنی جماعت اور اُس کے لفظ سے اسکا مفرد نہین آیا ہو اور جمع اسکی فئات ہو اور مراد یہان جماعت کافرہ ہے۔ المعنی اے ایمان والو جب بھڑ جاؤ تم لڑائی مین کسی کافر گروہ سے تو ثابت قدم رہو صحیحین مین عبداللہ بن ابی اوفی سے روایت ہو کہ رسول اللہ صلعم بعضے غزوات مین جنمین دشمن سے مقابلہ ہوا منتظر رہے یہانتک کہ جب آفتاب ڈھل گیا تو کھڑے ہو کر فرمایا کہ اے لوگو دشمن سے بھڑنے کی تمنا مت کرو اور اللہ تعالیٰ سے عافیت مانگو لیکن جب تم اُن سے بھڑ جاؤ تو صبر کے ساتھ ثابت قدم رہو اور جان رکھو کہ جنت انھین تلوارون کے سایہ تلے ہو پھر کھڑے ہو کر یہ دعا مانگی۔ اللهم منزل الكتاب ومجري السحاب وهازم الاحزاب اهزمهم وانصرنا عليهم۔ اور عبداللہ بن عمرو کی روایت مین ہو کہ صبر کے ساتھ ثابت رہو اور اللہ تعالیٰ کو یاد کرو پھر اگر کافر لوگ چیخین چلاوین تو بھی تم خاموش رہو رواہ عبدالرزاق۔ اور یہی اللہ تعالےٰ نے حکم دیا کہ۔ وَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَثِيْرًا اور یاد کرو اللہ تعالیٰ کو بہت یعنی اس سے فتح کی دعا مانگو۔ زید بن ارقم سے مرفوع روایت ہے کہ اللہ تعالیٰ کو تین جگہ خاموشی پسند ہے ایک تلاوت قرآن کیوقت دوسرے جہاد مین صفین ملجانے کے وقت اور تیسرے جنازہ کے ساتھ

اے اللہ کتاب کے نازل کرنیوالے ابر کے چلانیوالے لشکروں کے بھگانیوالے ان کو شکست دے اور ہم کو انپر فتح دے ۱۲ منہ

رواہ الطبرانی۔ اور دوسری حدیث مرفوع مین ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میرا پورا بندہ وہ ہے جو جہاد مین بھڑ جانے کے وقت مجھے یاد کرے
یعنی میری یاد و مجھ سے دعا و استغاثہ سے یہ حالت اُس کو باز نہ رکھے۔ قتادہ و عطاء رح سے روایت ہے کہ لڑائی کے وقت
خاموشی واجب ہے۔ ابن جریج نے کہا کہ مین نے عطاء سے پوچھا کہ جہر سے یاد کرین فرمایا کہ ہان۔ کعب احبار سے روایت ہے کہ نماز
و قتال کے وقت یاد آلٰہی بہتر ہے چنانچہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا واذکروا اللہ کثیرا۔ **لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ** شاید تم فوز عظیم حاصل کرو
اگر کہا جاوے کہ اسمین ہر حالت مین ثابت قدمی کا حکم ہے اور اس سے نکلتا ہے کہ قولہ تعالیٰ الا متحرفا لقتال او متحیزا الی فئۃ منسوخ ہے یعنی
کسی حال مین پیٹھ پھیرنا جائز نہین ہے تو جواب دیا گیا کہ منسوخ نہین ہے بلکہ ثبات سے کوشش کیساتھ لڑنا مراد ہے بلکہ گویا یہ مقصود بدون تحرف و تحیز
کے حاصل نہین ہو سکتا فافہم۔ وقال البیضاوی اسمین تنبیہ ہے کہ بندے کو کسی حال مین یاد آلٰہی سے غافل نہونا چاہیئے بلکہ سختیون و شدتون
کے وقت تمام دل سے فارغ البال ہو کر اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہو اور اُسی کے لطف پر بھروسا کرے کہ وہ کسی حال مین اُس سے جدا
نہین ہے اور حرف لعل مین اشارہ کیا کہ باوجود ایسے افعال کے اللہ تعالیٰ پر کوئی امر واجب نہین ہے لہذا عاجزی کے ساتھ نصرت
و فتح کے امیدوار رہین اور اپنے افعال سے نظر اُٹھا کر اُسی کے افضال پر نظر رکھین۔ **وَأَطِيعُوا اللَّهَ وَرَسُولَهُ** اور
اطاعت کرو اللہ تعالیٰ و اُس کے رسول کی ہر حکم مین۔ **وَلَا تَنَازَعُوا**۔ اور جھگڑا مت کرو جیسے تم نے بدر مین پہلے مختلف رائین
نکالین یعنی آپس مین اختلاف مت کرو۔ **فَتَفْشَلُوا** کہ تم نامردے ہو جاؤ۔ **وَتَذْهَبَ رِيحُكُمْ** اور تمھاری قوت و دولت
جاتی رہے۔ ایک قرأت مین تذہب بجزم ہے اور ظاہر یہ ہے کہ تفشلوا جواب نہی ہے۔ ریح جو ہوا کے معنی مین ہے یہان دولت و قوت
کیواسطے استعارہ ہے کیونکہ احکام دولت ایسے جاری و نافذ ہوتے ہین جیسے ہوا چلتی و نفوذ کرتی ہے۔ قتادہ و ابن زید رح کے قول مین یہ استعارہ
نہین بلکہ حقیقت مراد ہے کیونکہ نصرت ہمیشہ ایک ہوا سے ہوتی ہے چنانچہ حدیث مین ہے کہ نصرت بالصبا و اہلکت عاد بالدبور یعنی مجھے
صبا سے فتح دیگئی اور دبور سے قوم عاد ہلاک کی گئی۔ نعمان ابن مقرن رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ مین رسول صلعم کے ساتھ جہاد مین حاضر
ہوا ہون" پس جب آپ چڑھتے دن مین قتال نہین کرتے تو ٹھہر جاتے تھے یہانتک کہ آفتاب ڈھل جاوے اور ہوا چلنے لگے
اور نصرت نازل ہو۔ رواہ ابوداؤد۔ حاصل آنکہ جھگڑے و اختلاف سے جو بزدلی کی نشانی ہے بچو۔ **وَاصْبِرُوا** اور صبر کرو دشمن سے
بھڑ جانے کے وقت اور ہزیمت نہ اُٹھاؤ۔ **إِنَّ اللَّهَ مَعَ الصَّابِرِينَ** یعنی اللہ تعالیٰ کی مدد و نصرت صابرون کے ساتھ ہے اور یہی اللہ تعالیٰ
کے ساتھ ہونیکے معنی ہین بالجملہ اس آیت مین مومنون کو صبر و ثابت قدمی کا و پورے اعتقاد و یقین سے اللہ تعالیٰ پر بھروسا کرنے کا حکم دیا اور
اس کو ان نیک لوگون نے اچھی طرح مانا قال ابن کثیر صحابہ رضی اللہ عنہم کو اللہ تعالیٰ و اسکے رسول کے حکم ماننے مین اور جانبازی کرنے
مین جو ہدایت حاصل تھی وہ اگلی اُمتون مین سے کسی کو حاصل نہوئی اور نہ اُن کے بعد والون مین کسی کو حاصل ہو سکتی ہے کیونکہ اُن کی
آنکھون نے حضرت سید المرسلین صلعم کو اپنی آنکھون سے دیکھا پس اُن کی ارواح و قلوب کو جو نور و شرف حاصل ہوا وہ نہ کبھی ممکن تھا اور
نہ کبھی ممکن ہوگا۔ لہذا انھون نے روم و فارس و ترک و سقالبہ و بربر و حبش و سودان و قبط وغیرہ تمام جہان کے لشکرون کو تھوڑے دنون مین
باوجود اپنی قلت کے مقہور کر لیا یہان تک کہ کلمہ آلٰہی بلند اور اُس کا دین تمام دینون پر مشرق و مغرب مین ظاہر ہو گیا اور ظلم و بد خصلتین مٹ کر
عدل و انصاف دنیا مین پھیل گیا۔ رضی اللہ عنہم اجمعین ف۔ فی العرائس قولہ تعالیٰ واصبروا ان اللہ مع الصابرین۔ صبر کا پہلا
مرتبہ تو یہ ہوتا ہے کہ آدمی زبردستی اپنے نفس کو ثابت قدم رکھتا ہے اور یہی تکلف سے شرع پر قائم رہنے کا مقام ہے پھر جب صبر تحقیقی حاصل

ہوا تو وہ مقام تشریف ہی پس اول تو مجاہدہ ہے اور دوم مشاہدہ ہی یعنی سوزش شوق مین ثابت قدم رہنا چاہیئے کہ حضرت حق تعالیٰ کو بھی نیک بندون کی طرف اشتیاق ہے اور نیز اشارہ ہے کہ بلائے محبت مین صبر کرو اور اس بلا کو اچھی چیز سمجھو تاکہ میرا مشاہدہ حاصل کرو کیونکہ صابرین پر مقام صبر مین تجلی ہے اور نیز میرے ساتھ صبر کرو کیونکہ صبر کو میرا ساتھ حاصل ہے پس تمھاری مراد ملجاوے گی اور دشمن اور نفس و شیطان پر فتحمندی پاؤگے۔ واسطیؒ سے پوچھا گیا کہ صبر کی کیا ماہیئت ہی فرمایا کہ محنت سے پہلے محبت کی چادر اوڑھلے پس جب محبت کے ساتھ محنت ملی تو اس کو بلا مشقت اُٹھالیگا۔ پس صابرون کے ساتھ اللہ عزوجل کی معیت کے یہی معنی ہین قولہ تعالیٰ

وَلَا تَكُونُوا كَالَّذِينَ خَرَجُوا مِن دِيَارِهِم بَطَرًا وَرِئَاءَ النَّاسِ وَيَصُدُّونَ

اور مت ہو جیسے وہ لوگ کہ نکلے اپنے گھرون سے اتراتے اور لوگون کو دکھاتے اور روکتے

عَن سَبِيلِ اللَّهِ ۚ وَاللَّهُ بِمَا يَعْمَلُونَ مُحِيطٌ

اللہ کی راہ سے اور اللہ کے قابو مین ہی جو کرتے ہین

اللہ تعالیٰ نے مومنون کو قتال و ذکر الٰہی کی وصیت کے بعد مشرکون کے ساتھ مشابہت کرنے سے منع فرمایا۔ بقولہ۔ وَلَا تَكُونُوا كَالَّذِينَ خَرَجُوا مِن دِيَارِهِم بَطَرًا وَرِئَاءَ النَّاسِ اور مومنو تم ان لوگون کے مانند مت ہونا جو اپنے دیار سے نکلے واسطے بطر و ریا کے۔ ابن عباس و مجاہد و قتادہ و سدی و ضحاک وغیرہم مفسرین نے فرمایا کہ الذین خرجوا۔ سے قریش مراد ہین جو بدر مین آنحضرت صلعم سے لڑنے کو نکلے تھے۔ قال الزجاجؒ نعمت مین حد سے باہر ہو جانے اور شکر چھوڑنے اور نعمت کو ناپسندیدہ اُمور کا وسیلہ بنانے کو بطر کہتے ہین اور قبیح بات چھپا کر ظاہر مین اچھی بات دکھلانے کو ریا کہتے ہین۔ وقال ابن کثیرؒ۔ بطر بمعنی حق کو دفع کرنا اور ریاء الناس بمعنی فخر و تکبر کرنا۔ اگر کہا جاوے کہ قریش والے اپنا قافلہ تجارت بچانے کو نکلے تھے۔ بطر و ریا کے واسطے نکلنا کیونکر فرمایا جواب یہ ہے کہ باعتبار انجام کار کے ہے چنانچہ مفسرؒ نے کہا کہ اے لاتکونوا کالذین خرجوا من دیارہم لیمنعوا عیرہم فلم یرجعوا بعد نجاتہا بطراً و ریاء الناس۔ یعنی تم ایسے لوگون کے مانند مت ہونا جو اپنے دیار سے اپنا قافلہ تجارت بچانے کو نکلے تھے مگر قافلہ بچ جانے کے بعد بطر و ریا کی وجہ سے واپس نہ گئے۔ محمد بن اسحاق نے ذکر فرمایا کہ رسول اللہ صلعم اسی رخ پر سیدھے چلے گئے یہانتک کہ جب مقام صفراء پر پہونچے تو بسبس بن عمرو اور عدی بن ابی الزغباء کو ابوسفیان کی خبر کے لئے جاسوس بھیجا وہ چلکر بدر کے پانی پر آئے اور اُترکر تالاب سے مشک بھر کر روانہ ہوتے تھے کہ اُنھون نے دو باندیون کو باتین کرتے سُنا جو آپس مین جھگڑا کرتی تھین اور مجدی بن عمرو نے دونون کے درمیان مین فیصلہ کر دیا۔ پس دونون جاسوس روانہ ہوئے اور حضرت صلعم کو خبردار کیا اور یہان ابوسفیان نے مجدی بن عمرو سے کہا کہ اس تالاب پر تو نے کسی ایسے آدمی کو نہین دیکھا جس سے تو انکار کرے اُسنے کہا کہ نہین واللہ ولیکن دو مسافر اسین سے پانی بھر لیگئے پھر ابوسفیان نے آکر اونٹون کی مینگنیان توڑین اور کہا کہ واللہ اسمین تو مدینہ کی گٹھلیان و چارہ ہے اور جلد جاکر قافلہ لیکر تین میل ساحل سمندر کی طرف ہو رہا اور اُسنے قریش کو کہلا بھیجا کہ تمھارا قافلہ بچ گیا اب تم پھر جاؤ پس اخنس بن شریق بنی زہرہ کو لیکر پھر گیا اور ابوجہل ملعون نے کہا کہ واللہ ہم نہین لوٹین گے یہان تک کہ بدر کے تالاب پر جاکر اُترین اور تین دن مقیم رہین اور اونٹون کو ذبح کرین اور کباب و شراب اُڑاوین اور ناچ گانا سنین اور تمام عرب مین ہماری خبر مشہور ہو اور اس کے بعد سب کے سب ہم سے ہیبت کیا کرین۔ اور محمد بن اسحاق نے عروہ بن الزبیر سے روایت کی کہ آنحضرت صلعم

نے بدر سے قریب ہوکر علی ابن ابی طالب وسعد بن ابی وقاص وزبیر بن العوام کو مع چند اور لوگون کے جاسوس بھیجا اُنھون نے سعید
بن العاص وحجاج کی اولاد کے غلامون کو پکڑا اور لائے تو آنحضرت صلعم نماز مین تھے پس لوگون نے اُن سے پوچھا تو وہ بولے کہ ہم
قریش کے غلام ہین ان کے لئے پانی لینے آئے تھے پس صحابہ رضی اللہ عنہ نے ان کی خبر کو مکروہ جان کر مارا حتی کہ اُنھون نے کہا کہ ہم ابوسفیان
کے قافلہ کے ہین تو ان کو چھوڑا پس حضرت صلعم نے نماز سے سلام پھیر کر فرمایا کہ اے لوگو جب تم سے یہ سچ بولے تو تم نے مارا اور جب
جھوٹ بولے تو تم نے چھوڑ دیا واللہ یہ لوگ قریش کے ساتھ ہین۔ تم دونون قریش کی خبر سے مجھے آگاہ کرو وہ بولے کہ وہ اس
تودہ عقنقل کے اُدھر ہین جو آپ عدوۃ القصوی پر دیکھتے ہین پھر اُن سے تعداد پوچھی اور قریش کے سردار سب پوچھے پھر حضرت
صلعم نے فرمایا کہ اے لوگو مکہ نے اپنے جگر کے ٹکڑے سب تمھاری طرف پھینک دیے ہین۔ محمد بن اسحاق نے کہا کہ صبح کو قریش والے
روانہ ہوکر آگے بڑھے جب حضرت صلعم نے عقنقل کے پیچھے سے ان کو آتے دیکھا تو دعا مانگی کہ اے میرے پروردگار تو دیکھتا ہے کہ یہ
قریش والے اتراتے وفخر وتکبر کرتے چلے آتے ہین تیرے رسول کو جھٹلاتے اور لڑتے ہین اے میرے پروردگار تو ان کو کل کے روز
ہلاک کر دے۔ حاصل آنکہ بطرا ورئاء الناس مفعول لہ فعل محذوف کا ہی اے فلم یرجعوا بطراً۔ جیسا کہ ابوجہل کا قول مذکور ہوا اور
فخر وخیلاء اُن کا اول مین اور بروقت مواجہہ کے ظاہر ہوچکا۔ وَيَصُدُّونَ عَنْ سَبِيلِ اللّٰهِ بیضاوی رح نے کہا کہ
بطرا پر عطف ہی اگر وہ مصدر بجائے حال کے ہوا ے باطرین الخ اور اگر مفعول لہ ہو تو بھی اسی پر عطف ہے لیکن بتقدیر ان تاکہ مصدر کی
تاویل مین ہوکر اسم پر اسم کا عطف ہو۔ المعنی اور لوگون کو راہ حق سے روکتے ہین۔ وَاللّٰهُ بِمَا يَعْمَلُونَ مُحِيطٌ اور اللہ تعالی
کا علم اُن کے اعمال کو محیط ہے۔ ایک قراۃ مین تعملون بتاء فوقانیہ ہے۔ حاصل آنکہ اللہ تعالی اُن کے اعمال کو خوب جانتا
ہے اُن کو اُن کے موافق جزا دیگا لہذا بدتر بدلا اُن کو ملا کہ بدر پر پہونچکر اُنھون نے شراب موت کے گھونٹ پیئے اور رونیوالیون
کا راگ سُنا اور عذاب ابدی کے کباب چکھے اور عرب مین مشہور ہوگیا کہ قتل وگرفتار وخوار ہوکر واپس ہوئے۔ قال البیضاوی رح
مومنون کو منع کردیا کہ وے اُن کی طرح بطر کرنے والے وریاکار نہ بنین اور اخلاص وتقوی اختیار کرین کیونکہ جس چیز سے ممانعت
ہو تو اس کے ضد کا حکم ہوتا ہے ف۔ فی العرائس قولہ تعالی ولا تکونوا کالذین خرجوا من دیارہم الخ۔ اللہ تعالی نے اپنے اولیاء
کو منع فرمایا کہ ایسے ریاکارون کی مشابہت نہ رکھین جو اپنے گھرون اور زاویہ عبادت سے رنگے کپڑے مکاری کی وضع بنائے
ہوئے نکلتے ہین اور صاحب دولت ظالمون کے نزدیک جو خیر وشر مین تمیز نہین رکھتے ہین اپنی آبرو بڑھانے پر اتراتے ہین اور مریدین
کو اہل اللہ کے پاس سے بہکا کر اپنی طرف لیجاتے ہین تا کہ اپنی مکاری کے بازار گرم کرین اور اس نفاق کو خوب رواج دین اور خلق کی
نظرون مین اپنی بڑائی ظاہر کرین اللہ تعالی اُن کو قہر کے جنگل مین تباہ کرے پھر اُن کا حال بیان کیا کہ شیطان اُن کی نظرون مین
اُن کے بداعمالون کی زینت دکھلاتا ہے بقولہ

وَإِذْ زَيَّنَ لَهُمُ الشَّيْطٰنُ أَعْمَالَهُمْ وَقَالَ لَا غَالِبَ لَكُمُ الْيَوْمَ مِنَ النَّاسِ
اور جس وقت سنوار نے لگا شیطان اُن کی نظر مین اُنکے کام اور بولا کوئی غالب نہ ہوگا تم پر آج کے دن لوگون مین سے

وَإِنِّي جَارٌ لَّكُمْ ج فَلَمَّا تَرَاءَتِ الْفِئَتٰنِ نَكَصَ عَلٰى عَقِبَيْهِ وَقَالَ إِنِّي بَرِيءٌ
اور مین رفیق ہون تمھارا پھر جب سامنے ہوئین دو فوجین اُلٹا پھرا اپنی ایڑیون پر اور بولا مین تمھارے ساتھ نہین

مِنْكُمْ اِنِّيْٓ اَرٰى مَا لَا تَرَوْنَ اِنِّيْٓ اَخَافُ اللّٰهَ ۭ وَاللّٰهُ شَدِيْدُ الْعِقَابِ
مین دیکھتا ہون جو تم نہین دیکھتے مین ڈرتا ہون اللہ سے اور اللہ کا عذاب سخت ہے۔

وَاِذْ۔ واذکر اذ زَيَّنَ لَهُمُ الشَّيْطٰنُ اَعْمَالَهُمْ اور یاد کر جسوقت کہ مزین کیا اُن کے لئے شیطان ابلیس نے اُن کے اعمال کو باین طور کہ مسلمانون سے لڑنے پر اُن کو شجاعت دلائی حالانکہ نکلتے وقت قبیلہ کنانہ مین سے بنی بکر بن وائل سے قریش کو خوف تھا۔ وَقَالَ لَا غَالِبَ لَكُمُ الْيَوْمَ مِنَ النَّاسِ وَاِنِّيْ جَارٌ لَّكُمْ اور کہا کہ آج کے روز لوگون مین سے کوئی تم پر غالب نہین ہے اور مین تمھارا حافظ ہون یعنی بنی بکر سے تمھارے پیچھے تمھارے اہل و عیال کی حفاظت کا ضامن ہون علماء تفسیر کے یہان دو قول ہین اول آنکہ شیطان کا زینت دینا بطریق وسوسہ تھا اور قول مذکور بھی اسی طور سے تھا۔ قال البیضاوی رح معنی یہ ہین کہ شیطان نے اُن کے دلون مین یہ وسوسہ و خیال ڈالدیا کہ آج تم ہرگز مغلوب نہین ہو سکتے کیونکہ تمھاری تعداد و سامان بہت کثیر ہے اور نیز ان کے وہم مین ڈالا کہ یہ امور بت پرستی وغیرہ جن مین وے شیطان کی اتباع کرتے تھے اُن کے واسطے مجیر یعنی حافظ ہین فقال المترجم اس تقدیر پر قول مجاز ہو گا یعنی اُن کے دلون مین وسوسہ ڈالا کہ ایسے بھلے کام جو تم کرتے ہو یہی تمھارے حافظ ہونگے اور علی ہذا کچھ بنی بکر بن وائل کے خوف سے حفاظت مخصوص نہین بلکہ علی الاطلاق ہے۔ قول دوم جو صحیح ہے وہ یہ ہے کہ شیطان نے یہ قول اُن سے بطور تحقیق کہا تھا اور بات یہ ہوئی کہ وہ سراقہ بن مالک بن جعشم کی صورت مین جو بنی مدلج کا سردار اور کنانہ مین سے بڑا شخص تھا ظاہر ہوا اور مشرکون سے کہا کہ آج تم پر کوئی غالب نہین ہو سکتا اور مین اپنی جماعت سے تمھارے ساتھ ہون اور بنو بکر سے تمھارا مجیر ہون پس قریش جلد روانہ ہوئے اور قریش ہر منزل مین اس کو سراقہ ہی سمجھتے تھے۔ فَلَمَّا تَرَاۗءَتِ الْفِئَتٰنِ نَكَصَ عَلٰي عَقِبَيْهِ جب دونون گروہ یعنی فرقہ کافرہ و فرقہ مسلمہ باہم ایک دوسرے کے سامنے ہو گئے یعنی دونون گروہ صف باندھکر ملاقی ہوئے تو ابلیس نے ملائکہ کو دیکھا اور اسوقت ابلیس بصورت سراقہ بن مالک کے حارث بن ہشام کے ہاتھ مین ہاتھ دیئے کھڑا تھا۔ جبریل علیہ السلام ابلیس ملعون کی طرف بڑھے تو اُس نے حارث کے ہاتھ سے اپنا ہاتھ چھڑایا اور ہرچند حارث نے کہا کہ اے سراقہ ایسی حالت مین تو ہم کو کہان چھوڑتا ہے اُس نے ایک نہ مانی اور دنگامشتی مین حارث کی چھاتی پر ایک دھکا مار کر مع ساتھیون کے بھاگا وَقَالَ اِنِّىْ بَرِيْۗءٌ مِّنْكُمْ اور یہ بکتا تھا کہ مین تم سے بری ہون مجھ سے تم سے کوئی لگاؤ نہین ہے مین تمھارا ساتھی نہین ہون اِنِّىْٓ اَرٰى مَا لَا تَرَوْنَ مین وہ چیز دیکھتا ہون جو تم نہین دیکھتے ہو۔ اِنِّىْٓ اَخَافُ اللّٰهَ مین اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہون۔ وَاللّٰهُ شَدِيْدُ الْعِقَابِ اور اللہ تعالیٰ سخت عذاب کرنے والا ہے۔ ابلیس کو یہ خوف ہوا کہ مین بھی مارا جاؤن گا پس اُسنے اپنی جان کے خوف سے یہ بات کہی اور صفات الٰہی سے ڈرا اور یہ خوف اسکو ایمانی خوف نہ تھا چنانچہ قتادہ رح نے کہا کہ واللہ وہ جھوٹ بولا اس کو خوف الٰہی نہ تھا ولیکن جان کے خوف سے اُس نے دیکھا کہ مجھے ملائکہ سے لڑنے کی قوت نہین ہے تو یہ بات کہی۔ یعنی یہ جو اس نے کہا کہ مین اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہون اسکے یہ معنی ہین کہ وہ اپنی جان مارے جانے کی وجہ سے ڈرا حالانکہ اللہ تعالیٰ شدید العقاب ہے پس یہ تو سچ بولا ولیکن خوف ایمانی اس کو نہ تھا اور ابن عباس رض سے روایت ہے کہ حارث کے سینے مین دھکا مار کر اسکو گرا کر ایسا بھاگا کہ دکھلائی نہ دیا اور سمندر مین جا گرا اور دعائین مانگنے لگا کہ پروردگار اپنا وعدہ پورا کردے جو تو نے مجھے دیا ہے۔ رواہ الواقدی۔ اور طبرانی نے رفاعہ بن رافع سے اسکے مانند روایت کیا۔ ابلیس کا

یہی حال ہے۔ کما قال تعالیٰ یعدہم ویمنیہم وما یعدہم الشیطان الا غرورا۔ پہلے اپنی پیروی کرنے والوں کو غرور میں ڈالتا ہے پھر الگ ہو جاتا ہے جیساکہ اللہ تعالیٰ نے روز قیامت میں شیطان کا حال نقل فرمایا وقال الشیطان لما قضی الامر ان اللہ وعدکم وعد الحق ووعدتکم فاخلفتکم وما کان لی علیکم من سلطان الا ان دعوتکم فاستجبتم لی فلا تلوموني ولوموا انفسکم الآیۃ۔ اور امام مالکؒ نے عبید اللہ بن کریز سے روایت کی کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ شیطان نے کوئی روز ایسا نہ دیکھا جسمین وہ بہت ذلیل وحقیر واندوہگین ہو جیساکہ عرفہ کا روز دیکھتا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کی رحمت وعفو گناہ کا نزول بکثرت دیکھتا ہے سوائے روز بدر کے کہ وہ دن اُسنے عرفہ سے زیادہ سخت دیکھا الحدیث مرسل۔ بالجملہ جعلی سراقہ یعنی ابلیس تو ہاتھ چھوڑاکر بھاگا اور ابو جہل نے نکلکر لوگون کو آمادہ کیا کہ تم لوگ سراقہ کے بھاگنے سے بد دل مت ہو۔ وہ در پردہ محمدؐ سے ملا ہوا تھا۔ اور ہم لوگ قسم ہے لات وعزیٰ کی کہ واپس نہ ہونگے یہان تک کہ سب کو رسیون مین باندھ لے جاوین اور ان کی شرارت کا مزہ چکھاوین۔ پس اُن کو بہت قتل نہ کرنا بلکہ باندھ لینا۔ اور لوگ لڑائی مین پڑے اور لڑائی گرم ہوئی کہ آنحضرت صلعم نے ریگ وکنکریان ایک مٹھی لیکر کافرون کو مارین اور فرمایا کہ شاہت الوجوہ۔ یہ چہرے خوار ہون۔ ادھر آپ کا مارنا تھا کہ کافرون کے منہ وناک وآنکھون مین ریگ وکنکریان بھر گئین۔ اور وہ تلملاتے آنکھین ملتے ہوئے بھاگے اور اصحاب رسول اللہ صلعم نے حملہ کرکے ان کو قتل وگرفتار کیا اور بھاگے ہوئے قریش اپنے مڈھ سرداروں کو کھو کر ذلیل وخوار مکہ مین یہ بکتے ہوئے پہونچے کہ سراقہ بن مالک نے ہم لوگون کو شکست دلوائی یہ خبر اصلی سراقہ بن مالک کو پہونچی تو وہ بہت غصہ ہوا اور کہنے لگا کہ واللہ مجھے تمھارے جانے کا حال بھی معلوم نہین ہوا یہان تک کہ جب تم شکست کھاکر آئے ہو تو تمھاری شکست کی خبر البتہ مجھے پہونچی ہے۔ پھر جب قریش والے اسلام لائے اور پردۂ جہالت سے نکلے ہین تب ان کو یقین ہوا کہ سراقہ نہین تھا بلکہ ہم لوگ شیطان کے متبع تھے۔ یہ قصہ بہت تفصیل کے ساتھ کتب السیر مین مذکور ہے اور اصل قصہ مختصر جیساکہ تفسیر مین ذکر ہوا ہے ابن عباس رضی اللہ عنہ وایک جماعت صحابہ وتابعین رضی اللہ عنہم سے صحیح اسانید کے ساتھ مروی ہے اور صدق نبوت واسلام کیواسطے دلیل کامل ہے کیونکہ جو امر کھلم کھلا قرآن مجید مین اور مشہور احادیث مین آیا اسمین ذرا بھی شک نہین ہو سکتا اور نہ اہل عرب پہلے یہودی ونصرانی وغیرہ تمام جہان کے لوگ باوجود عناد کے جھوٹ ہونے کا اشتہار دیدیتے اور کیونکر جھوٹ بات اسطرح مسلم ہو سکتی ہے پس مومنین کا سلف سے اسوقت تک اجماع ہے۔ ہان اس زمانہ مین بعضے ملحد البتہ اسلام کے پردے مین انکار کرتے ہین اللہ تعالیٰ اُن کے شر وفتنہ سے اہل اسلام کو محفوظ رکھے۔ اگر کہا جاوے کہ ابلیس کو یہ قدرت کہان سے حاصل ہوئی کہ بشر کی صورت بنجاوے اور جب بنا تو شیطان کیون کہلایا جواب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اُس کو یہ قدرت دیدی ہے اور ایسی قوت عطا فرمائی ہے جیسے ملائکہ کو بھی ایسی قوت وقدرت دیدی ہے کیا یہ نہین دیکھتے کہ موم کو اپنے ہاتھ سے مختلف صورتون پر بنا لیتے ہو پس اگر اسمین جان وقوت خود ہوتی کہ مختلف شکلون پر ہو جاتا تو کچھ بعید نہوتا ایسا ہی یہان کچھ بھی استبعاد نہین ہے — فی العرائس قولہ تعالیٰ واذ زین لہم الشیطان اعمالہم۔ انکے بُرے اعمال کو رچا کر ان کی نظر مین اچھے پیرایہ سے دکھلاتا ہے اور وے فریب مین پڑجاتے ومغرور ہو جاتے ہین بعض نے کہا کہ کافرون کی نظر مین جیسے اعمال قبیح کو رچاتا ہے ایسے ہی خفیہ فتنہ یہ ہے کہ اہل طاعت کی نظر مین ان کے طاعات رچاتا ہے کہ تم بڑے عابد واچھی عبادت کرنے والے ہو حالانکہ اللہ تعالیٰ نے جو ان پر توفیق واستطاعت وغیرہ کا سرتاسر انعام کیا اسکو نہین دیکھتے پس اپنے طاعات برباد کرتے ہین۔ استادؒ نے فرمایا کہ شیطان جب انسان کے واسطے اپنے وسوسہ سے کوئی امر زینت دیتا ہے اور نفس اسکو کوئی بات اپنے

فریب سے خوبصورت کر دکھلاتا ہے تو اہل غفلت کی نظر باطنی راہ صواب دیکھنے سے اندھی ہو جاتی ہو پس یہ غافل آدمی بھی اسی شیطان کا ہمنشین ہو جاتا ہے اور سابق تقدیر و مکر قدیم ایسی راہ سے اسکو پہونچتا ہے کہ اپنے زعم و طاقت سے اسکو دفعیہ کی مجال نہین رہتی اور اگر اللہ تعالیٰ سے بروقت یاد کے ساتھ مدد چاہتا تو اُمید تھی کہ ہلاک نہ ہوتا مگر غفلت کی بلا نے اسکو حسب تقدیر یہان ڈالا پھر شیطان نہ اُس سے اپنا وعدہ وفا کرتا ہو اور نہ نفس اُس کی تمنا پوری کرسکتا ہے چنانچہ اہل کفر کا قصہ اسی واسطے اللہ تعالیٰ نے یاد دلایا کہ عبرت حاصل کرین بقولہ فلما ترارت الفئتان نکص علی عقبیہ وقال انی بریٔ منکم انی اری مالا ترون۔ حاصل آنکہ ان کو غفلت مین ڈالکر اس میدان بدر مین ہلاک کیا۔ اور غلبہ کا وعدہ وہ بیچارہ کیا پورا کرسکتا۔ اور خود اُن سے بری ہو کر چلا گیا۔ اسمین اشارت ہو کہ اہل ارادت کے حق مین شیطان کچھ امیدین و خیال باطل لاکر ورطۂ غفلت مین ڈالتا ہے تاکہ محبت دنیا و ہوس مین غافل ہو کر راہ قرب و مشاہدہ سے محجوب ہو جاوین اور کرامات و آیات کچھ نہ پاوین پھر اگر مرید پر رحمت آلٰہی ہوئی اور اُس کی ارادت صادق ہو تو دشمن شیطان اُلٹے پاؤن ہاتھ ملتا بھاگ کھڑا ہوتا ہے اور مرید بدون شیطانی وسواس کے مشاہدۂ جمال مین سرفراز رہتا ہے اور اگر تقدیر مین شقاوت ہے تو امتحان مین شیطان کے برائے نام عداوت ہو۔ مرید خالص کے مقابلہ مین شیطان کا نفس سے یہی کلام ہے کہ مین عجائب مکاشفۂ ملکوت دیکھکر خوف کرتا ہون کہ اسی مجاہدہ مین اسیر نہو جاؤن۔ اور نیز اسمین اشارت سے ثبوت ہو کہ ولی کے نفس کو شیطان غرہ دلاتا ہے کہ شہوات کے ساتھ اسپر غالب آ دیگا پھر جب دیکھا کہ وہ اپنے پروردگار سے ہر دم استعانت مانگتا ہے اور انفاس محبت کے تیر ہر دم شیطان و نفس کو جلائے دیتے ہین تو خود چھوڑ بھاگتا اور نفس کو اُس کے پنجہ مین ضیق و مجاہدہ کے ساتھ مقید چھوڑ جاتا ہے واضح ہو کہ اس آیت مین حق تعالیٰ نے آگاہ فرما دیا ہے کہ احکام و ملکوت جو اس عالم مین ظاہر ہوتے ہین ان مین سے جس قدر شیطان کو نظر آتے ہین آدمی ان کو نہین دیکھ سکتا۔ اور بات یہ ہو کہ اُس نے اس عالم سے پہلے عجائب ملکوت دیکھے ہین اور مومنین کے انوار بھی اس کو اللہ تعالیٰ دکھلاتا ہے تاکہ حسرت و لعنت مین خوار ہو اور قولہ انی اخاف اللہ۔ اس کے معنی یہ ہین کہ مین اللہ تعالیٰ کے عذاب سے خوفناک ہون اور یہ بات اس نے ایسے وقت کہی جب عذاب آلٰہی آنکھون دیکھ لیا پس اسکو کچھ نافع نہین ہے۔ مترجم کہتا ہے کہ یہان یہ سوال تھا کہ شیطان جب اللہ تعالیٰ سے خائف ہوا تو یہ ایمان ہے پس شیخ نے جواب دیا کہ ایمان تو تصدیق بالغیب ہے اور آنکھون دیکھنے کے بعد ماننا کچھ ایمان نہین چنانچہ ہر کافر مرتے دم اسلام کی حقیقت دیکھ لیتا ہے مگر کچھ فائدہ نہین ہوتا اور یہی ایمان الباس کہلاتا ہے پس ایسے ہی شیطان نے عذاب دیکھکر یہ اقرار کیا تو کیا فائدہ ہو پھر لکھا کہ اگر شیطان مین خوف آلٰہی کا تحقق ہوتا یعنی خوف ایمانی ہوتا تو ایک دم بھی وہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی نہ کرتا۔ واسطی رحمۃ اللہ نے کہا کہ گناہون کا چھوڑنا کئی طرح پر ہوتا ہے ازانجملہ یہ ہے کہ حضرت حق سبحانہٗ تعالیٰ سے حیا کرکے چھوڑا جیسے حضرت یوسف علیہ السلام نے زلیخا کے لوث سے دامن پاک رکھا اور ازانجملہ یہ ہے کہ خوف عذاب سے چھوڑا جیسے شیطان نے بخوف ہلاک اس مقام پر کفار کا ساتھ چھوڑا پھر اللہ تعالےٰ نے حضرت حق سبحانہ تعالےٰ پر توکل چھوڑنے والون اور اپنی قوت و اسباب ظاہری پر اعتماد رکھنے والون کا حال فرمایا بقولہ۔

اِذْ يَقُولُ الْمُنٰفِقُوْنَ وَالَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ غَرَّ هٰٓؤُلَاۗءِ دِيْنُهُمْ ۭ وَمَنْ يَّتَوَكَّلْ

جب کہنے لگے منافق لوگ اور جن کے دلون مین آزار ہے یہ لوگ مغرور ہین اپنے دین پر اور جو کوئی بھروسا کرے

عَلَى اللّٰهِ فَاِنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ۝

اللہ پر تو اللہ زبردست ہے حکمت والا

اِذْ يَقُوْلُ الْمُنٰفِقُوْنَ یہان سے ابتدائے کلام ہے منافقین سے وہ لوگ مراد ہین جو اسلام ظاہر کرتے اور کفر دل مین رکھتے تھے۔ اور یہ اہل مدینہ مین سے بعض لوگ تھے اور معنی یہ کہ یاد کر جسوقت کہ کہتے تھے منافق لوگ وَالَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ۔ اور وہ لوگ جنکے دلون مین مرض تھا غَرَّ هٰٓؤُلَآءِ دِيْنُهُمْ مغرور کیا ہے ان مسلمانون کو اُن کے دین نے مرض سے یا تو مرض شرک مراد ہے جیساکہ ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے یا مرض نفاق مراد ہے پس عطف تفسیری ہوگا۔ علی بن ابی طلحہ نے ابن عباسؓ سے روایت کی کہ جب بدر کے روز لشکر اسلام و لشکر کفر باہم نزدیک ہوئے اور اللہ تعالیٰ نے مشرکون کی آنکھون مین مسلمانون کو قلیل دکھلایا اور اس کے برعکس بھی مسلمانون کی آنکھون مین مشرکون کو قلیل دکھلایا۔ تو بعض مشرکون نے کہا کہ ان لوگون کو ان کے دین نے غرہ مین ڈالا ہے کیونکہ اپنی نظر مین بہت قلیل کچھ دیکھکر شک نہین کرتے تھے کہ عنقریب یہ لوگ شکست کھاکر خوار ہون گے۔ ابن جریج نے کہا کہ ایسا کہنے والے مکہ کے بعض منافق تھے جنھون نے زبان سے کلمہ پڑھا تھا اور بدر کے روز مشرکین کے ساتھ آئے تھے جب مسلمانون کی قلت دیکھی تو کہنے لگے کہ ان کے دین نے ان کو مغرور کیا ہے ایسا ہی عامر شعبی و مجاہدؒ و معمر و محمد ابن اسحٰق رح سے مروی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ان لوگون کے جواب مین فرمایا وَمَنْ يَّتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ۔ اے من یثق بہ یغلب۔ اور جو اللہ تعالیٰ پر بھروسا کرتا ہے وہی غالب ہوتا ہے جزائے شرط محذوف ہی بقرینہ قولہ فَاِنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ۝ یہ جملہ جزائے محذوف کی تعلیل ہے یعنی وہی غالب ہوتا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ اپنے امر کے نافذ کرنے مین غالب ہے کوئی چیز اسکو مانع نہین ہوسکتی اور اپنے کام مین حکمت والا ہے پس جو اُسپر توکل کرے وہ مستحق نصرت ہے اور جو نافرمانی کرے وہ لائق عذاب و خواری ہے اسمین تنبیہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے جس کام کا حکم ہو بندہ اُسمین اپنی رائے نہ لگائے بلکہ اللہ تعالیٰ پر بھروسا کرکے اُسکی تعمیل مین مشغول ہوجائے۔ جب اللہ تعالیٰ نے ان کافرون کا حال حیات بیان فرمایا تو موت کے بعد جو عذاب اُن کو پہونچے گا اُس کی تشریح فرمائی بقولہ تعالےٰ

وَلَوْ تَرٰٓى اِذْ يَتَوَفَّى الَّذِيْنَ كَفَرُوا الْمَلٰٓئِكَةُ يَضْرِبُوْنَ وُجُوْهَهُمْ وَاَدْبَارَهُمْ

اور کبھی تو دیکھے جسوقت جان لیتے ہین کافرون کے فرشتے مارتے ہین اُن کے منہ پر اور پیچھے

وَذُوْقُوْا عَذَابَ الْحَرِيْقِ۝ ذٰلِكَ بِمَا قَدَّمَتْ اَيْدِيْكُمْ وَاَنَّ اللّٰهَ لَيْسَ بِظَلَّامٍ

چکھو عذاب جلنے کا یہ بدلا ہے اُسی کا جو تم نے بھیجا اپنے ہاتھون اور اسواسطے کہ اللہ ظلم نہین کرتا

لِّلْعَبِيْدِ۝ كَدَاْبِ اٰلِ فِرْعَوْنَ ۙ وَالَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ؕ كَفَرُوْا بِاٰيٰتِ اللّٰهِ فَاَخَذَهُمُ

بندون پر جیسے دستور فرعون والون کا اور جو اُن سے پہلے تھے منکر ہوئے اللہ کی باتون سے سو پکڑا اُن کو

اللّٰهُ بِذُنُوْبِهِمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ قَوِيٌّ شَدِيْدُ الْعِقَابِ۝ ذٰلِكَ بِاَنَّ اللّٰهَ لَمْ يَكُ مُغَيِّرًا

اللہ نے اُن کے گناہون پر اللہ زور آور ہے سخت عذاب کرنے والا یہ اسپر کہا کہ اللہ بدلنے والا نہین

نِّعْمَةً اَنْعَمَهَا عَلٰى قَوْمٍ حَتّٰى يُغَيِّرُوْا مَا بِاَنْفُسِهِمْ ۙ وَاَنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ۝ ۙ كَدَاْبِ

نعمت کا جو دی تھی ایک قوم کو جبتک کہ وہ نہ بدلین اپنے جیون کی بات اور اللہ سنتا ہے جانتا جیسے دستور

آلِ فِرْعَوْنَ وَالَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِ رَبِّهِمْ فَاَهْلَكْنٰهُمْ بِذُنُوْبِهِمْ وَ

فرعون والون کا اور جو اُن سے پہلے تھے جھٹلائین باتین اپنے رب کی پھر کھپا دیا ہم نے انکو اُن کے گناہون پر اور

اَغْرَقْنَآ اٰلَ فِرْعَوْنَ وَكُلٌّ كَانُوْا ظٰلِمِيْنَ ۝

ڈبا دیا فرعون والون کو اور سارے ظالم تھے۔

وَلَوْ تَرٰٓى۔ اے ولو رایت کیونکہ حرف لو مضارع پر داخل ہوتا ہے تو حرف ان کے برعکس اسکو ماضی کے معنی مین کر دیتا ہے اور خطاب آنحضرت صلعم کو ہے اے ولو رایت یا محمد۔ اِذْ يَتَوَفَّى الَّذِيْنَ كَفَرُوا الْمَلٰٓئِكَةُ حرف اذ ظرف ہے فعل تری کا اور اسکا مفعول محذوف ہے اور یتوفی بیاء تحتیہ جمہور کی قراۃ ہے اور ملائکہ اس کا فاعل ہے اور اسی پر دلالت کرتی ہے قراۃ ابن عامر کہ تتوفی بتاء فوقانیہ پڑھا ہے اور یہ حال واقعہ بدر کا ہے یعنی ولو رایت یا محمد الکفرۃ او حالہم ببدر اذ کانت الملائکۃ تتوفی الکفرۃ۔ يَضْرِبُوْنَ وُجُوْهَهُمْ وَاَدْبَارَهُمْ یہ جملہ الذین کفروا سے حال ہے اور وجوہ سے مراد چہرے اور ادبار سے مراد مقاعد مین بطریق کنایہ جیسا کہ سعید بن جبیر وغیرہ سے مروی ہے۔ یا پشت مراد ہین اور بیضاوی نے کہا کہ شاید یہ ضرب کی تعمیم ہے یعنی عموماً مارتے تھے۔ خواہ اگلا جسم ہو یا پچھلا۔ اور بعض نے کہا کہ جب مشرکین مسلمانون کی طرف متوجہ ہو کر بڑھے تو ملائکہ نے اُن کے وجوہ یعنی چہرون کو مارا اور جب پیٹھ پھیر کر بھاگے تو اُن کے پیچھے سے مارا۔ وَذُوْقُوْا عَذَابَ الْحَرِيْقِ یہ جملہ یضربون پر بتقدیر قول عطف ہے اے یقولون ذوقوا الخ۔ اور یہ بطریق تہکم کے عذاب آخرت کے کافرون کو بشارت تھی اور بعض نے کہا کہ اُن کے پاس آگ کے گرز تھے کہ جب مارتے تھے تو آگ کی لپیٹ اٹھتی تھی اور جواب لو محذوف ہے تاکہ امر ہولناک پر دلالت کرے۔ والحاصل لو عاینت یا محمد حال توفی الملائکۃ ارواح الکفار حین یضربون وجوہہم وادبارہم ویقولون لہم ذوقوا عذاب الحریق لرایت امراً ہائلاً فظیعاً۔ یعنی اگر معاینہ کرتا تو اے محمد ملائکہ کے کافرون کی روحون کو وفات دینے کا حال جبکہ ملائکہ اُن کے چہرون اور مقعدون کو مارتے اور یہ کہتے تھے کہ جلانیوالا عذاب چکھو تو البتہ تو ایک بڑا ہولناک بہت خراب حال دیکھتا۔ اگر کہا جائے کہ بدر مین کافرون کے مارے جانے کے وقت آنحضرت صلعم وہین موجود تھے تو جواب یہ ہے کہ جو امر آدمی کی نظر سے پوشیدہ کیا گیا ہے وہ آدمی کو نظر نہین آتا اگرچہ وہان حاضر ہو اور حالت وفات بھی انھین امور مخفیہ مین سے ہے۔ قال الحافظ ابن کثیرؒ یہ سیاق اگرچہ بدر کے روز کافرون کی روح نکالے جانے کے حال مین ہے ولیکن یہی حال ہر کافر کا ہر وقت مین ہوتا ہے اسی واسطے اللہ تعالیٰ نے اسکو اہل بدر سے مخصوص نہین کیا اور سورۂ انعام مین قولہ تعالیٰ ولو تری اذ الظالمون فی غمرات الموت والملائکۃ باسطوا ایدیہم اخرجوا انفسکم الآیۃ۔ پہلے گذر چکا ہے حدیث براء ابن عازب مین بھی آیا ہے کہ کافر کی موت کے وقت ہیبتناک صورت مین ملائکہ آکر اس کی روح سے کہتے ہین کہ نکل اے نفس خبیثہ سموم وحمیم و عذاب النار کی طرف یعنی غضب الٰہی اور عذاب دائمی کی بشارت اسکو سناتے ہین اور وہ نہایت خوفناک ہو کر بدن مین چھپتی پھرتی ہے چنانچہ پوری حدیث سابق مین گذر چکی فتذکر۔ ذٰلِكَ بِمَا قَدَّمَتْ اَيْدِيْكُمْ اے ذلک التعذیب بسبب ما قدمت ایدیکم۔ یہ عذاب پانا بسبب ان کامون کے ہے جن کو تمھارے ہاتھون نے بھیج رکھا ہے اور مراد یہ کہ تم نے وہ بداعمالیان کین خواہ ہاتھ سے یا زبان وغیرہ سے لیکن فقط ہاتھون سے اسکی تعبیر اسلیے ہے کہ اکثر کام ہاتھ ہی سے ہوتے ہین یعنی یہ عذاب تمھارے کفر و شرک کا بدلا ہے۔ وَاَنَّ اللّٰهَ لَيْسَ بِظَلَّامٍ لِّلْعَبِيْدِ۔ ظلام صیغہ مبالغہ ہے اور لفظ عبید کے لحاظ سے جو جمع عبد ہے صیغہ مبالغہ بمعنی تکثیر آیا یعنی جس کثرت سے بندہ ہین

اُن کے لحاظ سے ظلم کی کثرت ہوتی اگر ظالم ہوتا لہٰذا اس کی نفی کی تو معنی یہ ہوئے کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندون مین سے کسی کے واسطے ظالم نہین ہے پس اب یہ وہم وارد نہین ہوتا کہ ظلام صیغہ مبالغہ کی نفی سے بلا مبالغہ یعنی ظالم کی نفی لازم نہین[1] حالانکہ اللہ تعالیٰ ظالم بھی نہین ہے اور بعض نے کہا کہ ظلام صیغہ نسبت ہی یعنی ذی ظلم پس معنی یہ ہوئے کہ ظلم والا نہین ہے پس وہم مذکور دفع ہوگیا مترجم کہتا ہی کہ وہم مذکور اس بنا پر ہی کہ ظالم و ظلام مین بحسب معنی تفاوت ہی اور صفات آلٰہی مین نقص و تغیر نہین وہ بحد کمال قدیم و بے زوال ہین پس وہان نفی صفت بہ صیغہ مبالغہ و غیر مبالغہ واحد ہی لہٰذا ظلام کی نفی سے ظالم کی نفی ظاہر لہٰذا وہم ہی بر بنائے فاسد ہی فافہم
خواہ کہو کہ ظالم نہین یا ظلام نہین سب برابر ہی
كَدَاْبِ اٰلِ فِرْعَوْنَ اے داب ہولاء کداب آل فرعون - داب لغت مین کسی کام پر ہمیشگی کرنے کو کہتے ہین چنانچہ بولتے ہین کہ فلان داب فی کذا اے داوم علیہ یعنی اس کام پر اس نے مداومت کرلی ہی پھر عادت کو داب اسواسطے کہنے لگے کہ انسان اکثر اپنی عادت پر جمارہتا ہے پس معنی یہ کہ عادت ان لوگون کی رسول کو جھٹلانے اور شرک پر ہٹ کرنے مین مانند ہی عادت آل فرعون یعنی فرعون و اُسکے تابعین کے۔ وَالَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ اور عادت اُن لوگون کی جو اُن سے پہلے تھے۔ كَفَرُوْا بِاٰیٰتِ اللّٰهِ کفر کیا اُنھون نے آیات آلٰہی سے یعنی اپنے کفر پر جمے رہے۔ فَاَخَذَهُمُ اللّٰهُ بِذُنُوْبِهِمْ پس گرفتار کر لیا اُن کو اللہ تعالیٰ نے عذاب مین بہ سبب اُن کے گناہون کے یعنی بسبب اُن گناہون کے جو اُن کے کفر پر مترتب ہوئے جیسے ان مشرکین قریش کو عذاب و زبدر مین پکڑا اگرچہ ابھی تک بالکل نیست کرنے کے عذاب مین ماخوذ نہین ہوئے بلکہ بطریق عبرت عذاب پایا ہی اور آیندہ اگر راہ پر نہ آئے تو فرعونیون کی طرح نیستی کے عذاب مین ماخوذ ہون گے۔ اِنَّ اللّٰهَ قَوِیٌّ شَدِیْدُ الْعِقَابِ اللہ تعالیٰ قوی ہی یعنی جو چاہے وہ کرے اور سخت عذاب دینے والا ہی پس کافرون کو چاہیئے کہ اپنے خالق منعم کی عبادت اور فرمانبرداری سے غافل نہون کیونکہ شرک و کفر سب سے بڑا کفران نعمت ہی۔ ذٰلِكَ بِاَنَّ اللّٰهَ - اے ذلک التعذیب بسبب ان اللہ - کافرون کو یہ عذاب دیا جانا بسبب اسکے ہی کہ اللہ تعالیٰ۔ لَمْ یَكُ مُغَیِّرًا نِّعْمَةً اَنْعَمَهَا عَلٰى قَوْمٍ نہین بدلتا کسی نعمت کو جو کسی قوم پر انعام فرمائے یعنی اس نعمت کو عذاب سے نہین بدلتا حَتّٰى یُغَیِّرُوْا مَا بِاَنْفُسِهِمْ - یہان تک کہ وہی لوگ بدل ڈالین وہ چیز جو اُن کے نفس مین ہی یعنی نعمت کو شکر کے عوض کفر سے بدل ڈالین جیسے کفار مکہ کو بھوک سے سیری اور خوف سے امن دیا تھا کما قال تعالیٰ اطعمہم من جوع و آمنہم من خوف اور آنحضرت صلعم کو اُنکی طرف بھیجا اور اخلاق حمیدہ و عدل و ایمان پسندیدہ انکو دینا چاہا اور یہ بہت بڑی نعمت تھی مگر انھون نے بجائے شکر کے اُس سے کفر کیا بلکہ راہ آلٰہی سے لوگون کو روکا اور مومنون کو اذیت دی اور اُن سے قتال کیا اور آیات آلٰہی کو جھوٹلایا اور اُن کو ٹھٹھے مین اُڑایا اور پروردگار تعالیٰ سے منھ موڑ کر افعال ذمیمہ پر ہٹے کی اور بتون کے آگے سر جھکایا۔ وَاَنَّ اللّٰهَ سَمِیْعٌ عَلِیْمٌ یعنی اللہ تعالیٰ اُن کی زبانی باتون کو سننے والا اور اُنکے فعلون کا جاننے والا ہی پس انھین کی حرکتون پر اُن کو سزا دی۔ اگر کہا جائے کہ قولہ ذلک بان اللہ لم یک الخ ایک سبب عدمی ہی اور وہ ہر حال مین صادق ہی اگرچہ وے لوگ تغیر نہ دین پس موجب عذاب نہ ہوگا تو بیضاوی رح نے یہ جواب دیا کہ اللہ تعالیٰ نے جو اُس پر انعام کیا اُس کا تغیر نہ کرنا سبب نہین ہے بلکہ عرف مین جو اُس سے مراد ہوتا ہے وہ مقصود ہی یعنی عادت آلٰہی اسطرح جاری ہی کہ بندے جب اپنے حال کو متغیر کرین تو اللہ تعالیٰ انعام کو متغیر فرماتا ہی لم یک اصل مین لم یکن تھا بطریق تخفیف کے نون حذف ہوا کیونکہ وہ مشابہ بحروف لینہ ہے۔
كَدَاْبِ اٰلِ فِرْعَوْنَ وَالَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ كَذَّبُوْا بِاٰیٰتِ رَبِّهِمْ ان مشرکون کی عادت مشابہ ہی عادت آل فرعون

[1] یعنی اگر بہ سبب کثرہ ظلم کے بکثرت ظلم کرنیوالا نہین تو ذرا یا قلیل ظلم والا ہوسکتا ہی حالانکہ یہ بھی محال ہی ۱۲ مترجم

اور اُن سے اگلون کے کہ اُنھون نے اپنے پروردگار کی آیات کو جھوٹھلایا یعنی اپنے نفس کے احوال کو شکر سے کفر کی طرف بدل دیا فَاَهْلَكْنٰهُمْ بِذُنُوْبِهِمْ پس اُن کے گناہون کے عوض ہم نے اُن کو ہلاک کیا چنانچہ بعض قوم کا طبقہ لوٹ دیا اور بعض کو طوفان سے ڈبو یا اور بعض کو ہوا سے تباہ کیا اور بعض کی صورتین مٹادین اور بندر و سور بنادین ۔ وَاَغْرَقْنَآ اٰلَ فِرْعَوْنَ اور فرعون اور اُس کے تابعین کو پانی مین غرق کر کے جہنم کی آگ مین پہونچایا ایسے ہی کفار قریش سے نعمت چھین کر انصار مدینہ کو عطا فرمائی اور انھین چند ضعیف کے ہاتھون زبردست مغرور قوم قریش کو عذاب بدر چکھایا ۔ وَكُلٌّ كَانُوْا ظٰلِمِيْنَ اے وکل من الامم المذکورة کانوا ظالمین علی انفسہم بالضلال والاضلال ولم یظلمہم ربہم الکبیر المتعال یعنی جن اُمتون کا ذکر ہوا ہر ایک اپنی جانون پر خود ظلم کرنیوالے تھے کہ آپ گمراہ ہوتے اور دوسرون کو بہکاتے اور دور ہو گئے تھے ورنہ اُن کے پروردگار تعالیٰ شانہ نے اُن پر کچھ ظلم نہین کیا ۔ ابوذر رضی اللہ عنہ نے آنحضرت صلعم سے روایت کی کہ اللہ عز وجل فرماتا ہے کہ اے بندو مین نے ظلم کرنا اپنے اوپر حرام فرمایا اور تمھارے درمیان بھی حرام کردیا پس تم آپس مین کچھ ظلم مت کرو اے بندو یہ تو تمھارے ہی اعمال ہین کہ تمھارے ہی واسطے مین اُن کو اچھا رکرتا ہون پس جو کوئی بھلائی پاوے اُسپر واجب ہے کہ اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا کرے اور جس کو برائی پہونچے وہ اپنے آپ ہی کو ملامت کرے یعنی یہ اُس کی بداعمالیون کا نتیجہ ہو والحدیث فی صحیح مسلم ف ۔ فی العرائس قولہ تعالیٰ ذلک بان اللہ لم یک مغیرا نعمۃ الخ اللہ تعالیٰ نے اس قوم کے مقام امتحان سے خبر دی کہ اُن کو بلند مقام دکھلائے اور بعض تک پہونچایا مگر حقائق سے آگاہ نہ فرمایا اور نہ اُن کو شکر کی توفیق دی بلکہ تھوڑی مدت اس حال مین اُنکو چھکر پھر بطریق استدراج کے تھوڑا تھوڑا اُن کو محبوب سے محروم کیا پس نفس کے دھوکے مین مغرور ہی مغرور رہ گئے اور یہ اُن لوگون کا حال ہے جو مشیت ازلی کے موافق درجہ معرفت سے محروم قرار پاتے ہین جیسے بلعم باعور و برصیصا و ابلیس و غیرہ اور رہے وہ بندے جو ازل مین انوار ولایت سے محض فضل کے ساتھ مخصوص ہو چکے ہین وہ ظاہری ذمائم اخلاق سے چندے ملتبس ہوتے ہین اور آخر مین عنایت ایزدی اُن کی دستگیری کر کے مقام ہدایت پر لاتی ہے ۔ جعفر صادق رح نے فرمایا کہ جبتک بندہ اپنے اوپر نعمت الٰہی کو پہچانتا اور اُسکا شکر ادا کرتا ہے تب تک اللہ تعالیٰ اُس سے اپنی نعمت الگ نہین فرماتا یہانتک کہ جب نعمت کو نہین پہچانتا اور اُسپر شکر نہین کرتا ہی تو سوقت اس لائق ہو جاتا ہو کہ اُس سے نعمت جدا کردیجائے پھر اللہ تعالیٰ نے اہل شرک مین سے بدتر قوم کا حال و حکم بیان فرمایا بقولہ

اِنَّ شَرَّ الدَّوَآبِّ عِنْدَ اللّٰهِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فَهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ ۚ اَلَّذِيْنَ عٰهَدْتَّ

بدتر سب جاندارون مین اللہ کے یہان وہ ہین جو منکر ہوئے پھر وہ نہین مانتے جنسے تونے اقرار لیا ہے

مِنْهُمْ ثُمَّ يَنْقُضُوْنَ عَهْدَهُمْ فِيْ كُلِّ مَرَّةٍ وَّهُمْ لَا يَتَّقُوْنَ ○ فَاِمَّا تَثْقَفَنَّهُمْ

ادن مین پھر وہ توڑتے ہین اپنا اقرار ہر بار اور ڈر نہین رکھتے سو اگر کبھی تو پاوے انکو

فِى الْحَرْبِ فَشَرِّدْ بِهِمْ مَّنْ خَلْفَهُمْ لَعَلَّهُمْ يَذَّكَّرُوْنَ ○ وَاِمَّا تَخَافَنَّ مِنْ قَوْمٍ

لڑائی مین تو ایسی سزا دے کہ دیکھکر بھاگین اُنکے پچھلے شاید وہ عبرت پکڑین اور اگر تجکو ڈر ہو ایک قوم کی

خِيَانَةً فَانْۢبِذْ اِلَيْهِمْ عَلٰى سَوَآءٍ ۭ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْخَآئِنِيْنَ ○

دغا کا تو جواب دے اُن کو برابر کے برابر اللہ کو خوش نہین آتے دغاباز

ع ۲

إِنَّ شَرَّ الدَّوَآبِّ عِنْدَ اللّٰهِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا دواب جمع دابہ یعنی جاندار جو زمین پر چلتا ہو انسان بھی اسمین شامل ہو وکفروا
یعنی اصروا علی الکفر یعنی دواب مین سب سے بدتر اللہ تعالیٰ کے نزدیک وہ لوگ ہین جو کفر پر اڑے ہین ۔ فَهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ
پس وہ ایمان نہ لاوینگے یعنی اُن سے ایمان کی توقع نہ کیجائے ۔ قال البیضاوی رح شاید یہ ایک قوم خاص کا بیان حال ہے جو کفر
کی جبلت پر مخلوق ہوئے ہین پس وہ ایمان نہ لاوینگے ۔ فا رواسطے عطف کے ہو اور اس تنبیہ کے ہے کہ معطوف علیہ کا تحقق مستدعی تحقق معطوف
ہے یعنی ایمان نہ لانے پر وہ شر الدواب ہونگے ۔ وقال ابو السعود ۔ یہ فا تفریع ہو یعنی کفر اُن مین راسخ اور مطبوع اسطرح ہو کہ کوئی چیز
اُن کو اس سے نہین پھیر سکتی پس بطور جملہ معترضہ کے یہ حکم فرمایا کہ وہ ایمان نہ لاوینگے اور کفروا پر عطف نہین ہو کہ صلہ مین داخل ہو جاوے
جسمین بالفعل کوئی حکم نہین ہو ۔ ان لوگون کو شر الناس نہین بلکہ شر الدواب قرار دینے مین اشارہ ہو کہ جنس انسانیت سے نکل کر
جانورون کی طبیعت مین داخل ہو کر اُن سے بھی بدتر ہوئے کیونکہ باوجود عقل کے متبع شہوات ہوئے بخلاف بے عقل جانورون کے ۔ پھر
الذین سابق سے جملہ بدل فرمایا بقولہ اَلَّذِيْنَ عَاهَدْتَّ مِنْهُمْ یعنی وہ لوگ جن سے تو نے اے محمد صلعم عہد باندھا تھا
قولہ منہم مین من صلہ ہو تو یہ کل لوگ مراد ہونگے یا تبعیضیہ کہ اُن کے سرگروہ مراد ہین ۔ اور آثار مین مروی ہو کہ یہ آیت یہود قریظہ کے حق
مین نازل ہوئی جنسے آنحضرت صلعم نے معاہدہ کیا تھا کہ ہمارے مقابلہ مین مشرکین کی مدد نکرین مگر اُنھون نے بدر کے روز ہتھیار سے
مشرکون کی مدد کی پھر کہنے لگے کہ ہم بھول گئے تھے پھر غزوہ خندق مین دوبارہ عہد توڑا اور مشرکین کی مدد کی بلکہ کعب بن الاشرف نے مکہ
جاکر قریش سے قسم کے ساتھ عہد باندھا اور اُنکی خاطر سے اُن کے بتون کو سجدہ کیا اور گواہی دی کہ مسلمانون کی نسبت تم راہ راست
پر ہو بالجملہ مگر اُنھون نے عہد شکنی کی چنانچہ فرمایا ۔ ثُمَّ يَنْقُضُوْنَ عَهْدَهُمْ فِيْ كُلِّ مَرَّةٍ پھر وے اپنے عہد کو
معاہدہ کی باریون مین سے ہر بار توڑتے ہین ۔ وَهُمْ لَا يَتَّقُوْنَ ۔ اور وے کچھ بھی تقویٰ نہین رکھتے یعنی غدر کرنے مین اللہ
سے نہین ڈرتے یا اُن کو یہ خوف نہین کہ اللہ تعالیٰ اُنپر مومنون کو فتح و نصرت عطا فرماویگا ۔ قال الخطیب ان یہود کو شر الدواب اسواسطے
فرمایا کہ انسان مین کافر بدتر ہین اور کافرون مین سے اصرار و ہٹ کرنیوالے بدتر ہین اور اصرار والون مین سے عہد توڑنے والے بدتر
ہین پھر ان لوگون کے حق مین حکم دیا بقولہ فَإِمَّا تَثْقَفَنَّهُمْ فِي الْحَرْبِ فَشَرِّدْ بِهِمْ مَنْ خَلْفَهُمْ امّا اصل مین ان ما
ہے پس ان شرطیہ کا نون ما زائدہ مین ادغام ہوا و تثقفنہم اے تجدن ہؤلا یعنی تو اُن کو پا جاوے اور اُن پر مظفر و منصور ہو فی الحرب
یعنی لڑائی مین ۔ تشرید بمعنی تفریق | اضطراب یعنی مضطرب کر کے متفرق و پارہ پارہ کرنا و قولہ من خلفہم اے المحاربین الذین یکونون خلفہم یعنی
ایسے لڑنے والے جو ان لوگون کے بعد پائے جاوین ۔ وقال ابن عباس رضی اللہ عنہ فشرد بہم من خلفہم اے فنکل بہم من خلفہم یعنی اُن کے
ساتھ تنکیل و عقوبت کر ان لوگون کو جو اُن کے بعد ہونے والے ہون اور یہی حسن بصری و سدی و ضحاک رح وغیرہم سے مروی ہے و معنی
آیت یہ کہ اگر تو لڑائی مین ان لوگون پر ظفر و قابو پاوے تو ان کو قتل عذاب کرنے مین ایسی سختی کر تا کہ ان کے سوا دیگر عرب غیرہ کو عبرت
و خوف ہو کہ پھر کوئی اللہ تعالیٰ کو درمیان دیکر اسطرح عہد شکنی و غدر نکرے اور اُن کا حال اورون کے لئے عبرت ہو جاوے ۔ لَعَلَّهُمْ
يَذَّكَّرُوْنَ ۔ لعلہم مین ضمیر جمع راجع بجانب من بحسب المعنی ہو اے لعل الذین خلفہم یتعظون بہم ۔ تاکہ انسے پیچھے والے ان کے حال سے
نصیحت پکڑین ۔ قال السدی رح تاکہ پچھلے لوگ ڈرین کہ اگر ہم عہد شکنی کرینگے تو ہمارے ساتھ بھی ایسا ہی کیا جاوے گا ۔ قال ابن عطیہ رح
پھر اللہ تعالیٰ نے عموماً ان لوگون کا حکم جن کی طرف سے ظہور علامات کی وجہ سے عہد مین خیانت کا خوف پایا جاوے بیان فرمایا ۔ بقولہ

وَاِمَّا تَخَافَنَّ مِنْ قَوْمٍ خِيَانَةً اور اگر تجکو خوف ہو کسی قوم سے جس نے تجھسے معاہدہ کیا ہو اس امر کا کہ وے عہد مین خیانت کرنا چاہتے ہین یعنی ایسے آثار و علامات پائے جاوین جنسے اُن کی طرف سے عہد شکنی کا خوف ہو۔ فَانْبِذْ اِلَيْهِمْ عَلٰى سَوَآءٍ تو پھینک مار اُنکے عہد کو اُن کی طرف بحال[1] سوار۔ نبذ پھینک دینا اور یہان مجازاً آگاہ کرنا مراد ہو کہ اب اُن کے واسطے کوئی عہد نہین ہو پس اُن کے عہد کو ایسی چیز سے مشبہ کیا جو بے رغبتی کی وجہ سے پھینکدیجاتی ہے پھر بطریق استعارہ تخئیلیہ کے اسکے واسطے پھینکنا لازم کیا اور اس کا مفعول محذوف ہو یعنی فانبذ عہدہم الیہم۔ اور قولہ علی سوار حال ہو وسوار بمعنی عدل وکبھی بمعنی وسط ہوتا ہو پس قولہ علی سوار اے ستویا انت وہم فی العلم بنقض العہد ان تعلمہم بہ لئلا یتہموک بالغدر۔ حاصل آنکہ اُن کا عہد اُن کی طرف پھینک دے اس حال سے کہ عہد ٹوٹنے مین تیرا اور اُن کا علم مساوی ہو باین طور کہ تو اُن کو عہد توڑنے سے آگاہ کردے تاکہ تجکو غدر کے ساتھ تہمت نہ لگاوین اور بعض نے کہا کہ علی سوار کے یہ معنی کہ ادنی و اعلی سب برابر جان جاوین تاکہ کسی کو تہمت غدر کا موقع نہ ملے۔ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْخَآئِنِيْنَ یہ جملہ نبذ عہد علی سوار کے تعلیل ہو یعنی حکم سابق اسوجہ سے کہ اللہ تعالی خیانت کرنے والون کو مطلقاً دوست نہین رکھتا پس عہد مین خیانت و غدر کرنیوالون کو بھی عذاب فرمادے گا۔ امام احمدؒ نے سلیم بن عامر سے روایت کی کہ امیر معاویہؓ ملک روم مین جاتے اور اُن سے اور رومیون سے ایک مدت کے واسطے معاہدہ تھا پھر جب مدت گزرنے کو آئی تو چاہا کہ اُن سے نزدیک ہو رہین تاکہ مدت گزرتے ہی اُن پر حملہ آور ہون کہ ناگاہ گھوڑے پر ایک شخص سوار یون کہتا ہوا آیا کہ اللہ اکبر اللہ اکبر وفا کرو غدر نہ کرو کیونکہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ جس سے کسی قوم کے ساتھ معاہدہ ہو وہ نہ اُس کی گرہ کھولے نہ باندھے یہانتک کہ مدت گزر جاوے یا علی سوار[2] نبذ عہد کرے پس یہ خبر معاویہؓ کو پہونچی تو وہ لوٹ آئے اور دیکھا تو یہ سوار حضرت عمرو بن عبسہؓ تھے وقد رواہ ابو داؤد والنسائی وابن حبان والترمذی وقال حسن صحیح۔ سلمان فارسیؓ سے روایت ہو کہ وہ لشکر اسلام کے ساتھ ایک قلعہ تک پہونچے پھر اپنے ساتھیون سے کہا کہ مجھے چھوڑدو مین ان لوگون کو اسی طرح بلاؤن جیسے مین نے رسول اللہ صلعم کو دعوت فرماتے دیکھا ہے پھر قلعہ کے نیچے جاکر مجوس سے فرمایا کہ مین تمہین مین کا ایک شخص ہون کہ مجکو اللہ تعالی نے اسلام کی ہدایت دی پس اگر تم اسلام لاؤ تو جو ہمارے واسطے ہو وہی تمہارے لئے اور جو ہم پر ہو وہی تم پر ہوگا اور اگر اس سے انکار کرتے ہو تو ذلت کے ساتھ جزیہ دو یعنی معاہدہ کرلو اور اگر تم انکار کرو تو ہم تمہارا عہد تمہاری طرف پھینک دینگے یعنی تم کو آگاہ کردینگے اور اچانک غدر و خیانت نہ کرین گے کیونکہ اللہ تعالی خیانت کرنیوالون سے راضی نہین ہے۔ پس تین روز تک یہی کیا پھر چوتھے روز صبح کو لشکر اسلام سوار ہوا اور اللہ تعالی کی مدد سے وہ شہر فتح کرلیا۔ رواہ احمد۔ امام رازی نے کبیر مین لکھا کہ اس آیت کریمہ کا حاصل یہ ہو کہ جو قوم عہد شکنی کرے اُس کو بُری طرح قتل کرنے کا حکم دیا اور جس کی طرف سے عہد شکنی کا گمان ہو اُس کو اچھی طرح آگاہ کردے کہ آج سے تمہارا تمہارا عہد ہمارے پاس نہین ہے اہل علم نے فرمایا کہ امام المسلمین نے جن مشرکون سے عہد باندھا ہے اگر کسی کی طرف سے عہد شکنی کے آثار ظاہر ہون تو دو حال سے خالی نہین یا تو ظاہر ہونا احتمالی ہوگا یا قطعی ہوگا پس اگر احتمال ہو تو عہد توڑنے سے اُن کو آگاہ کردینا واجب ہو چنانچہ قریظہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے عدم اعانت مشرکین کا عہد کیا پھر مشرکون کی درخواست مدد کو منظور کیا جس سے آنحضرت صلعم کو اُن کی طرف سے غدر کا خوف ہوا پس ایسی صورت مین نبذ علی السوار واجب ہو۔ اور اگر نقض عہد بطور قطعی ظاہر ہو تو نبذ عہد کی حاجت نہین چنانچہ مشرکین مکہ نے خزاعہ کے قتل کرنے مین بنو بکر کی مدد کی حالانکہ بنو خزاعہ آنحضرت صلعم کے ذمی تھے پس آپ نے

[1] یکسان برابر آگاہ کردینے ۱۲

[2] یکسان برابر آگاہ کردینے ۱۲

نہ عہد نہین کیا بلکہ لشکر لیکر مکہ پر چڑھائی کی انتہی ملخصا پھر جب اللہ تعالیٰ نے عہد توڑنے والون کا حال و حکم اور جن کی طرف سے آثار عہد شکنی ظاہر ہون اُن کا حکم بیان فرما دیا تو اُس کے بعد روز بدر وغیرہ سے چھوٹ بھاگنے والے کافرون کا حال جو رسول اللہ صلعم کی ایذادہی مین بڑھ چلے تھے بیان فرمایا۔ بقولہ تعالےٰ۔

وَلَا يَحْسَبَنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا سَبَقُوا ۚ إِنَّهُمْ لَا يُعْجِزُونَ ۝ وَأَعِدُّوا لَهُم

اور یہ نہ سمجھین منکر لوگ کہ وہ بھاگ نکلے وہ تھکا نہ سکین گے اور سرانجام کرو اُنکی لڑائی کیلئے

مَّا اسْتَطَعْتُم مِّن قُوَّةٍ وَمِن رِّبَاطِ الْخَيْلِ تُرْهِبُونَ بِهِ عَدُوَّ اللَّهِ وَعَدُوَّكُمْ

جو پیدا کر سکو زور اور گھوڑے پالنے کہ اُس سے دھاک پڑے اللہ کے دشمنون پر اور تمھارے دشمنون پر

وَآخَرِينَ مِن دُونِهِمْ لَا تَعْلَمُونَهُمُ اللَّهُ يَعْلَمُهُمْ ۚ وَمَا تُنفِقُوا مِن شَيْءٍ فِي

اور ایک اور لوگون پر سوائے اُنکے جن کو تم نہین جانتے اللہ اُن کو جانتا ہے اور جو خرچ کرو گے

سَبِيلِ اللَّهِ يُوَفَّ إِلَيْكُمْ وَأَنتُمْ لَا تُظْلَمُونَ ۝

اللہ کی راہ مین پورا ملے گا تم کو اور تمھارا حق نہ رہے گا

مفسرین نے اختیار کیا کہ نزول آیت ان لوگون کے حق مین ہی جو جنگ بدر مین بھاگ بچے تھے یعنی باوجودیکہ آنحضرت صلعم کی ایذا رسانی مین رہے پھر بچ گئے تو اس آیت سے تسلی دیدی کہ بچ نہین سکتے اور ان کافرون کو بھی تنبیہ ہی۔ اور بیضاوی رح نے اس کو کلام سابق سے مرتبط تصور کیا چنانچہ کہا کہ کلام سابق مین عہد توڑنے کا اعلام کرنے دوشمن کو ہوشیار کرنے مین جو محذور ہی شاید اُس کے دفع کرنے کیلئے اسکا نزول ہوا بدین معنی کہ کافر خواہ غافل ہون یا بیدار ہو جاوین وہ بہرحال قبضۂ قدرت مین مقہور ہین مشیّت الٰہی جاری ہونے سے کچھ بھی مانع نہین ہو سکتے چنانچہ فرمایا۔ وَلَا يَحْسَبَنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا سَبَقُوا یعنی اے محمد صلعم تو مت خیال کر کافرون کو کہ سبقت کر گئے یعنی چھوٹ بچے پس اب ہم کو اُن پر قدرت نہین ہی بلکہ ہرحال مین وہ ہمارے قبضۂ قدرت مین ہین مانند قولہ تعالیٰ ام حسب الذين يعملون السيئات ان يسبقونا ساء ما يحكمون یعنی بدکار لوگ کیا یہ گمان باندھتے ہین کہ ہم سے سبقت لے گئے یعنی ہماری گرفت سے بچ رہے یہ ہرگز نہین ہو سکتے بہت بُرا حکم لگاتے ہین یعنی بُرا گمان وخیال باندھتے ہین۔ یہ تفسیر بنا بر آنکہ تحسبن بصیغۂ خطاب بتاء فوقیہ ہو جیساکہ جمہور کی قراۃ ہی۔ اگر کہا جاوے کہ آنحضرت صلعم کامل الایمان رسولون کے سردار تمام مخلوق سے افضل اور سب سے زیادہ اللہ تعالیٰ کی صفات کے عارف تھے پھر آپ کیونکر یہ گمان کرتے تو جواب یہ ہی کہ خطاب آنحضرت صلعم کو در حقیقت انہین کافرون کو تنبیہ کہ تم یہ گمان مت رکھو بلکہ ایمان لاؤ اور نیک کام کرو ورنہ قبضۂ قدرت مین ہو جسوقت مشیّت ہوگی گرفتار ہو کر عذاب پاؤ گے چنانچہ قراۃ ابن عامر و حمزہ و حفص کی بیاء تحتیہ لا يحسبن الذين كفروا۔ اسی پر دلالت کرتی ہے۔ اگرچہ مانند ابو حاتم لغوی وغیرہ ایک جماعت علماء نحو نے زعم کیا کہ لا يحسبن بالیاء پڑھنا لحن غلط ناجائز ہو ولیکن موافق قول شیخ نحاس رح وغیرہ کے یہ زعم باطل ہی کیونکہ الذين اس کا فاعل نہین بلکہ فاعل ضمیر ہے جو من خلفهم کی طرف بحسب اللفظ راجع ہو پس لا يحسبن کے دونون مفعول موجود ہین یعنی لا يحسبن من خلفهم الذين كفروا سبقوا۔ اگرچہ قراۃ بالتاء الفوقیہ زیادہ ظاہر ہے اور خفاجی رح نے لکھا کہ زمخشری نے قراۃ بالیاء تحتیہ کو ضعیف قرار دیا اور دو وجہ سے رد کیا گیا اول آنکہ یہ قرات سبعہ مین سے ہے دوم آنکہ تقدیر کلام یہ کہ لا يحسبن ہو۔ یا۔ لا يحسبن قبيل المؤمنين

اوالرسول او حاسب او واحد۔ او من خلفہم۔ اور بعض نے کہا کہ فاعل اُسکا الذین کفروا ہے۔ اور مفعول اول بقرینہ محذوف ہی یعنی لا یحسبن الذین کفروا انفسہم سابقین مترجم کہتا ہو کہ یہ تقدیر اظہر ہے اگرچہ بعض نحوی اپنے قواعد کی لکیر پیٹنے والے اس مین تامل کرین اور بعض نے کہا کہ ایقاع فعل جملہ قولہ اِنَّهُمْ لَا يُعْجِزُوْنَ پر ہو اور ظاہر یہ ہو کہ بنا بر قراۃ انہم بالفتح کے بتقدیر لانہم تعلیل ماسبق ہی یعنی اہل کفر اپنے آپ کو سبقت کرنیوالا نہ خیال کرین اسواسطے کہ وے عاجز نہین کر سکتے اُس شخص کو جو اُن سے انتقام لینا چاہے یا وے اللہ تعالیٰ کو عاجز نہین کر سکتے اور بر تقدیر انہم بالکسر کے بھی یہی معنی ہین غیر ازینکہ تعلیل بطریق جملہ مستانفہ ہے قال البیضاوی رح شاید اس آیت سے اس امر کا ازالہ کر دیا کہ مومنین وغیرہ حکم سابق مین یہ وہم کرتے کہ بدعہدی وخیانت کے آثار جن لوگون سے ظاہر ہون اُنکو نبذ عہد سے بیدار و ہوشیار کرنے مین انکو قوی کر دینا ہوگا پس وقت لازم آوے گی۔ حاصل آنکہ تم بدعہدی کے اتہام کو اپنے سر مت لو اور کافر خواہ بیدار ہون یا غافل ہون وہ کسی حال مین عاجز نہین کر سکتے بلکہ جو حکم تقدیر الٰہی انپر جاری ہوا ہے کہ ذلیل ہو کر جزیہ دینگے یا اسلام لائینگے وہ بہر حال انپر تمام ہوگا اور ظاہری اُمور تو بتکالیف امتحانی ہین ورنہ تمام مخلوق قبضہ اقدرت مین مسخر و مقہور رہے جو اللہ تعالیٰ کا حکم ہے وہ برابر چار و ناچار ان پر جاری ہوتا ہے اور مفسر جلال وغیرہ نے اختیار کیا کہ یہ آیت ان لوگون کے حق مین ہے جو واقعہ بدر مین کافرون مین سے بھاگ بچے تھے یعنی وہ لوگ اگرچہ اس واقعہ مین چھوٹ بچے لیکن تقدیر الٰہی انتقام سے اپنے کو رستگار نہ شمار کرین بلکہ جو مشیت الٰہی ہے انپر واقع ہوگی پس دنیا مین قتل یا خوار ہون گے اور عذاب آخرت مین گرفتار ہون گے اگر کفر ہی پر مرے۔ اس آیت مین آنحضرت صلعم کو تسلی ہے کہ آپکے دشمن اور اللہ تعالیٰ سے کافر لوگ ضرور کفر کا کیفر پاوینگے اور واقعہ بدر سے اُن کا چھٹکارا مشیت ہی اور وے عاجز کرنیوالے نہین ہین۔ پھر واضح ہو کہ نصرت اللہ تعالیٰ ہی کی طرف سے ہے لیکن بندہ اپنے امکان بھر کوشش کرنے مین مامور ہے تاکہ ان اعمال کا ثواب ملے ورنہ اللہ تعالیٰ چاہے تو سب کافر مومن ہو جاوین یا سب کے سب ہلاک ہو جاوین اور یہان اسرار ہین جن کے زبان پر لانے کی علماء راسخین کو اجازت نہین پھر مترجم وغیرہ کس شمار مین ہے بالجملہ بنظر انتظام ظاہر مومنون کو سامان حرب مہیا کرنے کا حکم دیا بقولہ وَاَعِدُّوْا لَهُمْ اعداد کسی چیز کو حاجت کے وقت کے لیے جمع کرنا اور ضمیر لہم بنظر سیاق کے عہد توڑنے والون کی طرف ہو یعنی عہد توڑنے والون کے لئے مہیا رکھو مَّا اسْتَطَعْتُمْ جس کی تم کو استطاعت حاصل ہو۔ یا ضمیر مطلقاً کافرون کے لئے ہو اور یہی ارجح ہی بحسب المعنی وکلام مابعد کے یعنی کافرون پر جہاد کیلئے مہیا رکھو جو تمہین استطاعت ہو مِّنْ قُوَّةٍ وَّمِنْ رِّبَاطِ الْخَيْلِ یہ ماموصولہ کا بیان ہی یعنی قوت اور رباط الخیل سے۔ قوت ہر وہ چیز جس سے لڑائی مین تقویت ہو اسمین جملہ ہتھیار اور اُن کے استعمال مین لانے کے طریقے بھی داخل ہین عقبہ بن عامر رض سے ثابت ہی کہ آنحضرت صلعم نے منبر پر فرمایا کہ آگاہ رہو کہ قوت تو تیر اندازی ہی اسکو تین مرتبہ فرمایا۔ کما فی الصحیحین بعض نے کہا کہ قوت قلعہ و گڑھی ہین۔ ابن عباس رض سے ہے کہ وہ تیر اندازی و تلوار و ہتھیار ہین۔ عکرمہ و مجاہد سے ہی کہ قوت نر گھوڑے ہین جیسے رباط الخیل مادیان ہین۔ ارجح یہ ہی کہ جہاد مین جن چیزون سے تقویت حاصل ہو وہ سب اس حکم مین داخل ہین اور آنحضرت صلعم نے جو تیر اندازی سے تفسیر فرمائی تو اُس سے یہ لازم نہین آتا کہ اس کے سوائے اور چیزین نہ ہون بس مراد آنحضرت صلعم کے کلام سے یہ ہی کہ اُسوقت کے مناسب یہ امر بہ نسبت دیگر اُمور کے افضل تھا چنانچہ باب حج مین فرمایا کہ الحج عرفۃ یعنی حج قیام عرفات ہی یعنی آنکہ معتمد اس رکن سے تمام ہے اور جیسے فرمایا کہ الندم توبۃ یعنی ندامت ہونا توبہ ہی حالانکہ دیگر شرائط بھی توبہ مین

ہین اگرچہ ندامت رکن اعظم ہے ایسا ہی یہان بھی محمول کیا جاویگا کہ تیراندازی اسباب حرب قوت مین افضل ہے۔ بالجملہ آیت کریمہ سے سامان حرب جمع کرنا اور تیراندازی وتلوار لگانا اور اس زمانہ مین بندوق لگانا اور گھوڑے کی سواری وغیرہ مسلمانون پر واجب ہی لیکن بطریق فرض کفایہ ہی۔ وقولہ من رباط الخیل۔ واضح ہو کہ مرابطہ سرحد ملک اسلام پر جو کافرون کے ملک سے ملی ہے وہان مسلمانون کے قیام کو کہتے ہین اور مقام رباط ہی اور رباط الخیل پانچ سے اوپر جسقدر گھوڑے بمقابلہ دشمن کے باندھے جائین۔ ابن محیریز رح نے کہا کہ صحابہ رضی اللہ عنہم کافرون کے مقابلہ مین صف بندی کے وقت نر گھوڑون کو پسند کرتے کیونکہ حملہ وغیرہ مین وہ اچھے ہوتے ہین اور شبخون وغیرہ مین مادیان اچھی جانتے تھے کیونکہ ان کی ہنہناہٹ سے امن وخاموشی ہوتی ہے۔ بعض نے فرمایا کہ لفظ خیل اسم جنس ہے نر و مادہ دونون کو شامل ہے پس جہاد کی نیت سے جس کا رباط ہو یعنی گھوڑا یا گھوڑی جسکو باندھے ثواب پاوے گا۔ پھر جس نے قوت کی تفسیر مین کہا کہ ہر وہ چیز جس سے جہاد مین قوت ہو تو اُس کے نزدیک قولہ ومن رباط الخیل بطریق عطف خاص بر عام ہے۔ وہو ظاہر۔ پھر تیراندازی وگھوڑون کو مہیا کرنے وکثرت ثواب ان افعال مین جو احادیث کثیرہ وارد ہین الگ تصنیف مین جمع کرنے کے قابل ہین چنانچہ ایک جماعت علماء نے مستقل رسالہ لکھے ہین۔ اکثر علماء کے نزدیک تیراندازی بہ نسبت گھوڑے کی سواری کے افضل ہی۔ مترجم کہتا ہے کہ اس زمانہ مین بجائے تیراندازی کے بندوق قرار دیجائے گی واللہ اعلم۔ امام مالک رح کے نزدیک گھوڑے کی سواری سیکھنا بہ نسبت تیراندازی کے افضل ہے ولیکن قول جمہور اقوی ہے کیونکہ حدیث مین ہے کہ تیراندازی سیکھو گھوڑے کی سواری سیکھو اور تمھارا تیراندازی سیکھنا بہ نسبت سواری سیکھنے کے بہتر ہے۔ رواہ احمد واہل السنن۔ اور حدیث مین ہے کہ گھوڑا ہر فجر کو دعا کرتا ہے کہ اے میرے پروردگار تو مجھے جس آدمی کے خیل مین کرے مجھے اُسکے نزدیک اُسکے اہل و مال سے زیادہ محبوب کردے۔ رواہ النسائی واحمد وغیرہما۔ اور صحیح حدیث مین ہی کہ الخیل معقود فی نواصیہا الخیر الی یوم القیامۃ الاجر والغنم۔ یعنی قیامت تک گھوڑون کی پیشانی مین بھلائی اجر وغنیمت معقود ہے۔ مترجم کہتا ہے کہ جب غور سے دیکھو تو فرخندہ حال قوم مین گھوڑون کی پرداخت کرتی ہے۔ پھر واضح ہو کہ بخاری وغیرہ مین آیت سے ابن عباس رض کا استنباط یا بطریق منصوص یہ بھی مذکور ہے کہ بیت المال آراستہ بھرا ہوا رکھو۔ اور جاننا چاہئے کہ اسلام مین خلافت کے یہ معنی ہین کہ نبوت کی اقتدا کرے اور اللہ تعالی کے ملک مین سے جو آمدنی آوے وہ اقسام اموال کی راہ سے ایک الگ خزانہ مین جمع ہو اور ہر ایک کے مصرف کے موافق خرچ کی جاوے اور مصارف اُس کے حکم کتاب وسنت سے منصوص ہین اور فقہ کی کتاب الزکوۃ مین مفصل مذکور ہین پھر پہلا فساد یہ برپا ہوا کہ مسلمانون مین جو بادشاہ ہوئے اُنھون نے تمام آمدنی اپنی ملک تصور کرکے بیجا عیش و آرام وغیرہ مین جس طرح چاہا برباد کرنا شروع کیا اور جورو ون وبیبیون کی کثرت سے تمام مال اُڑا دیا پس یہ بڑا فساد پھیلا اور ہم اللہ تعالے سے اصلاح واستقامت کی دعا مانگتے ہین اور تعالی رحم فرما کر قبول کرے۔ حاصل آنکہ آیت کریمہ سے ثابت ہوا کہ مسلمانون پر حکم ہے کہ لشکر فنون حرب سے آلات حرب کے ساتھ آراستہ وخزانہ معمور اور گھوڑے تیار رکھین۔ **تُرْهِبُوْنَ بِهٖ عَدُوَّ اللّٰهِ وَعَدُوَّكُمْ** ایک قرأۃ مین ترہبون بتشدید الہاء از باب تفعیل ہے اور ایک قرأۃ مین از ذہب ہی اور معنی اس کے خوف دلانا اور شاید تفعیل بقصد مبالغہ ہی۔ اور ضمیر بہ راجع بموصول ما استطعتم۔ یا بجانب اعداد بصد مفہوم از اعدوا ہے اور جملہ حال واقع ہے اور عدو اللہ وعدوکم سے مراد مشرکین ملکہ وغیرہ ہین یعنی یہ سامان مہیا کرو درحالیکہ تم اس سے اپنے دشمنون کو

جو اللہ تعالیٰ کے دشمن ہیں خوف دلاؤ۔ وَاٰخَرِیْنَ مِنْ دُوْنِهِمْ عطف ہے عدو اللہ پر۔ اے عدو اللہ وعدوکم وآخرین غیرہم یعنی اس اعداد وسامان سے خوف دلاؤ عدو اللہ وعدوکم کو اور دوسروں کو جو پہلوں کے سوائے ہیں۔ مفسرین نے اختلاف کیا بعض نے کہا کہ کفار جن مراد ہیں۔ مجاہد رح نے کہا کہ بنو قریظہ۔ سدی رح نے کہا کہ اہل فارس۔ اور ابن زید ومقاتل نے کہا کہ منافقین اور ابن کثیر رح نے اسی کو ارجح قرار دیا۔ اگر کہا جاوے کہ منافقین مراد ہوں تو خوف دلانا کیونکر مستقیم ہوگا کیونکہ اُن پر جہاد نہیں پس وہ نہ ڈریں گے۔ جواب دیا گیا کہ شوکت وقوت اسلام کو ظاہری آنکھ سے دیکھکر اس امر سے مایوس ہوجاوینگے کہ پھر کفر کا غلبہ ہو پس بسا اوقات یہ امر اُن کے مذبذب ہونے کو دور کردے گا جس سے اخلاص کے ساتھ اسلام پر قائم ہوجائیں۔ اگر کہا جاوے کہ آخرین سے منافق کیونکر مراد ہوسکتے ہیں جن کو جانتے ہو کیونکہ وہ مراد ہیں جن کی نسبت اللہ تعالےٰ نے فرمایا۔ لَا تَعْلَمُوْنَهُمْ اَللّٰهُ يَعْلَمُهُمْ یعنی تم اُن کو نہیں جانتے ہو اللہ تعالیٰ ان کو جانتا ہے اور جواب دیا گیا کہ معنی اس کے یہ ہیں کہ شخص شخص کر کے اُن کو تم نہیں پہچانتے ہو۔ چنانچہ دوسری آیت میں فرمایا وممن حولکم من الاعراب منافقون ومن اہل المدینة مردوا علی النفاق لاتعلمہم نحن نعلمہم۔ الآیة۔ اگر کہا جاوے کہ بدین تقریر آیت میں لاتعلمونہم بمعنی لاتعرفونہم ہوگا یعنی تم اُن کو نہیں پہچانتے ہو اور اللہ تعالیٰ اُن کو پہچانتا ہے حالانکہ علماء نے اتفاق کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ پر عارف کا اطلاق نہیں صحیح ہے کیونکہ معرفت کے واسطے ضرور ہے کہ پہلے جہالت وانجان پن ہوا ور یہ جناب باری تعالیٰ میں محال ہے اور جواب یہ کہ آیت میں اللہ تعالیٰ پر علم کا اطلاق ہے نہ معرفت کا غایت آنکہ اول میں علم بمعنی معرفت ہے اور ثانی میں علم اپنے معنی پر ہے پس کوئی اشکال نہیں رہا اور بعض نے زعم کیا کہ اس صورت میں نظم کلام میں گونہ دقت ہوگی لہذا اولیٰ یہ ہے کہ جن لوگوں کو اللہ تعالیٰ نے مبہم چھوڑا ہے انہیں خوض بیکار ہے ہاں اسقدر جان لینا چاہیئے کہ قوت وشوکت اسلام سے اُن لوگوں کو خوف وہیبت ہوگی پس جان ومال سے اسمیں کوشش کرنا چاہیئے کہ یہ بھی جہاد کے طریقوں میں سے ایک طریقہ ہے۔ وَمَا تُنْفِقُوْا مِنْ شَيْءٍ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ يُوَفَّ اِلَيْكُمْ من شیٔ بیان ما موصولہ اور مقصود اس سے تعمیم ہے یعنی کوئی چیز ہو خواہ قلیل ہو یا کثیر ہو اور فی سبیل اللہ یعنی راہ جہاد میں یا مطلقاً وجہ طاعت میں اور یوف الیکم بجزم مضارع در اصل یوفی تھا اور چونکہ توفیہ عین اسی چیز کا نہوگا بلکہ اسکے ثواب کا ہوگا جو اس کا بدل ہے پس تقدیر کلام لے یوف جزاءہ الیکم۔ ومعنی آنکہ جو کچھ قلیل وکثیر کوئی چیز تم اللہ تعالیٰ کی طاعت میں یا جہاد میں خرچ کروگے تم کو اس کا ثواب پورا دیا جائے گا اور پہلے بیان ہوچکا ہے کہ نیکی کے عوض دس بھلائیاں اور سات سو اور بے انتہا تک جسقدر اللہ تعالیٰ چاہے اور دنیا میں بھی اسکا عوض جسقدر اور جس کو اللہ تعالیٰ چاہے عطا فرماوے۔ وَاَنْتُمْ لَا تُظْلَمُوْنَ اور تم کچھ ظلم نہ کئے جاوگے منصوص فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کسی بندے مومن کا عمل ضائع نہیں فرماتا اور یہاں منصوص کیا کہ کچھ کمی بھی نہ ہوگی۔ اگر کہا جاوے کہ اعمال سے ثواب ملنا واجب نہیں بربنا آنکہ اللہ تعالیٰ پر کچھ واجب نہیں ہوسکتا بلکہ سب کچھ اس کا فضل واحسان ہے پھر اگر کسی عمل پر ثواب مترتب نہو تو ظلم کیونکر ہوسکتا ہے تو جواب یہ ہے کہ اس طرح تعبیر فرماتے ہیں کہ تم پر ظلم نہ ہوگا اس امر کا بیان ہے کہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے تمہارا خرچ کرنا ضرور تمہارے کام آویگا اور محروم نہوگے جیسے کہ اللہ تعالیٰ کی جناب میں کسی نقص کو گنجائش نہیں ہے پس اسکو ایسے امور کی صورت میں مصور کیا جنکا صدور جناب الٰہی میں محال ہے مانند ظلم وغیرہ کے اور ثواب دینے کو بصورت امور واجبہ بیان کیا تاکہ وصول ثواب پر وثوق اور محرومی کا گمان بھی نہو۔ فی العرائس قولہ تعالیٰ واعدوا لہم ما استطعتم من قوة۔ مومنوں کو اعداء کے قتال کی استعداد

یعنی تمہارے گرد کے اعراب واہل مدینہ میں بھی منافق ایسے مشاق نفاق ہیں کہ تو ان کو نہیں جانتا ہم جانتے ہیں ۱۲م

کا حکم دیا اور سامان قتال کو قوت فرمایا اور یہ قوت آلٰہیہ ہے جس کو وہی بندہ عارف پاتا ہے جو اللہ تعالیٰ کی عظمت و جلال کے روبرو خود عاجزی کیساتھ قرار رہتا ہو اور جب ایسا ہوا تو اسکو لباس عظمت و کبریا و ہیبت اللہ تعالیٰ کی طرف سے مرحمت ہوتا ہے اور بندہ کافرون پر بددعا کرتا ہے مترجم کہتا ہے کہ معنی یہ ہین کہ بندہ اپنے عندیہ مین محض فنا رہتا ہے اور سب عظمت و کبریا و جلال خالص اللہ تعالیٰ ہی کے واسطے یقین کرتا ہے لیکن اورون کی نظرون مین اس سے ہیبت و عظمت سمائی ہے چنانچہ حدیث مین آنحضرت صلعم کے شمائل مین ہے کہ جو کوئی آپ کو دیکھتا وہ ہیبت ناک ہو جاتا تھا پس خود اسکی خاطر مین عظمت و کبریا کا اپنے واسطے وہم بھی نہین ہوتا بلکہ وہ خشوع و خضوع پر بحالہ مستقیم رہتا ہے اور یہ ہیبت اُسپر از جانب حق تعالیٰ چھا جاتی ہے پھر جب وہ بطور خطرات آلٰہیہ کافرون پر بددعا کرتا ہے تو وے ایکدم خوار ہو جاتے ہین اور یہی تیر ہدف ہے چنانچہ آنحضرت صلعم نے بدر و حنین مین شاہت الوجوہ کہکر ایک مشت خاک سے ایک لشکر ہرگایا لیکن یہ پھینکنا بقوت آلٰہیہ تھا اسی واسطے فرمایا۔ وما رمیت اذ رمیت ولکن اللہ رمی اور یہ مقام مفصل گذر چکا۔ مین نے سنا کہ ذوالنون مصری ؒ ایک جہاد مین شریک تھے کہ ناگاہ کفار غالب آئے اور مومنون پر سختی و تکلیف آئی جس سے صبر و استقلال جاتا رہا تو لوگون نے اُن سے کہا کہ آپ کچھ دعا کیجیے پس اپنے گھوڑے سے اُتر کر زمین پر سر ٹیک دیا اور اللہ تعالیٰ کی جناب مین سجدہ کیا اُسی وقت کافرون نے ہیبت ناک ہو کر شکست کھائی اور بہت سے قتل و گرفتار ہوئے۔ آیت کریمہ مین اشارت ہے کہ قوت اُن کو صفات کمالیہ حق سبحانہ سے بحسب استعداد حاصل ہوتی ہو کہ نفس کیساتھ محاربہ و مقابلہ پر قادر ہوتے ہین۔ ابو علی رودباری ؒ نے کہا کہ قوت وہ اللہ تعالیٰ پر بھروسا ہے۔ بعض نے کہا کہ ظاہر آیت یہ ہو کہ کمان کے تیر سے پھینکنا پایا جاوے۔ اور حقیقت مین یہ ہو کہ رات کی اوقات مین خشوع و خضوع کے تیرون کو میدان غیب مین پھینکے اور اللہ تعالیٰ ہی پر اعتماد کر کے اسی کی طرف رجوع ہو اور کسی آلہ و ہتھیار پر نہین بلکہ فقط اللہ تعالیٰ ہی کی فتح و نصرت پر بھروسا کرے

وَاِنْ جَنَحُوْا لِلسَّلْمِ فَاجْنَحْ لَهَا وَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ ۭ اِنَّهٗ هُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ۝

اور اگر وہ جھکین صلح کو تو تو بھی جھک اسی طرف اور بھروسا کر اللہ پر۔ بیشک وہی ہے سُنتا جانتا

وَاِنْ جَنَحُوْا لِلسَّلْمِ ۔ جنوح میل کرنا۔ وسلم بالفتح بمعنی صلح وقال ابن عباس ؓ سلم بمعنی طاعت۔ اور استعمال اسکا مذکر و مؤنث دونون طرح ہوتا ہے جیسے لفظ حرب کا حال ہے اور ابوبکر رحمہ اللہ کی قراۃ مین بالکسر ہے اور فاعل جنحوا یا تو عموماً اہل کفر ہین خواہ بت پرست وغیرہ ہون یا اہل کتاب ہون یعنی اور اگر میل کرین اہل کفر خواہ بت پرست ہون یا اہل کتاب مانند یہود و نصاری کے طرف صلح کے یا طرف سلم بالکسر یعنی اطاعت و فرمانبرداری کے۔ فَاجْنَحْ لَهَا تو میل کر اس کی طرف یعنی اُن کی طرف سے درخواست صلح کو منظور کرے۔ اگر کہا جاوے کہ آیۃ السیف بعدہ براۃ مین عموماً اہل کفر کے قتل کا حکم ہے اور معاہدہ سے بیزاری کی گئی ہے پھر صلح کیونکر ہو سکتی ہے تو جواب یہ ہو کہ ابن عباس ؓ و عطار خراسانی و زید بن اسلم و عکرمہ و حسن ؒ و قتادہ نے کہا کہ آیۃ السیف سے یہ آیت منسوخ ہے۔ اور مجاہد ؒ سے ایک روایت اسکے مانند ہو اور دوسری روایت مین کہا کہ یہ آیت بنو قریظہ یہود کے حق مین ہو یعنی بنو قریظہ اگر صلح کی طرف مائل ہون تو تو صلح قبول کرلے۔ شیخ ابن کثیر ؒ نے ان دونون قول کو منظور فیہ قرار دیا اور کہا کہ یہ سیاق تو سب قصہ بدر مین ہے اور آیۃ السیف مین جو کفار سے قتال کا حکم ہے تو معنی اُسکے یہ ہین کہ جب قتال ممکن ہو تو اُن سے قتال کرو اور اگر دشمن بہت ہون تو ان سے صلح کر لینا روا ہے جیسے کہ اس آیت سے ثابت ہوتا ہو اور جیسے آنحضرت صلعم نے حدیبیہ کے روز مشرکین سے صلح کر لی

پس آیۃ السیف وا سمین کچھ منافات نہین اور نہ یہان تخصیص ہے اور نہ نسخ ہے واللہ اعلم ولیکن مترجم کہتا ہے کہ حدیبیہ کے واقعہ سے استدلال نہین ہو سکتا کیونکہ آیۃ البراۃ ۔بعد صلح حدیبیہ کے نازل ہوئی ہے ۔وقال بعض المفسرین ۔یہ سب اسوقت ہے کہ عقد صلح سے مراد عقد جزیہ ہو اور اگر ایسا عقد مراد ہو جو مفید امن ہے تو بالکل نسخ نہین اسلئے کہ ایسا عقد تو ہر کافر سے جائز ہے۔ قال المترجم کلام اسمین طویل ہے اور اپنے موقع پر بسط سے بیان ہے ۔اہل اسلام اپنے سردار سے مخالفت و بغاوت کرین اور باغی اگر اطاعت کی طرف موافق حکم الٰہی کے رجوع کرے تو اسکی توبہ بالاتفاق قبول ہے ۔اور حدیث مین علی کرم اللہ وجہہ سے روایت ہے کہ مجھ سے فرمایا کہ عنقریب اختلاف باہمی ہوگا تو تجھ سے اگر سلامت ہو سکے تو ایسا کیجیو ۔رواہ ابن احمد رحمہ اللہ ۔بالجملہ حکم دیا کہ صلح قبول کرلے ۔وَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ اور اللہ تعالیٰ ہی پر توکل کر کیونکہ وہی تجھے کافی ہے ۔اِنَّهٗ هُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ۔وہی پاک پروردگار دعا مانگنے والون کی بات سننے والا اور اُن کے افعال کا جاننے والا ہے۔

وَاِنْ يُّرِيْدُوْٓا اَنْ يَّخْدَعُوْكَ فَاِنَّ حَسْبَكَ اللّٰهُ ۭ هُوَ الَّذِيْٓ اَيَّدَكَ بِنَصْرِهٖ وَبِالْمُؤْمِنِيْنَ

اور اگر وہ چاہین کہ تجکو دغا دین تو تجکو بس ہے اللہ اُسی نے تجکو زور دیا اپنی مدد کا اور مسلمانون کا

وَاَلَّفَ بَيْنَ قُلُوْبِهِمْ ۭ لَوْ اَنْفَقْتَ مَا فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا مَّآ اَلَّفْتَ بَيْنَ قُلُوْبِهِمْ

اور اُن کے دل مین الفت ڈالی اگر تو خرچ کرتا جو سارے ملک مین ہے تمام نہ الفت دے سکتا اُن کے دل مین

وَلٰكِنَّ اللّٰهَ اَلَّفَ بَيْنَهُمْ ۭ اِنَّهٗ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ

لیکن اللہ نے الفت ڈالی اُن مین وہ زور آور ہے حکمت والا

وَاِنْ يُّرِيْدُوْٓا اَنْ يَّخْدَعُوْكَ ۔یعنی اور اگر ان لوگون نے یہ ارادہ کیا کہ تجھکو فریب دین یعنی اس غرض سے صلح کی کہ تجھے فریب مین ڈالین اور دل مین غدر چھپائے رہے اور چاہا کہ اس بہانے سامان و قوت جمع کرلین اور یہ جزا ءشرط محذوف ہے جسکی تعلیل کلام سابق ہے یعنی تو خوف مت کر اور اُنسے صلح کرلے ۔فَاِنَّ حَسْبَكَ اللّٰهُ کیونکہ اللہ تعالیٰ وحدہٗ لاشریک تجھے کافی ہے ان کے غدر و خیانت وغیرہ کی ہر بدی و برائی کو تجھسے دور رکھے گا اور مکر بد کی بدی اُنھین کو گھیرے گی هُوَ الَّذِيْٓ اَيَّدَكَ بِنَصْرِهٖ وَبِالْمُؤْمِنِيْنَ یہ جملہ تعلیلیہ ہے یعنی تو اس امر کا خوف مت کر کہ بد عہدی کرنیوالے تجھ سے فریب کرنے کو صلح کرین کیونکہ اللہ تعالیٰ تجھے کافی ہے اسی نے تجکو بدر وغیرہ مین تائید دی بنصرت و بمومنین پس وہی تیرا مؤید و معین آئندہ کیواسطے کافی ہے مومنین سے مہاجرین و انصار مراد ہین ۔اگر کہا جاوے کہ جب اللہ تعالیٰ نے اپنی نصرت سے تائید فرمائی تو وہی کافی ہے پھر بالمومنین کی کیا حاجت تھی ۔جواب یہ کہ نصرت فقط اللہ تعالیٰ ہی کی طرف سے ہے اور درحقیقت اسمین اسباب کی ضرورت نہین مگر بمقتضائے حکمت کبھی اسباب خفیہ سے ہوتی ہے اور کبھی اسباب ظاہرہ سے پس قولہ ہو الذی ایدک بنصرہ سے یہی نصرت مراد ہے جو بدون ظہور اسباب کے ہو اور درمیان مین کوئی واسطہ نہو قولہ وبالمومنین سے وہ نصرت مراد ہے جو بسبب ظاہری ہو پس حاصل یہ ہوا کہ اسی نے تجکو نصرت دی نصرت باطنی و ظاہری ۔پس مومنون کا تائید پر ایک دل ہونا اسی مسبب الاسباب کی طرف سے ہے خصوص ایسی قوم سے جو صدہا برس سے کبھی متفق و موتلف نہین ہوئی تھی لہذا زیادت تنبیہ کیلئے فرمایا ۔ وَاَلَّفَ بَيْنَ قُلُوْبِهِمْ اور ان مومنون کے دلون مین باہم اُلفت پیدا کردی ۔ظاہر اعموم صحابہ مومنین مراد ہین اور جمہور مفسرین نے کہا کہ انصار یعنی اوس و خزرج مراد ہین کہ جنکے درمیان ہمیشہ خانہ جنگی رہی خصوص ایکسو بیس برس سے سخت معرکہ قتال رہے۔

جن سے کبھی اُمید نہ ہوتی تھی کہ اُن مین سے دو دل بھی متفق مولف ہونگے لیکن اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلعم پر ایمان دیکر انکو بلطف
فی اللہ محبت مین مستحکم کر دیا اور ایک دل ہوکر آنحضرت صلعم کے انصار مددگار ایسے متفق ہوگئے کہ سوائے حق تعالیٰ کے اسپر کوئی قادر
نہ تھا پس یہ امر آنحضرت صلعم کی صدق رسالت کا عجیب معجزہ تا قیامت باقی ہے اور غنائم حنین کی بابت جب بعضے نوجوان انصار
نے کچھ کلام کیا کہ مکہ والون کو غنیمت سے حصے ملتے ہین حالانکہ ہماری تلوارون سے خون کے قطرے ٹپک رہے ہین تو آنحضرت صلعم نے انکو
جمع کرکے خطبہ پڑھا اور اس خطبہ مین ہے کہ لے گروہ انصار بھلا مین نے تمکو گمراہ نہین پایا پھر اللہ تعالیٰ نے تم کو میرے سبب سے ہدایت
دی اور محتاج نہین پایا پھر اللہ تعالیٰ نے میرے سبب تم کو تونگر کیا اور تم آپس مین پھوٹے ہوئے دشمن تھے پس اللہ تعالیٰ نے تم کو میرے
سبب سے باہم اُلفت مین کر دیا۔ جب آنحضرت صلعم کوئی بات فرماتے تو انصار سر جھکائے کہتے جاتے کہ اللہ تعالیٰ و اُس کے رسول
کا احسان بہت بڑا ہے۔ اسی قصہ مین ہے کہ بزرگان انصار نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلعم ہمارے نوجوان لونڈون نے یہ
زعم کیا اور ہم کو تو فقط یہ علم تھا کہ آپ کو اپنے وطن سے احسان کرنے مین شاید ان کی طرف میلان ہو کہ ہم چھوڑے جاوینگے پس
آنحضرت صلعم نے لطیف خطبہ سے ان کی تسکین فرمائی جس سے انصار باغ باغ ہوگئے چنانچہ یہ کلمات لطف بھی ہین کہ لے انصار تم
یہ نہین پسند کرتے کہ لوگ دنیا کے مالون کو لیکر اپنے گھر لوٹین اور تم اللہ تعالیٰ کے رسول کو اپنے گھر واپس لیجاؤ۔ اے پروردگار
میرے تو انصار کو غنی کر دے اور فرمایا کہ اگر لوگ ایک راہ جاوین اور انصار دوسری گھاٹی جاوین تو مین انصار کی گھاٹی چلونگا
و تمام الحدیث فی صحیح مسلم وغیرہ۔ بعض مفسرین نے کہا کہ مہاجرین و انصار کی تالیف مراد ہے اور بعض نے کہا کہ آیت عموم پر اولیٰ ہے۔
کیونکہ آنحضرت صلعم کی بعثت سے پہلے عرب آپس مین عجیب وحشی قوم تھے کہ ایک دوسرے کو کھائے جاتے اور کسی کی جان و مال کی
حرمت نہ تھی یہانتک کہ اسلام سے یہ سب رفع ہوا اور رجان واحد ہوگئے اور یہ امر سوائے معجزہ و شان نبوت کے کہین نشان
نہین دیا جا سکتا ہے بلکہ ناممکن ہے چنانچہ فرمایا۔ لَوْ اَنْفَقْتَ مَا فِی الْاَرْضِ جَمِیْعًا مَّآ اَلَّفْتَ بَیْنَ قُلُوْبِهِمْ ۔ یہ جملہ
مضمون سابق کی تقریر ہے یعنی اُنمین ایسی عداوت و تعصب تھا کہ کسی حال سے اسکا دور ہونا اسباب بشری سے ممکن نہ تھا حتیٰ کہ اگر اس
تالیف کیواسطے تو تمام اس چیز کو جو زمین مین سونے و چاندی و جواہرات وغیرہ سے ہے خرچ کرتا تو کبھی یہ اُلفت تمام نہ ہوتی۔ وَلٰکِنَّ
اللّٰهَ اَلَّفَ بَیْنَهُمْ ۔ ولیکن اللہ تعالیٰ نے اُن کے درمیان تالیف کر دی اپنی عظیم قدرت و بدیع صنعت سے۔ اسمین دلیل
ہے کہ قلوب اللہ تعالیٰ کے قبضۂ قدرت مین ہین جدھر چاہتا ہے انکو پھیرتا ہے۔ اِنَّهٗ عَزِیْزٌ حَکِیْمٌ ۔ اور تعالیٰ عزیز ہے ایسا غالب
کہ کسی کا سر اس کی تسخیر قدرت سے باہر نہین ہو سکتا اور وہ حکیم ہے کہ جو فعل و امر و نہی اس کے جاری ہوتے ہین سب عین حکمت ہین
عن ابن عباس رض ناتے کی قرابت کٹ جاتی ہے اور نعمت کی اُلفت دور ہو جاوے اسطرح آدمی اپنے محسن کے احسان فراموشی
نمک حرامی کر جاوے مگر دلون کی اُلفت جیسی دیکھی نہین گئی۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ لو انفقت ما فی الارض جمیعا ما الفت بین قلوبهم الآیۃ
رواہ الحاکم وغیرہ۔ ابن مسعود رض نے کہا کہ یہ آیت ان لوگون کے حق مین ہے جو اللہ تعالیٰ کے واسطے آپس مین محبت رکھتے ہین۔
اور ایک روایت مین کہا کہ اللہ تعالیٰ کے واسطے محبت رکھنے والون کے حق مین نازل ہوئی۔ رواہ النسائی والحاکم عبدۃ بن ابی لبابہ
نے کہا کہ مجاہد رح نے ملاقات کے وقت مجھ سے مصافحہ کیا اور کہا کہ اللہ تعالیٰ کے واسطے محبت رکھنے والے جب ملتے ہین اور ایک
دوسرے کا ہاتھ پکڑ کر ایک دوسرے کی طرف مسکراتے ہین تو ان کے گناہ ایسے جھڑتے ہین جیسے پت جھاڑ مین درختون کے پتے

بھڑتے ہین۔ تب مین نے کہا کہ یہ تو بہت خفیف کام ہے۔ فرمایا کہ خفیف مت کہو۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ لو انفقت ما فی الارض
جمیعا الآیۃ۔ عبدہ رح کہتے ہین کہ مین پہچان گیا کہ یہ مجھ سے زیادہ فقیہ ہین۔ ایسا ہی ولید بن ابی مغیث و طلحہ بن مصرف نے بھی مجاہد رح
سے اسکے مانند روایت کیا۔ طبرانی رح نے سلمان فارسی سے یہی مضمون کلام حضرت صلعم سے روایت کیا ہے۔ ابن عون نے عمیر بن
اسحاق سے روایت کی کہ ہم لوگ حدیث فقہی سنائے جاتے تھے کہ لوگون سے جو بات سب سے پہلے اٹھالی جائیگی وہ الفت ہوگی۔ واضح ہو
کہ حدیث و آثار سے یہ بات قطعاً ثابت ہوئی کہ آیت کریمہ اپنے معنی عموم پر ان مومنون کے حق مین ہے جن سے اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول
کریم محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی تائید فرمائی۔ اسمین فرقہ رافضیہ کے اعتقاد کا صریح رد ہے کیونکہ خلاف آیت کریمہ کے وہ لوگ صحابہ رضی اللہ
عنہم کے حق مین بد اعتقاد رکھکر گمراہ ہوئے ہین۔ جیسے خارجی گمراہ ہین۔ آیت کریمہ مین تنبیہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی تاثیرات قدرت
مخلوقات مین برخلاف ظاہری اسباب کے جاری ہوتے ہین جن پر نظر ظاہری و عقل جزوی سے اطلاع نہین ہو سکتی اور موثر فقط
اللہ تعالیٰ ہے اور محبت الٰہی عین ایمان ہے و محبت دنیا گمراہی اور مومنین کا نشان یہ ہے کہ ان مین باہم الفت مستحکم ہو جو کسی دنیاوی
خرخشہ سے زائل نہین ہوتی ہے پس اس سے فرقہ نیچر و فلاسفہ وغیرہ کا رد ہو گیا جو یہ اعتقاد رکھتے ہین کہ چیزون مین خود تاثیر ہے اور
خلاف اس تاثیر کے نہین ہو سکتا۔ یہ اعتقاد کفر ہے نعوذ باللہ منہ ف۔ **فی العرائس** قولہ تعالیٰ ہو الذی ایدک بنصرہ و بالمومنین مین
بیان ہے کہ بندہ کو اعتقاد فقط اللہ تعالیٰ کی نصرت پر ہے نہ اسباب و سامان و ہتھیار وغیرہ پر معنی یہ کہ تجھکو نصرت و قوت ازلیہ سے
قوی کیا اور جھگڑالو دشمن قوم کو ایمان کی توفیق دیکر تیری اعانت پر مستحکم کر دیا۔ واسطی رح نے کہا کہ تجھکو اپنی نصرت خاصہ سے
قوی کیا اور مومنین کو تجھ سے قوی کیا پھر بیان فرمایا کہ نصرت بمومنین اسی طور سے فرمائی کہ ان کو اللہ تعالیٰ و اسکے رسول کی محبت پر مستحکم
کر کے باہم للہ فی اللہ محبت مین ان کے دل مجتمع کر دیئے بقولہ تعالیٰ والف بین قلوبہم۔ برخلاف کافرون کے کہ بحکم قولہ وقلوبہم شتیٰ
الآیۃ۔ کے ان کے دل اپنی اپنی تاریکی مین متفرق ہین اور مترجم کہتا ہے کہ ازلی حال کا بیان حدیث مین آیا ہے کہ ارواح جنود
مجندہ ہین جنمین وہان اتفاق ہوا وہ باہم الفت مین ہین اور جنمین وہان اختلاف ہوا وہ یہان نکرت مین ہین لہذا شیخ نے لکھا کہ
ابتدا امر مین ان ارواح کو مشاہدہ و حقیقت کے گھاٹ پر شربت وصال سے سیراب کیا پس مشاہدہ جلیل کے وقت درگاہ
قدیم مین ان سے انجان پن دور ہو کر باہم الفت و محبت صادقہ مستحکم ہو چکی تھی جو کارگاہ امتحان مین بسبب نفس و شیطانی وسوسہ
کے چندے بصورت عداوت رہی پھر نظر نور ایمانی سے اصلی حالت نے عود کیا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا کہ اس تالیف مین
ہرگز کسی مخلوق کے فعل کو یا اپنے کرتب کو دخل نہین ہو سکتا اور نہ ہوا بلکہ یہ محض لطف و رحمت الٰہی تھی کہ اپنے رسول پاک کی متابعت
پر ان کو متفق کر کے نور اسلام سے ان مین یہ خاصیت پیدا کر دی بقولہ لو انفقت ما فی الارض جمیعا ما الفت الخ۔ شکلون و صورتون
مین الفت بطریق تجانس و استیناس ہے کیونکہ وہ اصلی خلقت مین ایک ہی صفت الٰہی سے مخلوق و ظاہر ہوئے ہین بقولہ تعالیٰ
خلقت بیدی اور ارواح مین تجانس و استیناس سے جو الفت ہوئی وہ از راہ فطرت خاصہ ہے جو قولہ و نفخت فیہ من روحی سے مفہوم
ہے اور قلوب مین الفت بمعائنہ صفت خاصہ ہے جو مفہوم از قولہ علیہ السلام القلوب بین اصبعین من اصابع الرحمن الحدیث
ہے اور عقول مین باہمی الفت باصل فطرت ہے چنانچہ کہا گیا کہ عقل ہی سب سے اول جناب باری تعالیٰ نے پیدا فرمائی ہے
بدلیل قولہ علیہ السلام اول ما خلق اللہ العقل مترجم کہتا ہے کہ ثبوت حدیث مین کلام ہے اور بعض محققین علماء رح

نے اوّل مخلوق مین تحقیق بسیط لکھی جسکا حاصل یہ ہی کہ اول سب سے اللہ تعالیٰ نے نور حضرت محمد رسول اللہ صلعم پیدا کیا اور وہ علی الاطلاق جملہ مخلوق سے اوّل ہی پھر اسی نور پاک کے طفیل مین مجردات و مادیات وغیرہ تمام مخلوقات پیدا کی پس مجردات مین سب سے اوّل عقل کو پیدا کیا اور مادیات مین سب سے اول قلم کو پیدا کیا پھر انھین کے انواع و اجناس کو علی الترتیب پیدا کیا فتدبر۔ شیخ نے لکھا کہ اسرار باطنہ مین جو باہم اُلفت تھی وہ بمطالعہ انوار قدس ہی بقولہ الذین یومنون بالغیب چنانچہ کہا گیا کہ اسکی حقیقت یہ ہی کہ انوار غیب کو مشاہدہ کرتے ہین مترجم کہتا ہی کہ حدیث مالک بن حارثہ جو سابق بعض آیات کی تفسیر مین اسی سورہ مین گذر چکی ہی اسپر دلالت کرتی ہی فتذکر۔ پس صورتون و اشباح کا تجانس تو براہ مقامات ہی کہ طاعات و آیات و حصول کرامات مین متوافق ہوتے ہین مترجم کہتا ہے کہ اسی واسطے باہم کثرت عبادت والے و تہجد گزار آپس مین زیادہ مانوس ہوتے ہین اور ارواح کی موافقت اپنے مقامات مشاہدہ و مراقبات مین تجانس کی وجہ سے ہے اور قلوب کی موافقت اس راہ سے کہ صفات کی سیر و مشاہدۂ قدرت مین تجانس ہے پس جسنے قدرت کو مشاہدہ کیا وہ اُس شخص سے مالوف ہوگا جو قدرت مین باقی ہے اور ایسے ہی دیدار جملہ صفات کے مقام کا حال ہے کیونکہ یہ سیر انوار صفات مین ہی اور عقول کی موافقت از راہ ادراک انوار افعال ہے کہ آیات مین فکر و غور کرکے انوار ہدایات و حکمتین حاصل کرتے ہین اور اسرار کی موافقت اس راہ سے کہ مشاہدہ قدم و مطالعہ ابد ہی پس جو سر باطن کسی مشرب معرفت پر وارد ہوا خواہ مقام معرفت پر یا محبت یا شوق یا توحید یا فنا ر یا بقا ر یا سکر یا صحو وغیرہ مین تو وہ ان اسرار سے جو انھین مشارب مین سے کسی مشرب پر اسکے ساتھ متوافق ہوئے ہین مالوف ہوتا ہے پس کیا پاک پروردگار تعالیٰ شانہٗ کی صنعت ہی کہ اپنی رحمت سے ہر جنس کو اسکی جنس سے مالوف کر دیا ہی مترجم کہتا ہی کہ یہ شرح اشارات حکمت ربانیہ نہایت لطیف و دقیق ہے اور شاید فہم نورانی کو اسمین پیچ و تاب ہو کہ جملہ مقامات داخل ایمان ہین حالانکہ اُلفت مختلف اجناس کی ثابت ہوئی تو یون سمجھنا چاہیئے کہ شیخ نے ایتلاف بحسب تجانس بیان کیا اور ایتلاف مطلق مین کلام یہ ہی کہ اللہ تعالیٰ کی راہ مین ادنیٰ کو اعلیٰ سے اللہ تعالیٰ کے واسطے اُلفت ہی اگرچہ ان مین تجانس نہوگا اسی واسطے کہا گیا ہے کہ فرق مراتب شرع مین اصل عظیم ہی جو فرق مراتب نہ کرے وہ زندیق ہے اسی واسطے فقیہ کو اپنے سے اوپر مرتبہ والے افقہ سے بسبب رابطہ فقہ کے محبت و موانست ہی اور عامی کو فقیہ سے اس راہ سے کہ مرتبہ ما فوق ہی الفت ہے اور نفس ایمان کے نور مین تجانس منقطع نہین ہی۔ فافہم۔ شیخ نے لکھا کہ مریدون مین باہم الفت از راہ ارادت ہے اور محبین مین براہ محبت اور مشتاقین مین بشوق و عاشقین مین بعشق اور مستانسین مین بہ اُنس اور عارفین مین بمعرفت اور موحدین مین بتوحید اور مکاشفین مین بکشف اور مشاہدین مین بمشاہدہ اور مخاطبین مین بسماع خطاب خاص اور اہل وجد مین بوجد اور اہل فراست مین بفراست اور اہل عبادت مین بعبادت اور اولیاء مین بولایت اور انبیاء مین بہ نبوت اور رسولون مین برسالت متحقق ہی پس ہر جنس کو اپنی جنس سے اُلفت ہی اور اپنے متصل مقام والے سے ارتباط اُلفت اصلی مستحکم اگرچہ متجانس نہین ہی بعض نے کہا کہ مرسلین کے دلون مین رسالت سے ایتلاف کیا اور انبیاء کے دلون مین نبوت سے اور صدیقین کے دلون مین صدق سے اور شہداء مین مشاہدت سے اور صالحین مین خدمت سے اور عامہ مومنین کے دلون مین ہدایت سے اُلفت دیدی پس مرسلین کو انبیاء پر رحمت قرار دیا اور انبیاء کو صدیقین پر اسی ترتیب سے صالحین کو عامہ مومنین پر رحمت کیا حتی کہ عامہ مومنین کو کافرون کے حق مین رحمت قرار دیا۔ ابو سعید خراز رحمہ اللہ نے کہا کہ اشکال مین اُلفت دی اور اسرار مین دوسرے مقام سے اُلفت

رکھی پس ہر ایک کو اپنے اہل محبت سے ربط و الفت تھا اور آنحضرت صلعم نے حدیث الارواح جنود مجندۃ الی آخرہ سے اسی طرف اشارہ
فرمایا ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ سبحانہ نے اپنے رسول پاک صلعم پر احسان رکھا کہ جو اُس کی مراد ہے اللہ تعالیٰ اُس کے واسطے کافی ہے اور
مومنین کیلئے بھی ہر مراد کو کافی ہے اور بیان کیا کہ آنحضرت صلعم و مومنین اپنے حول و قوت سے بیزار ہو کر اللہ تعالیٰ کے حول و قوت
ہی پر اعتماد کئے ہیں چنانچہ اپنی نصرت و دشمنوں پر فتح و غلبہ کی کفالت کو بیان فرمایا۔ بقولہ تعالیٰ۔

ع ۲

يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ حَسْبُكَ اللّٰهُ وَمَنِ اتَّبَعَكَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ۝ يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ حَرِّضِ
اے نبی کفایت ہے تجکو اللہ اور جتنے تیرے ساتھ ہوئے ہیں مسلمان اے نبی شوق دلا
الْمُؤْمِنِيْنَ عَلَى الْقِتَالِ ۭ اِنْ يَّكُنْ مِّنْكُمْ عِشْرُوْنَ صٰبِرُوْنَ يَغْلِبُوْا مِائَتَيْنِ ۚ وَاِنْ
مسلمانوں کو لڑائی کا اگر ہوں تم میں بیس شخص ثابت غالب ہوں دو سو پر اور اگر
يَّكُنْ مِّنْكُمْ مِّائَةٌ يَّغْلِبُوْٓا اَلْفًا مِّنَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِاَنَّهُمْ قَوْمٌ لَّا يَفْقَهُوْنَ ۝ اَلْـٰٔنَ
ہوں تم میں سو شخص غالب ہوں ہزار کافروں پر اسواسطے کہ وہ لوگ سمجھ نہیں رکھتے اب بوجھ
خَفَّفَ اللّٰهُ عَنْكُمْ وَعَلِمَ اَنَّ فِيْكُمْ ضَعْفًا ۭ فَاِنْ يَّكُنْ مِّنْكُمْ مِّائَةٌ صَابِرَةٌ يَّغْلِبُوْا
ہلکا کیا اللہ نے تم پر اور جانا کہ تم میں سستی ہے سو اگر ہوں تم میں سو شخص ثابت غالب ہوں
مِائَتَيْنِ ۚ وَاِنْ يَّكُنْ مِّنْكُمْ اَلْفٌ يَّغْلِبُوْٓا اَلْفَيْنِ بِاِذْنِ اللّٰهِ ۭ وَاللّٰهُ مَعَ الصّٰبِرِيْنَ ۝
دو سو پر اور اگر ہوں تم میں ہزار شخص غالب ہوں دو ہزار پر اللہ کے حکم سے اور اللہ ساتھ ہے ثابت رہنے والوں کے

يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ حَسْبُكَ اللّٰهُ۔ اے نبی محمد صلعم کافی ہے تجکو اللہ تعالیٰ۔ اگر پوچھا جاوے کہ اوپر بھی کفایت
بیان فرمائی ہے تو جواب یہ ہے کہ اول میں ارادہ مکر کی صورت میں کفایت کا وعدہ فرمایا یعنی وان یریدوا ان یخدعوک فان حسبک اللہ۔
پس یہ کفایت بطور خاص ہے اور یہاں عموماً کفایت کی بشارت ہے یعنی ہر حال میں اللہ تعالیٰ تیرے ہر کام کے سرانجام کیلئے کافی ہے پس کافروں
پر جہاد کے امور میں تجکو کچھ اندیشہ نہ کرنا چاہیئے۔ وَمَنِ اتَّبَعَكَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ۔ واو محتمل ہے کہ نام جلیل پر عطف ہو پس مَن محل
رفع میں ہے اور شیخ جلال رحمہ اللہ نے اسی کو اختیار کیا ہے اور معنی یہ ہیں کہ کافی ہے تجکو اللہ تعالیٰ اور کافی ہیں تجکو مومنین۔ شیخ مہائمی رح
نے اپنی تفسیر تبصیر الرحمٰن میں لکھا کہ معنی یہ ہیں کہ اللہ تعالیٰ تجکو کافی ہے اگرچہ تیرے ساتھ کوئی اور نہ ہو اور اگر تو ظاہری اسباب پر نظر کرے
تو تیری پیروی کرنیوالے مومنین تجھے کافی ہیں۔ ہدی النبوی من اسم اللہ تعالیٰ پر عطف ہونے کو ضعیف قرار دیا اور موضع
کاف ہی پر عطف مقصور کیا کہ معنی اسی وجہ پر مستقیم ہیں۔ وخفاجی رح نے اسمیں مناقشہ کیا اور کہا کہ اسکی کوئی وجہ نہیں ہے کیونکہ فراء و کسائی
نے اسی کو ترجیح دی اور کلام ماقبل و مابعد اسی کا مؤید ہے۔ پوشیدہ نہیں کہ مومنین کا کافی ہونا اس تاویل پر جو شیخ مہائمی نے
ذکر فرمائی ہے کہ نظر باسباب ظاہری تجکو وہ کافی ہیں تو آنحضرت صلعم کی شان نبوت کیساتھ نظر مدد کو مستبعد ہے پس ایسی تاویل کا بعید
ہونا ظاہر ہے و شیخ ابن تیمیہ رح نے کہا کہ جس نے یہ معنی بیان کئے کہ اللہ تعالیٰ و مومنین تجکو کافی ہیں تو اُسنے گمراہی کی بات کہی بلکہ اُسکا یہ
قول از جنس کفر ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ فقط بذات وحدہٗ لاشریک ہر بندہ کیواسطے کافی ہے اور یہ کفایت مخصوص باو تعالیٰ شانہ ہے
وقد قال تعالیٰ الیس اللہ بکافٍ عبدہ۔ اور فرمایا۔ وقالوا حسبنا اللہ ونعم الوکیل۔ مترجم کہتا ہے کہ ومن کا عطف اسم

اللہ تعالیٰ پر قرار دینے کا حال ظاہر ہو چکا۔ معالم مین فرمایا کہ مفسرین نے محل من مین اختلاف کیا پس اکثر مفسرین نے کہا کہ وہ حسبک
کے کاف پر عطف ہونے کی وجہ سے محل جر مین ہے اور معنی یہ کہ حسبک اللہ وحسب من اتبعک الخ یعنی کافی ہی اللہ تعالیٰ تجکو اور
ان مومنون کو جنھون نے تیری اتباع کی ہے۔ ابن ابی حاتم نے شعبی سے روایت کی کہ معنی یہ ہین کہ حسبک حسب من شہد معک شاید
ساتھ موجود ہونے والون سے اہل بدر مراد ہون جیسا کہ مقام نزول مین بیان ہوا کہ بدر مین قتال واقع ہونے سے پہلے مقام بیدار
مین اس کا نزول ہوا۔ بعض نے کہا کہ اسمین مناقشہ ہی اسواسطے کہ بصریین کے نزدیک اسم ظاہر کا ضمیر پر عطف ایسی صورت مین ممتنع ہی
کیونکہ وہ بمنزلہ جزو کلمہ کے ہی پس معطوف علیہ نہین ہو سکتی اور کوفیون نے اس کو جائز قرار دیا ہے۔ فراء رح نے کہا کہ عرب کے کلام
مین بہت نہین کہ حسبک و اخیک۔ کوئی بولے بلکہ حسبک وحسب اخیک۔ با عادہ حرف جار مستعمل ہی پس اگر ومن مجرور ہوتا
تو حسب من اتبعک آتا۔ شیخ ابوالسعود و قاضی بیضاوی رح نے کہا کہ قولہ ومن اتبعک۔ جملہ محل نصب مین بنا برین کہ وہ مفعول معہ ہی لیے کفاک
وکفی اتباعک ناصرا۔ جیسے عربی شاعر کا قول ہی کہ ؎ اذا کانت الہیجاء وانشقت العصا ۔ فحسبک والضحاک عضب مہند ۔ ضحاک بنصب پڑھا
گیا اور اسی کو نحاس رح نے اختیار کیا اور فراء رح نے کہا کہ موضع کاف پر اس کے نصب کی تقدیر کی جائے اور اسی کو ابن عطیہ نے اختیار
کیا۔ اور احسن وجوہ مین سے تفسیر مرویہ از شعبی رح یا قول بیضاوی رح ہے کہ از راہ درستی لفظ و استقامت معنی کے بہتر ہے
واللہ اعلم۔ پھر واضح ہو کہ زہری رح نے کہا کہ یہ آیت انصار کے حق مین نازل ہوئی اور بعض نے کہا کہ مہاجرین و
انصار دونون کے حق مین اتری اور سعید بن جبیر نے کہا کہ جب آنحضرت صلعم پر تینتیس ۳۳ مرد اور چھ عورتین ایمان لانے کے
بعد عمر بن الخطاب کے ایمان سے چالیس کی تعداد پوری ہوئی تب یہ آیت نازل ہوئی۔ قال ابن کثیر رح اس روایت مین نظر
ہے اسلئے کہ یہ آیت مدنیہ ہی اور اسلام لانا عمر رض کا ملک حبش کو ہجرت کرنے کے بعد مدینہ کی ہجرت سے پہلے واقع ہوا واللہ اعلم۔
اور اسی کے مانند جامع البیان مین اعتراض کیا گیا ہے اور خازن و جمل نے لکھا کہ یہ آیت مکیہ سورہ مدنیہ مین بحکم آنحضرت صلعم لکھی گئی
ہے واللہ اعلم۔ حاصل معنی آیت کے یہ ہوئے کہ اے محمد صلعم تیرے لئے اللہ تعالیٰ کافی ہے اور جنھون نے تیری پیروی کی
اُن کے لئے بھی اللہ تعالیٰ کافی ہے اور وے مہاجرین و انصار سب سے پہلے ہین اور اُمید ہے کہ قیامت تک کے مومنین بدرجہ ثانی اس
فضیلت مین شامل ہین پھر اللہ تعالیٰ نے انھین مومنون کو جہاد پر آمادگی کا حکم کیا بقولہ۔ يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ حَرِّضِ الْمُؤْمِنِينَ
عَلَى الْقِتَالِ۔ تحریض کسی کو کسی چیز پر اچھی شوق انگیز باتون وغیرہ سے آمادگی دلانے مین مبالغہ کرنا ماخوذ از حرض ہے جس کے
معنی یہ ہین کہ مرض نے اسکو سکھا کے کانٹا کر دیا اور موت کے کنارے لگا دیا ہو۔ اور یہان گویا اشارہ ہی کہ جس امر کا حکم دیا
جاتا اگر نہ ہوا تو گویا ہلاکت ہی۔ قتال سے جہاد مراد ہے یعنی جہاد پر ان کو تحریض کر دے پھر بشارت فرمائی بقولہ۔ إِن يَكُن مِّنكُمْ
عِشْرُونَ صَابِرُونَ يَغْلِبُوا مِائَتَيْنِ صابرین ہونا یہ کہ اُن مین قوت و شجاعت ہو پس مقاومت کا مدار عدد پر مع رعایت
معنی ہی اور صرف عدد پر بدون رعایت معنی نہ ہو۔ کما تقرر فی موضعہ۔ اور پہلا خطاب آنحضرت صلعم کو تھا اور مومنون کو آپ کی طرف سے
تحریض تھی پس تحریض مین ان کو خطاب کر دیا یعنی اگر اے مومنو تم مین سے دس صابر ہون گے تو دو سو پر غالب آوینگے۔ وَإِن يَكُن
مِّنكُم مِّائَةٌ يَغْلِبُوا أَلْفًا مِّنَ الَّذِينَ كَفَرُوا۔ اور اگر تم مین سے سو ہون گے تو غالب ہون گے ایک ہزار پر ان لوگون
مین سے جنھون نے کفر اختیار کیا ہی۔ ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہی کہ یہ آیت ہمین لوگون اصحاب محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے حق مین

نازل ہوئی ہے۔ رواہ ابن مردویہ۔ ان یکن بیا رتحتیہ اکثر قراء کی قراءت ہے اور تکن بتاء فوقیہ ابن کثیر و نافع و ابن عامر کی قراءت ہے۔ یہاں سوال ہوا کہ آیت میں بشارت ہے کہ مومنوں کی کوئی جماعت ہو خواہ تھوڑی ہو یا بہت ہو وہ اپنے سے دس گونہ کافروں پر ہر حال میں غالب ہوگی حالانکہ جو حالات نظر آتے ہیں وہ اس کے برخلاف ہیں کیونکہ کبھی جماعت نصف و ثلث وغیرہ بھی مغلوب ہو جاتی ہے۔ جواب کئی طرح دیا گیا ایک یہ کہ ظاہر میں جہاں خلاف واقع ہوتا ہے وہاں کسی شرط میں موافقت نہیں ہوتی مثلاً گروہ مومنین جو مغلوب ہوا ایسا نہ ہوگا کہ حرب کے وقت صابر ہوں اور بعض نے لکھا ہے کہ یہ حکم ابتداء اسلام میں تھا پھر منسوخ ہوا اور بشارت باقی رہ گئی۔ وقال المترجم جواب جید لولا المناقشۃ فیما نسخ بہ فافہم۔ دوم یہ کہ جملہ شرطیہ بمعنی خبر نہیں ہے تاکہ سوال مذکور وارد ہو بلکہ شرطیہ سے مراد معنی امر ہیں یعنی تم میں سے بیس ہوں تو دو سو کا مقابلہ کریں اور سو ہوں تو ایک ہزار سے مقابلہ کریں اور صابر و ثابت قدم رہیں یغلبوا سے اشارہ ہے کہ ثابت قدمی کی صورت میں غلبہ انہیں کے لئے ہوگا یعنی وہی غالب ہونگے اور کفار مغلوب ہوں گے۔ بِأَنَّهُمْ قَوْمٌ لَّا يَفْقَهُونَ اس سبب سے کہ کفار ایسی قوم ہیں جن کو فقہ یعنی دین کی سمجھ نہیں ہے۔ قال الخطیب دس گونہ سے قتال کرنے کا حکم مقید بصبر ہونے میں دلیل ہے کہ واجب کرنا اس حکم کا اسی شرط سے ہے کہ بندہ صابر و قادر ہو اور یہ شرط جبھی حاصل ہوتی ہے کہ جب چند باتیں حاصل ہوں۔ ازانجملہ یہ کہ اس کے اعضاء میں قوت و شدت و چالاکی ہو۔ ازانجملہ یہ کہ دل کا قوی دلیر اور جنگجو مرد شجاع ہو بزدل نہ ہو ازانجملہ یہ کہ متحرف القتال یا متحیز الی الفئۃ نہ ہو کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اگلی آیات میں ان دونوں حالتوں کو مستثنیٰ کر دیا ہے پھر جب یہ شرطیں پائی جاویں تب ہر ایک پر جماعت میں سے واجب ہے کہ ثابت قدم رہے اور ایک ہو تو اس پر واجب ہے کہ دس مقابل سے نہ بھاگے اور دس ہوں تو دو سو سے اور سو ہوں تو ہزار سے نہ بھاگیں اور غالب آویں اگر پوچھا جاوے کہ حاصل یہ کہ دس گونہ سے ثابت قدمی اختیار کریں پھر طول عبارت میں کیا حکمت ہے تو جواب یہ ہے کہ طول عبارت موافق واقع کے نازل ہوئی کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم چھوٹے چھوٹے سرایا کو بھیجتے تھے۔ اور غالباً ان کی تعداد دس سے کم نہیں اور دو سو سے زائد نہیں ہوتی تھی لہذا اللہ تعالیٰ نے انہیں دونوں تعداد کو ذکر فرمایا۔ اور نیز جواب دیا گیا کہ ایک مقابلہ دس کے اگرچہ مفید مقصود ہے لیکن صورت واقعہ سے مناسب نہیں کیونکہ کمتر اکیلا مقابل جماعت کفار واقع ہو پس ایسی اعداد سے ذکر فرمانے میں جنہیں باہم مناسبت ہے ایک تو جلد طمانیت ہے اور دوم دلالت ہے کہ مومنوں کی جماعت خواہ چھوٹی ہو خواہ بڑی ہو سب کا ایک ہی حکم ہے کہ ثابت قدم رہیں اور مومنوں کو فتح و غلبہ ملیگا انشاء اللہ تعالیٰ کیونکہ کفار نا سمجھ قوم ہے۔ یعنی کافروں و مشرکوں کا لڑنا کسی مرتبہ الیقین اور طلب ثواب کیلئے نہیں لہذا جب تم سچی نیت سے قتال کرو تو وہ لوگ بخوف جان و مال کے تمہارے مقابلہ میں ثابت قدم نہ رہیں گے کہ مارے نہ ڈالے جاویں۔ واضح ہو کہ بحر وغیرہ میں فصاحت کلام کے بارہ میں لکھا کہ ذرا غور سے نظر کر کے دیکھو کہ اس کلام میں کیا خوب فصاحت ہے چنانچہ اول جملہ شرطیہ میں قید صبر کی بڑھائی اور دوم جملہ شرطیہ نظیر میں یہ قید حذف کر دی اور دوسرے جملہ میں من الذین کفروا سے بیان زیادہ فرمایا اور اول میں سے حذف کیا کہ دس پر دو سو قدم غالب ہونا و قتال صرف کفار کے ساتھ ہے اور یہ غایۃ الفصاحت ہے۔ خفاجی نے کہا کہ صبر چونکہ شدید المطلوبیت ہے تو ہر دو جملہ تخفیف[1] میں اثبات رکھا گیا لیکن دوم سے بسبب دلالت سابقہ کے حذف ہوا پھر آخر میں واللہ مع الصابرین کے خاتمہ سے صبر کی مطلوبیت پر تاکید فرمائی۔ اور ہر دو جملہ تخفیف میں قید کا فر ہونے کی اسواسطے نہیں فرمائی کہ ما قبل اسپر دلیل موجود ہے اور یہ صنعت احتباک ہے اور جملہ تخفیف میں باذن اللہ بڑھایا حالانکہ وہ ہر دو کی قید ہے اور قولہ واللہ مع الصابرین سے انکے واسطے تائید کا اشارہ ہے

[1] جملہ تخفیف سے مراد ... [illegible] ... الآن خفف اللہ عنکم [illegible] ۱۲

اور یہ لوگ خواہ مخواہ فتحمند ہونگے کیونکہ اللہ تعالیٰ جسکی معیت مین ہو وہ مغلوب نہین ہو سکتا اور جملہ اسمیہ دلیل دوام ہے اور دیگر لطائف ابھی باقی ہین جنکے بیان مین وقت و تطویل ہو وسبحان اللہ رب العرش عما یصفون اسکے کلام کی بلاغت و فصاحت معجزہ ہے جسقدر غور کرنے سے ہدایت ہو عجیب عجیب بلاغات لفظی ومعنوی ظاہر ہوتے ہین۔ پھر واضح ہو کہ ابتدا مین بیس صابرین کو بمقابلہ دوسو کے ثبات کا حکم تھا جو آئندہ منسوخ ہوا اور بشارت باقی ہی بعض نے کہا کہ ضعف اسلام کے وقت کثرت صبر و بشارت غلبہ و کثرت ثواب بہت کچھ تھا پھر بوجہ اسکے کہ اہل اسلام کی کثرت ہوگئی تو منسوخ ہوگیا مترجم کہتا ہی کہ سبب تخفیف کا کثرت مذکورہ کیساتھ وہ بھی ہو سکتا ہی جو بطریق عکرمہ از ابن عباسؓ روایت ہی کہ جب قولہ ان یکن منکم عشرون صابرون آخر نازل ہوا تو مسلمانون پر بہت شاق گذرا جبکہ اللہ تعالیٰ نے ان پر یہ فرض کیا کہ دس کے مقابلہ سے ایک آدمی نہ بھاگے پھر تخفیف نازل ہوئی یعنی قولہ الآن خفف اللہ عنکم الخ۔ ابن عباس نے کہا کہ تعداد کی راہ سے اُن کیلئے تخفیف کردی اور جسقدر تخفیف کی اسی قدر صبر مین سے بھی گھٹا دیا رواہ البخاری بنحوہ۔ محمد بن اسحاق نے بطریق عطاءؒ از ابن عباسؓ روایت کی کہ جب یہ آیت اتری تو مسلمانون پر گران گذری اور انھون نے یہ بات بھاری سمجھی کہ بیس آدمی دوسو سے مقاتلہ مین نہ بھاگین اور سو بمقابلہ ہزار کے نہ بھاگین پھر اللہ تعالیٰ نے تخفیف کردی کہ جب دشمن سے دو نصف ہوتے ہون (دو چند یعنی آدھے کے لگ بھگ ہون) تو اپنے دشمن کے مقابلہ سے بھاگنا روا نہین ہی اور جب اُس سے کم ہون تو ثبات واجب نہین بلکہ ہٹ جانا روا ہی۔ وقد رواہ علی بن ابی طلحہ والعوفی عنہ بنحو ذلک۔ اور ایسا ہی مجاہد وحسن وعکرمہ وعطاء خراسانی وابن ابی رباح وضحاک وغیرہ سے مروی ہی اور کلام ابن عباس مین دلالت ہی کہ عرف مین جسقدر کو آدھا کہتے ہین اسقدر ہونے سے فرار نہین روا ہے اگرچہ ٹھیک نصف نہ ہون مثلاً دوسو سے ایک سو نصف ہی اور ننانوے اٹھانوے بھی نصف کے لگ بھگ ہونے سے نصف ہی کے حکم مین ہین بالجملہ دس گونہ کے مقاتلہ کا حکم منسوخ کردیا بقولہ۔ اَلْاٰنَ خَفَّفَ اللّٰهُ عَنْكُمْ اب اللہ تعالیٰ نے تمپر سے تخفیف کردی یعنی ظاہر فرمادیا کہ اگلا حکم صرف اسوقت تک کیلئے تھا آیندہ نہین ہی۔ وَعَلِمَ اَنَّ فِيْكُمْ ضَعْفًا اکثرون کی قراۃ بضم ضاد معجمہ ہی اور حفص و حمزہ وغیرہ کی قرأت بالفتح ہی اور یہ دونون لغت ہین۔ فَاِنْ يَّكُنْ مِّنْكُمْ مِّائَةٌ صَابِرَةٌ يَّغْلِبُوْا مِائَتَيْنِ۔ منہم یعنی کافرون کے دوسو پر۔ وَاِنْ يَّكُنْ مِّنْكُمْ اَلْفٌ يَّغْلِبُوْۤا اَلْفَيْنِ بِاِذْنِ اللّٰهِ۔ لے بارادۂ اللہ تعالیٰ۔ اُسی کی ارادت سے پس دس گونہ سے تخفیف کرکے دوگونہ تک گھٹا گیا۔ وَاللّٰهُ مَعَ الصّٰبِرِيْنَ۔ اور اللہ تعالیٰ ساتھ ہی صبر کرنیوالون کے۔ یعنی اللہ تعالیٰ کی مدد و نصرت صابرون کے ساتھ ہے پھر بھلا کیونکر غالب نہ ہونگے۔ واضح ہو کہ آثار صحابہ رضی اللہ عنہم سے ثابت ہی کہ یہ لوگ کبھی سو بمقابلہ ہزار کے حتی کہ کبھی دس بمقابلہ ہزار کے بھڑ جاتے تھے اور کبھی تنہا ایک آدمی لشکر پر حملہ کرتا اور اُس کو اپنی جان ہلاکت مین ڈالنا نہین خیال کیا جاتا تھا پس آیت کریمہ کے معنی یہ ہین کہ دس آدمی کامل الایمان اگر بمقابلہ دس ہزار کے صبر ثبات اختیار کرین تو روا ہے اور بھاگ جاوین تو بھی روا ہے لیکن اگر اپنے سے دوچند یعنی بیس آدمیون کے مقابلہ سے بھاگین تو اس عذاب کے مستوجب ہون گے جو جہاد سے بھاگنے والے کے حق مین بیان ہے اور طبقہ صحابہ رضی اللہ عنہم اہل قوت کا زمانہ تھا ان کے بعد تابعین و اتباع سے ضعف ہی ہوتا گیا پس قولہ تعالیٰ۔ ان فیکم ضعفا۔ مین قیامت تک کے ایمان والے داخل ہین اور امید ہے کہ جبتک دوچند کفار کے مقابلہ سے نہ بھاگین مستوجب عذاب نہ ہون گے فافہم ف ــــ فی العرائس قولہ یا ایہا النبی حسبک اللہ یعنی مومنون کو ایک دل الفت الاکے جو مین نے تجھ سے احسان کیا اور تیری مدد مین ان کو توفیق دی تو مقام توحید مین تجکو اُن کی طرف التفات نہ کرنا چاہیئے کیونکہ مخلوق کے حق مین تیری معاونت کی توفیق دینا انھین کے حق مین احسان و سعادت ہی اور یقین کرنا چاہیئے کہ فقط تنہا مین بدون کسی مخلوق کے تیری مراد کیلئے کافی ہون تجھے چاہیئے

کہ میری طرف سیر کرنے میں قدم کو حدث سے مفرد رکھو اور کبھی شرک کا لگاؤ مت رکھ۔ یہ حقیقت میں مومنوں کو تعلیم ہے لہذا فرمایا ومن اتبعک من المومنین یعنی میرے سوائے جو کچھ ہے سب میں مومنوں کیلئے کافی ہوں کوئی اُن کے اوپر کچھ موثر نہیں ہوسکتا اگرچہ فرشتہ مقرب یا نبی مرسل کیوں نہ ہو اور توحید حقیقیہ میں روا نہیں ہے کہ میرے سوائے کسی غیر کی طرف نظر ہو اگرچہ وہ غیر میری ہی جہت سے کیوں نہ ہو چنانچہ قولہ تعالیٰ ما علیک من حسابہم من شیٔ۔ میں یہ اشارہ صریح مبین ہے۔ واسطیؒ نے کہا کہ قولہ حسبک اللہ الخ یعنی حسبک باللہ ولیا ناصرًا وحافظًا ومن اتبعک من المومنین فاللہ حسبہم۔ یعنی تجکو اللہ تعالیٰ حفظ ونصرت وغیرہ میں کافی ہے اور جو تیرے متبع مومن ہیں انکو بھی اللہ تعالیٰ کافی ہے مترجم کہتا ہے کہ واسطیؒ نے اشارہ کیا کہ قولہ ومن اتبعک۔ اسم اللہ تعالیٰ پر معطوف نہیں بلکہ مبتدا ہے جسکی خبر بقرینۂ اول کے محذوف ہے اسواسطے کہ اللہ تعالیٰ وحدہ لاشریک کافی ہے اور مومنین کی کفایت آنحضرت صلعم کے حق میں کیونکر ہوسکتی ہے بلکہ مومنوں کے واسطے بھی اللہ تعالیٰ کافی ہے و قد ذم مفصلا پھر اللہ تعالیٰ نے تخفیف فرمائی بقولہ الآن خفف اللہ عنکم۔ جو بندہ کہ مجاہدہ وریاضت سے جناب باری تعالیٰ کی طرف سے انوار کشف سے سرفراز ہوا وہ خفیف القلب وخفیف البدن وخفیف الحال ہوتا ہے وہ انوار مشاہدہ کے ساتھ عبودیت کے بہت بوجھ نہیں اُٹھا سکتا پس اللہ تعالیٰ رحمت کیساتھ اپنے اولیا پر تخفیف فرماتا ہے تاکہ مراقبہ وحضوری سے ان کے دل کی روح بڑھکر ترقی پاوے چنانچہ جب کثرت عبادت سے حضرت سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاے مبارک ورم کر گئے تو رفع مشقت کے واسطے نازل فرمایا قولہ طٰہٰ ما انزلنا علیک القرآن لتشقیٰ۔ حالانکہ ابتدا میں بقولہ یا ایہا المزمل قم اللیل الا قلیلا الآیہ حکم دیا تھا کہ دل شب میں جب لوگ غفلت کی نیند پڑے سوتے ہیں تو عبادت وحضوری میں قیام کر حتیٰ کہ رات میں سے کچھ ہی حصہ کم کیا پھر جب آپ کے صحابہ رضی اللہ عنہم اس مرتبہ کو پہونچ گئے تو ان پر کرم فرماکر حکم دیا کہ الآن خفف اللہ عنکم یعنی جس قوت تکلیف وامتحان سے تم جہاد وعبادات میں قیام کرتے تھے اس قوت تکلیفیہ پر مدار رکھنے سے تخفیف کر دی اور اپنی قوت بے کلفت سے معاونت دیدی کہ کشف مشاہدہ کے بعد قوت مجاہدہ بہت ہی آسان ہے۔ ابن عطاؒ نے کہا جو آسمان میں ہے نہیں ملتا مگر اسی طور سے کہ فقر ومحتاجی وعاجزی کے ساتھ جستجو ہو اور جو زمین میں ہے نہیں ملتا مگر اسی طرح کہ اس کی طرف اضطرار ہو نصرآبادیؒ نے کہا کہ یہ تخفیف فقط اُمت کے واسطے تھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے نہ تھی کیونکہ جو بندہ نبوت کا بوجھ اُٹھانے کو بھاری نہیں سمجھتا تھا وہ اس تخفیف کیواسطے کیونکر مخاطب ہوگا اور رسول صلعم جب یہ فرماتے کہ بک اصول وبک احول میرا کام سب تیرے حول وقوت سے ہے یعنی [illegible] از خود فانی اور بقا حق سے باقی تھے تو اُن پر گرانی متصور نہیں جس میں تخفیف ہوسکے۔ قال المترجم یہ افادہ لطیف ہے پھر جب بدر کی لڑائی میں کفار قید ہو کر آئے اور مشورت کے بعد اُنسے فدیہ لیا گیا تو نازل ہوا۔

مَا كَانَ لِنَبِيٍّ اَنْ يَّكُوْنَ لَهٗۤ اَسْرٰى حَتّٰى يُثْخِنَ فِى الْاَرْضِؕ تُرِيْدُوْنَ عَرَضَ الدُّنْيَاۖ وَاللّٰهُ

کیا چاہیے نبی کو کہ اس کے ہاں قیدی آویں جب تک نہ خون کرے ملک میں تم چاہتے ہو جنس دنیا کی اور اللہ

يُرِيْدُ الْاٰخِرَةَؕ وَاللّٰهُ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ۝ لَوْلَا كِتٰبٌ مِّنَ اللّٰهِ سَبَقَ لَمَسَّكُمْ فِيْمَاۤ اَخَذْتُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ۝

چاہتا ہے آخرت اور اللہ زور آور ہے حکمت والا اگر نہ ہوتی ایک بات کہ لکھ چکا اللہ آگے سے تو تم کو آپڑتا اس لینے میں بڑا عذاب۔

فَكُلُوْا مِمَّا غَنِمْتُمْ حَلٰلًا طَيِّبًا ۖ وَّاتَّقُوا اللّٰهَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ۝

سو کھاؤ جو غنیمت لاؤ حلال ستھری اور ڈرتے رہو اللہ سے اللہ ہے بخشنے والا مہربان

مَا كَانَ لے مانع وما استقام لِنَبِيٍّ نہیں ٹھیک ہے کسی نبی کیلئے۔ اَنْ يَّكُوْنَ بیاء تحتیہ اکثر کی قراءۃ اور بتاء فوقیہ ابو عمرو کی قراءۃ ہے لَهٗۤ اَسْرٰى جمع اسیر یعنی گرفتار وقیدی۔ یہ اسم تکون بالتاء الفوقیہ ہے اور بیاء تحتیہ کا بھی اسم ہے بوجہ اس کے کہ تانیث حقیقی نہیں اور خبر

درمیان مین فاصل بھی ہو اور شاید قراۃ مین للنبی ہو یعنی محمد صلعم یعنی نبی کو ٹھیک نہین کہ اس کے پاس قیدی کفار ہون ۔ حَتّٰى يُثْخِنَ
فِي الْاَرْضِ یہان تک کہ زمین مین اثخان کرے یعنی کثرت سے قتل کرے اور اسمین مبالغہ کرے تاکہ کفر ذلیل و اسکے لوگ کم ہون اور اسلام
قوی و اسکے لوگ غالب ہو جاوین ۔ ثخانہ بمعنی غلظت و کثافت ہو اور اثخنہ للرض ۔ فلان کو مرض نے اثخان کیا یعنی بہت ہی گرا دیا ۔ و اثخن فلان فی الامر
یعنی اُسنے اس کام مین مبالغہ کیا ۔ پھر اثخان گہرے گھاو سے قتل مین اور بمبالغہ قتل کرنے مین مستعمل ہوا ۔ حاصل اس حکم کا یہ ہو کہ جہاد مین کافرون
کو قتل کر ڈالنا ثواب ہو نہ فدیہ لینے کی نیت سے قید کرنا اور مجاہد رح نے کہا کہ اللہ تعالی نے اس آیت مین آگاہ فرمایا کہ بدر کے روز مشرکون
کو قتل کر ڈالنا بہ نسبت اُنکے قید کرکے فدیہ لیکر چھوڑنے کے اولی تھا پھر جب مسلمانون کا غلبہ و کثرت ہوئی تو قولہ فاما منا بعد و اما فداءً ۔ سے رخصت
دیدی کہ چاہین یون ہی بطریق احسان کے یا فدیہ لیکر چھوڑ دین جیسا کہ سورۂ قتال مین انشاء اللہ تعالی آویگا ۔ قال الجلال ع یہان کی آیت منسوخ
ہے بقولہ فاما منا بعد و اما فداء الآیۃ سے یہی امام شافعی و احمد رح نے اختیار کیا ہو کہ جب کوئی حربی کافر قید ہو تو امام المسلمین کو اختیار ہو چاہو اسکو قتل
کرے اور چاہے احسان کرکے چھوڑے اور چاہے فدیہ لیوے اور چاہے رقیق بنالے اور یہی ابن عمر رض سے مروی ہو اور امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ نے کہا
کہ امام المسلمین پر تعین ہو کہ اسکو یا قتل کرے یا رقیق بنائے اور آیۃ سورۃ القتال یعنی فاما منا بعد الخ خود منسوخ ہو بقولہ فاقتلوا المشرکین حیث
وجدتموہم ۔ کیونکہ سورۂ براءۃ سب سے آخر نازل ہوئی جیسا کہ ابتدا سورۂ براءۃ مین صحیحین کی حدیث عثمان رضی اللہ عنہ سے ظاہر ہو اور یہی ابن عباس رض
کا قول ہو امام رازی نے کہا کہ جس آیت کی تفسیر بیان ہو رہی ہو یہ قول فاما منا بعد الآیۃ سے منسوخ نہین ہو بلکہ مفہوم ان دونون آیات کا
متوافق ہو اسلئے کہ دونون اس امر پر دلالت کرتی ہین کہ پہلے اثخان ہو جانا ضروری ہو پھر اسکے بعد احسان یا فدیہ کا اختیار ہو اسکی توضیح
مین بعض علماء نے کہا کہ یہان جو احسان و فدیہ سے ممانعت ہو اسکی انتہا اثخان تک ہو کما قال حتی یثخن فی الارض ۔ اور مقصود اثخان سے اسکا لازم
یعنی ظہور قوت و شوکت اسلام ہو پس حاصل حکم اس آیت کا یہ ہوا کہ کسی نبی کو روا نہین ہو کہ قوت و شوکت اسلام ظاہر ہونے سے پہلے فدیہ لیکر چھوڑے
پھر رہا یہ بیان کہ بعد ظہور قوت و شوکت اسلام کے کیا کرے تو اسکو آیۃ سورۂ قتال مین بیان فرمایا بقولہ فاما منا بعد و اما فداءً ۔ یعنی بعد اثخان کے جبکہ کفر
و فساد ذلیل ہو جاوے تو کافر قیدی کو چاہے احسان کرکے چھوڑ دو چاہے فدیہ لیکر رہا کر دو مترجم کہتا ہے کہ یہ قول جید ہو واللہ اعلم ۔ واقعہ سبب نزول
آیت حضرت عبد اللہ بن مسعود رض و ایک جماعت سلف سے مختصر و مطول یون مذکور ہو کہ بدر کی لڑائی ختم ہونے پر آنحضرت صلعم نے صحابہ رضی اللہ عنہم سے
مشورہ لیا کہ قیدیون کے بارے مین کیا کہتے ہو تو ابو بکر رض نے کھڑے ہو کر عرض کیا کہ یا رسول اللہ یہ آپ کی قوم کے لوگ ہین اُن کو باقی رکھیے اور
توبہ کرائیے شاید اللہ تعالی ان کی توبہ قبول فرماوے اور عمر رض نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ انھون نے آپ کو جھٹلایا اور مکہ سے نکالا آپ اجازت
دین کہ مین اُنکی گردنین ماردون ۔ عبد اللہ بن رواحہ نے کہا کہ یا رسول اللہ یہ لوگ اس لائق ہین کہ جنگل مین بہت لکڑیان مین جمع کرکے اس مین ان کو
جلا دیا جائے پس آنحضرت صلعم خاموش رہے اور اندر چلے گئے اور لوگون نے اختلاف کیا بعض نے کہا کہ ہم ابو بکر کا قول لین گے اور بعض نے عمر رض کا اور بعض
نے عبد اللہ بن رواحہ کا قول پسند کیا پھر آنحضرت صلعم باہر آئے اور کہا کہ اللہ تعالی بعضے دلون کو نرم کرتا ہو یہانتک کہ دودھ سے زیادہ نرم ہوتے
ہین اور بعض دلون کو سخت کرتا ہو کہ پتھر سے زیادہ کرخت ہوتے ہین اے ابو بکر تیری مثل مانند ابراہیم علیہ السلام کے ہو کہ کہا فمن تبعنی فانہ منی و من
عصانی فانک غفور رحیم ۔ اے ابو بکر رض تیری مثال مانند عیسی ع کے ہو کہ کہا ان تعذبہم فانہم عبادک و ان تغفر لہم فانک انت العزیز الحکیم ۔ تیری مثال
اے عمر رض مانند موسی ع کے ہو کہ کہا ربنا اطمس علی اموالہم واشدد علی قلوبہم فلا یومنوا حتی یروا العذاب الالیم ۔ اے عمر رض تیری مثل مانند نوح کے ہے کہ کہا رب
لاتذر علی الارض من الکافرین دیارا ۔ تم لوگ اسوقت مین مفلس ہو پس ان قیدیون مین سے کوئی رہا نہ ہوگا یہان تک کہ اپنا فدیہ دیوے یا اس کی گردن

ماری جائے۔ ابن مسعودؓ کہتے ہین کہ مین نے زبان بڑا کر کہا کہ یا رسول اللہ سوائے سہیل بن بیضا کے کہ وہ اسلام کا ذکر کرتا تھا۔ آنحضرت صلعم خاموش ہوگئے
اور مجھے اس روز ایسا خوف ہوا کہ کہین مجھ پر آسمان سے پتھر نہ برسین اسی خوف مین تھا کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ سوائے سہیل بن بیضا کے۔ بالجملہ ان قیدیون
سے فدیہ لیکر چھوڑ دیا کہ آئندہ اہل اسلام سے نہ لڑین۔ اور ابن عمرؓ سے روایت ہو کہ جب کفار بدر کے قیدیون مین عباس بن عبدالمطلب قید ہوکر آئے تو
انصار نے عباس کو وعید کی کہ تجھکو قتل کرینگے اور یہ خبر آنحضرت صلعم کو پہونچی تو آپنے فرمایا کہ مین اس رات کو بسبب اپنے چچا عباس کے نہین سویا اور انصار کا
قصد ہو کہ عباس کو قتل کر ڈالین تو عمرؓ نے کہا کہ مین عباس کو لے آؤن آپنے فرمایا کہ اچھا پس عمرؓ روانہ ہوکر انصار پاس آئے اور کہا کہ عباس کو
چھوڑ دو انھون نے کہا کہ ہرگز نہین کیون چھوڑین۔ عمرؓ نے کہا کہ اگرچہ اسمین آنحضرت صلعم کی خوشی ہو تو انصار نے کہا کہ اگر ایسا ہو تو لیجاؤ پس عمرؓ نے عباس کو
لیکر کہا کہ اے عباس تم مسلمان ہو جاؤ قسم ہو ذات پاک وحدہ لاشریک کی کہ تمھارا اسلام لانا مجھے اپنے باپ خطاب کے اسلام سے زیادہ محبوب ہے کیونکہ مین نے
دیکھا کہ آنحضرت صلعم کو تمھارا مسلمان ہونا بھلا معلوم ہوتا ہو الی آخر ما قال۔ اور علیؓ سے روایت ہو کہ بدر کے روز حضرت جبرئیل اترے اور کہا کہ
یا رسول اللہ قیدیون کے بارہ مین اپنے اصحاب سے مشورہ لیجئے وہ چاہین تو قتل کرین اور چاہین فدیہ لین اس شرط پر کہ سال آیندہ مین ان مین سے اسی قدر شہید
ہونگے۔ صحابہ راضی ہوئے کہ فدیہ لیوین اور سال آئندہ مین شہید ہون۔ رواہ الترمذی والنسائی وابن حبان و ہو حدیث غریب جداً۔ اور قوی تر بات یہ ہی
کہ آنحضرت صلعم نے بطریق اجتہاد کے مشورہ لیکر بعد استقرار رائے کے فدیہ لیکر چھوڑ دیا پس ابن مسعودؓ وغیرہ کی روایت مین ہو کہ جب یہ کام ہو لیا
ہوا تو اللہ تعالیٰ نے نازل فرمایا۔ ماکان لنبی ان یکون لہ اسری حتی یثخن فی الارض الی آخر الآیۃ۔ اور دوسری روایت مین ہو کہ پھر دوسرے روز عمر رضی اللہ
عنہ آنحضرت صلعم کی خدمت مین گئے تو دیکھا کہ آپ اور ابوبکرؓ روتے ہین عرض کیا کہ یا رسول اللہ آپ اور یہ کیون روتے ہین مجھے بھی آگاہ فرمایئے تو
آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ مین تیرے ساتھیون کے لئے روتا ہون کہ انھون نے فدیہ لینا اختیار کر لیا اور اب مجھ پر ان کے حق مین مواخذہ اس
درخت سے بھی زیادہ نزدیک پیش کیا گیا ہو یعنی سال آیندہ مین اس فدیہ کے عوض مبتلا ہوکر شہید ہون گے اور عذاب پیش کئے جانے سے آپکی مراد
نزول اس آیت کریمہ کا ہو اور یہ مراد نہین کہ عذاب نازل ہو گا بلکہ مقصود یہ ہے کہ ایسا فعل واقع ہوا جس سے عذاب بہت قریب ہی اگرچہ
اللہ تعالیٰ کی مغفرت و رحمت سے بسبب تقدیر سابق کے عذاب نازل ہوگا۔ فافہم پس آیت مین آنحضرت صلعم کو تو لطیف عتاب آمیز یہ خطاب
فرمایا کہ کسی نبی کو ٹھیک نہین کہ قبل اثخان کے یعنی کفر و اہل کفر کے ذلیل و مغلوب ہو جانے اور اہل اسلام کے غالب و قوی ہو جانے کے
فدیہ لیکر کافر قیدیون کو رہا کرے پھر مومنون کو عتاب فرمایا۔ تُرِيدُونَ عَرَضَ الدُّنْيَا۔ اے مومنو تم اسباب دنیا کو یعنی اسکی حقیر
متاع کو چاہتے ہو چنانچہ تم نے کافرون کا فدیہ لیلیا۔ وَاللّٰهُ يُرِيدُ الْآخِرَةَ۔ اور اللہ تعالیٰ آخرت کو چاہتا ہے یعنی تمھارے
لئے ثواب آخرت کو پسندیدہ فرماتا ہے پس تم کو چاہیئے تھا کہ فدیہ لینے سے باز رہتے اور ان کو قتل کر کے ثواب آخرت لینے پر اکتفا کرتے
وَاللّٰهُ عَزِيزٌ حَكِيمٌ۔ اور اللہ تعالیٰ عزیز غالب ہے وہ جو چاہے سو کرے حکمت والا ہے۔ واضح ہو کہ آیت مین یہ
مطلب نہین کہ اللہ تعالیٰ نے تمھارے لئے آخرت کو چاہا تھا اگر وہ نہوا کیونکہ جو اللہ تعالیٰ چاہے وہی ہوتا ہے بلکہ معنی اس کے
فقط یہ ہین کہ اللہ تعالیٰ نے مومنون کے لئے آخرت کو پسند کر دیا ہے اور چونکہ یہان مومنون نے ثواب آخرت لینے مین چوک
اٹھائی اور چاہا کہ فدیہ لیوین اور سال آیندہ مین شہادت پاوین تو گویا نہ عتاب فرمایا۔ اور یہ خطا اجتہادی تھی کیونکہ پہلے ان پر
یہ حکم نہین آیا تھا کہ قتل ہی کرو فدیہ مت لو۔ بیضاوی رحمہ اللہ نے لکھا کہ اس آیت مین دلیل ہے کہ انبیاء بھی اجتہاد کرتے ہین اور
کبھی اجتہاد مین چوک جاتے ہین لیکن ان کو وحی سے مطلع کر دیا جاتا ہے اور واضح رہے کہ اجتہاد کرنا انبیاء کا مختلف فیہ ہے

اور اس آیت سے اسپر دلیل تمام نہین ہے۔ اس آیت سے استنباط ہو سکتا ہے کہ امتحان مین پڑنے کے واسطے دلیری کرنا نہین
چاہیے جیسے بعض صحابہؓ نے آیندہ سال مین شہادت قبول کر کے فدیہ لیلیا۔ اور حدیث لاتتمنوا لقاء العدو واسئلوا اللہ العافیۃ الخ سے
یہ امر مستنبط ہے۔ بالجملہ اللہ تعالےٰ نے عتاب کیا کہ تمھارے واسطے آخرت کا ثواب پسندیدہ ہے تم نے دنیا کیون اختیار کی۔ لَوْلَا كِتٰبٌ
مِّنَ اللّٰهِ سَبَقَ۔ اگر اللہ تعالیٰ کی طرف سے پہلے لکھنا نہ ہو چکا ہوتا تو۔ لَمَسَّكُمْ فِيْمَآ اَخَذْتُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ
البتہ تم پر نازل ہوتا بسبب اس چیز کے جو تم نے لیا ہے عذاب عظیم۔ یعنی اللہ تعالیٰ نے پہلے لکھ دیا تھا کہ مواخذہ نہ ہوگا ورنہ تم نے
جو کافرون سے قبل اثخان کے فدیہ لیکر ان کو چھوڑا اسمین تم پر عذاب عظیم نازل ہوتا۔ آیت مین یہ بیان نہین کہ پہلے اللہ تعالیٰ نے
کیا لکھ دیا اور مفسرین کے یہان چند اقوال ہین۔ اول آنکہ لوح محفوظ مین یہ سابق ہو چکا کہ جو بندہ مومن اجتہاد مین خطا کرے اسپر
عقاب نہوگا۔ دوم یہ کہ جس قوم پر صریح ممانعت سے آگاہی نہوئی ہو اسپر عذاب نہوگا۔ سوم یہ کہ اہل بدر جو فعل کرین بخشے جاوینگے
اُن پر عذاب نہوگا۔ چہارم یہ کہ اس اُمت پر مال فدیہ حلال ہوگا۔ واضح ہے کہ آیت مین وعید عذاب نہین بلکہ فقط تنبیہ ہے اور اظہار اس امر کا کہ
تم نے دنیا کی طرف کچھ میل کیا اور اس سے بہتر ثواب آخرت تھا اور اعلام کیا کہ اللہ تعالیٰ نے کمال رحمت سے لکھ دیا ہے کہ ایسی صورت
مین عقاب نہوگا۔ روایت ہے کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ اگر عذاب نازل ہوتا تو سوائے عمرؓ اور سعد بن معاذؓ کے کوئی اس سے نجات
نہ پاتا۔ روایت ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو صحابہ رضی اللہ عنہم نے اموال غنیمت و فدیہ سے ہاتھ کھینچا اور اسکو لینے سے
احتراز کیا پس نازل ہوا۔ فَكُلُوْا مِمَّا غَنِمْتُمْ حَلٰلًا طَيِّبًا۔ اے ابحت لکم فکلوا۔ مین نے تم کو حلال کر دیا پس کھاؤ جو
تم نے غنیمت مین حاصل کیا ہے اکل حلال طیب۔ یا درحالیکہ وہ تمھارے واسطے حلال کیا ہوا طیب ہے۔ پس اول مین تو حلالاً صفت
مفعول مطلق ہے اے اکلاً حلالاً۔ اور دوم مین حال از مال غنیمت ہے اور طیباً سے تاکید ہے جسکا فائدہ یہ ہے کہ معاتبت کیوجہ سے انکے دلون مین
اس مال کی طرف سے وسواس آگیا تھا اسکو دور کر دیا۔ وَاتَّقُوا اللّٰهَ اور تقوی رکھو اللہ تعالیٰ سے کہ اُسکی مخالفت نکرو اور دنیا کی
طرف میل نکرو۔ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ۔ اللہ تعالیٰ غفور ہے چنانچہ جو گناہ تم سے ہوا اسکو معاف کیا اگرچہ صغیرہ
تھا اور اسپر یہ رحمت زیادہ ہے کہ غنائم تم کو حلال کر دین اگرچہ اگلی اُمتون مین سے کسی کے لئے حلال نہ تھین اور یہ امر اس اُمت کی
خصوصیات سے ہے چنانچہ سابق مین اس کا بیان گذر چکا ہے۔ ف۔ فی العرائس قولہ تریدون عرض الدنیا واللہ یرید الآخرۃ۔ اللہ تعالیٰ نے اسمین
نفس امارہ کی شرارت سے ہوشیار فرمایا کہ اسکی حیلہ گری سے یہ بھی ہے کہ کبھی آدمی کو طاعات کے بہانہ سے دنیا کی طرف جو اس کی عین خواہش ہے مائل
کرتی ہے اور یہ نفس کا میلان ہے نہ قالب کا اور آیت کریمہ مین خطرات کا بیان ہے اور تریدون سے جبلت اور جمی ہوئی بات کا بیان
نہین ہے کیونکہ قطعاً اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے صحابہ رضی اللہ عنہم مین یہ بات نہ تھی کہ دنیا کی خواہش اُن مین ہو اور لقاء آخرت نہ
چاہتے ہون بلکہ مراد یہ ہے کہ تمھارے نفس نے تم کو یہ خطرہ دلا دیا کہ تم سال آیندہ مین شہادت لینا اور اب یہ مال فدیہ لے لو حالانکہ تم اس سے
متنبہ نہوئے اور امتحان مین گھس پڑے اور دنیا کی طرف رغبت ہو گئی جو نفس کی عین خوشی ہے پس اللہ تعالیٰ نے اس کلام پاک سے اُنکے
خطرات شہوات کو پاک کیا کہ نفس امارہ کے فریب سے بچے رہین چنانچہ واتقوا اللہ۔ سے صریح تنبیہ کر دی کیونکہ صریح حکم سے یہان کوئی مخالفت
نہین پائی گئی اور نہ کوئی فعل حرام تھا بلکہ خلاف اولیٰ اور صغیرہ گناہ کہنا چاہیئے ہے پس مقصود یہ کہ خدمت و طاعت مین خطرات نفس سے
تقوی رکھین تو یہ نہین دیکھیتا کہ آنحضرت صلعم کو باوجود جلالت قدر کے دنیا کی طرف نظر ڈالنے سے تحذیر فرمائی بقولہ ولاتعد عیناک عنہم

تریدون عرض الدنیا ...... تریدزینۃ الحیوۃ الدنیا۔ اور بقولہ لاتمدن عینیک الی ما متعنا بہ الآیۃ۔ وحاصل یہ کہ تم لوگ مجاہدہ مین نفس کے خاطر سے رفاہیت چاہتے ہو اور اللہ تعالیٰ کے نزدیک پسندیدہ یہ ہو کہ تم کو کشف مشاہدہ و وصول بمقام آخرت و قرب ہو۔ جعفرؒ نے کہا کہ قولہ واللہ یرید الآخرۃ بجوبات تمھارے لئے اللہ تعالیٰ کو پسند ہے وہ تمھارے نفوس کی خواہش سے بہتر ہے۔ قولہ فکلوا مما غنمتم حلالا طیبا۔ آیۃ مین اشارت سے ثابت ہو کہ جو مال کہ جہاد وغیرہ حلال کمائی سے حاصل ہو اس سے غذا آدمی کو مورث برکات ہو کیونکہ لقمہ حلال مین نظر لطف سے انوار ہین جن سے صدیقین کے بدن اور مقربین کے دل اور محبین کی ارواح کو تقویت ہوتی ہو اور جو آیۃ مین گوندھا ہوا ہو وہی اس سے پیدا ہوتا ہو یعنی لطف باری تعالیٰ اور اس سے قلب کو وسواس سے طہارت و خبث شیطان سے پاکی حاصل ہوتی ہے جعفرؒ نے کہا کہ حلال کھانا اسوقت پورا حلال ہو کہ اسکی غذا مین اللہ تعالیٰ کی نافرمانی نہ کرے اور طیب اسوقت ہو کہ اللہ تعالیٰ کی یاد سے فراموش نہ ہو۔ بعض نے کہا کہ حلال وہ ہے کہ پاک کمائی جو تو نے بقدر ضرورت لی ہو اور طیب وہ ہو کہ باوجود فقر و فاقہ کے اپنے نفس کی بہ نسبت دوسرے مسلمان کو دینا زیادہ پسند کیا ہو اگرچہ خود بھی آیۃ مین سے کھایا ہو۔ بعض نے کہا کہ حلال وہ ہو جو بدون سبب کے تجھ پر ظاہر ہوا ہو اور طیب وہ ہے جو مسبب الاسباب کی طرف سے تجھے عطا ہوا ہو۔ اور مین نے کسی شیخ کا یہ قول نہین پایا کہ حلال وہ ہے جو حالت مجاہدہ مین کھاوے اور طیب وہ ہو جو حالت مشاہدہ مین کھاوے۔ حلال وہ ہو کہ دل مین اس سے دغدغہ نہ ہو اور طیب وہ ہو کہ قلب کو راحت دے۔ حدیث مین ہو کہ جس سے دل مین شک ہو اُسکو چھوڑ کر ایسے رزق کو لے جس سے شک نہ ہو اگرچہ فتوی دینے والے تجھے فتوی دیتے رہین۔ اور حدیث مین ہو کہ حلال کھلا ہوا ہو اور حرام کھلا ہوا ہو اور ان کے درمیان مین شبہ کی چیزین مین تو جو کوئی شبہ سے بچگیا وہ اپنے دین کو بچا لیگیا۔ مترجم کہتا ہے کہ فتاوی فقہیہ مین لکھا ہے کہ جو لوگ خانقاہون مین بیٹھے لوگون کے اموال سے کھاتے اور کمائی کرنے سے باز رہتے ہین وہ شہر بدر کرنے کے قابل ہین اور نیز مشائخ علماء کے اقوال لکھے ہین کہ اسوقت مین حلال گویا عنقا ہی لہٰذا صریح حرام سے پرہیز کرنے پر کمر مضبوط باندھے اور مسلمانون کے تاجرون و پیشہ ورون کو لازم ہے کہ خرید و فروخت کے مسائل بخوبی سیکھلین تاکہ بیوع فاسدہ وغیرہ سے احتراز حاصل ہو و تمام البسط فی الفتاوی الہندیہ۔ حدیث مین ہو کہ گناہ وہ ہو جو تیرے دل مین خلش کرے اور تجھے یہ امر مکروہ معلوم ہو کہ لوگ اس سے مطلع ہون۔ استادؒ نے کہا کہ جس کے کمانے کی اجازت ہو وہ حلال ہو اور حلال طیب وہ کہ جس کو تو جانے کہ بدون میرے استحقاق کے اللہ تعالیٰ کی طرف سے فضل ہوا ہے۔ فافہم۔ واضح ہو کہ بعد مشورت کے قیدیون سے فدیہ لیکر عہد و پیمان کے ساتھ ان کو رہا کیا گیا اور بعض قیدی باکراہ لڑنے آئے تھے انپر یہ گران گزرا تو استمالت فرمائی۔ بقولہ۔

يَآ أَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِّمَنْ فِيٓ أَيْدِيكُمْ مِّنَ الْأَسْرَىٰٓ إِنْ يَّعْلَمِ اللَّهُ فِي قُلُوبِكُمْ خَيْرًا يُّؤْتِكُمْ

اے نبی کہہ دے اُنکو جو تمھارے ہاتھ مین ہین قیدی اگر جانے گا اللہ تمھارے دل مین کچھ نیکی تو دیگا تم کو

خَيْرًا مِّمَّآ أُخِذَ مِنْكُمْ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ۗ وَاللَّهُ غَفُورٌ رَّحِيمٌ ۝ وَإِنْ يُّرِيدُوا خِيَانَتَكَ فَقَدْ

بہتر اس سے جو تم سے چھن گیا اور تم کو بخشے گا اور اللہ ہے بخشنے والا مہربان اور اگر چاہین گے تجھ سے دغا کرنی سو

خَانُوا اللَّهَ مِنْ قَبْلُ فَأَمْكَنَ مِنْهُمْ ۗ وَاللَّهُ عَلِيمٌ حَكِيمٌ ۝

دغا کر چکے ہین پہلے اللہ سے پھر اس نے پکڑوا دیئے اور اللہ سب جانتا ہے حکمت والا

يَآ أَيُّهَا النَّبِيُّ۔ اے محمد صلعم قُلْ لِّمَنْ فِيٓ أَيْدِيكُمْ مِّنَ الْأَسْرَىٰ۔ کہدے اُن لوگون سے جو تمھارے قبضہ مین ہین قیدی لوگ ابوعمروؒ کی قرأۃ مین من الاساری ہو وہ بھی جمع اسیر ہو ماخوذ از اسر بمعنی قد کیونکہ قید سے وہ قیدی کو باندھتے تھے پھر ہر گرفتار کو اسیر

کہنے لگے اگرچہ قدرے بندھا ہوا ہوں اور ابن العلاء نے کہا کہ پکڑے جانے کے وقت بندھے ہوئے ہوں تو اُساری کہلاتے ہیں اور نہ ہوں
تو اسری کہلاتے ہیں اور شاید یہ بیان اصل لغت کا ہے اور استعمال میں ہر ایک کو دوسرے کے مقام پر بولتے ہیں چنانچہ یہاں بدر کے قیدیوں
سے کہنے کا حکم ہے حالانکہ فدیہ لیکر وہ کھول دیئے گئے تھے اور مقولہ یہ ہے کہ۔ اِنْ يَّعْلَمِ اللّٰهُ فِيْ قُلُوْبِكُمْ خَيْرًا۔ اگر اللہ تعالیٰ
کے علم میں ہوگی تمہارے دلوں میں خیر یعنی اگر تمہارے دلوں میں ایمان و اخلاص معلوم ہو گا تو يُؤْتِكُمْ خَيْرًا مِّمَّآ اُخِذَ مِنْكُمْ۔
عطا کریگا اللہ تعالیٰ تم کو بہتر اس چیز سے جو تم سے فدیہ میں لی گئی۔ بایں طور کہ دنیا میں اس سے کئی گونہ زائد تمکو دیگا اور ثواب آخرت اس سے بھی
بڑھکر تم کو ملیگا اور سب سے اعلیٰ یہ کہ وَيَغْفِرْ لَكُمْ اور تمہاری مغفرت فرما دیگا کہ قبل ایمان و اخلاص کے جو تم نے ایذاء و جدال و قتال و فسق
و فجور کیا وہ معاف کریگا۔ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ اور حال یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ غفور رحیم ہے اسکی مغفرت جسکو مل جاوے تو اس سے بڑھکر
کون نعمت ہے اور اُسکی رحمت کا کون پا پاوے اور معنی قولہ ان یعلم اللہ کے یہ ہیں کہ جملہ قیدیوں کے دلوں کا حال اور جو کچھ آئندہ اُن سے ظاہر
ہو گا سب اللہ تعالیٰ کو قطعاً معلوم تھا چنانچہ آخر آیہ یعنی واللہ علیم حکیم سے اسکا استدراک کر دیا اور یہاں بطور شرط و صیغہ شک کے بغرض تعمیم ارشاد
کیا کیونکہ سب قیدی ایک حال پر نہ تھے بعضوں نے تو سچے دل سے اقرار کیا تھا کہ ہم اب اسلام کے مقابلہ میں قتال نکرینگے اور اپنی قوم کو اسلام کی نصیحت
کرینگے اور بعضوں نے مکر و خیانت سے کہا تھا پس اسکو شرطیہ بیان کر دیا کہ اگر ایسا ہو گا تو اس کا بدلا یہ ملیگا اور علم سے معلوم مراد ہے یعنی وہ امر جس سے
علم متعلق ہوا اور اس سے عذاب و ثواب منوط ہوتا ہے حاصل آنکہ قیدیوں سے جنکو فدیہ لیکر چھوڑنا منظور ہے یہ کہدے کہ اگر تم سے ایسی بات ظاہر ہوئی جو
خیر ہے یعنی ایمان و سچائی و اخلاص تو اللہ تعالیٰ تمکو اس مال فدیہ کے عوض میں اس سے بہتر دیدیگا و تمہارے گناہوں کی مغفرت فرما دیگا۔ وَاِنْ
يُّرِيْدُوْا خِيَانَتَكَ اور اگر ان قیدیوں نے تیرے ساتھ خیانت کرنا چاہی یعنی زبانی قول سے اپنے اور بیخواہی وغیرہ کا عہد و پیمان
دیا اور دل میں غدر و خیانت چھپائی ہے اور تجکو دھوکا دینا چاہتے ہیں تو تجکو اس کی پروا نہ کرنی چاہیئے کیونکہ اس سے بڑھکر یہ لوگ پہلے
کر چکے۔ فَقَدْ خَانُوا اللّٰهَ مِنْ قَبْلُ کیونکہ قبل ماخوذ ہونے کے انھوں نے اللہ تعالیٰ کی خیانت کی اسلیئے کہ عہد ازلی اور فطرت کو جو اپنے
پروردگار معبود کی توحید کا تھا چھوڑ کر غدر و کفر کیا اور اللہ تعالیٰ کے رسول سے مقاتلہ کیا۔ فَاَمْكَنَ مِنْهُمْ۔ پس اللہ تعالیٰ نے موافق مشیت کے
اُن پر قابو دیدیا چنانچہ ضعیف کمزور کم تعداد جماعت مومنین کو اپنے حکم سے زبردست باسامان بہت تعداد والے گروہ کفار پر بدر کے روز غالب کر دیا کہ
انھوں نے اُن کو قتل کیا اور پکڑ لیا پس اُن کی خیانت سے کچھ مضرت نہیں چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اسلام کو غالب کرنا مقدر کیا ہے وہ ضرور پھیل جائے گا
اور کتنا ہی لشکر اور کیسی ہی تدبیر اور خیانت کیوں نکریں اس سے کچھ نہ ہو گا اور یہ طریقہ جو فرقۂ اسلام اور فرقۂ کفار کے درمیان جاری ہوا ہے یہ
بمقتضائے مشیت ازلی و حکمت بالغۂ الٰہی ہے ورنہ اللہ تعالیٰ چاہے تو دم میں سب کافر ہلاک ہو جاویں یا ایکدم سب مسلمان ہو جاویں و لیکن مومن
و منافق کے اظہار کیلئے اور جزا و ثواب شہادت وغیرہ سے بعض کو سرفراز و بعض کو کفر و نفاق و نافرمانی سے خوار کرنے کیلئے اور دیگر اسرار و حکمت
کے واسطے یہ طریقہ مشروع فرمایا ہے۔ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ اور اللہ تعالیٰ خوب جاننے والا اور کامل حکمت والا ہے چنانچہ اسکو معلوم ہے کہ ان
قیدیوں میں کون سچا ہے اور کون خیانت کی نیت رکھتا ہے۔ واضح ہو کہ قولہ وان یریدوا خیانتک الخ مشعر ہے کہ ان میں اکثر خائن ہیں اور یہی واقع
ہوا کہ دوسرے سال اُحد میں وہ لوگ کفار قریش وغیرہ کیساتھ پھر لڑنے آئے۔ اگر پوچھا جاوے کہ قولہ ان یعلم اللہ فی قلوبکم خیرا بھی مشعر ہے کہ بعض کے
حق میں اسکا ظہور ہو تو جواب یہ ہے کہ ان حضرت عباس بن عبد المطلب وغیرہ اسکے مصداق ہوئے اور ائمہ تفسیر نے ذکر کیا کہ سبب نزول اسکا بھی
حضرت عباسؓ ہوئے ہیں اور اگر تفصیلی علم منظور ہے تو سنو کہ شیخ ابن کثیرؒ نے اپنی تفسیر میں صحیح روایات کو جن سے سابق و لاحق مضمون

بحسب واقعہ ظاہر ہو یون ذکر کیا کہ محمد بن اسحاق نے اپنے اسناد سے عبداللہ بن عباس سے روایت کی کہ بدر کے روز لڑائی سے پہلے حضرت صلعم نے فرمایا کہ مجھے معلوم ہوا کہ بعض بنی ہاشم وغیرہ باکراہ ومجبوری اس گروہ قریش کے ساتھ ہو کر آئے ہین لہذا جو شخص لڑائی مین ابوالبختری بن ہشام کو پاوے تو اس کو قتل نہ کرے اور جو عباس بن عبدالمطلب کو پاوے تو قتل نہ کرے کیونکہ وہ باکراہ ساتھ ہو لیا ہو تو ابوحذیفہ بن عتبہ نے کہا کہ ہم لڑائی مین اپنے باپ بیٹون بھائیون وکنبے والون کو پاوین تو مار ڈالین۔ اور عباس کو چھوڑ دین واللہ اگر مین نے عباس کو پایا تو اس تلوار سے مار ڈالونگا۔ یہ خبر آنحضرت صلعم کو پہونچی تو عمرؓ سے فرمایا کہ اے ابوحفصؓ۔ عمرؓ کہتے تھے کہ واللہ پہلے پہل اسی روز مجھے آنحضرت صلعم نے ابوحفصؓ سے کنیت کر کے فرمایا کہ یہ پسندیدہ ہو کہ رسول اللہ کے چچا کے منہ پر تلوار ماری جاوے عمرؓ نے کہا کہ یا رسول اللہ یہ شخص نفاق کا کلمہ بولا ہو مجھے اجازت ہو کہ مین اسکی گردن مار دون۔ ابوحذیفہ اس واقعہ کے بعد کہا کرتے تھے کہ واللہ میری زبان سے جو کلمہ نکلا مجھے اطمینان نہین رہا اور برابر مین خوفناک ہون کہ میرا کیا انجام ہو مگر آنکہ اللہ تعالیٰ مجھے اپنی راہ مین شہادت دے آخر جنگ یمامہ مین شہید ہوئے رضی اللہ عنہ۔ اس روایت سے ظاہر ہوا کہ عباس وغیرہ زبردستی مجبوری سے ساتھ آئے تھے اور عبداللہ بن عباس نے کہا کہ جب واقعہ بدر کا روز گذرا اور شام ہوئی تو قیدی لوگ بندھے ہوئے جکڑے ہوے قیدگاہ مین پڑے تھے اور رسول اللہ صلعم کو اول رات مین نیند نہین آتی تھی تو صحابہؓ نے عرض کیا کہ آپ کیون نہین سوتے ہین فرمایا کہ مین نے اپنے چچا عباس کے کراہنے کی آواز سنی یعنی جکڑ کر باندھے جانے کے درد سے کراہتے تھے اور عباس کو انصار مین سے ایک مرد نے گرفتار کیا تھا پس لوگون نے عباس کو کھول دیا تب آپ سو رہے۔ محمد بن اسحاق نے ذکر کیا کہ بدر کے قیدیون مین سے جن لوگون نے فدیہ دیا سب سے زائد عباس کو دینا پڑا کیونکہ وہ مالدار آدمی تھے تو اپنے آپ کو سو اوقیہ سونا دیکر چھڑایا اور صحیح بخاری مین انس بن مالکؓ سے روایت ہو کہ چند انصاریون نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ ہم کو اجازت ہو کہ اپنی بہن کے بیٹے عباس کا فدیہ چھوڑ دین۔ (عباس کی والدہ قوم انصار کی بیٹی تھین) تو فرمایا کہ نہین واللہ ایک درم بھی مت چھوڑو۔ ابن اسحاق نے باسناد صحیح مشائخ زہریؒ کی ایک جماعت سے روایت کیا کہ قریش نے اپنے قیدیون کا فدیہ بھیجا اور ہر قوم نے اپنے قیدی کو جس قدر پر قرارداد ہوئی دیکر چھڑایا اور عباس نے کہا کہ یا رسول اللہ مین تو مسلمان تھا تو فرمایا کہ تیرے اسلام کا حال اللہ تعالیٰ جانے ظاہر مین تو ہم پر چڑھ آیا تھا پس تو اپنا اور اپنے دونون بھتیجون نوفل بن الحارث بن عبدالمطلب اور عقیل بن ابی طالب بن عبدالمطلب کا اور اپنے حلیف عتبہ بن عمرو کا فدیہ دے تو عباس نے کہا کہ اتنا میرے پاس کہان ہو اور ایک روایت مین آیا کہ یہ فدیہ تو دیدیا اور کہا کہ اے میرے بھتیجے محمد تم نے مجھے ایسا مفلس کر کے چھوڑا کہ جیتی زندگی قریش کے سامنے ہاتھ پھیلا کر ٹکڑے مانگون آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ این وہ مال کہان گیا جو ام الفضل (زوجہ عباس) اور تم نے چپکے سے زمین مین گاڑا ہو اور تم نے ام الفضل سے کہا تھا کہ دیکھیے اس سفر مین مجھے کیا پیش آوے پس اگر مین نہ لوٹا تو یہ مال جو مین نے دفن کیا ہو اولاد فضل وعبداللہ وقثم کیواسطے ہے۔ عباس نے کہا کہ یا رسول اللہ بتحقیق مین نے جانا کہ آپ اللہ تعالیٰ کے رسول ہین کیونکہ مین نے آدھی رات کے وقت یہ مال گاڑا ہی سوائے ام الفضل کے اس سے کوئی آگاہ نہ تھا اچھا مین فدیہ دیتا ہون لیکن بیس اوقیہ سونا جو میرے ساتھ تھا اور تم نے لوٹ مین پایا ہو وہ اسمین حساب کردو۔ آپ نے فرمایا کہ ہرگز نہین وہ تو اللہ تعالیٰ نے ہم کو عطا کیا ہو پس عباس نے فدیہ ادا کیا اور اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی یا ایہا النبی قل لمن فی ایدیکم من الاسری الی قولہ غفور رحیم۔ عباس کہا کرتے تھے کہ یہ آیت میرے ہی حق مین نازل ہوئی ہو اور اللہ تعالیٰ نے وعدہ پورا کر دیا کہ بجائے بیس اوقیہ سونے کے حالت اسلام مین مجھکو بیس غلام دیے ہین کہ ہر ایک میرے مال کثیر سے میرے لئے تجارت کرتا ہو اور ہر ایک خود بہت قیمت کا ہے چنانچہ جو ان مین سے گھٹیا ہے وہ بیس ہزار درم کا اندازہ کیا جاتا ہو اور مجھے زمزم عطا کیا کہ اس کے مقابلہ مین مجھے تمام

دنیا ہیچ ہو اور باوجود اس کے میں اللہ تعالیٰ سے ثواب جزیل آخرت کی اور مغفرت کی امید رکھتا ہوں۔ مجاہد رح نے کہا کہ آیت عباس کے حق میں نازل ہوئی۔ اور ایسا ہی متعدد طرق سے ابن عباس سے صحیح ہوا ہے۔ اسلام میں عباس کو بہت مال ملا چنانچہ انس بن مالک رض سے روایت ہے کہ آنحضرت صلعم کے پاس صوبہ بحرین سے مال کثیر آیا تو فرمایا کہ میری مسجد میں ڈال دو اور لوگ سامنے آئے پس آپ متوجہ نہ ہوئے اور نکلکر مسجد میں نماز پر قیام فرمایا پھر جب نماز سے فارغ ہوئے تو بیٹھکر تقسیم کرنا شروع کیا پس جس کو دیکھتے اُسی کو دیتے یہانتک کہ عباس رض آئے اور کہا کہ یا رسول اللہ مجھے بھی دیجئے میں نے اپنی جان کا فدیہ دیا اور عقیل کا فدیہ دیا ہے تو حضرت صلعم نے کہا کہ لیلو پس عباس رض نے دونوں ہاتھوں سے اپنے کپڑے میں رول کر خوب بھرا اور چاہا کہ لادیجادیں مگر اُٹھ نہ سکا تو عرض کیا کہ آپ کسی کو حکم دیں کہ اُٹھوا دے آپنے مسکرا کر فرمایا کہ نہیں تب عرض کیا کہ اچھا آپ ہی اُٹھوا دیجئے آپنے فرمایا کہ نہ میں اُٹھوا دوں آخر عباس نے اسمیں سے کچھ نکال دیا پھر باندھکر کاندھے پر لاد اور بڑے بوجھ کے ساتھ اُٹھا لے چلے۔ اور آنحضرت صلعم اُن کی حرص پر تعجب کی نظر سے اُن کو دیکھتے رہے پھر آنحضرت صلعم جب تک ایک درم بھی وہان رہا نہیں اُٹھے اور بالکل جب تقسیم ہوگیا تو اُٹھے اور اس مال سے ایک درم بھی اپنے گھر نہیں بھجوایا۔ رواہ البخاری وجماعۃ من ائمۃ الحدیث۔

پھر اللہ تعالیٰ نے لوگون کے طبقات بیان فرمائے بقولہ

اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَهَاجَرُوْا وَجٰهَدُوْا بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَ

جو لوگ ایمان لائے اور گھر چھوڑا اور لڑے اپنے مال اور جان سے اللہ کی راہ میں اور

الَّذِيْنَ اٰوَوْا وَّنَصَرُوْٓا اُولٰٓئِكَ بَعْضُهُمْ اَوْلِيَآءُ بَعْضٍ ۭ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَلَمْ يُهَاجِرُوْا

جن لوگون نے جگہ دی اور مدد کی وہ ایک دوسرے کے رفیق ہین اور جو ایمان لائے اور گھر نہیں چھوڑا

مَا لَكُمْ مِّنْ وَّلَايَتِهِمْ مِّنْ شَيْءٍ حَتّٰى يُهَاجِرُوْا ۚ وَاِنِ اسْتَنْصَرُوْكُمْ فِي الدِّيْنِ

تم کو اُن کی رفاقت سے کچھ کام نہین جب تک گھر نہ چھوڑ آدین اور اگر تم سے مدد چاہین دین مین

فَعَلَيْكُمُ النَّصْرُ اِلَّا عَلٰي قَوْمٍۢ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَهُمْ مِّيْثَاقٌ ۭ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ○

تو تم کو لازم ہے مدد کرنی مگر مقابلے میں ایسون کے جن میں اور تم میں عہد ہے اور اللہ جو کرتے ہو وہ دیکھتا ہے

وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا بَعْضُهُمْ اَوْلِيَآءُ بَعْضٍ ۭ اِلَّا تَفْعَلُوْهُ تَكُنْ فِتْنَةٌ فِي الْاَرْضِ وَفَسَادٌ كَبِيْرٌ ○

اور جو لوگ کافر ہین وہ ایک دوسرے کے رفیق ہین اگر تم یون نہ کروگے تو شورش پھیلے گی ملک میں اور بڑی خرابی ہوگی

ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے لوگون کے طبقات و اُن کے احکام جو اسوقت بمقتضاے حکمت الٰہیہ مقدر تھے بیان فرمائے اور ائمہ تفسیر کے کلام سے ظاہر ہوتا ہے کہ نزول ان آیات کا فتح مکہ سے پہلے ہے قال تعالیٰ۔ اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَهَاجَرُوْا۔ اے ہجروا اوطانهم وَجٰهَدُوْا بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ۔ مہاجرت ترک وطن گویا اُنھون نے وطن چھوڑا اور وطن نے بھی اُنکو چھوڑا پس مبالغہ ہے کہ بالکل لگاؤ نہ رکھا اور ہجرت تین طرح کی باعتبار احکام و ثواب کے ہے اوّل وہ ہجرت جو ابتدا میں واقع ہوئی جبکہ اسلام بہت ضعیف تھا اور اسکو ہجرت اولیٰ کہتے ہین اور دوم وہ ہجرت جو بعد صلح حدیبیہ کے واقع ہوئی کیونکہ بعد فتح مکہ کے ہجرت نہین لقولہ علیہ السلام لا ہجرۃ بعد الفتح۔ اور یہی محققین کا قول ہے۔ اور سوم وہ ہجرت جو عموماً قیامت تک باقی ہے اور وہ ہر ایسے ملک دیار سے جو کفرستان ہے ہجرت کر کے کسی ملک اسلام میں چلا جانا خواہ مکہ ہو یا کوئی اور ملک ہو اور اس ہجرت کی دو قسمین ہین واجب و مستحب پس جس ملک میں بسبب غلبۂ کفر کے آدمی ادائے فرائض واجبا

سے عاجز ہو وہاں سے ہجرت واجب ہے اور دوم وہ ملک جہاں ادائے فرائض وغیرہ سے عجز نہ ہو ولیکن غلبہ کفر سے حدود میں فتور ہو تو وہاں سے ہجرت مستحب ہے واللہ اعلم پس آیت میں ہجرت بمعنی اول مراد ہے اور مہاجرین صحابہ انہیں مومنوں کو کہتے ہیں کیونکہ انھوں نے اپنے دیار و اموال و اعزہ واقربا کو دین کیلئے مہجور و متروک کیا اور رسول اللہ صلعم کے پاس مدینہ منورہ میں اقامت دین کیلئے چلے آئے اور اپنی جان و مال کو جہاد میں خرچ کیا پس قسم اول مومنین میں سے یہی مہاجرین ہیں اور قولہ تعالیٰ السابقون الاولون من المہاجرین سے مراد ہیں۔ اور قسم دوم وَالَّذِينَ آوَوا وَّنَصَرُوا ہیں یعنی مومنوں میں سے وہ لوگ جنھوں نے ٹھکانا دیا اور مدد کی۔ ایوا رجگہ دینا یہی انصار سابقین اولین ہیں اور یہ اہل مدینہ کے مسلمان ہیں جنھوں نے آنحضرت صلعم اور آپکے ساتھی مہاجرین کو اپنے یہاں جگہ دی اور جان و مال سے اُن کی خدمت کی اور اعلاء کلمۃ الحق میں رسول اللہ صلعم کی مدد کی حالانکہ وہ وقت تھا کہ اسلام ضعیف اور دشمن قوی تھے اور خود یہ لوگ بھی زیادہ وسعت والے نہ تھے مگر انھوں نے اپنی تنگی و تکلیف پر مہاجرین کی راحت کو پسند کیا پس ان دونوں قسموں کی نسبت اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ اُولٰٓئِكَ بَعْضُهُمْ اَوْلِيَآءُ بَعْضٍ یعنی یہ دونوں فریق ایسے ہیں کہ ان میں بعض کے بعض ولی ہیں اور باہم موالات ثابت ہے پس بہ نسبت اوروں کے اُن میں ہر ایک دوسرے سے احق ہے اسی واسطے آنحضرت صلعم نے مہاجرین و انصار کے درمیان عقد مواخاۃ باندھا تھا یعنی ایک مہاجری و ایک انصاری کو بھائی بھائی بنایا تھا چنانچہ ہر ایک کا ایک بھائی ہو گیا اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ روتے ہوئے آئے کہ آپنے سب کے درمیان مواخات کر دی اور میں خالی رہ گیا تو فرمایا کہ تو میرا بھائی ہے اور یہ امر منجملہ فضائل علی رضی اللہ عنہ کے ہے۔ بالجملہ اس مواخات و موالات کے عقد سے انمیں باہم میراث جاری ہوتی تھی جو وارث قرابت سے مقدم تھی یہانتک کہ اللہ تعالیٰ نے اس حکم کی انتہا کر دی اور آیت مواریث نازل فرما کر حکم میراث اسکے مطابق کر دیا جیسا کہ صحیح بخاری میں ابن عباس رضؓ سے ثابت ہے اور بعض نے کہا کہ اولیاء ہونا فقط نصرت و مددگاری میں ہے پس حکم اس آیت کا منسوخ نہوگا مگر قول اول اکثر مفسرین نے اختیار کیا ہے اور شیخ جلال رح نے دونوں کو جمع کر دیا کہ نصرت و میراث دونوں طرح سے ایک دوسرے کے ولی ہیں اور اولیا کا اطلاق بھی اسی کو چاہتا ہے ولیکن اسپر ایک اشکال وارد ہوتا ہے اس حدیث سے جو امام احمدؒ نے جریر بن عبداللہ البجلی رضی اللہ عنہ سے مرفوع روایت کی کہ مہاجرین و انصار باہم بعض اولیاء بعض ہیں اور طلقاء قریش و عتقاء ثقیف باہم بعض اولیاء بعض ہیں یہ قیامت تک ہے۔ قال ابن کثیرؒ تفرد بہ احمدؒ اور ابو یعلیٰ رحؒ نے ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے اسی کے مانند مرفوع روایت کی ہے اور جواب یہ ہو سکتا ہے کہ حدیث میں ولایت سے خاص ولایت مراد ہے یعنی ولایت نصرت و معونت چنانچہ اگر ان میں سے کسی نے شکار کو تیر مارا اور چوک کر وہ کسی آدمی کے لگا حتیٰ کہ دیت واجب ہوئی تو ایک دوسرے کی مددگار برادری قرار دیجائیگی۔ فلیتامل۔ بالجملہ سابقین اولین از مہاجرین و انصار باقی تمام مومنین پر مقدم ہیں اور شیخ ابن کثیرؒ نے مہاجرین کے انصار پر مقدم ہونے پر اجماع نقل کیا ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے تیسری قسم کو بیان فرمایا بقولہ۔ وَالَّذِينَ اٰمَنُوا وَلَمْ يُهَاجِرُوا یعنی جو لوگ ایمان لائے مگر اپنے دیار میں رہے وہاں سے ہجرت کر کے مدینہ منورہ میں نہیں آئے تو۔ مَا لَكُمْ مِّنْ وَّلَايَتِهِمْ مِّنْ شَيْءٍ تمہارے لئے اُن کی ولایت میں سے کچھ بھی نہیں ہے پس تمہارے وان کے درمیان میراث جاری نہ ہوگی اور اُن کو غنیمت میں سے بھی کچھ حصہ نہ ملیگا حَتّٰى يُهَاجِرُوا یہانتک کہ وے ہجرت کر کے تمہارے ساتھ لاحق ہو جاویں تب اُن کے واسطے بھی وہی ہوگا جو تمہارے واسطے ہے حاصل آنکہ جنمیں ایمان و ہجرت دونوں باتیں ہیں ان میں تو ولایت متحقق ہے اور جن میں ایمان ہے اور ہجرت نہیں ہے اُن کو میراث و غنیمت نہ ملیگی اگرچہ فریق اول کے قرابت والے ہوں۔ قولہ ولایتہم من شئ۔ قراۃ حمزہ بکسر الواو ہے اور باقیوں کی قراۃ بالفتح ہے اور من زائدہ واسطے تاکید نفی کے ہے یعنی کچھ بھی ولایت نہیں ہے۔ ظاہر اقوال مفسرین سے نکلا کہ ولایت سے ارث و حصہ غنیمت مراد ہے نہ مطلق اعانت کیونکہ ولایت کی بابت

نفی فرمائی حالانکہ نصرت واجب فرمائی بقولہ۔ وَاِنِ اسْتَنْصَرُوْكُمْ فِي الدِّيْنِ فَعَلَيْكُمُ النَّصْرُ اور اگر ہجرت نہ کرنے والے مومنین دین میں تم سے مدد چاہیں تو تم پر نصرت واجب ہے یعنی تم پر واجب ہے کہ کافروں پر جہاد میں اُن کی مدد کرو اور چونکہ یہ عام تھا کہ کافر خواہ ایسے ہوں جن سے تمہارا معاہدہ ہو یا ایسے نہوں سب پر معاونت واجب ہے، حالانکہ عہد والوں پر خلاف شرط کی معاونت نہیں ہو سکتی لہذا استثنی فرمایا۔ بقولہ۔ اِلَّا عَلٰى قَوْمٍ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَهُمْ مِّيْثَاقٌ سوائے ایسی قوم کافر کے جنکے تمہارے درمیان عہد ہے یعنی یہ مسلمان اگر کسی ایسی قوم کافر پر جہاد کریں جنکے تمہارے درمیان عہد ہے اور تم سے مدد چاہیں تو تم ایسی قوم پر انکی مدد نکرو اور غدر و عہد شکنی مت کرو۔ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ اور جو تم کرو اللہ تعالی سب دیکھتا ہے پس راہ عدل و صراط مستقیم سے برخلاف کوئی کام مت کرو کہ مستوجب عذاب ہو۔ اس جملہ سے تہدید مقصود ہے اگر کہا جائے کہ معاہدہ والے کافروں نے اگر ایسے مومنوں پر جنھوں نے ہجرت نہیں کی ہے حملہ کیا تو مومنوں پر مومنوں کی اعانت واجب ہے جواب یہ کہ اس صورت میں کافروں نے خود خلاف عہد کر کے عہد توڑا تو مدد کرنا خلاف عہد نہیں رہا جیسے بنو خزاعہ کی قریش کے مقابلہ میں آنحضرت صلعم نے مدد فرمائی حتی کہ فتح مکہ کا یہی سبب ہوا چنانچہ سورۂ براۃ میں آویگا۔ اور پہلے قول کے موافق ولایت مذکورہ جبکہ بمعنی ارث و مونت لیجائے موافق قول جمہور کے تو اسکا حکم اس سورہ کی آخری آیت سے منسوخ ہے جیسا کہ عنقریب آویگا۔ پھر واضح ہو کہ ہجرت ان آیات میں قبل فتح مکہ کے ہجرت ہے جیسا کہ پہلے معلوم ہوا پس قولہ حتی یہاجروا سے ہجرت ثانیہ ہوگی جو ہجرت اولی کے بعد ثابت ہوئی اور کلام اسمیں عنقریب آتا ہے۔ محصل حکم اس آیت کریمہ میں یہ ہے کہ اللہ تعالی نے تمام بندوں کے اقسام بیان کر کے ہر ایک کو اپنے ولی سے آگاہ کر دیا اور اُس کی ولایت کے احکام بیان فرما دئے چنانچہ مومنون میں تین فریق کئے اول مہاجرین دوم انصار اور ان دونوں میں موالات کا حکم دیا۔ اور سوم مومنین غیر مہاجرین سوائے انصار کے پس اُن کے لئے موالات کی نفی فرمائی یعنی تمہارے ان کے درمیان ارث و حصہ غنیمت کی موالات کچھ نہیں ہے یہانتک کہ وے بھی ہجرت کر کے آویں اور بعد ہجرت کرنے کے آیا اُن کے لئے موالات کامل ہوگی یا نہیں تو اسکا حکم آگے آتا ہے یہ سب اقسام تو مومن بندوں کے تھے اور رہے کافر تو انکی نسبت فرمایا کہ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا بَعْضُهُمْ اَوْلِيَآءُ بَعْضٍ یعنی جو کافر ہیں وے بعض اولیا بعض ہیں اگرچہ طریقہ موالات اُنکا مانند کفر کے خلاف شرع و موافق راہ شیطانی ہے اور مقصود یہ کہ مدد و میراث میں اُن کی ولایت انھیں کے درمیان جاری ہوگی پس تمہارے اُن کے درمیان کچھ میراث و موالات نہوگی۔ کافروں کی ملتیں مختلف ہونے کے باوجود ان میں کچھ تفصیل نہیں فرمائی پس ظاہر کلام میں دلیل ہے کہ اگر باپ ہندو ہو اور بیٹا نصرانی تو اُن میں ارث جاری ہوگا ولیکن حدیث اسامہ رضی اللہ عنہ میں مرفوعاً ہے کہ دو مختلف ملت والے باہم وارث نہوں گے اور مسلمان کسی کافر کا وارث نہ ہوگا اور نہ کافر کسی مسلمان کا وارث ہوگا۔ کما رواہ الحاکم۔ اور تفصیل کلام اسمیں فقہ کے ابواب احکام اہل الذمہ سے متعلق ہے حاصل یہ کہ مومنوں کو آپس میں موالات بوجہ مذکور چاہیئے۔ اور کافروں سے قطع موالات واجب ہے پھر مزید تنبیہ کیلئے تاکید فرمائی بقولہ۔ اِلَّا تَفْعَلُوْهُ اے فاعلوا فی الموالات کما بین لکم وان لم تفعلوا ما ذکر من تولی المومنین وقطع الکفار۔ یعنی موالات جس طرح بیان کر دی گئی اسی پر تم عمل کرو اور اگر اس کو نہ کروگے یعنی مومنین ہی سے موالات کرنے کو اور کافروں سے بالکل قطع کرنے کو اگر عمل میں نہ لاؤ گے تو۔ تَكُنْ فِتْنَةٌ فِي الْاَرْضِ وَفَسَادٌ كَبِيْرٌ۔ زمین میں فتنہ و فساد عظیم پیدا ہوگا جس سے کفر قوی اور اسلام ضعیف ہو جائیگا۔ اور صحیحین میں حدیث اسامہ رض سے مرفوعاً آیا کہ مسلمان کسی کافر کا وارث نہ ہوگا اور نہ کافر کسی مسلمان کا۔ مسند احمد و سنن میں مرفوعاً ہے کہ دو مختلف ملت والے باہم وارث نہ ہونگے۔ قال الترمذی حدیث حسن صحیح۔ وفی الحدیث میں ایسے مسلمان سے بری ہوں جو مشرکوں میں سکونت رکھے۔ وفی حدیث سمرۃ بن جندب فیہ من جامع المشرک وسکن معہ فانہ مثلہ۔ جو مشرک کیساتھ یکجا ہوا اور ساتھ بسا وہ اسکے مثل ہے۔ واضح ہو کہ موالات مسلمین اور قطع کفار پر عمل نہ کرنا ایسے ایسے ظاہری

وباطنی اسباب سے موجب فساد ہوتا ہو کہ آدمی کی بھلے بسا اوقات نہیں ہو بختی ہو اور منجملہ ان کے یہ ہو جو شیخ حافظؒ نے ذکر کیا کہ اہر حق میں الہتا بہما ہوگا اور کافر و مومن مختلط ہو جاوینگے پس فساد عظیم پیدا ہوگا اور مترجم کہتا ہو کہ سبب معنوی زیادہ سخت ہو وہ یہ کہ اسعد و دستور کافرون کے اکثر مزین بزینت شیطانی اور مرغوب نفس امارہ ہین پس ہر وقت مسلمان کو نفس کی رغبات سے ضعف قلب ہوگا اور اکثر انجام یہی ہوگا کہ خود بھی ان امور کی طرف راغب ہو کر ایمان سے ضعیف یا گم ہو جاوے۔ اللہم وفقنا وانت ارحم الراحمین۔ پھر اللہ تعالیٰ نے مہاجرین و انصار کے کمال ایمان وطاعت کی تعریف فرمائی۔

وَالَّذِينَ آمَنُوا وَهَاجَرُوا وَجَاهَدُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَالَّذِينَ آوَوا وَّنَصَرُوا أُولَٰئِكَ
اور جو لوگ ایمان لائے اور گھر چھوڑے اور لڑے اللہ کی راہ مین اور جن لوگون نے جگہ دی اور مدد کی وہی ہین

هُمُ الْمُؤْمِنُونَ حَقًّا ۚ لَّهُم مَّغْفِرَةٌ وَرِزْقٌ كَرِيمٌ ۝ وَالَّذِينَ آمَنُوا مِن بَعْدُ وَهَاجَرُوا وَجَاهَدُوا مَعَكُمْ
تحقیق مسلمان اُن کو بخشش ہے اور روزی عزت کی اور جو ایمان لائے پیچھے اور گھر چھوڑ آئے اور لڑے تمھارے ساتھ ہو کر

فَأُولَٰئِكَ مِنكُمْ ۚ وَأُولُو الْأَرْحَامِ بَعْضُهُمْ أَوْلَىٰ بِبَعْضٍ فِي كِتَابِ اللَّهِ ۗ إِنَّ اللَّهَ
سو وہ تمھین مین ہین اور ناتے والے آپس مین حقدار زیادہ ہین ایک دوسرے کے اللہ کے حکم مین تحقیق اللہ

بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ
ہر چیز پر خبردار ہے

ع ربع ۱۰ ۶

وَالَّذِينَ آمَنُوا وَهَاجَرُوا وَجَاهَدُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ۔ اور جو بندے سبقت کرکے ایمان لائے اور اولی ہجرت کی اور اللہ تعالیٰ کی راہ مین جہاد کیا یعنی کافرون سے خالص اس نیت سے لڑے کہ اللہ تعالیٰ کا بول بالا ہو اور وہ مہاجرین سابقین اولین ہین بدلیل کلام البعد یعنی قولہ والذین آمنو من بعد وہاجروا الخ۔ وَالَّذِينَ آوَوا وَّنَصَرُوا۔ اور وے بندے جنھون نے رسول اللہ صلعم و مہاجرین کو اپنے یہان جگہ دی اور اعلاء کلمۃ الحق۔ و تبلیغ رسالت مین آنحضرت صلعم کی جان ومال سے مدد کی۔ أُولَٰئِكَ هُمُ الْمُؤْمِنُونَ حَقًّا۔ ایسے بندے جن کے اوصاف مذکور ہوئے وہی تو مومنین ہین۔ یہ بات عین یقین ہی۔ حقا مفعول مطلق فعل محذوف ہی جو مضمون سابق کی تاکید کرتا ہو اے حق ذلک حقا پس حذف فعل واجب ہی جیسا کہ علم نحو مین متقرر ہوا۔ اور بعض نے کہا کہ تقدیر کلام یون ہو اولئک ہم المومنون ایمانا حقا۔ اے صدقا۔ سچے ایمان والے ہین اور توجیہ اسکی یہ ہی کہ اولئک ہم الذین آمنوا ایمانا حقا۔ ولیکن اول ارجح ہی۔ ابو السعودؒ نے لکھا کہ یہ کلام اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان بندون کے واسطے پاکیزہ ثنا و صفت ہی اور غرض اللہ تعالیٰ عزوجل نے دنیا ہی مین اُن کے واسطے شہادت دیدی کہ ایمان کی منزلت مین وہ انتہا درجہ بلندی پر ہین جہانتک کہ اتباع نبوت مین لکھا گیا ہے وعدہ بزرگی کے۔ مترجم کہتا ہو کہ آنحضرت صلعم منزلت نبوت مین نہایت بالاتر ہین کہ آپ سے اوپر کسی مخلوق کا رتبہ نہین پس آپکی اتباع سے یہ مومنین اسی قیاس پر اگلون و پچھلون سے بالاتر ہوئے اگر پوچھا جاوے کہ اولئک ہم المومنون۔ مین خبر معرف باللام اور وسط مین تاکید بضمیر متصل ہی پس مومنون کا انحصار انہین حضرات مہاجرین و انصار مین ہو گیا تو جواب ہی کہ کامل الایمان یہی مومنین تھے اور مترجم کہتا ہو کہ ان بزرگ بندون کے لئے ثبوت کمال ایمان کیساتھ ثنا مقصود ہی بمعنی آنکہ صفت کمال ایمان اُن کے واسطے ثابت ہونے مین کچھ کمی نہین ہی لہذا فرقہ رافضہ و خارجہ جو بعض صحابہ رضی اللہ عنہم کی شان مین نقص کا بہتان لگاتے ہین وہ صریح شہادت الٰہی سے مخالفت کرتے بلکہ گویا اللہ تعالیٰ کی گواہی کے ساتھ معارضہ کرتے ہین اسیواسطے ائمہ تحقیق

وعلماء فقہ و اصول نے اُن کی تکفیر کی ہے اور اُن کو مرتد قرار دیا ہے پس اُن کے ساتھ مناکحت وغیرہ جائز نہ ہوگی اور یہ جزئیہ بعض فتاوے میں منصوص ہے
واللہ اعلم اور اہل حق بسبب انہیں آیات کے جو اللہ تعالیٰ عزوجل کی جناب سے اُن کے حق میں پاکیزگی و کمال ایمان کے شہادات ہیں اُن کو اہل
عدل یقین کرتے ہیں اور جملہ وقائع و معاملات جو اُن کے درمیان واقع ہوئے انہیں اپنی رائے سے کوئی فتویٰ خلاف آیات و شہادات الٰہی کے
نہیں دیتے بلکہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ علیم حکیم ہے اس کو گذشتہ و آئندہ کا سب علم ہے پس جو آئندہ واقع ہوا وہ اللہ تعالیٰ کے علم قدیم میں معلوم تھا اور
باوجود اسکے جب اللہ تعالیٰ نے انکو کامل الایمان فرمایا تو معلوم ہوا کہ یہ وقائع جو اُن کے درمیان میں واقع ہوئے انہیں بوجہ نیت خیر و صدق معاملت
وغیرہ کے کسی کو گناہ نہیں ہوا کیونکہ اگر ہوتا تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے تعدیل نہ ہوتی حالانکہ اللہ تعالیٰ نے صریح آیات کثیرہ میں تعدیل فرمائی ہے پس یہ یقین ہے
کہ سب راہ صواب پر تھے ہیں اب رہا یہ کہ ان وقائع کو کس طرح محمول کیا جاوے کہ ہمارے علم کے موافق بھی راہ صواب ظاہر ہو تو علماء نے اسکو صحیح بیان کر دیا ہے
لیکن اولیٰ یہ ہے کہ ہم اس سے بھی بحث نہ کریں کیونکہ مجمل تو آیات سے یقین ہے کہ سب راہ صواب پر تھے پھر راے لگانے اور توجیہ بیان کرنے میں اپنے
دخل در معقولات کی کچھ ضرورت نہیں ہے۔ اور یہیں سے ظاہر ہوا کہ مرتبہ صحابہؓ تمام اُمت سے افضل ہے خواہ پیچھے قطب غوث کیوں نہ ہو ہرگز انکے رتبہ
کو نہیں پہونچے گا اور حدیث صحیح میں بھی یہ امر منصوص ہے اور نیز حدیث صحیح سے ثابت ہے کہ اُن سے محبت کرنا عین محبت رسول اللہ صلعم ہے اور اُنسے
بغض رکھنا عین بغض رسول اللہ صلعم ہے لہذا فرقہ رافضہ و خارجہ دونوں کے حق میں ثابت ہوا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بغض رکھتے ہیں
اور جو ایسا ہو وہ کافر ہے۔ اور آیت کریمہ کی تفسیر سے ظاہر ہوا کہ آیت مکرر نہیں ہے بلکہ اوپر کی آیت تو موالات کے بیان میں تھی جسمیں ضمناً انکے
فضائل ثابت ہوئے تھے اور یہاں صرف اُن کے فضائل و مراتب کا بیان مقصود ہے جس سے بحکم حدیث المرء مع من احب۔ کے انہیں سے موالات کرنا
ضمناً نکلتا ہے کیونکہ جو کوئی جس سے محبت کرے اگرچہ ویسے اعمال عمدہ نہ رکھتا ہو بسبب محبت کے اُن کے ساتھ ہوگا پس جنکی یہ ثناء و صفت حضرت
پروردگار تعالیٰ بیان فرماوے اُنسے محبت واجب ہے۔ لَهُمْ مَغْفِرَةٌ وَرِزْقٌ كَرِيمٌ۔ اُن کے واسطے مغفرت اور رزق کریم ہے۔ جملہ اسمیہ
سے لطافت کیساتھ نکلتا ہے کہ ہمیشہ دوام و استمرار کے ساتھ اُن کے حق میں اللہ تعالیٰ کی مغفرت ثابت ہے پس جو لغزش اُنسے ہوئی یا ہو جاوے
سب مغفور ہے اور حدیث صحیح میں اہل بدر کے حق میں ثابت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اہل بدر کے واسطے حکم دیدیا کہ جو چاہیں کریں میں نے اُن کو بخشدیا۔
مترجم کہتا ہے کہ جن بندوں کے حق میں اس طرح رحمت الٰہی متوجہ ہو وہ سراسر اپنے معبود برحق عزوجل ہی کی طرف متوجہ ہونگے پس نادان یہ سمجھے گا
کہ وہ جو چاہیں جتنے گناہ کریں مختار ہیں اور سمجھدار یقین کریگا کہ جو بندے اسطرح رحمت میں غرق ہیں وہ سواے اپنے معبود کے اور طرف نظر ہی نہ کرینگے مگر اتفاقاً چوک
ہو جاوے اور مثل آدم علیہ السلام کے لغزش ہو جاوے پس وہ خود اللہ کریم کے یہاں قابل عفو و مغفرت ہے۔ فافہم۔ اور قولہ رزق کریم سے یہ مراد کہ جنت میں
اُن کیلئے رزق کریم ہے اور جملہ اسمیہ سے نکلا کہ یہ رزق دائمی ہے کبھی منقطع نہ ہوگا۔ وَالَّذِينَ آمَنُوا مِنْ بَعْدُ اے بعد السابقین الی الایمان الی الیوم
اور جو بندے کہ ایمان لائے بعد کو یعنی سبقت سے ایمان لانیوالوں و ہجرت کرنیوالوں کے بعد کو ایمان لائے۔ وَهَاجَرُوا وَجَاهَدُوا مَعَكُمْ
اور ہجرت کی اور تمہارے ساتھ ہو کر جہاد کیا۔ فَأُولَٰئِكَ مِنْكُمْ۔ تو یہ لوگ بھی تمہیں میں سے ہیں۔ خطاب سابقین اولین مہاجرین و انصار کو ہے
یعنی اے مہاجرین و انصار سابقین یہ لوگ پچھلے بھی تمہارے ساتھ لاحق ہیں۔ واضح ہو کہ مفسرین نے اسمیں اختلاف کیا کہ قولہ من بعد سے کس کے بعد ہونا مراد
ہے پس مفسر جلال رحمہ نے مضاف الیہ اسکا سابقین کو قرار دیا ہے بعد السابقین۔ مگر یہاں یہ ضرورت باقی رہی کہ سابقین کسوقت تک کے ایمان لانیوالے کہلاتے
ہیں جنکے بعد والوں کی صراحت ہو اور شاید شیخ مفسر رحمہ نے اسکو معروف قرار دیا کیونکہ ہجرت بجانب مدینہ منورہ معروف ہے اور بعض نے کہا کہ بعد غزوہ بدر کے مراد
ہے اور بعض نے کہا کہ اس آیت کے نزول سے بعد مراد ہے لیکن اس قول پر صیغہ آمنوا مجاز ہوگا کیونکہ الذین یومنون بعد نزول ہذہ الآیۃ۔ ظاہر ہے مگر

اسکو کہا جاوے کہ مبتدا متضمن معنی شرط ہی پس ماضی بمعنی مستقبل ہوگا بدلیل آنکہ خبر پر فاء داخل ہے۔ اور بعض نے کہا کہ بعد صلح حدیبیہ و بیعۃ الرضوان کے مراد ہی بالجملہ ان سب اقوال میں یہ کلام ہوگا کہ یہ بعدیت کس حد تک ہے اور ظاہر یہ ہے کہ فتح مکہ تک اسکی انتہاء ہی کیونکہ بعد فتح مکہ کے ہجرت کا حکم منقطع ہوگیا کیونکہ وہ دار الاسلام ہوگیا اور یہی جمہور کا قول ہے اور حدیث صحیح میں ہی کہ بعد فتح مکہ کے ہجرت نہیں رہی۔ خازن رح نے کہا کہ اصح یہی ہی کہ قولہ والذین آمنوا من بعد سے دوسری ہجرت والے اہل ایمان مراد ہیں جو فتح مکہ سے پہلے ہجرت کر گئے۔ مترجم کہتا ہی کہ علی ہذا خالد بن الولید وغیرہ رضی اللہ عنہم بھی ان لوگوں میں داخل ہونگے جو فتح مکہ سے پہلے ایمان لا کر ہجرت کر کے چلے آئے تھے اور قولہ فاولئک منکم میں دلالت ہی کہ دوسری ہجرت والے لوگ بنسبت سابقین کے کم رتبہ ہیں اور اولین سابقین ان سے اشرف و افضل ہیں قرطبی رح نے کہا کہ یہ اسوجہ سے کہ اگلوں کی ہجرت کے بعد دوسری ہجرت کا رتبہ اول سے کم تھا اگر کہا جاوے کہ آیت کریمہ میں تو دوسرں کو پہلوں میں سے بیان فرمایا ہے تو جواب یہ ہی کہ بیان مدح میں دوسرں کو اگلوں کے ساتھ کرنا بطور الحاق کے ہی پس جن سے لاحق کیا وہ ضرور افضل ہیں بہ نسبت اُن کے جن کو لاحق فرمایا ہے اور جمل رح نے کہا کہ یہ تنبیہ یہاں کسی نے نہیں لکھی کہ دوسرں کا الحاق آیا حکم توارث میں بھی ہے یعنی اولین میں موالات و توارث جاری تھا وہی دوسرں سے بھی ہی یا نہیں لیکن خطیب رح نے البتہ منصوص بیان کیا کہ میراث و غنیمت وغیرہ میں جو سابقین کا حال تھا وہی ان کیساتھ ہے اور مترجم کہتا ہی کہ ہجرت ثانیہ اگر بعد صلح حدیبیہ کے لی جاوے تو آیت مواریث اگر اس سے پہلے نازل ہوئی ہو تو صرف موالات میں الحاق ہوگا نہ وارث میں کیونکہ آیت المواریث سے حکم توارث بہجرت منسوخ ہوگیا فلیتامل۔ پھر واضح ہو کہ ان آیات سے توارث بہجرت جاری رہا پس مواخات و ہجرت کو میراث میں قرابت پر تقدیم ہوتی تھی چنانچہ قرابت والا محروم رہ جاتا اور ہجرت سے استحقاق والا وارث ہوتا تھا یہانتک کہ اللہ تعالیٰ نے اس کو منسوخ فرمایا بقولہ۔ وَاُولُوا الْاَرْحَامِ بَعْضُهُمْ اَوْلٰى بِبَعْضٍ فِيْ كِتٰبِ اللّٰهِ اور ناتے والے باہم بعض کیساتھ بعض اولیٰ ہیں اللہ تعالیٰ کے حکم میں یعنی اللہ تعالیٰ نے حکم دیا کہ آپس میں ناتے والے میراث کے بارے میں اولیٰ ہیں بعض نے کہا کہ فی کتاب اللہ یعنی لوح محفوظ بعض نے کہا کہ قرآن مجید مراد ہے اور یہ حوالہ ہی آیت المواریث پر جو سورۂ نساء میں گذر چکی لیکن اسپر وارد ہوتا ہی کہ اگر وہاں مقدم حکم ہو چکا تو توارث بہجرت کے کچھ معنی نہ ہونگے اور اس آیت کو حکم توارث بہجرت کا ناسخ نہیں کہہ سکتے۔ اسکو یاد رکھنا چاہیئے اسی آیت سے امام ابو حنیفہ وغیرہ نے میراث ذوی الارحام کو ثابت کیا اور علم المواریث یعنی علم الفرائض والترکہ میں ذوی الارحام اُن ناتے داروں کو کہتے ہیں جنکے واسطے کوئی حصہ مقرر نہیں ہی اور نہ وے عصبہ ہیں اور اسمیں جو اختلاف ہے وہ کتب فقہ و فرائض میں معروف و مذکور ہے۔ شیخ ابن کثیر رح نے کہا کہ آیت میں اولوا الارحام سے مخصوص وہی لوگ نہیں مراد ہیں جنکو علم الفرائض والے ذوی الارحام کہتے ہیں یعنی جو عصبہ ہوں اور نہ ان کے واسطے سہم مفروض ہو جیسے خالہ و ماموں و پھوپھی وغیرہ۔ اگرچہ بعض علماء نے یہی زعم کیا اور ذوی الارحام کی میراث میں اس آیت کو نص صریح تصور کیا ہی بلکہ حق یہ ہی کہ آیت میں اولوا الارحام کا لفظ بنابر لغت کے عام ہی جو جمیع قرابات کو شامل ہی جیسا کہ ابن عباس رض و مجاہد و عکرمہ و حسن و قتادہ وغیرہ بہت علماء نے اس امر پر تنصیص کر دی کہ اسی آیت سے منسوخ ہوا ارث بحلف و مواخات وغیرہ جس سے اول میں وارث ہوتے تھے اور علیٰ ہذا یہ لفظ ان قرابت والوں کو بھی شامل ہی جنکو اصطلاح فرائض میں ذوی الارحام کہتے ہیں۔ بالجملہ اس آیت سے اللہ تعالیٰ نے جملہ اسباب ارث کو منسوخ کر دیا سوائے قرابت کے پس یہ امر مستقر ہوا کہ اہل قرابت و ناتے والے اپنے ناتے والوں کے وارث ہوں جیسا کہ علم الفرائض میں مفصل مذکور ہی اِنَّ اللّٰهَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ۔ اللہ تعالیٰ ہر شئے کا علیم ہی یعنی اسپر کوئی چیز پوشیدہ نہیں ہی جا ہے کوئی شئے ہو اور منجملہ ہر شئے کے یہ بھی ہی جو ان آیات میں مذکور تھا کہ آدمی بسبب ایمان و ہجرت کے قرابت سے مقدم رکھکر وارث کیا جاوے اور اسمیں جو حکمت و مصلحت

تھی اس سے اللہ تعالیٰ دانا تر ہے پھر فقط قرابت کی وجہ سے میراث کو منحصر کیا پس اب سوائے قرابت کے اور کسی وجہ سے وارث نہیں ہو سکتا پس ایمان و ہجرت میں شرکت والا وارث نہوگا اور جو قرابت رکھتا ہے اگرچہ وہ ایمان و ہجرت میں مشارک نہو وہ وارث ہوگا۔ فالہم۔ ف فی العرائس قولہ تعالیٰ۔ والذین آمنوا وہاجروا وجاہدوا فی سبیل اللہ۔ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے برحق مومنین کی ثنا وصفت بیان فرمائی کہ ایمان لائے و ہجرت کی و راہ حق میں جہاد کیا۔ پس ایمان لانیوالے وہ ہیں کہ ازل میں جب اللہ عزوجل نے اُن کو اپنی ذات پاک بقولہ الست بربکم دیکر پہچنوائی تو ارواح سے ازل میں اُنھوں نے مشاہدہ کرکے قالوا بلیٰ سے جواب دیا پس انوار مشاہدہ ازلی ان ارواح کے ساتھ ازل سے ابد تک باقی ہیں چنانچہ وہ ان انوار کو معائنہ کرتے اور اس خطاب پاک کے سننے کی لذت و حلاوت پاتے اور ہمیشہ واردات غیب کے وجد میں ہو کر غیب پر ایمان لاتے ہیں۔ اور ہجرت اُنکی باطنی یہ ہے کہ دونوں جہان کے حوادث سے الگ اور اپنے حظوظ طبیعت کو چھوڑے ہوتے ہیں اور جہاد اُن کا یہ ہے کہ محل امتحان میں اللہ تعالیٰ کی رضامندی کیلئے ہجر و دوری کے خوف سے نفس و شیطان پر جہاد کرتے ہیں اور ان دونوں دشمنوں کے وسوسہ و فریب سے دور بھاگتے و بچتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی راہ میں اپنے آپکو قربان کرتے ہیں پس جب وہ ان اوصاف سے متصف ہوئے اور حقائق ایمان و عرفان اُنکو حاصل ہوئے تو اللہ تعالیٰ نے اُنکو یقین و ایمان میں صادق و سچا و حقیقت کو پہونچنے والا فرمایا بقولہ اولئک ہم المؤمنون حقا یعنی برحق مومنین ہیں یعنی ایمان کی حقیقت و معرفت ان کو حاصل ہے پھر اسکے ساتھ ان کے حال پر دوسرا احسان مزید مغفرت کا مبذول کیا کیونکہ حیات مستعار تک بندہ محل امتحان میں ہے پس اندرونی حرکات و خطرات سے محفوظ نہیں اور نیز حقیقت عرفان الٰہی میں بندہ ہمیشہ قصوروار ہے لہذا کرم و فضل سے بطریق امتنان فرمایا لہم مغفرۃ و رزق کریم۔ ان کو نظر قہر سے پوشیدہ کردیا تاکہ حوادث قہریات ان کو نہ پہونچیں۔ اور کشف و وصال سے انکو رزق قرب عطا فرمایا۔ شیخ ابو یزید کا قول ہے کہ نفس کے ساتھ جہاد اس طرح کہ اسکو مہجور کردے اسطرح کہ جن چیزوں کی وہ اُلفت رکھتا ہے اُن سے جدا کرے اور اہل و مال وغیرہ سے اُسکا تعلق توڑ کر اسکو راہ حق میں لگا دے۔ بعض نے آیت کریمہ کی تفسیر میں کہا ہجرت و جہاد اُنکا یہ تھا کہ بُرے ساتھیوں کو بد اعمال کو باطل و حظوں کو چھوڑ کر اہل حق کے ہمنشین صالح ہوگئے۔ بعض نے کہا کہ ایمان لانا اُنکا اسطرح کہ اللہ تعالیٰ کیواسطے دلوں کو قربان کیا اور ہجرت اس طرح کہ اہل و مال کو اللہ تعالیٰ کے ہی واسطے چھوڑا اور جہاد اسطرح کہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں جان کو قربان کیا پس جس نے قلب کو محبت میں اور ملک کو رضامندی میں اور نفس و روح کو اس کا کلمہ بلند کرنے اور رسول بالا کرنے میں قربان کیا اسنے محبت حقیقی کا درجہ پایا اور جو حقیقی محبت رکھتا ہے وہی سچا مومن ہے۔ شیخ ابو بکر بن الفارس رح نے کہا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کو دو باتوں سے جو فضیلت حاصل ہے وہ کسی کو ممکن نہیں اول یہ کہ اُن کو آنحضرت صلعم کا دیدار و ہمنشینی نصیب ہوئی۔ دوم یہ کہ اُنھوں نے آنحضرت صلعم کے ساتھ جہاد کیا اور باطن سے بالکل اللہ تعالیٰ ہی کیواسطے منقطع ہوگئے اور اپنے نفوس سے غربت اختیار کی چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اس آیت کریمہ میں اُن کی کمال مدح فرمائی ہے کہ وہ ایمان لائے ملکوت غیوب پر اور چھوڑ دیا حوادث کو اور سچی طاعت کیواسطے اپنے نفوس پر جہاد کیا وہی تو مومنین صادقین ہیں پس اللہ تعالیٰ جن بندوں کی ثنا و صفت فرمائے وہ اور دوں سے بدرجہا افضل ہیں کیونکہ معرض مدح میں آنے کیلئے باختیار آلٰہی وہ لوگ مختار ہوئے نہ اگلے نہ پچھلے پس وہ دونوں سے افضل ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ قادر مختار ہے اگر وہ اوروں کو ایسی مدح کیواسطے پسند کرتا تو ہو سکتا تھا پس جب اسنے انھیں کو مختار فرمایا تو وہی افضل ہیں اور اس سے زیادہ شرف کیا ہوگا کہ حضرت رب العزت جل جلالہ جو اُنکا خالق ہے اُن کی مدح فرماتا ہے۔ قولہ تعالیٰ اولوا الارحام بعضہم اولیٰ ببعض فی کتاب اللہ ان اللہ بکل شیء علیم۔ مترجم کہتا ہے کہ شیخ نے یہاں ارحام سے مشیت قدم یعنی عدم کو اشارہ میں مراد لیکر میراث قرب و مکاشفات وغیرہ کو وارثین اُن کے لئے اولیٰ قرار دیا چنانچہ لکھا کہ اللہ تعالیٰ سبحانہ نے اس آیت میں بیان فرمایا کہ علوم غیبیہ و حکمتہائے غریبہ و اخبار

عجیبہ و مشاہدات و اسرار جذب و وجد و واردات و لطائف مقامات و سیر مجاہدات وغیرہ جو انبیا و صدیقین کی میراث ہے۔ وہ اولو الارحام ہی کو بواسطے
مخصوص ہے یعنی انھیں سچے مریدوں کو ملتی ہے جو طلب میں صادق اور توفیق سے سرفراز اور محبت میں کامل اور یاد حق میں مستغرق اور ذکر افعال
وصفات میں متدین ہیں کیونکہ ارحام عدم سے تجلی قدم وہ اسی طرح نکلے تھے کہ مشاہدہ انوار ذات وصفات سے ان اوصاف میں کامل و منظور نظر
ولایت ہوئے تھے اور یہ وہ لوگ جو زبانی دعوے کرتے ہیں جیسے یہود و نصاری اپنے آپ کو متبع نبوت حضرت موسی و عیسی علیہما السلام قرار دیتے ہیں
اور کہتے ہیں کہ ہم فرزندان حق و اُس کے محبوب بندے ہیں حالانکہ اتباع نفس و شیطان میں سرگرداں ہیں اور اتباع نبوت کا کہیں انہیں نام بھی نہیں
اور جیسے اہل اسلام میں جھوٹے دعوے والے عالم و درویش کہ زبانی خدا رسیدہ و پاک اعتقاد و نیک کردار بنتے ہیں حالانکہ اتباع نبوت و سنت سے
دور پڑے ہیں اپنے نفس کی خواہشوں میں گرفتار اور شیطانی خطرات کو ایمان سمجھتے اور چال و چلن خلاف راہ صواب و صراط مستقیم کی اختیار کئے
ہوئے لوگوں کے مال کھاتے اور دنیا پر نظر رکھتے ہیں تو ایسے لوگ کبھی اس میراث نبوت و صدق سے حصہ نہ پاوینگے اور کبھی انکو باغ ملکوت کی
پاکیزہ ہوا لگے گی اور کبھی گلشن جبروت سے نسیم گلہائے معطر نہ سونگھیں گے اور کبھی اسرار الحان کی آواز اُن کے کانوں میں پہونچے گی کیونکہ یہ لوگ
نفس و شیطانی پروں سے پرواز کرتے ہیں جن کی انتہائی پرواز اُلٹے پاؤں قعر بد افعالی و خصائل ذمیمہ و اعتقادات فاسدہ ہیں جو کنارہ
جہنم پر پہونچاتے ہیں پس انجام اُن کا اسی دوزخ کی بدبو و بدمنظر و بدغذا ہے جو پردہ اسرار میں اُن کو برعکس مزین نظر آتی ہے اور ان لوگوں کے پاس
وہ پر نہیں ہیں جن سے پرواز حقیقی ہوتی ہے کیونکہ وہ پرواز بازوے رسالت و نبوت و محبت و صدق و حیا و ولایت ہوتی ہے چنانچہ نیک خصلت
و نیک انجام کو ہوا گلشن مشاہدہ و صدق و صفا میں انھیں پروں کے پرواز سے وصول ہوتا ہے اور وہیں پہونچکر نسیم عطر آگین و اسرار الحان پاکیزہ سے
مشام روح معطر ہوتے ہیں۔ تو نہیں دیکھتا کہ اللہ تعالی نے اپنے خلیفہ حضرت سلیمان علیہ السلام کے وصف میں کیونکر علم منطق الطیر وغیرہ کو ذکر
فرمایا ہے پس جو کوئی معرفت کے ان طریقوں میں سے کسی طریقہ کے ساتھ اُن کی طرف منسوب ہو وہی ولایت میں اسکا نسب ہوتا ہے اور اسکو
اسی طریقہ کی میراث میں اسی طریق کا علم حقیقت حاصل ہوگا اگرچہ وصول و منزلت میں سب باہم ایک ہیں فرق فقط نزدیکی و زیادہ نیکی کی
راہ سے ہے۔ مترجم کہتا ہے کہ یہ قول جو عوام میں مشہور ہے کہ ہر ولی کسی نبی کے قدم پر ہوتا ہے اسکا محصل یہی ہے جو یہاں شیخ کے کلام سے ظاہر
ہوا۔ پھر شیخ نے لکھا کہ اللہ تعالی نے کتاب لدنی میں اس میراث کی قسمت بیان فرمائی ہے۔ کما قال تعالی اولی ببعض فی کتاب اللہ پس
ہر ایک کی قسمت قبل اسکے اعمال ملکیہ قبل وجود کے مقدر ہو چکی ہے پس یہ فضل الٰہی ہے جسکو چاہا عطا فرمایا اور جو تقدیر پر ایمان نہ لایا وہ کافر رہا۔
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی قسمت میراث کا اشارہ فرمایا بقولہ العلماء ورثۃ الانبیاء الحدیث یعنی انبیا علیہم السلام دنیا کمانے کو نہیں آئے
بلکہ بندوں کو دنیا کے انہماک کی اس کی وجہ سے جو بد افعال پیدا ہوتے ہیں اُن سے چھڑانے کو آئے تھے پس مال و متاع دنیا اُن کی میراث نہیں ہے بلکہ علوم
حقیقت و معرفت اُن کی میراث ہے پس اُمت کے مومنوں نے بقدر اپنے اپنے حوصلہ و فہم کے ان علوم سے حصہ پایا یعنی جسقدر اتباع شریعت
و طریقت میں امتی مومن پیش قدم ہوا اسی قدر اس کا ناتا نزدیک ہوا اور اسی قدر حصہ میراث اسکو زیادہ ملا اگرچہ میراث کا ملنا اللہ عز وجل کی طرف
سے مخصوص ہے اسمیں انبیاء علیہم السلام کو خود عطا کرنے کا دخل نہیں ہے جیسے ظاہری ترکہ کی تقسیم میں خود اللہ تعالی نے تقدیر فرمائی ہے ایسے ہی
باطنی حقیقت میراث کی تقسیم بھی اللہ تعالی ہی کی طرف سے ملتی ہے اور اسی راہ سے اُن کے احوال متفاوت ہوتے ہیں اور خود اشارہ فرمایا
بقولہ ویابی اللہ والمومنون الا ابا بکر یعنی حصہ خلافت و امامت کسی کو نہیں مل سکتا سوائے حضرت ابو بکر رض کے کیونکہ اتباع میں انکا قدم
سب سے پیشتر تھا پس اُن کا ناتا سب سے اقرب ہوا لہذا حصہ میراث ان کو جناب الٰہی سے مخصوص ہوا پس اور کسی کو نہیں ملیگا پھر اللہ تعالی نے

قولہ ان اللہ بکل شئی علیم ۔ سے اس سورہ کو ختم فرمایا ۔ اور جیسے حضرت باری تعالیٰ عزشانہ کی ثنا و صفت پاک ہو ویسے ہی اسمین تنبیہ ہو کہ وہ تعالیٰ علم ازلی سے عالم ہو اُسنے ازل مین قبل وجود ان بندون کے جن کو حصہ میراث پہونچا ہو اپنے فضل سے ان کو برگزیدہ فرمایا تھا پس صدیقین کو کرامت صدیقیت اور شہدا و صالحین کو اپنے اپنے مرتبہ کی کرامت اسی علم محیط کے موافق بعد ان کے ایجاد کے ہونچی و قد قال تعالیٰ ولقد اخترناہم علی علم علی العالمین پس ان اللہ بکل شئی علیم سے یہ معنی ظاہر ہوئے کہ جو برگزیدگی ان بندون کیلئے ازل سے مقدر فرمائی تھی وہ موافق تقدیر کے ان سے ظاہر ہوگی کہ شوق لقار الٰہی مین پاکیزہ طور سے طاعات ادا کرینگے اور اتباع مین پیش قدم رہین گے یہان تک کہ تمام عالم سے براۃ و بیزاری کر کے خالص اللہ تعالیٰ ہی کے واسطے ہو جائین گے ۔ واللہ تعالیٰ اعلم ۔

سُوْرَةُ التَّوْبَةِ مَدَنِيَّةٌ وَهِيَ مِائَةٌ وَتِسْعٌ وَعِشْرُوْنَ اٰيَةً

سورۂ توبہ مدینہ ہو اور قرطبی رحمہ اللہ نے کہا کہ اس کے مدینہ ہونے پر اتفاق ہو ولیکن مفسرؒ نے اختلاف کی طرف اشارہ کیا بقولہ او الا آیتین آخرہا یا سب مدینہ ہو سوائے دو آیتون کے جو آخر سورہ ہین ۔ اور یہ سورہ ایک سو تیس آیت کی ہو اور مفسرؒ نے اسمین بھی اختلاف کا اشارہ کیا بقولہ او الا آیۃ یعنی یا ایک آیت کم پس ایک سو انتیس آیات ہوئین ۔ اس سورہ کے بھی مانند سورہ الحمد کے بہت نام ہین ازانجملہ سورۃ البراءۃ کیونکہ سا ہو مشرکین سے براءت ہو یقال برئت منہ وانا منہ بری یعنی جو لگاؤ تیرا اس سے تھا وہ تو نے کاٹ دیا ۔ سورۃ التوبۃ کہ اسمین مومنین پر توبہ نازل ہونے کا بیان ہو حذیفہؓ سے روایت ہو کہ تم لوگ اسکو سورۂ توبہ کہتے ہو حالانکہ وہ سورۃ العذاب ہو ۔ سورۃ الفاضحہ کیونکہ اس نے اہل نفاق کو فضیحت کر دیا ۔ سورۃ البحوث و سورۃ المبعثرہ و سورۃ المثیرہ ۔ کیونکہ چھپے نفاق کو بحث کر کے کھود نکالا ۔ سورۂ مقشقشہ از تقشقش یعنی بیزاری کیونکہ نفاق سے براءت کرتی ہو اور ایسی ہی مناسبت سے دیگر نام ہین مانند سورۃ المخزیہ والحافرہ والمنکلۃ والمدمدمہ اے مہلکۃ والمشردہ والمنقرہ ۔ ابن عباسؓ سے روایت ہو کہ بعد فتح مکہ کے نازل ہوئی و عنہ ایضا مدینہ مین نازل ہوئی ۔ اور یہی ابن الزبیر و قتادہ سے مروی ہو ۔ براء بن عازبؓ نے کہا کہ آخر جو آیت نازل ہوئی قولہ یستفتونک قل اللہ یفتیکم فی الکلالۃ الآیہ ہو اور آخر جو سورہ نازل ہوئی سورہ براءۃ ہو ۔ رواہ البخاری پھر یہان ایک سوال وارد ہوتا ہو چنانچہ ترمذی رحمہ نے ابن عباسؓ سے روایت کی کہ جب عثمانؓ نے صحابہؓ کے اتفاق سے قرآن مجید کو مصحف مین جمع کر دیا تو مین نے عثمانؓ سے کہا کہ سورۃ الانفال تو مثانی مین سے ہو اور سورۂ براءۃ مئین مین سے ہو پھر آپ لوگون نے کیون ان دونون کو نزدیک کر دیا اور درمیان مین بسم اللہ الرحمن الرحیم کو نہین لکھا اور سبع طول مین داخل کر دیا تو عثمانؓ نے جواب دیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ حال تھا کہ زمانہ گذرتا اور آپ پر متعدد آیات کے سورے نازل ہوتے پس جب آپ پر کچھ نازل ہوتا تو وحی لکھنے والون مین سے کسی کو بلاتے اور فرماتے کہ اس کو فلان فلان مقام پر لکھو ۔ اور سورۂ انفال تو مدینہ مین اول مین نازل ہونے والیون مین سے تھی اور سورۂ براءۃ آخر مین نازل ہوئی اور قصہ اس کا اسکے قصہ سے مشابہ تھا اور آنحضرت صلعم نے وفات فرمائی اور ہم کو نہین بتلایا کہ یہ سورہ بھی اسی مین سے ہو اور ہم نے خیال کیا کہ اسی مین سے ہو لہذا دونون کو ملا دیا اور درمیان مین سطر بسم اللہ الرحمن الرحیم نہین لکھی اور دونون کو سبع طوال مین رکھا ۔ کذا رواہ احمد و ابو داؤد والنسائی وابن حبان والحاکم ۔ بعض نے کہا کہ حضرت عثمانؓ کے وقت مین جب قرآن لکھا گیا تو صحابہ رضی اللہ عنہم مختلف ہوئے بعض نے کہا کہ سورۂ انفال و سورۂ براءۃ دونون واحد ہین اور بعض نے کہا کہ دو ہین پس اس طرح اقتران کر کے درمیان مین بسملہ چھوڑ دی گئی اور کشاف وغیرہ مین کہا کہ جنھون نے ایک ہی سورۃ قرار دیا ان کا قول اظہر ہو اسواسطے کہ مجموعہ دو سو پانچ آیتین ہین پس دونون مل کر طوال سورتون مین ساتوین سورۃ قرار دیجاوینگی ۔ وقال المترجم ظاہر یہ ہو کہ حضرات صحابہؓ نے بوجہ عدم تحقق کسی جانب کے

سطر بسملہ کو ترک کیا۔ لیکن یہ قول بنا بر ینکہ بسملہ واسطے فصل کے نازل ہوئی ہو جیسا کہ قدماء حنفیہ کا مذہب ہی۔ **وقال المفسر** رح بسملہ اسواسطے نہین لکھی گئی کہ آنحضرت صلعم نے اس کا حکم نہین دیا جیسا کہ مستدرک حاکم کی حدیث سے نکلتا ہو قشیری رح کا بھی یہی مطلب ہے کہ جبرئیل ع اس سورہ کیساتھ بسملہ نہین لائے تھے۔ **قال المترجم** و علی ہذا یہ سورہ مستقل ہے اور انفال کا ٹکڑا نہین ہی چنانچہ اس کا نام علیحدہ بلکہ متعدد نام سے مسمی ہونا بھی اسی پر دلالت کرتا ہی اور یہ امر زمانہ صحابہ رض سے شائع ہے جیسا کہ حذیفہ رض سے اوپر مذکور ہوا۔ **وقال ابو السعود** رح ان نامون سے مشتہر ہونا اُسکے مستقل سورہ ہونے کی دلیل ہو اور یہ کہنا کہ علیحدہ نام سے انھین صحابہ رض نے مسمی کیا جو اسکو مستقل سورہ جانتے تھے تو یہ خلاف ظاہر ہی علی بن ابیطالب رضی اللہ عنہ سے روایت ہی کہ بسملہ امان ہی اور سورہ براۃ نازل ہوئی تلوار کے ساتھ۔ اسمین حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے ترک تسمیہ کی وجہ کا اشارہ بتلایا۔ اور ایسا ہی سفیان بن عیینہ رح سے بھی مروی ہی۔ **وقال الخفاجی** رح یہی قول اصح ہی۔ ابو السعود رح نے کہا کہ تسمیہ ترک ہونے کی یہی حکمت ہی کہ سورہ براۃ تو امان دور کرنے کیواسطے نازل ہوئی پس بسملہ سے جو الرحمن الرحیم کو شامل اور موجب امان ہی شروع نہین کی گئی جیسا کہ عرب کا دستور تھا کہ جب کسی کو عہد توڑنے کا خط لکھتے تو ایسے عنوان سے شروع نہین کرتے تھے پس ترک تسمیہ کی وجہ یہ نہین ہی کہ صحابہ رضی اللہ عنہم کو اُسکے مستقل سورہ ہونے یا غیر مستقل ہونے مین اشتباہ تھا جیسا کہ ابن عباس رض سے حکایت کیا گیا اور یہ رعایت بھی نہین تھی کہ صحابہ رض مین اختلاف تھا پس ہر دو فریق کی رعایت سے فصل کر دیا گیا کیونکہ ترک تسمیہ و عدم ترک مین کسی کی رائے کو دخل نہین ہی بلکہ یہ امر توقیفی ہی پس جیسے جہان شارع نے واقف کرا دیا ویسا ہی وہان کیا جائے گا اور اسمین شک نہین کہ یہان بسملہ کا نزول نہین ہوا۔ **قال المترجم** لیکن یہ اشکال وارد ہی کہ انفال مثانی مین سے اور براۃ مئین مین سے ہی ان دونون کو سبع طوال مین کیون داخل کیا گیا ہی اور حق یہ ہی کہ صحابہ رضی اللہ عنہم نے قرآن مجید کو اجماع کے ساتھ موافق ترتیب لوح محفوظ کے بارشاد آنحضرت صلعم جمع فرمایا اور اللہ تعالیٰ اپنے ذکر پاک کا حافظ ہی پس یہ جمع و ترتیب بعصمت و حفظ الٰہی ہی اور جو حالت موجود ہے اسمین کسی وہم و گمان شیطانی کو دخل دینا لغو ہی والسلام۔ **قال الحافظ** رحمہ اللہ اس سورہ کا اول حصہ اسوقت نازل ہوا جب آنحضرت صلعم غزوہ تبوک سے واپس ہوئے اور آپنے حج کا قصد فرمایا پھر ذکر ہوا کہ موسم حج مین مشرکین اپنی عادت کے موافق آتے ہین اور وے لوگ ننگے طواف کرتے ہین پس اُن کے ساتھ خلط ملط ہونا مکروہ جان کر ابو بکر الصدیق رضی اللہ عنہ کو امیر الحاج قرار دیکر روانہ فرمایا کہ لوگون کو مناسک حج پر قائم کرین اور مشرکون کو آگاہ کر دین کہ اس سال کے بعد وے لوگ حج مین نہ آوین اور لوگون مین پکار دین کہ براۃ من اللہ و رسولہ الآیات۔ جب وے روانہ ہوئے تو اُنکے پیچھے علی بن ابیطالب رض کو روانہ کیا تا کہ آنحضرت صلعم کی طرف سے ایسی بات پہونچا دین الا آپکا عصبہ ہو چنانچہ اسکا بیان عنقریب انشاء اللہ تعالیٰ آتا ہی پس تیس یا چالیس آیتین لیکر روانہ ہوئے من قولہ تعالےٰ

بَرَآءَةٌ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖٓ اِلَى الَّذِيْنَ عٰهَدْتُّمْ مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ ؕ فَسِيْحُوْا فِى الْاَرْضِ

جواب ہی اللہ تعالیٰ کی طرف سے اور اُسکے رسول سے اون مشرکون کو جن سے تمکو عہد تھا سو پھر لو اس ملک مین

اَرْبَعَةَ اَشْهُرٍ وَّاعْلَمُوْٓا اَنَّكُمْ غَيْرُ مُعْجِزِى اللّٰهِ ۙ وَاَنَّ اللّٰهَ مُخْزِى الْكٰفِرِيْنَ ۝ وَ

چار مہینے اور جان لو کہ تم نہ تھکا سکوگے اللہ کو اور یہ کہ اللہ رسوا کرتا ہے منکرون کو اور

اَذَانٌ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖٓ اِلَى النَّاسِ يَوْمَ الْحَجِّ الْاَكْبَرِ اَنَّ اللّٰهَ بَرِىْٓءٌ مِّنَ

سنا دینا ہے اللہ کی طرف سے اور اُسکے رسول سے لوگون کو دن بڑے حج کے کہ اللہ الگ ہے

الْمُشْرِكِيْنَ ۙ ۵ وَرَسُوْلُهٗ ؕ فَاِنْ تُبْتُمْ فَهُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ ۚ وَاِنْ تَوَلَّيْتُمْ فَاعْلَمُوْٓا اَنَّكُمْ

مشرکون سے اور اُس کا رسول سو اگر تم توبہ کرو تو تم کو بھلا ہے اور اگر نہ مانو تو جان لو کہ تم

غَيْرُ مُعْجِزِي اللّٰهِ ۙ وَبَشِّرِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ ۙ اِلَّا الَّذِيْنَ عٰهَدْتُّمْ مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ ثُمَّ

نہ تھکا سکوگے اللہ کو اور خوشخبری دے منکروں کو دکھ والی مار کی مگر جن مشرکوں سے تم کو عہد تھا پھر

لَمْ يَنْقُصُوْكُمْ شَيْـًٔا وَّلَمْ يُظَاهِرُوْا عَلَيْكُمْ اَحَدًا فَاَتِمُّوْٓا اِلَيْهِمْ عَهْدَهُمْ اِلٰى مُدَّتِهِمْ ۭ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُتَّقِيْنَ

قصور نہ کیا تمہارے ساتھ اور مدد نہ کی تمہارے مقابلہ میں کسی کی سو ان سے پورا ہو نچاؤ عہد انکے وعدے تک اللہ کو خوش آتے ہیں احتیاط والے

بَرَاۗءَةٌ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ ۔ خبر مبتدا محذوف اے ہذہ براءۃ۔ من ابتدائیہ ہے متعلق بمحذوف اے واصلۃ من اللہ ورسولہ۔ اور جائز ہے کہ صفت موصوف مل کر مبتدا ہو جاوے کیونکہ نکرہ مخصصہ ہو گیا اور خبر اسکی۔ اِلَى الَّذِيْنَ عٰهَدْتُّمْ مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ ۔ ولیکن اول اولیٰ ہے۔ عہد زبانی قول جو قسم کے ساتھ موکد ہو اور عاہدتم کا خطاب مومنین کو ہے اور الذین موصول مبہم کا بیان من المشرکین ہے اور حال یہ تھا کہ مومنین نے اس سے پہلے مشرکین مکہ اور دیگر مشرکین سے مختلف معاہدے کئے تھے بعض میں مدت کا بیان نہ تھا بلکہ مطلق تھے اور بعض میں مدت تھی پس کسی میں چار مہینہ سے زائد اور کسی میں کم ولیکن اس سے کم مدت کے معاہدہ کا بیان کسی خبر صحیح سے ثابت نہیں ہوتا۔ بہر حال المشرکین سے عموماً مشرک مراد ہیں یا خاص ہیں اور معنی یہ کہ اللہ تعالیٰ و اُس کا رسول دونوں بری ہوئے اس عہد سے جو تم نے مشرکوں سے باندھا بعض نے کہا کہ کافروں نے نقض عہد کیا اس سبب سے عہد کا پھینک مارنا واجب ہوا ولیکن اس قول میں تامل ہے بلکہ اظہار اسلام سے معاہدہ اہل کفر کی تحقیر فرمائی گئی۔ اور اللہ تعالیٰ کے عہد سے بری ہونے کے یہ معنی ہیں کہ مومنوں کو مشرکین کا عہد اُن پر پھینک مارنے کی اجازت ملی۔ یا اسم جلال بغرض تہویل ہے جیسے براءۃ کی تنوین بغرض تفخیم شان براءۃ ہے۔ اور براءۃ کو اللہ تعالیٰ و رسول کے ساتھ اور معاہدہ کو مسلمانوں کے ساتھ اسواسطے متعلق فرمایا کہ دلالت ہو کہ مسلمانوں پر مشرکوں کے عہد اُن پر اُلٹے پھینک مارنا واجب ہے اگرچہ مسلمانوں نے جو معاہدے کئے تھے وہ اللہ تعالیٰ کی اجازت اور رسول اللہ صلعم کے اتفاق سے کئے تھے پھر اس میں اختلاف ہے کہ یہ براءۃ کس عہد سے ہے یعنی عہد مطلق سے جسمیں مدت کا کچھ ذکر نہیں تھا یا چار مہینہ سے کم مدت والے عہدوں سے یا چار مہینہ سے زائد والے عہدوں سے جنمیں نقض عہد کیا گیا اور کلام اسمیں آتا ہے۔ بالجملہ براءت کے بعد حکم دیا فَسِيْحُوْا فِي الْاَرْضِ اَرْبَعَةَ اَشْهُرٍ ۔ ساح یسیح سیاحۃ سیر کرنا۔ علامہ ابو السعود نے لکھا کہ سیاحت زمین میں چلنے کو کہتے ہیں جو آسانی و سہولت کیساتھ ہو پس اسمیں اشارہ ہے کہ بہت بے کھٹکے چار مہینہ تک پھر نیکا حکم دیا یعنی اے مشرکو تمکو مباح ہے کہ پھرتے پھرو زمین میں بے کھٹکے چار مہینے تک اس مدت تک تمکو امان ہے کوئی تمکو قتل نہیں کریگا جہاں چاہو پھرو اور خوب غور و فکر کرلو۔ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّكُمْ غَيْرُ مُعْجِزِي اللّٰهِ ۙ اور جان رکھو کہ تم کبھی اللہ تعالیٰ کے عاجز کرنیوالے نہیں ہو۔ اور یہ مہلت تم کو اسواسطے نہیں دی کہ تمہارے مقہور کرنے میں اب کوئی عجز ہے بلکہ رحمت و مصلحت تمہارے حق میں ہے کہ توبہ کرنیوالا قبل اسکے آبروکیساتھ توبہ کرے۔ وَاَنَّ اللّٰهَ مُخْزِي الْكٰفِرِيْنَ اور تم جان رکھو کہ اللہ تعالیٰ کافروں کو خوار کرنے والا ہے۔ مخزیکم۔ نہیں فرمایا کیونکہ جو بالفعل مشرک تھے بعضے ان میں سے ایمان لے آئے پس اشارہ کر دیا کہ بندے سب ہی اللہ تعالیٰ کے ہیں مگر جو کفر و نافرمانی کرینگے وہی خوار کئے جاوینگے خواہ دنیا میں بھی چنانچہ مشرکوں کے ساتھ واقع ہو لیا اور خواہ دنیا میں یا آخرت میں پس قیامت تک جتنے کافر ہیں سب کے لئے تہدید و وعید ہے۔ وَاَذَانٌ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖٓ ۔ آذان بمعنی اعلام یعنی آگاہ کرنا و خبردار کرنا معنی یہ کہ اور اعلام و اشتہار ہے اللہ تعالیٰ و اُسکے رسول کی جانب سے جو بڑا اکرم رسول ہے اِلَى النَّاسِ سب لوگوں کی طرف يَوْمَ الْحَجِّ الْاَكْبَرِ حج اکبر کے روز یعنی یوم النحر کے روز جو دسویں تاریخ ذی الحجہ کی قربانی کا دن ہوتا ہے کہ۔ اَنَّ اللّٰهَ اے بان اللہ بَرِيْۗءٌ مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ ڏ وَرَسُوْلُهٗ اللہ تعالیٰ بری ہے مشرکوں سے اور اللہ تعالیٰ کا رسول بھی۔ مشرکوں سے اللہ تعالیٰ واُسکے رسول کے بری ہونے کے یہ معنی ہیں کہ مشرکوں کے عہد سے بری ہے پس حج میں یوم النحر کے روز یہ اعلام کر دیا کہ سب لوگ جان لیں

پس مشرکین تو چار مہینہ تک امان کے بعد اپنے آپ کو بے امان سمجھیں اور جملہ مسلمان بھی واقف ہو جاوین کہ چار مہینہ کے بعد کسی مشرک کے لئے عہد و ذمہ نہیں ہے اور نہ آئندہ کوئی مسلمان کسی مشرک سے معاہدہ کر سکتا ہے اور بخاری رح کی روایت میں ہے کہ نوین سال ہجرت مین آنحضرت صلعم نے حضرت علی رض کو بھیجا کہ انھون نے یوم النحر کے روز منی مین باآواز بلند اعلام کر دیا ان کلمات کے ساتھ اور یہ کہ اس سال کے بعد کوئی مشرک نہ حج مین شریک ہو اور کوئی ننگا خانہ کعبہ کا طواف نہ کرے۔ پھر اوتعالی نے کافرون کو توبہ کی طرف بلایا بقولہ فَاِنۡ تُبۡتُمۡ فَهُوَ خَيۡرٌ لَّكُمۡ یعنی اس عرصہ مین اے منکر بندو اگر تم کفر و نافرمانی سے توبہ کرو تو تمھارے لئے بہتر ہے۔ وَاِنۡ تَوَلَّيۡتُمۡ اور اگر نہ مانوگے منہ موڑوگے اور نافرمانی پر اڑوگے تو تمھارا برا ہوگا کسی کا کچھ نقصان نہین۔ فَاعۡلَمُوۡۤا اَنَّكُمۡ غَيۡرُ مُعۡجِزِى اللّٰهِ اور یہ جان رکھو کہ تم کبھی اللہ تعالی کو عاجز کرنیوالے نہین ہو اور وہ پاک پروردگار اپنا دین اور اپنا نور پورا کریگا۔ وَبَشِّرِ الَّذِيۡنَ كَفَرُوۡا بِعَذَابٍ اَلِيۡمٍ اور اے محمد صلعم تو کافرون کو عذاب الیم کی خوشخبری سنا دے۔ کافرون پر تہکم ہے کہ لو یہ خوشخبری سُن رکھو کہ تم سب مقہور بندے ہو تمھارے لئے کچھ نہین ہو سکتا بلکہ دردناک عذاب اٹھاؤگے کہ دنیا مین قتل و قید و خوار ہوگے مال و اولاد برباد ہوگی اور آخرت مین عذاب جہنم مین پڑوگے بالجملہ یہ ایذان و اعلام تمام مشرکوں و عہد والون کو دیا مگر ان مین سے استثناء فرمایا بقولہ اِلَّا الَّذِيۡنَ عَاهَدۡتُّمۡ مِّنَ الۡمُشۡرِكِيۡنَ سوائے ان مشرکون کے جن سے تم نے عہد کیا ثُمَّ لَمۡ يَنۡقُصُوۡكُمۡ شَيۡـئًا۔ پھر انھون نے تم سے عہد کی شرطون مین سے کسی شرط مین کچھ نقص نہین کیا۔ وَّلَمۡ يُظَاهِرُوۡا عَلَيۡكُمۡ اَحَدًا اور نہ تم پر کسی کی مظاہرت کی یعنی کسی گروہ کافر کے جو تم سے لڑا یا مانند اس کے کوئی امر کیا اس کی انھون نے معاونت بھی نہین کی تو فَاَتِمُّوۡۤا اِلَيۡهِمۡ عَهۡدَهُمۡ اِلٰى مُدَّتِهِمۡ‌ؕ پورا کر دو اُن کو اُن کا عہد اُن کی مدت تک کیونکہ عہد پورا کرنا از جملہ تقوی ہے اور حال یہ ہے کہ۔ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الۡمُتَّقِيۡنَ۔ اللہ تعالی تقوی والون کو محبوب رکھتا ہے ف مفسرین نے اسمین اختلاف کیا کہ براۃ مذکورہ کن عہد والون سے اور کیسے عہد والون سے ہے اور چار مہینہ کی مہلت کب سے کب تک ہے کیونکہ آگے کی آیت مین اشہر حرام گزرنے کے بعد ہی مشرکون کے حق مین یہ حکم ہے کہ جہان پاؤ قتل کر ڈالو۔ قال ابن کثیر رحمہ اللہ اختلافی اقوال مین سے ایک یہ ہے کہ اس آیت مین ان عہد والون سے براۃ ہے جن کے ساتھ مطلق عہد بدون بیان مدت کے تھا یا جن سے چار مہینہ سے کم مدت تک عہد تھا پس ان کے لئے چار مہینہ کی میعاد دی گئی اور جنکے ساتھ اس سے زائد کسی مدت معلومہ تک عہد تھا ان کا عہد اسی مدت تک باقی ہے بقولہ تعالی۔ فاتموا الیہم عہدہم الی مدتہم۔ اور حدیث مین بھی آیا ہے کہ من کان بینہ وبین رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم فعہدہ الی مدتہ یعنی جس کے اور رسول اللہ صلعم کے درمیان کسی میعاد معلومہ تک عہد تھا اسکا عہد اپنی مدت تک ہے اور یہی قول منجملہ اقوال کے احسن و اقوی ہے اور اسی کو ابن جریر رح نے اختیار کیا ہے اور مفسر رح نے ان عہد والون کو بھی اسی مین داخل کیا جنکا عہد کسی مدت معلومہ تک چار مہینہ سے زائد تھا مگر انھون نے کسی شرط مین خلاف کیا یا مظاہرت کی تو انکا عہد بھی باطل ہو گیا اور یہ بھی صحیح ہے۔ مجاہد رح سے مروی ہے کہ اصحاب عہد کو ایذان دیا گیا کہ چار مہینہ امن سے پھرین اور یہ چارون مہینے پے در پے ہین پس گیارہوین ذی الحجہ سے لیکر ربیع الآخر کی دسوین تک ہے۔ یہی جمہور کا قول ہے۔ انس بن مالک رض سے روایت ہے کہ آنحضرت صلعم نے براۃ کو ابوبکر رضی اللہ عنہ کے ساتھ بھیجا تھا جب وہ ذوالحلیفہ تک پہونچے تو آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ نہین پہونچاویگا اس بات کو کوئی سوائے میرے یا میرے کسی اہل بیت کے پس اسکو علی کرم اللہ وجہہ کے ساتھ روانہ کیا۔ رواہ احمد والترمذی و بیضاوی رح نے کہا کہ یہ جو حضرت صلعم نے فرمایا کہ نہین پہونچاویگا میری طرف کوئی سوائے میرے یا میرے اہل بیت کے تو یہ عموم پر نہین ہے یعنی ہر بات مین یہی حکم نہین ہے کیونکہ اکثر آنحضرت صلعم نے ایسے لوگون سے تبلیغ فرمائی جو اہل بیت سے نہ تھے بلکہ یہ فقط عہد سے مخصوص ہے کیونکہ عرب کی یہ عادت تھی کہ جس قبیلہ کی طرف نقض عہد کا پیغام ہو اسکو سردار

یا اسی کا گھروالا کوئی پہونچادے اور دلیل اسپر بعض روایات کے الفاظ ہیں کہ لا یبلغہا کوئی اس براۃ کو نہ پہونچادے لئے۔ میں کہتا ہوں کہ اکثر روایات اسی امر کو مشعر ہیں کہ فقط براۃ مذکورہ کے ساتھ تخصیص ہے۔ بعض نے زعم کیا کہ پہلے ابوبکرؓ کو مقرر کیا تھا پھر معزول کر دیا اور حضرت علیؓ کو مقرر کیا حالانکہ یہ غلط ہے بلکہ حضرت ابوبکرؓ اسی طرح امیر الحاج و امیر الموسم رہے اور براۃ عہود کے پکارنے کیلئے حضرت علیؓ کو بھیجا تھا چنانچہ محمد بن اسحاق نے امام ابو جعفر محمد باقرؒ سے روایت کی کہ جب سورۂ براۃ نازل ہوئی تو آنحضرت صلعم نے ابوبکرؓ کو حج کے واسطے امیر کر کے روانہ کیا پھر کہا کہ میری طرف کوئی ادائے پیغام نہ کرے سوائے میرے اہل بیت کے پھر علیؓ کو بلا کر فرمایا کہ یہ قصہ براۃ لیجاؤ اور یوم النحر کو جب منیٰ میں جمع ہوں تو پکار دو کہ جنت میں کوئی کافر نہیں داخل ہوگا اور اس سال کے بعد کوئی مشرک حج نہ کرے اور کوئی ننگا خانہ کعبہ کا طواف نہ کرے اور جس کسی سے آنحضرت صلعم سے عہد تھا اُسکا عہد اُسکی مدت تک ہے۔ پس علیؓ آنحضرت صلعم کے ناقہ عضباء پر سوار ہو کر روانہ ہوئے اور راہ میں ابوبکرؓ سے مل گئے پس ابوبکرؓ نے دیکھکر فرمایا کہ امیر ہو یا مامور ہو یعنی مجھ پر سردار کر کے بھیجے گئے ہو یا میری ماتحتی میں ہو۔ حضرت علیؓ نے کہا کہ مامور ہوں پھر دونوں چلے یہاں تک کہ ابوبکرؓ نے لوگوں کو حج کرایا الی آخر ما قال۔ بلکہ صحیح یہ ہے کہ آنحضرت صلعم نے ابوبکرؓ کو اقامت حج اور اعلام براۃ دونوں کے واسطے بھیجا تھا اور وہ دونوں باتوں پر قائم رہے اور حضرت علیؓ کو پیچھے سے اعلام براۃ کے واسطے بھیجدیا تاکہ اہل عرب میں سے کسی کو اپنی عادت کے موافق عذر نہ رہے چنانچہ امام بخاریؒ نے روایت کی کہ ابوہریرہؓ نے بیان کیا کہ ابوبکرؓ نے اس سال جن پکارنے والوں کو بھیجا تھا انمیں مجھے بھی مقرر کیا تھا کہ یوم النحر کو منیٰ میں ہم پکارتے تھے کہ اس سال کے بعد کوئی مشرک حج نہ کرے اور کوئی ننگا خانہ کعبہ کا طواف نہ کرے۔ حمید بن عبدالرحمٰن نے کہا کہ آنحضرت صلعم نے پیچھے پیچھے علیؓ بن ابی طالب کو بھی بھیجا اور حکم دیا کہ براۃ کو پکارے۔ ابوہریرہؓ نے کہا کہ ہمارے ساتھ علیؓ نے بھی منیٰ میں یوم النحر کو بھی پکار دیا۔ دوسری روایت بخاری میں اس مضمون کے ساتھ یہ بھی ہے کہ یوم الحج الاکبر وہ یوم النحر ہے اور اکبر اس جہت سے کہا گیا کہ لوگ حج اصغر کہتے تھے پس ابوبکرؓ نے اس سال میں لوگوں کے عہد اُن پر پھینک مارے پھر سال حجۃ الوداع جسمیں رسول اللہ صلعم نے حج کیا کسی مشرک نے حج نہیں کیا۔ انتہی ما فی الروایۃ۔ اور حضرت علیؓ سے ندا میں چار باتیں مروی ہیں یعنی کوئی کافر کبھی جنت میں داخل نہوگا اور کوئی مشرک اس سال کے بعد حج نہ کرے اور کوئی ننگا خانہ کعبہ کا طواف نکرے اور جس کے و آنحضرت صلعم کے درمیان عہد تھا اس کا عہد اُس کی مدت تک ہے۔ رواہ ابن جریرؒ وغیرہ۔ پھر واضح ہو کہ یوم الحج الاکبر وہ یوم النحر ہے جیسا کہ علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے و در روایت بخاری از ابوہریرہ اوپر گذری اور ابن جریرؒ نے خطبہ حجۃ الوداع میں باسناد صحیح مرفوع یہی روایت کیا اور یہی ابن مسعودؓ و ابن ابی اوفیٰ و مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہم و مجاہد و جماعت تابعین رحمہم اللہ کا قول ہے اور حضرت عمرؓ و ابن عمرؓ و ابن عباسؓ و طاؤس وغیرہم نے کہا کہ وہ یوم عرفہ ہے اور مجاہدؒ سے یہ بھی روایت ہے کہ مراد ایام حج ہیں حسن بصری و ابن سیرین سے مروی ہے کہ یہ دن فقط حج ابوبکرؓ اور حج رسول اللہ صلعم کا دن تھا اب نہیں ہے۔ اور صحیح قول اول ہے کما نص علیہ ابن جریر رحمہ اللہ۔ ف

فی العرائس قولہ تعالیٰ براءۃ من اللہ ورسولہ الی الذین عاہدتم الآیۃ۔ جاننا چاہیئے کہ عہد معرفت و محبت و عبودیت کا پورا کرنا نہیں ممکن ہے مگر اسی شخص سے جس نے عدم سے نکلتے وقت ربوبیت کو بنور ازلی مشاہدہ کیا ہے اور جو کوئی محبت و عشق قدیم سے خالی ہے وہ وفا نہیں کر سکتا اور کیونکر وفا کرے کیونکہ درگاہ کبریائی سے مردود ہے اور کبھی ابد تک مقبول نہ ہوگا۔ اللہ تعالیٰ نے ان رعونت والوں سے براۃ فرمائی جو اپنے نفوس کی خواہشوں و دنیا و اس کی زینت و جاہ و مال و منال کو پوجتے ہیں اور داغ فراق اُن پر لازم کر دیا کیونکہ عہد اول سے باہر ہو گئے ہیں کاش اگر درد فراق سے واقف ہوتے تو اسی حسرت میں مر جاتے۔ اللہ تعالیٰ و اُس کے رسول نے سوائے شرک کے جملہ عذر کو قبول فرمایا کیونکہ شرک سے بڑھکر کوئی ظلم نہیں ہے اس لئے کہ مخلوق نے اپنے خالق سے منہ موڑ کر یہ غضب کیا کہ دوسری مخلوق کو اپنے معبود قدیم خالق عز و جل سے شریک کر دیا بعد عہد کے یہ فرقت لاحق ہوئی

کیسی سخت بات ہے۔ زمانہ عہد مین تو وصول کی اُمید تھی کہ ناگاہ غیرت کی بجلی گری اور اُن کو اُنکے ہوسات مین جلا کر خاک کر دیا پھر حق تعالیٰ نے اُنکو اتنی مہلت دیدی جسمین ظھوئے ہوئے کا تدارک ممکن ہے لیکن یہ بھی اتمام حجت ہے۔ کما قال تعالیٰ فسیحوا فی الارض اربعۃ اشھر۔ اور جمہور خلائق کے درمیان اُنکی بدعہدی کا اشتہار دیدیا بقولہ واذان من اللہ ورسولہ الے الناس یوم الحج الاکبر۔ بندون کو یوم عید کی معرفت دیدی اور یہ وہ دن کہ آسمان و زمین و عرش و کرسی سب مستوی تھے کہ اپنے انبیار و اولیار کیواسطے کشف جلال فرمایا اور وہ اب بروز عرفہ ظاہر ہوتا ہے پس اس روز یہ اشتہار دیدیا کہ اللہ تعالیٰ ان مشرکون سے جو اپنی خواہش نفس مین اللہ تعالیٰ و اسکے رسول سے محجوب پڑے ہین بری ہے اور اُس کا رسول بھی ان مردودن سے بری ہے کیونکہ حبیب اپنے حبیب سے موافقت رکھتا ہے اور غیرت توحید اسی امر کو مقتضی ہے کہ وہی وہ رہے اپنی مراد کا نام بھی نہو۔ ابن عطار رحمہ نے کہا کہ جو امر کہ حضرت باری تعالیٰ سے مخصوص ہے خواہ صفت ہو یا فعل ہو اسمین جو کوئی بندہ اسکے ساتھ کسی غیر کو شریک کرے تو اللہ تعالیٰ اُس سے غیرت فرماتا ہے یعنی اپنی درگاہ سے اُس کو محروم کر کے دور کرتا ہے پھر اپنے کرم و رحمت سے اُن کو باغ اُمید سے بالکل خارج نہین کیا اور توبہ طلب کی بقولہ فان تبتم فھو خیر لکم۔ یعنی اگر اپنے نفوس کے حظوظ دنیاوی مین منہمک ہونے سے پھرو اور اپنے قلوب کے حظوظ مشاہدہ ربانی مین آؤ تو یہ تمہارے واسطے بہتر ہے یعنی یہی ہے جو کچھ ہے کیونکہ سراپا بھلائی قرب و حضور حضرت رب العزت جل سلطانہ مین ہے۔ اہل اشارہ کے نزدیک توبہ یون ہے کہ مشاہدہ بارگاہ قدیم و درگاہ حی القیوم کے وقت قلب سے حدث بالکل جاتا رہے یعنی قلب کو حادث چیزون سے حتی کہ اپنے آپ سے بھی لگاؤ نہ رہے اگرچہ خود جیسا حادث ہے ویسا ہی رہیگا یعنی فانی ہو کر باقی ببقار حی القیوم ہو جائیگا۔ شیخ ابو عثمان رحمہ اللہ نے کہا کہ بحکم قولہ تعالیٰ فان تبتم فھو خیر لکم۔ توبہ ہر بھلائی کی کنجی ہے۔ انتہی پھر جن عہد والون سے برأت فرمائی اور اُنکا عہد اُن کو پھینک مارا اور چار مہینہ کی اُن کو مہلت دی تو اُنکے حق مین اور بے عہد تمام مشرکون کے حق مین حکم دیدیا۔ بقولہ تعالیٰ۔

فَإِذَا انسَلَخَ الْأَشْهُرُ الْحُرُمُ فَاقْتُلُوا الْمُشْرِكِينَ حَيْثُ وَجَدتُّمُوهُمْ وَخُذُوهُمْ وَاحْصُرُوهُمْ وَاقْعُدُوا

پھر جب گذر جاوین مہینے پناہ کے تو مارو مشرکون کو جہان پاؤ اور پکڑو اور گھیرو اور بیٹھو

لَهُمْ كُلَّ مَرْصَدٍ ۚ فَإِن تَابُوا وَأَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَآتَوُا الزَّكٰوةَ فَخَلُّوا سَبِيلَهُمْ ۚ إِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَّحِيمٌ ۝

ہر جگہ اُن کی تاک پر پھر اگر وہ توبہ کرین اور کھڑی رکھین نماز اور دیا کرین زکوۃ تو چھوڑ دو اُن کی راہ اللہ ہے بخشتا مہربان

فَإِذَا انسَلَخَ الْأَشْهُرُ الْحُرُمُ۔ انسلاخ الشھور دن کر کے مہینہ کا پورا ہوتا جانا یہان تک کہ گزر جائے۔ خفاجی رحمہ نے کہا کہ سلخ کبھی بمعنی کشط آتا ہے یعنی پوست و کھال اُتار لینا جیسے سلخت الاھاب عن الشاۃ۔ مذبوحہ بکری پر سے مین نے کھال کھینچ لی۔ اور کبھی اخراج و باہر کرنے کے معنی مین آتا ہے جیسے سلخت الشاۃ عن الاھاب۔ مذبوحہ بکری کو مین نے کھال مین سے نکال لیا۔ پس مہینہ پر انسلاخ کا اطلاق استعارہ از معنی اول ہے کیونکہ کھال کے مانند زمانہ بھی اشیار پر محیط ہے۔ اور بیضاوی رحمہ نے دوسرے معنی سے استعارہ قرار دیا گویا جب گزر گیا تو جس کو محیط تھا وہ اسمین سے نکل آیا۔ المعنی مومنون کو حکم دیا کہ جب وہ مہینے گزر جاوین جو حرام ہین فَاقْتُلُوا الْمُشْرِكِينَ حَيْثُ وَجَدتُّمُوهُمْ تو قتل کرو مشرکون کو جہان کہین تم اُن کو پاؤ خواہ ایسے مقام مین پاؤ جو حرم کہلاتا ہے خواہ ایسے مقامون مین جو حل ہین۔ اور چاہے کوئی وقت ہو۔ واضح ہو کہ یہان دو مقام ہین ایک یہ کہ اشھر الحرم سے کون مہینے مراد ہین اور مشرکین کا لفظ اہل کتاب و بت پرستون وغیرہ سب کو شامل ہے یا اہل کتاب کو شامل نہین ہے پس علمار نے اسمین اختلاف کیا ہے ایک قول یہ ہے کہ اشھر الحرم سے ذی القعدہ و ذی الحجہ و محرم اور رجب چار مہینہ مراد ہین کما فی قولہ منھا اربعۃ حرم۔ اور اسی سورہ مین ان شار اللہ تعالیٰ اس کی تفسیر آویگی اور یہ قول امام محمد باقر کا ہے ولیکن ابن جریر رحمہ نے کہا کہ آخر مہینہ اسوقت مین انکے حق مین محرم ہے اور اسی کو علی بن ابی طلحہ نے ابن عباس سے حکایت کیا اور یہی ضحاک رحمہ کا قول ہے۔ وقال البیضاوی رحمہ اللہ یہ محل نظر ہے کیونکہ الاشھر الحرم پر الف لام عہد ہے جو معہود سابق پر

دلالت کرتا ہو اور نیز یہ مخالف اجماع ہو کیونکہ یہ مقتضی ہو کہ ماہہائے حرام کی حرمت ابھی تک باقی ہو اسلئے کہ جو بعد کو نازل ہوا اسمین اسکا ناسخ کوئی کلام نہین
ہے بالجملہ یہ قول منظور فیہ و خلاف سیاق ہو اگرچہ ابن جریرؒ نے اسی کو اختیار کیا ہو۔ قول دوم یہ کہ مراد ماہہائے معاہدہ ہین جو قولہ فاتموا الیہم عہدہم
مین مقصود ہین اور یہی مجاہد و ابن زید وغیرہ سے حکایت کیا گیا ولیکن یہ قول اضعف ہو اسواسطے کہ مدت معاہدہ چند ماہ جن پر جمع اشہر کا اطلاق جائز نہین
اور نہ اشہر کی تعبیر مین کوئی وجہ وجیہ ظاہر ہو اور اسقدر بھی نظم قرآنی مین متحمل نہین ہوسکتا۔ فافہم۔ قول سوم یہ کہ وہ چار مہینہ مراد ہین جو قولہ تعالیٰ فسیحوا
فی الارض اربعۃ اشہر مین مذکور ہین اور یہی بنظر سیاق و نظم کلام واز راہ معنی وجیہ ہو اور یہی ابن عباسؓ و مجاہدؒ و عمرو بن شعیبؒ و ابن اسحاقؒ و قتادہ و سدی و
ابن زید سے مروی ہو اور یہی ائمہ اہل علم کے قول پر درست ہو اور ان چار مہینون کو اشہر الحرم اسواسطے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے ان مہینون تک مشرکون کی
جانون و مالون کو حرام فرمایا ہو۔ المعنی پھر جب چار مہینہ گذر جاوین جنمین ہم نے تم پر ان کا قتل کرنا حرام کیا ہو تب اُن کے گذرنے کے بعد مشرکون کو جہان
کہین اور جب کبھی پاؤ قتل کر ڈالو۔ لیکن خانہ کعبہ مین قتال اکثر علماء کے نزدیک حلال نہین ہو وہو الاصح۔ اور مشرکین اگرچہ آیت مین عام ہو لیکن مخصوص
ہو چنانچہ سنت مین عموماً عورت و طفل کے قتل سے ممانعت ہو اور بوڑھا ضعیف جس سے مضرت نہو وہ بھی قتل نہ کیا جاوے اور ایسی ہی ایلچی قتل
نہ کیا جاوے یا جو امان لیکر آوے اور سدیؒ سے روایت ہو کہ آنحضرت صلعم نے براءۃ کے بعد کسی مشرک سے معاہدہ نہین کیا۔ اور اہل کتاب ایک قول
پر داخل ہین تو وہ بھی در صورتیکہ خواری کیساتھ جزیہ دینا منظور کرین اس سے مخصوص ہونگے اور ایک قول پر داخل ہی نہین پس کچھ اشکال نہین ہو
اور ابن کثیرؒ نے ذکر کیا کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم چار تلوارون کے ساتھ مبعوث ہوئے ایک تلوار تو مشرکین عرب کے
حق مین کما قال تعالیٰ فاقتلوا المشرکین حیث وجدتموہم الآیۃ۔ ہٰذا رواہ ابن ابی حاتم مختصراً۔ اور میرا گمان یہ ہو کہ دوسری تلوار اہل کتاب کے حق مین
تھی۔ کما قال تعالیٰ قاتلوا الذین لا یومنون باللہ ولا بالیوم الآخر ولا یحرمون ما حرم اللہ و رسولہ ولا یدینون دین الحق من الذین اوتوا الکتاب
حتی یعطوا الجزیۃ عن ید وہم صاغرون۔ اور تیسری تلوار منافقون کے حق مین کما قال تعالیٰ یا ایہا النبی جاہد الکفار والمنافقین الآیۃ۔ اور چوتھی
تلوار باغیون کے حق مین کما قال تعالیٰ وان طائفتان من المومنین اقتتلوا فاصلحوا بینہما فان بغت احداہما علی الاخریٰ فقاتلوا التی تبغی حتی تفیٔ
الی امر اللہ الآیۃ۔ انتہی اور جمہور کے قول پر جن مشرکون کا عہد میعادی بسبب اُن کی وفاداری کے پورا کرنے کا حکم ہے ان کے حق مین جیسے چار ماہ
کی مدت نہ تھی ویسے ہی بعد چار ماہ مذکورہ گذرنے سے قبل اُن کی مدت تمام ہونے کے اُن پر یہ حکم بھی نہین کہ فاقتلوا المشرکین حیث وجدتموہم
مار ڈالو مشرکین کو جہان کہین جب پاؤ۔ وَخُذُوْهُمْ۔ اور اُن کو گرفتار کرو یعنی قیدی و اسیر بناؤ۔ آخیذ بروزن فعیل بمعنی ماخوذ
یعنی پکڑا ہوا۔ وَاحْصُرُوْهُمْ بعض نے کہا یعنی حرم مین اُن کے آنے کو روکو اور حائل ہو جاؤ اور صحیح معنی یہ کہ اُن کو حصار مین محبوس
کرو اور قلعون کا محاصرہ کرو یہان تک کہ ناچار قتل ہونے پر راضی ہون یا اسلام لاوین کہ فساد شرک و بداعمالی مٹ جاوے۔ وَاقْعُدُوْا لَهُمْ كُلَّ مَرْصَدٍ
مرصد ظرف ہو جہان دشمن کے انتظار مین بیٹھا جاوے یعنی گھات کی جگہ و کمین گاہ۔ اور نصب اسکو بنا بر ینکہ ظرف ہو اور بعض نے کہا کہ علی کل مرصد مین منصوب
بنزع الخافض ہو ولیکن اول اصح ہو۔ المعنی اُن کے لئے ہر گھات کی جگہ بیٹھو یعنی اُن کے لئے تاک لگاؤ جدھر اور جب وہ جاوین اسی طرف اُنکا فساد
دور کرنے کیلئے اُن کو مارو پکڑو۔ فَاِنْ تَابُوْا پھر اگر وہ توبہ کرین یعنی جو سبب فتنہ کا تھا اس سے توبہ کرین یعنی شرک و کفر سے توبہ کرین۔
وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ اور اس کو اس طرح ظاہر و ثابت کرین کہ بدنی اعمال مین سے جو سب سے اعلیٰ ہو یعنی نماز اُس کو قائم کرین یعنی
ٹھیک طور سے جمعہ و جماعات کے ساتھ ادا کرین۔ وَاٰتَوُا الزَّكٰوةَ اور مالی اُمور مین سے جو سب سے اعلیٰ عمل ہو یعنی زکوٰۃ اُس کو ادا کرین۔
انہین دونون باتون پر اسی وجہ سے اکتفا کیا کہ بدنی و مالی عبادات مین سے یہی دونون اشرف ہین اور باقی اُن کے تابع ہین پس مقصود آنکہ فرائض

وواجبات اسلام کو ادا کرین جنمین سے اعلیٰ واشرف یہ دو ہین اور کیا آسان ہین۔ فَخَلُّوا سَبِيلَهُمْ۔ تو تم اُن کی راہ خالی کر دو پس اُنکو قتل کرو نہ قید کرو نہ اُنکا محاصرہ کرو اور نہ اُنکو شرع کے موافق تصرف کرنے سے روکو۔ إِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَّحِيمٌ کیونکہ البتہ تعالیٰ غفور رحیم ہے اگلے زمانہ مین جو شرک و فساد و بندگان خدا کی ایذا رسانی جو بوجہ جہالت و کفر کے اُن سے صادر ہوئی اُسکو اللہ تعالیٰ بخشنے والا ہے۔ قال البیضاوی رح آیت مین تنبیہ ہے کہ جو شخص نماز کو چھوڑتا یا زکوۃ نہ دیتا ہو اُس کی راہ نہ چھوڑی جائے گی۔ قال ابن کثیر رحمہ اللہ۔ ابن عمر رض سے مرفوع روایت ہے کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ مجھے حکم دیا گیا کہ مین لوگون سے قتال کرون یہانتک کہ گواہی دین کہ کوئی معبود نہین سوائے اللہ تعالیٰ کے اور یہ کہ محمد اللہ تعالیٰ کے بندے رسول ہین اور نماز قائم کرین اور زکوۃ ادا کرین۔ الحدیث فی الصحیحین۔ ابن مسعود رض نے کہا کہ تم لوگون کو حکم دیا گیا ہے کہ نماز کو ٹھیک ادا کرو اور زکوۃ دو پس جس نے زکوۃ نہ دی اُس نے نماز بھی نہ پڑھی۔ بالجملہ ارکان اسلام وجود اسلام و شرک سے توبہ کیواسطے ضرور ہین لہذا حدیث صحیح مین نماز چھوڑنے والے پر کفر کا اطلاق آیا ہے اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے زکوۃ سے مانع لوگون پر جہاد کرنے مین اسی آیۃ کریمہ و اُسکے امثال پر اعتماد کیا اور احادیث مانند روایت ابن عمر رض کے اسکی مؤید ہین وقال عبدالرحمن بن زید بن اسلم رح اللہ تعالیٰ نے انکار فرمایا کہ بدون زکوۃ کے نماز کو قبول کرے اور کہا کہ حضرت [illegible] صدیق رضی اللہ عنہ کیا اچھے کامل فقیہ تھے۔ ربیع بن انس رح سے مرسل روایت ہے کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ جس نے دنیا کو اس حال سے چھوڑا کہ خالص اللہ تعالیٰ ہی کیواسطے توحید کرتا اور اسی کی عبادت کرتا تھا پھر بھی اُس سے شرک نہین کرتا تھا تو اُس نے دنیا کو ایسے حال مین چھوڑا کہ اللہ تعالیٰ اُس سے راضی ہے اور کہا کہ انس رضی اللہ عنہ نے کہا کہ یہ اللہ تعالیٰ کا وہ دین ہے کہ جس کو اُس کے رسول لائے اور اپنے پروردگار کے حکمون کو پہنچا دیا لیکن یہ سب اس سے پہلے کہ لوگون کی گڑ بڑی باتین اور نفسانی خواہشون کے مقتضی اختلاف آپس مین مل جاوین اور اس کی تصدیق کتاب الٰہی عز وجل مین موجود ہے کہ فرمایا۔ فان تابوا و اقاموا الصلوۃ الآیۃ۔ کیونکہ اُن کی توبہ یون تھی کہ بتون سے یا جو چیزین بتون کے حکم مین ہین ان سے اپنی گردن چھوڑا کر فقط اپنے پروردگار وحدہ لاشریک کی عبادت کرین اور نماز ٹھیک ادا کرین و زکوۃ خلوص سے دیدین پھر دوسری آیت مین فرمایا فان تابوا و اقاموا الصلوۃ و آتوا الزکوۃ فاخوانکم فی الدین۔ رواہ ابن جریر و ابن مردویہ و محمد بن نصر المروزی۔ انس رض سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ مجھے حکم دیا گیا ہے کہ مین لوگون سے مقاتلہ کرون اسوقت تک کہ وے گواہی دین کہ لا الہ الا اللہ و محمد رسول اللہ پس جب یہ گواہی دی کہ فقط اللہ تعالیٰ ہی پروردگار معبود ہے کوئی اور ایسا نہین جسکے واسطے عبودیت کی کوئی بات لائق ہو اور گواہی دی کہ محمد اللہ تعالیٰ کے رسول ہین اور ہمارے قبلہ کا استقبال کیا اور ہمارا ذبیحہ کھایا اور ہماری نماز پڑھی تو اُن کی جانین اُن کے مال سب حرام ہو گئے مگر بحق شرع (یعنی مثلاً زکوۃ لی جائے گی اور اگر دھوکے سے کسی کو مار ڈالا تو دیت دینا پڑے گی یا عمداً مارا تو قصاص مین قتل کیا جائے گا) اُن کے واسطے وہی سب برتاؤ ہوگا جو مسلمانون کے لئے ہے اور اُن پر وہی سب لازم ہوگا جو مسلمانون پر لازم ہے۔ رواہ البخاری و اہل السنن الا ابن ماجہ۔ واضح ہو کہ آیت السیف یہی کہلاتی ہے اس کے بعد تمام وہ احکام مرتفع ہو گئے جو مشرکون کے بد افعال سے چشم پوشی و صبر وغیرہ کے تھے اور حکم دیدیا گیا کہ اگر حقوق الٰہی توحید و عبادت سے لیکر بندون بلکہ مردہ لوگون تک عدل و انصاف و مکارم اخلاق و آدمیت سے برتاؤ نہ کرین تو مار کر اُن کو راہ راست پر رکھو اور اُن کا فتنہ و فساد بندگان خدا سے دور کر دو۔ پھر مفسرین رح نے آپس مین اختلاف کیا کہ اس آیت مین سے بھی کچھ منسوخ ہے یا نہین ضحاک و سدی و عطاء نے کہا کہ منسوخ ہے بقولہ تعالیٰ فاما منا بعد و اما فداء۔ یعنی مشرک قیدی پر احسان کر کے چھوڑ دیا فدیہ لیلو۔ مجاہد و قتادہ رح نے کہا کہ نہین بلکہ وہی اس سے منسوخ ہے پس احسان و فدیہ کچھ نہین جائز ہے بلکہ اسلام لائے یا قتل کیا جائے۔ اور ابن زید رح نے کہا کہ نہین بلکہ دونون محکمہ ہین کوئی منسوخ نہین ہے اور قرطبی رح نے کہا کہ یہی قول صحیح ہے کیونکہ احسان کے طور پر چھوڑ دینا یا فدیہ لینا یا قتل کر دینا اول ہی لڑائی بدر سے برابر بحکم رسول اللہ صلعم جاری رہا۔ امام رازی رح نے کہا کہ دونون آیتین باہم متوافق ہین اور دونون

یعنی ربیع نے اپنے شیخ کا قول بیان کیا ۱۲

اس امر پر دلالت کرتی ہیں کہ پہلے سخت گرفت کے بعد پھر فدیہ لینا اختیار ہے واللہ اعلم۔

وَإِنْ أَحَدٌ مِّنَ الْمُشْرِكِينَ اسْتَجَارَكَ فَأَجِرْهُ حَتَّىٰ يَسْمَعَ كَلَامَ اللَّهِ ثُمَّ أَبْلِغْهُ مَأْمَنَهُ ۚ ذَٰلِكَ بِأَنَّهُمْ قَوْمٌ لَّا يَعْلَمُونَ

اور اگر کوئی مشرک تجھ سے پناہ مانگے تو اسکو پناہ دے جبتک وہ سن لے کلام اللہ کا پھر پہونچادے اسکو جہاں وہ امن سے یہ اسلئے کہ وہ لوگ علم نہیں رکھتے

وَإِنْ أَحَدٌ۔ ان حرف شرط جو فعل ہی پر داخل ہوتا ہے لہٰذا یہاں فعل محذوف ہے اور وہی احد میں عامل رفع ہے۔ مِّنَ الْمُشْرِكِينَ متعلق احد یعنی مشرکین میں سے کوئی آدمی۔ اور فعل محذوف کی تفسیر کرتا ہے۔ قولہ اسْتَجَارَكَ۔ یعنی وان استجارک احد من المشرکین۔ استجارہ طلب الجوار۔ و مراد امان چاہنا۔ اور مشرکین سے وہی مراد ہیں جنسے بعد انقضاء چار ماہ کے تعرض کا حکم دیا ہے۔ والمعنی اور اگر مدت امن گزرنے کے بعد امان مانگے تجھ سے کوئی شخص ان مشرکون میں سے جن سے بعد چار ماہ کے تعرض کا حکم دیا گیا ہے۔ فَأَجِرْهُ تو اسکو امان دیدے حَتَّىٰ يَسْمَعَ كَلَامَ اللَّهِ۔ تاکہ وہ کلام الٰہی کو سنے اور سمجھکر معلوم کرے کہ وہ ایمان کیا ہے جسکی طرف تم ان کو دعوت کرتے ہو اور اس کی خوبیان و بھلائیان اسکو معلوم ہوں۔ ثُمَّ أَبْلِغْهُ مَأْمَنَهُ۔ مامن جائے امن یعنی پھر اسکو اس کے دیار میں جہان سے آیا ہے پہونچادے اور اگر وہ بالفعل اسلام نہ لائے۔ ذَٰلِكَ بِأَنَّهُمْ قَوْمٌ لَّا يَعْلَمُونَ۔ یہ حکم امن دینے کا اسوجہ سے ہے کہ مشرکین ایسی قوم ہے کہ وہ جانتے نہیں ہیں کہ ایمان کیا چیز ہے اور علم و اخلاق جمیلہ سے کیونکر بھرا ہوا ہے پس ضرور ان کو اسطرح امان دیکر سنانا چاہیئے تاکہ اس کی خوبیوں پر واقف ہوں اور حجت الٰہی ان پر پوری ہو جائے۔ قال ابن کثیر رح ومن ہذا کان صلعم یعطی الامان لما جاءہ یوم الحدیبیہ جماعۃ الی آخرہ۔ مراد شیخ کی یہ ہے کہ یہی حکمت آنحضرت صلعم پہلے سے برتتے تھے پس جو کوئی راہ ہدایت دریافت کرنے آتا یا ایلچی بنکر آتا اس کو امان دیتے چنانچہ حدیبیہ کے روز قریش کی ایک جماعت آئی جنہیں سے عروہ بن مسعود اور سہیل بن عمرو وغیرہ تھے کہ صلح کی بابت طرفین سے گفتگو کرتے اور انھوں نے یہان دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تکریم و محبت میں صحابہ رضی اللہ عنہم ایسا مبالغہ کرتے ہیں کہ کسی بادشاہ کے یہان نہیں دیکھا گیا۔ اور اگر آپ تھوک مبارک پھینکتے ہیں تو وہ لوگ اپنے دامنوں میں لیتے ہیں پس حیران و مبہوت رہ گئے اور واپس ہوکر قوم کو اس سے آگاہ کیا اور یہی ان میں سے اکثروں کی ہدایت پر آجانے کا باعث ہوا۔ الحاصل جو کوئی دار الحرب سے دار الاسلام میں پیغام پہونچانے یا تجارت یا صلح چاہنے یا جزیہ لیکر آنے وغیرہ کاموں کے لئے آنا چاہے اور امام المسلمین یا اسکے نائب سے امان مانگے تو اس کو امان دیکر آنے دے یہان تک کہ وہ اپنے وطن کو لوٹ جائے ولیکن علماء نے کہا ہے کہ اسکو یہ اجازت نہ دیجائے گی کہ یہیں رہا کرے الا آنکہ ذمی ہوکر رہے پھر کبھی دار الحرب میں نہ جانے پاویگا الا بطریق تجارت وغیرہ ورنہ یہان نہ رہنے پاویگا۔ ان چار مہینہ تک رہ سکتا ہے اور اس سے زیادہ ایک سال سے کم تک میں علماء کے دو قول ہیں۔ پھر ظاہر یہ ہے کہ اگر سوائے دین کے حقیقت سے واقف ہونے کے اور کسی غرض تجارت وغیرہ کے لئے امان چاہے تو امام کو اختیار ہے چاہے آنے دے یا نہیں۔ واللہ اعلم۔

كَيْفَ يَكُونُ لِلْمُشْرِكِينَ عَهْدٌ عِندَ اللَّهِ وَعِندَ رَسُولِهِ إِلَّا الَّذِينَ عَاهَدتُّمْ عِندَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ ۖ فَمَا اسْتَقَامُوا لَكُمْ فَاسْتَقِيمُوا لَهُمْ ۚ إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الْمُتَّقِينَ ۝ كَيْفَ وَإِن يَظْهَرُوا عَلَيْكُمْ

کیونکر ہووے مشرکون کو عہد اللہ پاس اور اس کے رسول پاس مگر جن سے تم نے عہد کیا مسجد الحرام پاس

سو جبتک تم سے سیدھے رہیں تم انسے سیدھے رہو اللہ کو خوش آتے ہیں احتیاط والے کیونکر صلح رہے اگر وہ

لَا يَرْقُبُوا فِيكُمْ إِلًّا وَلَا ذِمَّةً ۚ يُرْضُونَكُم بِأَفْوَاهِهِمْ وَتَأْبَىٰ قُلُوبُهُمْ وَأَكْثَرُهُمْ فَاسِقُونَ ۝

ہاتھ پاویں نہ لحاظ کریں تمہاری قرابت کا نہ عہد کا تم کو راضی کر دیتے ہیں اپنے منہ کی بات سے اور انکے دل نہیں مانتے اور بہت ان میں بے حکم ہیں

کَیْفَ استفہام تعجب لانے کو متضمن معنی انکار ہو اے لایکون نہین ہوگا۔ لِلْمُشْرِکِیْنَ عَهْدٌ مشرکون کے لئے کوئی عہد عِنْدَ اللّٰهِ
وَعِنْدَ رَسُوْلِهٖ۔ اللہ تعالیٰ کے نزدیک اور اُس کے رسول کے نزدیک۔ حالانکہ مشرکون کا یہ حال ہو کہ وہ اللہ تعالیٰ و اُس کے رسول سے
منکر و غدر کرنیوالے ہین یعنی جس نے عہد سے فا نہ کیا اللہ تعالیٰ اُس کے عہد وفا کرنے کا حکم نہ فرمائے گا۔ اور بعض نے کہا کہ معنی یہ ہین کہ ان لوگون
کے پاس عہد ہونا تعجب ہو۔ نہین ہوگا کیونکہ تمھارے حق مین وہ غدر دل مین رکھتے ہین پس تم اُن کی طرف سے عہد کا خیال جی مین نہ لاؤ اِلَّا الَّذِیْنَ
عَاهَدْتُّمْ عِنْدَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ۔ بعض نے کہا استثنا متصل ہو لیے لا یکون للمشرکین عہد الا الذین عاہدتم الخ۔ پس مشرکین اپنے
عموم پر ہوگا اور بعض نے کہا کہ الا بمعنی لکن ہو پس مشرکین سے وہی مراد ہین جن سے براۃ کی گئی ہو اور معنی یہ کہ لیکن وہ مشرکین جن سے تم نے مسجد
الحرام کے پاس معاہدہ کیا یعنی قریب مسجد الحرام کے حدیبیہ مین معاہدہ کیا اور وہ قریش ہین کہ حدیبیہ مین دس سال تک کا عہد اُن سے کیا گیا تھا
اور وہی سابق مین قولہ الا الذین عاہدتم من المشرکین الخ سے مستثنی ہوئے تھے۔ یہی ابن عباسؓ و قتادہؒ سے روایت ہو انھین کے حق مین حکم دیا کہ
فَمَا اسْتَقَامُوْا لَكُمْ فَاسْتَقِيْمُوْا لَهُمْ۔ پس جبتک عہد پر وہ لوگ ٹھیک قائم رہین اور نہ توڑین تب تک تم بھی اُن کیلئے قائم رہو ایمین
اشارہ ہو کہ ادھر سے استقامت انھین کے نفع کیلئے ہو۔ پھر قریش نے آخر مین یہ حرکت کی کہ بنو خزاعہ جو حضرت صلعم کے حلف مین تھے اُن سے
بنو بکر سے جھگڑا تھا پس قریش نے بنو بکر کی خزاعہ پر مدد کی اور کچھ لوگ اُن کے قتل کئے۔ پس عہد توڑا اور آنحضرت صلعم نے بحکم الٰہی حملہ کرکے مکہ فتح
کرلیا اور عنقریب آ دیگا اور نظم کلام مین مشرکون کی طرف سے عہد ہونے پر تعجب لانے سے اور قولہ فما استقاموا سے یعنی جبتک وہ قائم رہین۔ اسطرف
اشارہ ہو کہ اُن کا عہد کچھ نہین ہو لیکن تم بنظر تقوی قائم رہو کہ وہی آخر توڑینگے۔ سدیؒ و ابن اسحاق نے کہا کہ مراد مستثنی سے بنو ضمرہ ہین کہ قریش کیساتھ
آنحضرت صلعم نے اُن سے بھی معاہدہ کیا تھا اور قریش کے عہد توڑنے کے وقت انھون نے نہین توڑا پس وہ مراد ہین نہ قریش کیونکہ امر گذشتہ کی
نسبت کیونکر یہ فرمایا کہ فما استقاموا لکم فاستقیموا لہم۔ کیونکہ آیت بعد فتح کے ہو۔ اور بعض نے کہا کہ قریش کے ساتھ جنھون نے تفسیر کی ہو شاید وہ
اس بنا پر ہو کہ یہ آیات قبل فتح مکہ نازل ہوئی ہین اور جامع البیان مین بھی کہا کہ آیات مین تامل سے معلوم ہوتا ہو کہ بعض کا نزول قبل فتح مکہ کے
ہے واللہ اعلم۔ بالجملہ نزول اگر قبل فتح مکہ کے ہو اور قریش مراد ہین یا بعد فتح مکہ کے ہو اور بنو ضمرہ مراد ہین تو جنھون نے جبتک نقض عہد نہین کیا تب تک
اہل ایمان کو وفا عہد کا حکم دیا کہ عہد پورا کرو۔ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُتَّقِيْنَ۔ یہ جملہ تعلیل ایفار عہد ہو یعنی عہد پورا کرو کہ یہ تقوی ہو اور اللہ تعالیٰ
اہل تقوی کو دوست رکھتا ہو۔ مفسرؒ نے قریش ہی کے ساتھ تفسیر اختیار کی لہذا کہا کہ اس حکم الٰہی کے موافق آنحضرت صلعم اپنے عہد پر قائم رہے
یہان تک کہ قریش نے خزاعہ پر بنو بکر کی مدد کی اور عہد توڑا۔ اور بنو بکر سے قریش محالفت یعنی باہمی قسم رکھتے تھے اور خزاعہ نے عبدالمطلب سے بھی قسم
مضبوط کرلی تھی چنانچہ جب وہ لوگ آنحضرت صلعم کے پاس عبدالمطلب کا نوشتہ لائے تو آپ نے اسکو برقرار رکھا اور فرمایا کہ جاہلیت مین جو قسم تھی اسکو اسلام
سے اور مضبوطی ہوگئی ولیکن اسلام مین کوئی حلف نہین ہو پھر بنو بکر و خزاعہ مین کچھ خون کے دعوے چلے آتے تھے پس بنو بکر نے قریش سے درخواست
کی کہ خزاعہ سے ہم بدلا چاہتے ہین تم ہماری مدد کرو پس قریش نے مدد کی اور خزاعہ کو قتل کیا۔ آخر اُنھون نے آنحضرت صلعم کو نظم ایک عریضہ
لکھا اور قسم یاد دلائی اور جب حضرت صلعم کو معلوم ہوا تو آپ نے مدد فرمائی اور قریش نے ہرچند دوبارہ عہد و میثاق چاہا مگر منظور نہوا اور مکہ فتح ہوگیا
والحمد للہ رب العالمین۔ پھر ظاہر یہ ہو کہ قولہ تعالیٰ کیف یکون للمشرکین عہد۔ مین مشرکین کا لفظ مشرکین عرب و مشرکین اہل کتاب یعنی یہود وغیرہ
و قیامت تک کے مشرکین عجم وغیرہ کو شامل ہو اور استثنی کی طرف بھی کلام ہو چنانچہ عنقریب بیان آویگا انشاء اللہ تعالیٰ۔ بالجملہ یہان اہل ایمان کو استفہام
انکاری کیساتھ مشرکین کے عہد سے تعجب لایا اگرچہ عہد والون کے ساتھ اپنی طرف سے بدون اُن کی بدعہدی کرنے کے عہد شکنی سے منع

کردیا کیونکہ عہد توڑنا خلاف تقوی ہو پھر ظاہر فرمایا کہ شرک والے بسبب عدم نور ایمان کے امانت سے خارج اور اپنی ہوا وہوس کے بندے ہوتے ہیں لہذا جب جیسا موقع پاتے ہیں ویسا کرنے لگتے ہیں اور نفس اُنکا مقید نہیں چنانچہ فرمایا۔ کَیْفَ وَاِنْ یَّظْهَرُوْا عَلَیْکُمْ لے کیف یکون للمشرکین عہد والحال انہم ان یظفروا بکم۔ لَا یَرْقُبُوْا فِیْکُمْ اِلًّا وَّ لَا ذِمَّةً۔ لایراعوا فیکم قرابة ولا عہدا بل یؤذوکم ما استطاعوا یعنی مشرکون کیلئے عہد کہان سے یا کیونکر ہو گا اُن کی تو یہ حالت ہو کہ اگر وے تم پر قابو پا جاوین تو نہ لحاظ کرین تمھاری قرابت کا اور نہ کسی عہد کا بلکہ جہان تک اُن سے ہو سکے تم کو ایذا پہونچاوین۔ ظہور بتعدیہ علی بمعنی غلبہ و قابو پانا۔ یقال ظہر علیہ۔ اسپر غالب ہوا۔ الالّ بمعنی قرابت وعہد۔ کما فی الصحاح ویہان مراد قرابت ہو بقرینہ قولہ ولا ذمة اے ضمان وعہد پس دونون لفظ کو ایک معنی پر لیکر تاکید قرار دینے سے تاسیس اولی ہو۔ کما اختارہ المفسر رح کیونکہ ذمہ بمعنی عہد وضمان متعین ہو اور اسی سے ان لوگون کو جو دار الاسلام مین جزیہ قبول کر کے کسی دین باطل پر رہتے ہین ان کو اہل الذمہ کہتے ہین کیونکہ وہ مسلمانون کی ضمانت مین داخل و اُن کے معاہد ہین چنانچہ اہل اسلام پر اُن کے جان ومال کی حفاظت موافق شرع کے لازم ہو۔ الحاصل مشرکین نے اپنے نفس کی پیروی کی یہ کیفیت ہو کہ کیسا ہی اُنھون نے اللہ تعالی کے حلف وقسم سے عہد باندھا ہو لیکن اگر تم پر قابو پا جاوین تو نفس کی عداوت سے اپنی قسم وغیرہ کا یا قرابت کی رعایت کا جو مکارم اخلاق مین سے ہو کچھ لحاظ نہ کرین گے بلکہ جہان تک ممکن ہو گا بدی پہونچاوین گے چنانچہ یہود نے بارہا آنحضرت صلعم سے عہد وپیمان کیے کہ ہم تمھارے خیر خواہ ہون گے اور تمھارے دشمنون کی اعانت وغیرہ کچھ نہ کرین گے پھر جب موقع پایا تو عہد وقسم کا کچھ لحاظ نہ کیا اور قریش کے ساتھ سازش کر لی اور دل سے یہی چاہا کہ مسلمانون کو ضرر پہونچے بلکہ مٹ جاوین پس اُن کے پاس امانت وصدق ودیانت کا نام نہین ہو منہ سے کچھ اور دل مین کچھ اپنے نفس کے بندے اور مصداق اس حدیث شریف کے ہین کہ آدمیون مین سے بدتر وہ ہو جو دو منہ والا ہو اس سے ایک منہ سے ملتا اور اس سے دوسرے منہ سے ملتا ہو۔ اگرچہ اصلی بیباکی مین مشرک سب یکسان ہین کہ اپنے نفس کے بندے ہوتے ہین مگر قریش جیسے امانت مین فی الجملہ اچھے تھے ویسے ہی یہود امین سب سے بدتر تھے۔ وقد قال تعالی۔ یُرْضُوْنَكُمْ بِاَفْوَاهِهِمْ وے لوگ تم کو اپنے منہ سے یعنی میٹھی باتون سے راضی کرتے ہین۔ وَتَاْبٰى قُلُوْبُهُمْ اور اُن کے دل انکار کرتے ہین یعنی عہد پورا کرنے کی اور جو زبانی تمھارے بھلائی کی باتین کہی ہین اُن کے پورا ہونے سے ان کے دل منکر ہین بلکہ قابو نہین پاتے تو ایسا کہتے ہین اور دل سے ویسے ہی بدخواہ ہین۔ وَاَكْثَرُهُمْ فٰسِقُوْنَ اور اُن مین سے بہتیرے فاسق ہین یعنی عہد توڑنے والے ہین۔ وقال البیضاوی قولہ تعالی یرضونکم بافواہہم۔ جملہ مستانفہ ہو اسمین ایسی حالت کا بیان ہو کہ اس کے ہوتے ہوئے عہد پر ثابت نہین رہ سکتے۔ اور نہ قابو پانے کی صورت مین اُن کی رعایت ومروت کر سکتے ہین اور یہ جملہ قولہ لا یرقبوا کے فاعل سے حال نہین ہو سکتا کیونکہ بعد غلبہ پانے کے وہ مومنون کو زبان سے راضی نہین کرینگے اور نیز اسوجہ سے کہ مراد تو یہ ہو کہ مومنون کو فی الحال اسطرح راضی کرتے ہین کہ عہد وفا کرین گے اور ہر طرح شریک رہین گے حتی کہ آخر مسلمان ہو جاوین گے اور دل مین کفر وعداوت پوشیدہ رکھتے ہین یہان تک کہ قابو پاوین تو زندہ نچھوڑین پس حالیہ جملہ کیونکر قرار دیا جا سکتا ہو کیونکہ اس سے تو یہ نکلیگا کہ آیندہ بروقت ظفر کے راضی کرینگے اور یہ خلاف مقصود ہو اور قولہ تعالی وتابی قلوبہم یعنے جو زبانی منہ دیکھی باتین بکتے ہین ان کے دل مین ان باتون سے انکار اُسکے خلاف ہوتا ہو۔ اور قولہ واکثرہم فاسقون یعنی سرکش متمرد ہین اُنکا کوئی عقیدہ نہین یعنی یقین نہین کہ وہ انکو روکے اور نہ مروت ہو کہ وہ انکو باز رکھے۔ اور اکثر کی تخصیص اسواسطے ہو کہ بعضے کافرون مشرکون مین ایسی خصلت ہوتی ہو کہ غدر وبیوفائی سے بچتے ہین اور جن باتون سے انکے حق مین بدگوئی ومذمت بیان کیجاوے انسے باز رہتے ہین قلت انھین بعض مشرکون مین سے اہل قریش تھے چنانچہ آنحضرت صلعم نے قریش کے حق مین فرمایا کہ وہ لوگ اہل امانت ودیانت ہین اور عنقریب تم اُن کے کامون کے مقابلہ مین اپنے اعمال کو حقیر دیکھو گا لیکن

یہ اُنکی ازلی جبلت کا بیان ہے ورنہ حالت شرک و کفر میں بسبب اندھے پن کے وبسبب پیروی نفس کے اُنکے عہد کا بھی عموماً کچھ اعتبار نہیں چنانچہ آخر کار انھوں نے بدعہدی کی۔ اور انھیں اکثر میں سے سب اول یہود دیتے کہ بڑے بیہودہ بکنے والے منافق بدعقیدہ بددیانت تھے۔ وقد قال تعالیٰ۔

اِشۡتَرَوۡا بِاٰيٰتِ اللّٰهِ ثَمَنًا قَلِيۡلًا فَصَدُّوۡا عَنۡ سَبِيۡلِهٖ ؕ اِنَّهُمۡ سَآءَ مَا كَانُوۡا يَعۡمَلُوۡنَ ۝

بیچے انھوں نے حکم اللہ کے تھوڑی قیمت پر پھر اٹکے اُن کی راہ سے وہ لوگ بُرے کام ہیں جو کر رہے ہیں

لَا يَرۡقُبُوۡنَ فِىۡ مُؤۡمِنٍ اِلًّا وَّلَا ذِمَّةً‌ ؕ وَاُولٰٓـئِكَ هُمُ الۡمُعۡتَدُوۡنَ ۝

دلحاظ کریں کسی مسلمان کے حق میں قرابت کا نہ عہد کا اور وہی ہیں زیادتی پر

اِشۡتَرَوۡا بِاٰيٰتِ اللّٰهِ ثَمَنًا قَلِيۡلًا۔ اے استبدلوا بالقرآن قليلا من الدنيا یعنی قرآن کے بدلے لیا۔ انھوں نے قلیل داموں کو دنیا میں سے کیونکہ کل دنیا محض قلیل ہے چنانچہ حدیث میں ہے کہ دنیا کی قدر اگر اللہ تعالیٰ کے نزدیک مچھر کے پر برابر ہوتی تو کسی کافر کو گھونٹ پانی نہ ملتا۔ پس باوجود اس حقارت کے انکو کل دنیا حاصل نہوئی بلکہ اسمیں سے بھی بہت قلیل ملی تو اسی کے پیچھے انھوں نے آیات الٰہی کو نہ مانا اور اشترا خرید لینا جیسے یہاں بمعنی استبدال بدل لینا مجازاً ہے تو یہ استبدال بھی بایں معنی کہ قرآن چھوڑ کر دنیا اختیار کی۔ حاصل آنکہ خواہش نفس کیلئے اتباع حق و آیات قرآن کو چھوڑ کر دنیا کو اختیار کیا اور یہود اسمیں بھی سب مشرکون سے بڑھے ہوئے تھے۔ فَصَدُّوۡا عَنۡ سَبِيۡلِهٖ۔ پس انھوں نے دین الٰہی سے روکا۔ یا خود منہ موڑ گئے۔ مروی ہے کہ ابوسفیان عرب کی دعوت کر کے چند لقمہ طعام پر آنحضرت صلعم کے مقابلہ میں لڑنے لایا اور مروی ہے کہ اہل طائف نے مشرکین مکہ کو مال سے مدد دی تھی کہ اللہ تعالیٰ جل جلالہ کے رسول سے لڑیں۔ اور یہود کے عالم تو جان بوجھکر اپنے نذرانہ و ہدیے و دعوتیں جاتے رہنے کے خوف سے آپ اسلام نہ لاتے اور لوگون کو آنحضرت صلعم کے شمائل پاک و صفت و نعت سے بہکاتے مثلاً کہتے کہ آخرالزمان پیغمبر تو سانولا گھونگروالے بال والا ایسا ایسا ہوگا پس عوام یہودی سچ مان لیتے اور حضرت صلعم و قرآن پر ایمان نہ لاتے تھے۔ اِنَّهُمۡ سَآءَ مَا كَانُوۡا يَعۡمَلُوۡنَ۔ اُن کا یہ عمل بہت برا عمل تھا کہ شرک کرتے و عہد توڑتے و آیات الٰہی کو چھوڑ کر اتباع نفس و متاع قلیل دنیا لیتے و لوگون کو راہ حق سے بہکاتے تھے۔ لَا يَرۡقُبُوۡنَ فِىۡ مُؤۡمِنٍ اِلًّا وَّلَا ذِمَّةً۔ اُس کی تفسیر اوپر گذر چکی اور معنی یہ کہ کسی مومن کے حق میں قرابت و عہد کا لحاظ نہیں رکھتے ہیں۔ نحاس نے کہا کہ یہ تکرار کلام نہیں ہے بلکہ اول جو گذرا وہ تو تمام مشرکون کی حالت کا بیان تھا اور یہ مخصوص یہود کا حال ہے بدلیل قولہ تعالیٰ اشتروا بآیات اللہ ثمنا قلیلا یعنی منجملہ مشرکین کے یہود ایسے ہیں۔ بعض نے کہا کہ اوّل میں تو مخصوص ایک گروہ مومنین کے حقوق لحاظ نہ رکھنے کا بیان ہے اور اسمیں عموماً سب مومنین کا بیان ہے اور بعض نے کہا کہ اول تو قولہ وان یظہروا علیکم لا یرقبوا الخ جواب صورت غلبہ ہے اور یہاں اُنکے قبیح اعمال کا شمار ہے۔ وَاُولٰٓـئِكَ هُمُ الۡمُعۡتَدُوۡنَ۔ اور یہی لوگ جن کے اوصاف ذمیمہ بیان ہوئے یہی حد سے تجاوز کرنیوالے ہیں یعنی عہد شکنی میں۔ یا یہ معنی کہ سرکشی و شرارت و بدکاری میں حد سے گذر جانیوالے ہیں ف۔ فی العرائس قولہ لا یرقبون فی مومن الا ولا ذمۃ الخ بیان ہے کہ مخالف و جہنمی لوگ ایسے ہوتے ہیں کہ اہل جنت کی رعایت نہیں کرتے اور اہل معرفت کا احترام نہیں کرتے کیونکہ انکو معرفت سے نصیب نہیں ہے اور اہل معرفت پر جو کرامات کے انوار ہیں اُن کو نظر نہیں آتے ہیں۔ محمد بن الفضل رحمہ اللہ نے فرمایا کہ مومن کی حرمت کرنا اور اسکی تکریم کرنا بڑی طاعت ہے اسی آیت کی دلیل سے۔ قال المترجم اہل فقہ نے بھی کتاب الکراہۃ میں اسکے مسائل ذکر فرمائے ہیں اور شیخ کا استنباط اچھا ہے یا بمعہ جو انکو عزیز کی تعظیم واجب ہے اور مسلمان کا دل خوش کرنا ثواب ہے و فی الحدیث ان تلقی اخاک بوجہ طلیق۔ نیکی ہے کہ بھائی مومن سے خندہ پیشانی سے ملے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے حالت کفر و شرک کے انکے اطوار ذمیمہ بیان کر کے لطافت کیساتھ ایمان و ہدایت و اخلاق کریمہ کیطرف اشارہ کیا بقولہ

فَإِنْ تَابُوا وَأَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَآتَوُا الزَّكٰوةَ فَإِخْوَانُكُمْ فِي الدِّينِ ۗ وَنُفَصِّلُ الْآيَاتِ لِقَوْمٍ يَعْلَمُونَ ۝

سو اگر توبہ کریں اور کھڑی رکھیں نماز اور دیتے رہیں زکات تو تمھارے بھائی ہیں حکم شرع میں اور ہم کھولتے ہیں پتے ایک جاننے والے لوگوں کو

فَإِنْ تَابُوا ۔ پھر اگر وہ لوگ توبہ کریں یعنی نقض عہد و اتباع نفس و اختیار دنیا و ترک دین وغیرہ سے۔ قتادہ رح نے کہا یعنی لات و عزیٰ وغیرہ کو چھوڑیں اور لا الٰہ الا اللہ و محمد الرسول اللہ کی شہادت دیں وَأَقَامُوا الصَّلٰوةَ اور ٹھیک طور پر نماز قائم کریں جو فرض و واجب ہیں وَآتَوُا الزَّكٰوةَ اور زکوٰۃ اموال ادا کریں جن پر واجب آوے چنانچہ اُن کے توانگروں سے لیکر انھیں کے فقیروں پر تقسیم کر دیجائیگی اور آنحضرت صلعم اور آپ کے اہل قرابت بنی ہاشم پر مال زکوٰۃ حرام تھا۔ یہاں بھی اللہ تعالیٰ نے صلوٰۃ و زکوٰۃ کو جو اشرف ہیں ذکر فرمایا اور مراد یہ کہ تمام شرائع اسلام کا التزام کریں جنمیں سے اشرف صلوٰۃ و زکوٰۃ ہیں اور ایک بدون دوسرے کے مقبول نہیں جیسا کہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے صریح گزرا اور اسی واسطے حضرت خیر الامۃ صدیق رضی اللہ عنہ نے مانعین زکوٰۃ کے اوپر جہاد کرنے میں صحابہ رضی اللہ عنہم سے کہا تھا کہ واللہ میں ان دو چیزوں کو جدا نہ ہونے دونگا جن کو اللہ تعالیٰ نے یکجا جمع فرمایا ہے بالجملہ اللہ تعالیٰ نے جملہ اقسام مشرکین کے حق میں حکم دیا کہ اگر توبہ کرلیں اور نماز قائم و زکوٰۃ ادا کریں۔ فَإِخْوَانُكُمْ فِي الدِّينِ ۔ تو دین میں تمھارے بھائی ہیں یعنی اسلام میں جو تمھارے واسطے ہے وہی اُن کے واسطے اور جو تمھارے اوپر ہے وہ ان پر بھی ہوگا۔ اور رہا ایمان تو اسکا علم اللہ تعالیٰ کو ہے اگرچہ جن لوگوں کے ایمان کامل ہیں وہ آپس میں ایک دوسرے کیلئے آئینہ ہیں اور اُن کے مراتب اتحاد کے بہت بڑھے ہوئے ہیں ابن عباس رضی اللہ عنہ نے کہا کہ اس آیت نے نمازیوں سے قتال حرام کیا یعنی جو لوگ فرائض و ارکان اسلام کے پابند ہیں ان سے قتال حرام ہے وَنُفَصِّلُ الْآيَاتِ لِقَوْمٍ يَعْلَمُونَ ۔ اور مفصل بیان فرماتے ہیں ہم آیات کو ایسی قوم کیلئے جو جانتے ہیں یعنی علم و فہم رکھتے ہیں اور آیات سے مراد اور بھی آیات متعلقہ باحوال مشرکین ہیں کہ ہر ایک میں قلبی بیماری بعد شرک کے وجوہ مختلفہ سے مختلف اقسام کی ہوگئی ہے اور چونکہ ان بیماریوں کو اہل علم الٰہی جانتے ہیں جو منور بنور ایمان ہیں لہذا انھیں کو خاص کیا اور یہ جملہ معترضہ ہے۔ حاصل یہ کہ مشرکین کے حالات بیان فرمانے کے بعد حکم میں تفصیل فرمائی کہ فَإِنْ تَابُوا الخ ۔ یعنی اگر توبہ کریں اور اصل مرض شرک و کفر سے توبہ کریں تو اُن کا یہ حکم ہے کہ دین میں تمھارے بھائی ہوگئے بس جو تمھارا برتاؤ ہے وہی انکا ہوگا اور اگر توبہ نہ کریں تو شرما ملا۔

وَإِنْ نَكَثُوا أَيْمَانَهُمْ مِنْ بَعْدِ عَهْدِهِمْ وَطَعَنُوا فِي دِينِكُمْ فَقَاتِلُوا أَئِمَّةَ الْكُفْرِ ۙ إِنَّهُمْ لَا أَيْمَانَ لَهُمْ لَعَلَّهُمْ يَنْتَهُونَ ۝

اور اگر توڑیں اپنی قسمیں عہد کئے پیچھے اور عیب دیویں تمھارے دین میں تو لڑو کفر کے سرداروں سے اُن کی قسمیں کچھ نہیں شاید وہ باز آدیں

وَإِنْ نَكَثُوا أَيْمَانَهُمْ ۔ ایمان بفتح اول جمع یمین یعنی قسم و سوگند۔ نکث در اصل ڈورے کے بٹن کھول دینا پھر ہر اُدھیڑنے میں استعمال ہوا اور عہد توڑنے میں مستعار بولا گیا اور مراد ایمان سے یہ نہیں کہ فقط قسم ہو تاکہ ہر قسم توڑنیوالے سے قتال لازم آوے بلکہ عہود و مواثیق مراد ہیں یعنی اگر انھوں نے شرک سے توبہ نہ کی بلکہ تم سے قسم کے ساتھ عہد و پیمان کیا تو جب تک وفا کرتے ہیں تم بھی قائم رہو جیسا کہ اوپر گذرا اور اگر ان عہود کو توڑیں۔ مِنْ بَعْدِ عَهْدِهِمْ بعد اسکے کہ تم سے اُنھوں نے عہد باندھا اور قسم سے مؤکد کیا ہے وَطَعَنُوا فِي دِينِكُمْ ۔ اور تمھارے دین میں طعن کریں یعنی صریح اس کو جھٹلا دیں اور لوگوں سے جھوٹا ہونا کھلم کھلا بیان کریں اور اس دین کے احکام کو جو عین عدل و انصاف و صریح اخلاق جمیلہ و پسندیدہ ہیں عداوت کی آنکھ سے دیکھکر قبیح کہیں۔ فَقَاتِلُوا أَئِمَّةَ الْكُفْرِ

تو قتال کرو ائمہ کفر سے۔ اے فقاتلوہم پس ان لوگوں سے قتال کرو۔ واضح ہو کہ نکث عہد بھی ان سے قتال کرنے کیلئے کافی ہے مگر قولہ وطعنوا۔ کو
جو اسپر عطف کر کے قتال کا حکم دیا تو مومنوں کو آمادگی دلا دی کہ عہد توڑنا ایسے ہی فسادی آدمیوں کا کام ہے جو اچھے اخلاق کے پابند نہیں ہوتے
کیونکہ اپنے پروردگار سے ڈرتے نہیں اور آخرت سے بخوف ہیں جو اُن کا جی چاہتا ہے وہ کرتے ہیں تو ایسے لوگوں سے دنیا میں مخلوق کو ہمیشہ خوف
و ایذا پہونچے گی کوئی کام اور کوئی قاعدہ ٹھیک نہ ہوگا لہذا ان کو درمیان سے دور کر کے امن و عدل قائم کرو۔ پھر بجائے قاتلوہم ضمیر کے قاتلوا ائمۃ
الکفر۔ سے اُن کا حال قبیح ظاہر کر دیا کہ ایسے لوگ کفر ہی پر نہیں بلکہ کفر کے سرغنہ ہیں اور وہ اس فعل سے کفر میں سردار بنے اور قتل کئے
جانے کے مستحق ہوئے کیونکہ باقی رہیں تو انھیں کی دیکھا دیکھی اور لوگ اُن کے تابع ہونگے۔ بعض نے کہا کہ ائمۃ الکفر سے مشرکوں کے بڈھے اور
سردار مراد ہیں پس اُن کی تخصیص اسواسطے ہے کہ بڈھے ہونے کی وجہ سے اُن کے قتل میں زیادہ اہتمام کر دیا اس لئے کہ اسلام کے اخلاق میں سے
یہ بات ہے کہ جب کسی قوم کا سردار آوے تو اُس کو اُسکی لیاقت کے موافق ملحوظ رکھیں اور حکم ہے کہ لوگوں کو اپنے اپنے درجہ پر رکھیں لیکن یہاں منع
کر دیا کہ ایسے سردار شرک کے بڑے مفسد ہیں اُن کی کچھ رعایت مت کرو۔ **اِنَّهُمْ لَا أَيْمَانَ لَهُمْ** ایمان بفتح اول اکثر کی قرأت ہے اور ابن عامرؒ
نے ایمان بکسر اول پڑھا۔ **قال الزمخشریؒ** جملہ تعلیل ماقبل ہے یعنی قتال اسواسطے کرو کہ یہ لوگ ایسے ہیں کہ ان کے واسطے عہد کا وجود نہیں یعنی
خواہش نفسانی کے پابند ہیں پس قسم وغیرہ کسی چیز سے اُن کا نفس مقید نہیں تو اُن کے پاس عہد کہاں سے آیا۔ اور قسم کہاں سے ہوگی علمائے
حنفیہ رح نے اسی سے استشہاد کیا کہ کافر کی قسم کچھ قسم نہیں ہے۔ **وقال البیضاویؒ** یہ ضعیف ہے کیونکہ معنی یہ ہیں لا ایمان لہم علی الحقیقۃ اُنکے
واسطے درحقیقت قسم نہیں ہے اور مراد اس سے یہ کہ اسپر وثوق نہیں ہے اور یہ معنی نہیں کہ قسم ہی نہیں ہے کیونکہ قولہ تعالیٰ وان نکثوا ایمانہم۔ دلیل
ہے کہ قسم کا انعقاد تھا اُس کو توڑ دیا۔ مترجم کہتا ہے کہ کافر کی قسم مشروع ہونے میں یہ خلاف ہے اور قولہ نکثوا ایمانہم سے استدلال ضعیف
ہے اسلئے کہ مراد عہد ہے ورنہ قسم کے ساتھ نکث مستعمل نہیں بلکہ حنث وغیرہ ہے اور قسم شرعی نہونا کافر کی قسم کا ظاہر ہے حالانکہ حقیقتاً قسم نہوے
پر اتفاق ہے علاوہ بریں عدم وثوق سے قسم بے فائدہ ہے پس مشروع ہونا بیکار ہے لہذا فرمایا کہ انہم لا ایمان لہم۔ اُن کی طرف سے ایمان کا وجود
ہی نہیں پس ان سے قتال کرو۔ **لَعَلَّهُمْ يَنْتَهُونَ** تاکہ وے باز رہیں اس حال سے جس پر ثابت ہیں یعنی قتال سے تمہاری غرض یہ ہے
کہ ان اخلاق ذمیمہ سے اُن کو پھیر دو کہ جن سے وہ خود خراب اور دوسروں کو خراب کرتے و فساد پھیلاتے ہیں اور یہ مقصود اصلی نہو کہ ان کو موذیوں
کے طور پر اپنی خوشی کے لئے ایذا پہونچا دیں۔ بعض نے ان دونوں آیتوں کے معنی یوں بیان کئے کہ قولہ تعالیٰ فان تابوا واقاموا الخ یعنی اگر مشرک لوگ
شرک سے توبہ کریں اور نماز قائم کریں و زکوٰۃ دیں تو تمہارے بھائی ہیں اُن کے ساتھ برتاؤ ایسا ہوگا جیسے بھائیوں سے ہوتا ہے اور اگر انھوں
نے عہد توڑا یعنی اسلام کا عہد توڑا اور مرتد ہو گئے اور دین اسلام میں طعن کئے تو وہ کفر کے سردار ہیں اُن کو قتل کرو کیونکہ شرک و کفر کے بد افعال انہیں ایسے رچے ہوئے
ہیں کہ عمدہ اخلاق میں داخل ہو کر اُن سے واقف ہو کر پھر گئے بلکہ اُسنے اُنہیں عیب لگایا۔ انہم لا ایمان لہم۔ ان کے لئے اسلام و ایمان کا ثبوت نہیں
قال البیضاوی رحمہ اللہ اس سے بعض نے حجت پکڑی کہ مرتد کی توبہ قبول نہیں بلکہ قتل کیا جاوے اور یہ حجت ضعیف ہے اسواسطے کہ شاید یہ ایسی
قوم کا حال ہو کہ علم الٰہی میں ان کیلئے ایمان نہیں یعنی کسی قوم خاص کی خبر ہو کہ وے ایمان نہ لاوینگے۔ واقول یہ جواب کچھ نہیں اسلئے کہ عموم مشرکین
کے حق میں کلام ہے ہاں دوسرا جواب جو دیا وہ البتہ قوی ہے کہ قولہ انہم لا ایمان لہم کے یہ معنی کہ اُن کے پاس ایمان نہیں جس کی وجہ سے انکی
رعایت کر کے قتال نہ کیا جاوے فعلی ہذا اگر توبہ کر کے ایمان کا اعادہ کریں تو مقتول نہ ہونگے اور یہ ظاہر ہے۔ واضح ہو کہ اکثر مفسرین نے آیت کو
مشرکین کے عہد توڑنے کے بیان میں لیا ہے مرتدوں کے ارتداد کے معنی نہیں لئے۔ اور اسی سے استدلال کیا کہ جو مشرک دار الاسلام میں عہد

پیمان کرکے مطیع ہوکر رہے جس کو ذمی کہتے ہیں اگر وہ دین اسلام میں طعن کرے تو اُس نے عہد توڑا۔ **قال الحافظ ابن کثیر رحمہ اللہ** - یہاں سے استنباط کیا گیا کہ جو شخص کہ آنحضرت صلعم کی شان میں بدگوئی کرے کوئی طعن یا عیب لگاوے وہ قتل کیا جاوے جیسے دین اسلام میں ایسا کرنے سے قتل کیا جاوے۔ مترجم کہتا ہے کہ حضرت سید المرسلین صلوات اللہ تعالیٰ وسلامہ علیہ وعلیٰ آلہ واصحابہ اجمعین کی شان میں طعن سے قتل کیا جانا میرے نزدیک بھی مختار ہے اگرچہ فقہائے حنفیہ نے اُس کے خلاف اختیار کیا ہے۔ پھر جاننا چاہیئے کہ قولہ ائمۃ الکفر کی تفسیر میں اختلاف ہے۔ قتادہ رح وغیرہ نے فرمایا کہ جیسے ابو جہل و عتبہ و شیبہ و امیہ بن خلف وغیرہ چند مشرکین کے نام بیان کئے، جو مشرکوں کے سردار تھے۔ ولیکن مترجم کہتا ہے کہ قتادہ رح کی یہ مراد نہیں کہ جن ائمۃ الکفر سے قتال کا حکم ہے وہ یہ لوگ مراد ہیں اسلئے کہ یہ لوگ تو بدر و احد ہی میں فی النار ہو چکے تھے۔ اور آیت کریمہ ظاہراً نویں سال ہجرت میں بعد فتح مکہ کے نازل ہوئی اور اگر اس سے پہلے بھی نازل ہوئی ہو جیسا کہ بعض آیات میں تامل سے ظاہر ہوتا ہے تو بھی بعینہ یہ لوگ مقصود نہیں بلکہ مثال دی کہ ائمۃ الکفر ایسے لوگ ہیں۔ اور سعد بن ابی وقاص رض ایک خارجی کی طرف گذرے اُس نے طعن سے کہا کہ یہ شخص بھی ائمۃ الکفر میں سے ہے تو سعد رض نے فرمایا کہ بدبخت جھوٹے میں ایسا نہیں ہوں بلکہ میں نے ائمۃ الکفر سے قتال کیا ہے۔ رواہ ابن مردویہ۔ حذیفہ رض سے مروی ہے کہ جو لوگ اس آیت میں مراد ہیں ابھی تک اُن سے قتال نہیں کیا گیا اور علی بن ابی طالب رض سے بھی اسی کے مثل مروی ہے۔ **قال المترجم** یعنی اللہ تعالیٰ عز و جل نے مومنوں کو آگاہ فرما دیا تھا کہ ایسے ایسے لوگ ہوں گے پس جب ایسا کریں تو تم ان سے قتال کرنا۔ ولیکن شیخ ابن کثیر رح نے لکھا کہ سبب نزول ان آیات کا مشرکین قریش ہیں اور صحیح یہ ہے کہ آیت کریمہ عام ہے اور مشرکین قریش و دوسروں کو جو ان کے مانند ہوں سب کو شامل ہے اور اسی پر دلالت کرتا ہے جو عبد الرحمن بن جبیر بن نفیر سے مروی ہے کہ حضرت صدیق رضی اللہ عنہ نے جب لشکر مومنین کو شام کی طرف متوجہ کیا تو اُن کو فرمایا کہ عنقریب تم ایسی کافر قوم پاؤگے جن کے سروں پر چندیا مونڈی ہوئی اور آس پاس بال ہوں گے یعنی بیچ میں شیطان کی کھڈی رکھاتے ہوں گے پس شیطان کی کھڈی پر تلواریں مارو قسم ہے اللہ تعالیٰ عز و جل کی کہ اگر میں اُن میں سے ایک کو قتل کر ڈالوں تو دوسرے کافروں میں سے ستر کو قتل کرنے سے مجھے زیادہ پسند ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ فقاتلوا ائمۃ الکفر الآیۃ۔ اسکو ابن ابی حاتم نے روایت کیا یعنی یہ لوگ کفار جن کی یہ پہچان بتلائی کہ سروں کے بال بیچ میں سے منڈائے ہوئے شیطان کی کھڈی بنائے ہوں گے یہ لوگ دنیا میں بڑے مفسد ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی جناب میں بڑی گستاخ باتیں کہتے اور رسولوں پر بہتان باندھتے ہیں اور باوجود اس کے مالدار ملک و دولت والے ہیں پس کفر کی اُن سے بہت ترقی اور بڑا فساد پھیلتا ہے پس اُن کو دفع کرنا بہت بہتر ہے۔ مجاہد رح سے روایت ہے کہ ائمۃ الکفر اہل فارس و روم تھے یعنی اُس زمانہ میں یہ لوگ مجوسی و نصرانی تھے اور حسن رح سے روایت ہے کہ یہ لوگ اہل دیلم ہیں۔ صحیح وہی ہے کہ آیت عام ہے کسی زمانہ و کسی قوم کے ساتھ خاص نہیں ہے چنانچہ اس زمانے میں بھی جو قومیں کفر و شرک پر ایسی صفت سے موجود ہیں سب ائمۃ الکفر ہیں اللہ تعالیٰ اپنے کرم سے اہل حق کو ہدایت فرما کر قوت دے کہ خود ایمان کامل پر ہو کر زمانہ میں دین حق و عدل پھیلا دیں۔ پھر اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان کو فساد شرک و کفر مٹانے پر آمادہ کیا۔ بقولہ تعالیٰ۔

اَلَا تُقَاتِلُوْنَ قَوْمًا نَّكَثُوْٓا اَيْمَانَهُمْ وَهَمُّوْا بِاِخْرَاجِ الرَّسُوْلِ وَهُمْ بَدَءُوْكُمْ اَوَّلَ مَرَّةٍ

کیوں نہ لڑو ایسے لوگوں سے کہ توڑیں اپنی قسمیں اور فکر میں رہیں کہ رسول کو نکال دیں اور انھوں نے پہلے چھیڑ کی تم سے

اَتَخْشَوْنَهُمْ فَاللّٰهُ اَحَقُّ اَنْ تَخْشَوْهُ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ○ قَاتِلُوْهُمْ يُعَذِّبْهُمُ اللّٰهُ

کیا اون سے ڈرتے ہو سو اللہ کا ڈر چاہیئے تم کو زیادہ اگر ایمان رکھتے ہو لڑو اُن سے تا عذاب کرے اللہ اُن کو

بِاَيْدِيْكُمْ وَيُخْزِهِمْ وَيَنْصُرْكُمْ عَلَيْهِمْ وَيَشْفِ صُدُوْرَ قَوْمٍ مُّؤْمِنِيْنَ ۝ وَيُذْهِبْ

تمھارے ہاتھون اور رُسوا کرے اور تم کو اُن پر غالب کرے اور ٹھنڈے کرے دل کتنے مسلمان لوگون کے اور نکالے

غَيْظَ قُلُوْبِهِمْ ۭ وَيَتُوْبُ اللّٰهُ عَلٰي مَنْ يَّشَاۗءُ ۭ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ۝

اون کے دل کی جلن اور اللہ توبہ دیگا جس کو چاہے گا اور اللہ سب جانتا ہے حکمت والا

اَلَا تُقَاتِلُوْنَ - ہمزہ انکاری داخل ہوا نفی فعل پر پس نفی کی نفی سے اثبات ہوا اور فائدہ اُسکا مبالغہ وجود فعل مین ہو کیونکہ کسی فعل کے کرنے کا حکم دینا اس فعل کے وجود کو مقتضی ہو اور اس طرح حکم دینا کہ اس فعل کا عدم نہ ہو سے زیادہ مبالغہ ہو لہذا مفسر رح نے کہا کہ اسمین تحضیض ہو یعنی خوب برانگیختہ و آمادہ کیا یعنی کیون نہین مقاتلہ کرتے ہو اے مومنو۔ قَوْمًا نَّكَثُوْٓا اَيْمَانَهُمْ ایسی قوم سے جسکا حال یہ ہو کہ اُنھون نے اپنی قسمون کو یعنی معاہدے کو توڑ دیا جو قسم کے ساتھ تھا اور اسمین یہ بھی تھا کہ تم پر ہم کبھی معاونت بھی نہ کرینگے پس سبھون نے اپنی قسمین توڑ دین اس طرح کہ خزاعہ جو آنحضرت صلعم کے حلیف تھے ان پر جو بنو بکر نے شبخون کے ساتھ چھاپا مارا تو قریش نے اپنے حلیفون بنی بکر کی معاونت کی اور حرم تک ان بیچارون کو فریب سے مارا اور یہ خبر رسول اللہ صلعم کو پہونچی اور خزاعہ نے نظم عریضہ بھیجکر آنحضرت صلعم کو اپنی مصیبت سے آگاہ کیا اور عبدالمطلب حضرت صلعم کے دادا کے ساتھ حلف قرار پایا تایاد دلایا۔ پس آیت کریمہ مین قوم سے یہی قریش مراد ہین جنھون نے باوجود قسم وعہد وپیمان کے اسطرح عہد توڑا اور انھین سے قتال کرنے پر بمبالغہ مومنون کو آمادہ کیا اور کتب سیر مین یہ قصہ مفصل مذکور ہو اور قریش کا عہد جب اُن کی بدعہدی سے ٹوٹا تو حضرت صلعم نے اپنے خلفاء خزاعہ کے ظلم کا بدلہ لینے کو مکہ پر چڑھائی کی اور یہ آٹھوان سال ہجرت تھا اور آخر مکہ فتح ہو گیا اور بہت سے قریش مسلمان ہو گئے اور بہت سے بھاگ گئے آخر وہ بھی اکثر مسلمان ہو گئے اور تھوڑے لوگ لڑائی مین مارے گئے۔ الحاصل مومنون کو حکم دیا کہ ضرور تم ایسی قوم سے لڑو جن کا یہ حال ہو کہ اُنھون نے عہد توڑ دیا اور اپنی قسمون کا کچھ لحاظ نہ کیا۔ وَهَمُّوْا بِاِخْرَاجِ الرَّسُوْلِ اور اللہ تعالیٰ کے رسول کو نکال دینے کا قصد کیا یعنی جبکہ دارالندوہ مین شیخ نجدی شیطان کیساتھ بیٹھکر آنحضرت صلعم کے بارے مین مشورہ کیا تھا جیسا کہ قولہ واذ یمکر بک الذین کفروا الآیہ کی تفسیر مین مذکور ہوا اور ان لوگون نے نکال دینے وقید کرنے ومار ڈالنے ہر ایک کا مشورہ کیا تھا لیکن یہان اخراج ہی پر اقتصار کیا اسوجہ سے کہ ظاہر مین یہی واقع ہوا اگرچہ آنحضرت صلعم اپنے اختیار سے بحکم الٰہی وہان سے نکل کر ہجرت کر کے مدینہ چلے آئے۔ بعض مفسرین نے کہا کہ یہود کے حق مین ہو کہ اُنھون نے رسول اللہ صلعم کے عہد کو توڑا اور یہ قصد کیا تھا کہ سب ملکر آپ کو مدینہ سے نکال دین بلکہ فریب سے مار ڈالنے کا بھی قصد کیا تھا و آقول فعلی ہذا آیت کریمہ کے بعد فتح مکہ نازل ہونے مین چندان اشکال نہین اور بنا بر قول اول کے کہنا چاہیے کہ قولہ براءۃ من اللہ ورسولہ الآیات جو بعد فتح مکہ نازل ہوئی ہین اُن سے یہ آیت پہلے بلکہ فتح مکہ سے پہلے نازل ہوئی ہو کیونکہ اسمین ایسی قوم سے قتال کا حکم ہے جنھون نے عہد توڑا اور اخراج الرسول کا قصد کیا تھا۔ دارالندوہ ایک مکان تھا جسکو قریش کے جد اعلیٰ قصی نے مشورت کیواسطے بنایا تھا اور جب اللہ تعالیٰ عزوجل نے کفر توڑا اور وہ مقام داخل مسجد ہوا تو اب مصلائے حنفی ہے پس معبد دین شرک باطل ہو کر معبد دین حنیف ہو گیا والحمد للہ علیٰ ذلک پھر اس قوم کا حال فرمایا۔ وَهُمْ بَدَءُوْكُمْ اَوَّلَ مَرَّةٍ ۭ اور حال یہ کہ اُنھین نے ابتدا کی تمھارے ساتھ لڑائی باینطرح کہ تمھارے ساتھ دشمنی ومقاتلہ کیا کیونکہ آنحضرت صلعم نے اُن کو دین حق واخلاق جمیلہ وعادات کی دعوت کی اور قرآن مجید سے اُنکی تسکین کے آیات دین اور اُن کا خیال باطل توڑنے کو قرآن کے مانند لانے کی تحدی کی مگر جب اُن سے یہ نہ ہو سکا تو دشمنی کرنے وایذا دینے

مار پیٹ وفساد وظلم پھیلانے کی طرف لوٹ پڑے پس مومنون کو آمادہ کیا کہ تم کو اُن کے فساد دور کرنے و دنیا مین عدل قائم کرنے کے لیے اُن سے لڑکر اُن کو زیر کرنے سے کون بات روکتی ہے۔ اَتَخۡشَوۡنَهُمۡ ارے کیا تم یہ ڈرتے ہو کہ اگر اُن سے لڑوگے تو تم کو اُن کی طرف سے بُرائی پہونچیگی پس اُن سے ڈرتے ہو حالانکہ اللہ تعالیٰ عزوجل کے قبضۂ قدرت مین تمام مخلوقات ہین بدون اُس کی تاثیر کے ایک ذرہ نہین جنبش کرتا۔ فَاللّٰهُ اَحَقُّ اَنۡ تَخۡشَوۡهُ پس اللہ تعالیٰ ہی سزاوار ہے کہ اُس سے ڈرو پس جب اُس نے حکم دیا تو بے کھٹکے اُنکا شر وفساد وظلم وعناد مٹانے کیلئے اُن سے جہاد کرو اور حکم بجالانے مین ذرا درنگ نہ کرو۔ اِنۡ كُنۡتُمۡ مُّؤۡمِنِيۡنَ اگر تم مومن ہو کیونکہ ایمان تو یہی اثر دیتا ہے کہ سوائے حق عزوجل کے کسی سے نہ ڈرے۔ جملہ شرطیہ سے شک مقصود نہین بلکہ آمادگی دلائی کہ تم تو مومن ہو اور ایمان یہی چاہتا ہے کہ سوائے حق تعالیٰ کے کسی سے نہ ڈرے پس فوراً حکم کی تعمیل کرو اور کافرون سے مت ڈرو۔ اس کلام پاک سے جب اُن کے دلون مین اطمینان پیدا کہ موجب جہاد موجود ہی تو پھر حکم دیا کہ قَاتِلُوۡهُمۡ ایسی شریر قوم کافر سے قتال کرو اُس کا نتیجہ فرمایا کہ يُعَذِّبۡهُمُ اللّٰهُ بِاَيۡدِيۡكُمۡ اللہ تعالیٰ اُن کو تمھارے ہاتھون عذاب دے اگرچہ او تعالیٰ جس طرح چاہے اُن کو عذاب دیوے اور ایک دم مین نیست کردے لیکن تمھاری بہتری کے لیے یہی چاہا کہ تمھارے ہاتھون اُن کو عذاب دے۔ وَيُخۡزِهِمۡ اور اُن کو خوار کرے جیسے وہ تکبر وغرور کرتے و نیک چال چلن والون کو ستاتے واپنے نفس کی خواہش پر چلنا چاہتے اور راہ راست مین عیب لگاتے ہین۔ وَيَنۡصُرۡكُمۡ عَلَيۡهِمۡ اور تم کو ان پر غلبہ وفتح دے۔ یہ مومنون کو وعدہ ہی کہ لڑیگے تو ان پر فتح پاوینگے اور انکو قتل وخوار کرنے پر قادر ہونگے۔ وَيَشۡفِ صُدُوۡرَ قَوۡمٍ مُّؤۡمِنِيۡنَ۔ اور قوم مومنین کے سینونکو شفا دے یعنی بنوخزاعہ جن کو بنوبکر کے ساتھ مدد کر کے قریش نے مارا تھا اُن کے سینہ جو غم سے پیچ رہے ہین دشمنون بدعہدون کو مار کر خوار وذلیل دیکھکر راحت پاوین۔ بعض نے کہا کہ یمن وسبا کے بعضے خاندان والے مکہ مین آکر مسلمان ہوگئے تھے اُن کو قریش نے سخت اذیت و تکلیف دی تھی اُنھون نے رسول اللہ صلعم سے شکایت کی تو کہا گیا کہ خوشخبری سنو کہ عنقریب فرحت وراحت آیا چاہتی ہی۔ وَيُذۡهِبۡ غَيۡظَ قُلُوۡبِهِمۡ اور مومنین کے دل کا غیظ دور کرے یعنی اُن کی طرف سے دُکھ و درد اٹھانے سے جو اُن کے دلون مین جوش غم سے غیظ بھرا ہو اُس کو اللہ تعالیٰ اُن کے ہاتھون اُن کے دشمنون کو خوار کر کے دور کردے۔ پوچھا گیا کہ شفاء الصدور عطا کرنا اور غیظ قلوب دور کرنا تو ایک ہی ہی جواب دیا گیا کہ نہین بلکہ سینہ کے بہ نسبت دل محل خاص ہی اور بعض نے یون جواب دیا کہ شفاء الصدور وعدۂ فتح ہی جس سے سینے خوشی مین پھولے جاتے ہین اور غیظ قلوب دور کرنا وقوع فتح سے ہی۔ اور مترجم کہتا ہی کہ صدور مین مرض غم تھا اور قلوب اُن کے بسبب ایمان کے بالکل تندرست تھے لیکن ایمان کی ضد جو کفر وشرک ہے اُسکا غلبہ دیکھکر اُن کے قلوب مین غیظ تھا وہ دور کردینے کا وعدہ دیا۔ قال البیضاوی رح یہ آیت کریمہ منجملہ معجزات کے ہی کہ وقوع سے پہلے خبر فرمائی اور اللہ تعالیٰ نے ان سب باتون کو پورا کر دیا۔ فالحمد للہ العلی العظیم۔ امین بعض اُمور محسوسات سے ہین وہ بھی پورے ہوئے اور بعض امور مخفی دلون کے اندر تھے وہ بھی پورے کئے اور مفصل قصہ سے ثابت ہی کہ ابوسفیان نے اہل مکہ کی طرف سے پھر جدید عہدنامہ کرنا چاہا وہ منظور نہین کیا گیا پھر مکہ پہونچکر بسبب امان چاہنے سردار مشرکین کے امان دی ولیکن ایک گروہ مشرکین کا لڑائی پر اڑ گیا اور مارا گیا پھر آنحضرت صلعم نے خالد بن الولید سردار بعض لشکر کو قتل سے منع کر بھیجا لیکن ایلچی کے سننے مین فرق ہوا اُسنے ایسا لفظ کہا کہ جس سے قتل سے ہاتھ نہ اُٹھانا نکلتا تھا پس بنوخزاعہ وغیرہ کے دل خوب ٹھنڈے ہوگئے اور یہ تقدیر الٰہی عزوجل تھی کہ جو موافق ارشاد آیۂ کریمہ کے پوری ہوئی پھر فرمایا۔ وَيَتُوۡبُ اللّٰهُ عَلٰى مَنۡ يَّشَآءُ ۔ یہان سے پھر اخبار شروع ہی کہ کافرون مین سے بعضے کفر سے توبہ کرینگے یعنی وہی جن کے حق مین مشیت الٰہی علم قدیم مین جاری ہوچکی ہی المعنی اور اللہ تعالیٰ توبہ قبول فرماویگا جس کے حق مین چاہے یعنی

ازلی مشیت سے جس کو چاہا اسکو توبہ کی ہدایت فرماویگا پس اُسکی توبہ قبول کریگا۔ قال البیضاوی رح اور یہ خبر غیب بھی واقع ہوئی یعنی اُن میں سے مثل ابوسفیان وعکرمہ بن ابی جہل وغیرہ کے مسلمان ہوئے اور اچھے مسلمان ہوئے۔ ایک قراۃ مین یتوب بنصب ہی پس آن مقدر ہی اور یہ بھی جواب امر یعنی قاتلوہم کے جوابات مین داخل ہی کیونکہ جہاد جیسے ایک قوم کے حق مین تعذیب ہی کہ اس سے وہ قوم اپنی بدکرداری کی سزا پاتی ہو ویسے ہی دوسری قوم کے لئے وسیلہ توبہ ہی۔ وَاللّٰهُ عَلِيمٌ اور اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہی ہر چیز کو جو ہو چکی اور جو ہونیوالی ہی حَكِيمٌ وہ بڑا حکمت والا ہے کوئی فعل اُسکا حکمت سے خالی نہین اور کوئی بندہ اس کی حکمت کو نہین گھیر سکتا ہی بیچاری مخلوق کی کیا طاقت ہی کہ حضرت خالق عزوجل کی حکمت پر حاوی ہو سکے۔ اُس کی حکمت بے انتہا ہے پس جو اُسنے فرمایا وہ سب برحق ہی اور جو حکم دیا وہ عین صواب اور جس سے منع کیا وہ عین حکمت ہی۔ وہی علیم وحکیم ہی اللہم اہدنی وتوفنی مسلما وانت ارحم الراحمین ف۔ فی العرائس۔ قولہ تعالیٰ اتخشونہم فاللہ احق ان تخشوہ الآیۃ اسمین حق تعالیٰ نے بیان فرمایا کہ جو کوئی حق تعالیٰ کے سوائے کسی اور چیز سے ڈرے کہ اس سے مجھے ضرر پہونچے گا یعنی اُس کو خود کچھ قدرت مجھے ضرر پہونچانے کی ہی تو اُس کو معرفت مین کچھ نصیب نہین۔ دشمنون کو اپنے مطیع بندون کی آنکھون مین حقیر کر دیا کہ بھلی باتین سمجھاتے و کہتے ہین اور بُری باتون سے ممانعت و روکنے مین کچھ گھبراہٹ نہ کرین۔ اور اپنی ہیبت وجلال کے نور سے اُن کے دل بھر دیئے اور دین مین مداہنت و نرمی و دبی زبان باتین کرنے سے اُن کو پرہیز کرنے کا حکم دیدیا اور اپنا جلال وکمال پہونچا کر ان پر ظاہر کر دیا کہ تمام مخلوق اُسکے قبضۂ قدرت مین مسخر ہے کسی کو کچھ طاقت نہین کہ سر ہلاوے اور کسی مین قوت نہین کہ بے قدرت حق جنبش کرے سب کے سب عاجز مخلوق ہین معنی یہ کہ کیا تم ان مخلوق سے ڈرتے ہو حالانکہ وے قہر ربوبیت کے تحت مین مقہور و مسخر بندے ہین۔ ہان مجھ سے ڈرو کہ مین پروردگار قاہر جبار ہون جو میرے اولیا سے لڑا وہ میرے قہر و عذاب مین تباہ و مقہور ہوا۔ اور اُن کو اپنے سے خوف کرنے کا حکم دیا تو نام پاک جامع یعنی اللہ۔ ذکر فرمایا اور یہ نام پاک عین الجمع مین عین ذات و صفات ہی بعض نے کہا کہ خشیہ تو ذات کے واسطے ہی اور خوف صفات کیلئے ہی۔ کما قال تعالیٰ یخشون ربہم ویخافون سوء الحساب پھر مومنین کا امتحان فرمایا بقولہ تعالیٰ

اَمْ حَسِبْتُمْ اَنْ تُتْرَكُوْا وَلَمَّا يَعْلَمِ اللّٰهُ الَّذِيْنَ جَاهَدُوْا مِنْكُمْ وَلَمْ يَتَّخِذُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ

کیا جانتے ہو کہ چھوٹ جاؤ گے اور ابھی معلوم نہین کئے اللہ نے تم مین سے جو لوگ لڑے ہین اور نہین پکڑا انھون نے سوائے اللہ کے

وَلَا رَسُوْلِهٖ وَلَا الْمُؤْمِنِيْنَ وَلِيْجَةً ؕ وَاللّٰهُ خَبِيْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ ۟ ع

اور اُس کے رسول کے اور مسلمانون کے کسی کو بھیدی اور اللہ تعالیٰ کو سب خبر ہے تمہارے کام کی

اَمْ حَسِبْتُمْ خطاب مومنون کو ہی کہ بعض نے بمقتضائے طبیعت قتال سے کراہت کی اور بعضے مفسرین نے کہا کہ خطاب منافقون کو ہی اور حق یہ ہی کہ خطاب اہل ایمان کو ہی لیکن منافقین چونکہ ظاہر مین اسلامی احکام مین شریک تھے لہذا امتحان مین ان کا اخراج مقصود ہی۔ اَم منقطعہ بمعنی بل ہی اور یہ اضراب ہی ایک کلام سے دوسرے کلام کی طرف۔ پس اب بیان ہی کہ جہاد جیسے دنیا مین باعث عزت و حرمت و امن و عدل ہی ویسے ہی دین مین علامت ایمان وکمال رغبت آخرت و مورث ثواب جزیل ہی۔ اور استفہام اسمین توبیخ کے لئے ہی اور یہ توبیخ اس حسبان وخیال کرنے پر ہی اور معنی یہ کہ کیونکر تم نے یہ خیال باندھ لیا کہ۔ اَنْ تُتْرَكُوْا تم چھوڑ دیئے جاؤ یعنی جس حال پر ہو اسی پر چھوڑ دیئے جاؤ۔ سیبویہ کے قول پر ان تترکوا حسبان کے دونون مفعول کے قائم مقام ہی اور مبرد کے نزدیک مفعول دوم محذوف ہی اے ام حسبتم ان تترکوا کذلک من غیر ان تبتلوا بما یظہر بہ المومن من المنافق یعنی کیونکر تم نے خیال کیا کہ تم لوگ ایسے ہی چھوڑ دیئے جاؤ بدون اسکے کہ امتحان کئے جاؤ ایسی بات سے جس سے مومن و منافق کھل جاوے اور وہ جہاد ہی۔ وَلَمَّا يَعْلَمِ اللّٰهُ الَّذِيْنَ جَاهَدُوْا مِنْكُمْ اور حال یہ کہ ظاہر نہین ہوئے تم مین خاص لوگ جو اللہ تعالیٰ کی راہ مین جہاد کرتے ہین ان لوگون سے جو خالص نہین ہین۔ واؤ حالیہ

لہ حسبان بالضم گمان کردن ١٢

ع ١٠ ٨

لما حرف نفی مع معنی توقع یعنی اب تک نہیں کھلے ولیکن آئندہ کھل سکتے ہیں بخلاف معنی لم کے اور یہی دونوں میں فرق ہوا اسمیں علم کی نفی فرمائی حالانکہ مراد اس سے ان لوگوں کی نفی ہے جن سے ایسا علم متعلق ہو پس یہ بطریق مبالغہ ہے کیونکہ علم کی نفی گویا دلیل ہے معلوم کی نفی پر کیونکہ علم ہونا تو مستلزم ہے کہ معلوم کا وجود ہو پس جب علم نہیں تو معلوم بھی نہیں کیونکہ ہوتا تو اس کا بھی علم ہوتا ولیکن حرف لمّا میں جو معنی توقع ہیں اس سے تنبیہ کردی کہ عنقریب ایسا واقع ہوگا اور اس طرح تعبیر کرنے میں کہ علم الٰہی نہیں ہے یہ فائدہ ہے کہ ایسا ظہور مقصود ہے جو مدار ثواب وعقاب ہوتا ہے اور حاصل کلام یہ ہے کہ تم نے کیونکر خیال کرلیا کہ تم ایسے ہی خلط ملط چھوڑ دیئے جاؤگے اور قتال وجہاد کے بجالانے پر مامور نہ ہوگے جس سے اخلاص والے اور نفاق والے ظاہر ہوکر ثواب وعقاب کے مستحق ہوں اور حال یہ ہے کہ ابھی تک مخلص ومنافق متمیز نہیں ہوئے اور علم الٰہی ان لوگوں سے متعلق نہیں ہوا جو تم میں سے خالص مجاہد ہیں یعنی اخلاص والے متمیز نہیں ہوئے اگرچہ تم میں سے خلط ملط میں سے اللہ تعالیٰ کو مخلص ومنافق ہر ایک معلوم ہیں اور قولہ۔ وَلَمْ يَتَّخِذُوا مِن دُونِ اللَّهِ وَلَا رَسُولِهِ وَلَا الْمُؤْمِنِينَ وَلِيجَةً ۚ عطف ہے جاہدوا پر اور داخل صلہ ہے یعنی ظاہر نہیں ہوئے تم میں سے وہ لوگ جنھوں نے جہاد کیا یعنی مخلص ہیں اور نہ وہ لوگ جنھوں نے نہیں بنایا سوائے اللہ تعالیٰ واسکے رسول ومومنین کے اور کسی کو ولیجہ یعنی بطانہ اندرونی دوست جس سے موالات کریں اور اپنا بھید اُس سے ظاہر کریں۔ الولوج بمعنی دخول از ولج یلج پس ولیجہ بمعنی دخیلہ۔ ابوعبید نے کہا کہ کسی چیز میں جو ایسی چیز داخل کی جائے کہ اسمیں سے نہیں ہے وہ ولیجہ ودخیلہ ہے اور مفرد وتثنیہ وجمع سب کے واسطے یہی لفظ واحد کافی ہوتا ہے اور کبھی جمع اس کی ولائج وولج بمانند صحائف وصحف جمع صحیفہ کے لاتے ہیں اور منافقین چونکہ اہل شرک وکفر میں سے پوشیدہ دوست بناتے تھے بدین نظر قتادہ وضحاک نے خفیہ دوست کے ساتھ تفسیر فرمائی اور راغب رحمہ نے مفردات میں کہا کہ ولیجہ از دخیلہ نہیں بلکہ جس کو آدمی اپنا معتمد علیہ بنالے وہ ولیجہ ہے وبنابریں حاصل یہ ہوگا کہ ایسے لوگ متمیز نہیں ہوئے جنھوں نے سوائے اللہ تعالیٰ واس کے رسول ومومنین کے کسی کو اپنا معتمد علیہ نہیں بنایا اور مقصود یہ کہ تم لوگ ضرور جہاد سے مکلف کئے جاؤگے تاکہ ظاہر ہوجاویں جہاد والے اور جنھوں نے سوائے اللہ تعالیٰ ورسول ومومنین کے باطنی دوست نہیں بنایا یعنی مخلصین ومنافقین کھل جاویں۔ وَاللَّهُ خَبِيرٌ بِمَا تَعْمَلُونَ اور جو تم کرتے ہو اللہ تعالیٰ اس سے خبردار ہے یعنی تمھارے کاموں سے جو تمھاری غرض ہے اور جو تمھاری نیت ہے وہ سب اللہ تعالیٰ کو معلوم ہے اور یہ جو فرمایا کہ لما یعلم اللہ الذین الخ اس سے جاہل بیوقوف مشرک ومنافق یہ خیال نہ کریں کہ اللہ تعالیٰ کو معلوم نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ عالم الغیب والشہادۃ ہے دلوں کے بھید کو جانتا اور تمام مخلوق کی حقیقت وماہیت کو اور جو کچھ ہوا اور جو ہوگا سب کچھ اسکے حضور وعلم میں قطعاً ایسی طرح معلوم ہے کہ کسی کا علم ایسا ممکن نہیں ہے لا الٰہ الا اللہ وحدہ لاشریک لہ لہ الملک ولہ الحمد وہو علی کل شیٔ قدیر۔ ف۔ **فی العرائس** قولہ تعالیٰ ام حسبتم ان تترکوا ولما یعلم اللہ الذین جاہدوا منکم اشارت سے خطاب میں وہ مدعی بھی داخل ہیں جو یہ گمان کرتے ہیں کہ مرتبہ احسان یعنی حقیقت خالی دعوے سے حاصل ہوجاتا ہے بدون اسکے کہ معنوی تحقق ہو پس اُن کو ایسے خیالات پر مغرور ہونے سے ملامت فرمائی گئی اور ارشاد ہوا کہ جو کوئی اپنی ہستی کو اپنے خالق پاک کے لئے قربان کرنے والا نہ ہوا اور خلوص کے ساتھ بشریت کے خصائل ذمیمہ زائل کرکے معرفت حاصل کرنیوالا نہ ہوا اور اولیاء الٰہی کی صحبت میں صدق ارادت سے کمال حاصل کرنیوالا نہ ہوا ۔۔ اپنے اوہام میں غلط وخیالات میں خطا کار ہے کما اشیر الیہ بقولہ تعالیٰ ولم یتخذوا من دون اللہ ولا رسولہ ولا المومنین ولیجۃ پھر اپنے کلام پاک یعنی قولہ واللہ خبیر بما تعملون سے اُنکو محال دعوی وباطل خیال سے ڈرایا کہ اللہ تعالیٰ سب خیالات ونیات وخطرات سے آگاہ ہے اسکو ہر دم اپنی نیت وحال کا عالم تصور کرکے شرم رکھو اور ہوشیار رہو۔ پھر اللہ تعالیٰ نے مشرکین کے اوہام کو بابت بعض اعمال کے جو بھلے کاموں کی صورت ہیں خصوص مشرکین مکہ کے اوہام کو تنبیہ کے ساتھ مٹایا۔ بقولہ تعالیٰ۔

مَا كَانَ لِلْمُشْرِكِينَ أَنْ يَعْمُرُوا مَسَاجِدَ اللَّهِ شَاهِدِينَ عَلَىٰ أَنْفُسِهِمْ بِالْكُفْرِ ۚ أُولَٰئِكَ حَبِطَتْ

مشرکون کا کام نہین کہ آباد کرین اللہ کی مسجدین اور مانتے جاوین اپنے اوپر کفر کو وہ لوگ خراب گئے

أَعْمَالُهُمْ ۚ وَفِي النَّارِ هُمْ خَالِدُونَ ○ إِنَّمَا يَعْمُرُ مَسَاجِدَ اللَّهِ مَنْ آمَنَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ

اُن کے کئے اور آگ مین رہین گے وہ ہمیشہ وہی آباد کرے مسجدین اللہ کی جو یقین لایا اللہ پر اور پچھلے دن پر

الْآخِرِ وَأَقَامَ الصَّلَاةَ وَآتَى الزَّكَاةَ وَلَمْ يَخْشَ إِلَّا اللَّهَ ۖ فَعَسَىٰ أُولَٰئِكَ أَنْ يَكُونُوا

اور کھڑی کی نماز اور دی زکوۃ اور نہ ڈرا سوائے اللہ کے کسی سے سو اُمیدوار ہین وہ لوگ کہ ہوویں

مِنَ الْمُهْتَدِينَ ○ أَجَعَلْتُمْ سِقَايَةَ الْحَاجِّ وَعِمَارَةَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ كَمَنْ آمَنَ بِاللَّهِ

ہدایت والون مین کیا تم نے ٹھہرایا حاجیون کا پانی پلانا اور مسجد حرام کا بسانا برابر اسکے جو یقین لایا اللہ پر

وَالْيَوْمِ الْآخِرِ وَجَاهَدَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ ۚ لَا يَسْتَوُونَ عِنْدَ اللَّهِ ۗ وَاللَّهُ لَا يَهْدِي

اور پچھلے دن پر اور لڑا اللہ کی راہ مین نہین برابر اللہ کے پاس اور اللہ راہ نہین دیتا

الْقَوْمَ الظَّالِمِينَ ○ الَّذِينَ آمَنُوا وَهَاجَرُوا وَجَاهَدُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ بِأَمْوَالِهِمْ وَأَنْفُسِهِمْ

بے انصاف لوگون کو جو یقین لائے اور گھر چھوڑ آئے اور لڑے اللہ کی راہ مین اپنے مال اور جان سے

أَعْظَمُ دَرَجَةً عِنْدَ اللَّهِ ۚ وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْفَائِزُونَ ○ يُبَشِّرُهُمْ رَبُّهُمْ بِرَحْمَةٍ مِنْهُ وَرِضْوَانٍ

اُن کو بڑا درجہ ہے اللہ کے پاس اور وہی پہونچے مراد کو خوشخبری دیتا ہے اُن کو پروردگار اُنکا اپنی طرف سے مہربانی کی اور رضامندی کی

وَجَنَّاتٍ لَهُمْ فِيهَا نَعِيمٌ مُقِيمٌ ○ خَالِدِينَ فِيهَا أَبَدًا ۚ إِنَّ اللَّهَ عِنْدَهُ أَجْرٌ عَظِيمٌ ○

اور باغون کی جن مین اُن کو آرام ہے ہمیشہ کا رہا کرین اُنمین مدام اللہ کے پاس بڑا ثواب ہے

مَا كَانَ لِلْمُشْرِكِينَ - اے ماصح لهم یعنی مشرکین کے حق مین صحیح نہین ہے - أَنْ يَعْمُرُوا مَسَاجِدَ اللَّهِ - یہ فعل کہ اللہ تعالیٰ کی مسجدون کی عمارت کرین - یعنی کسی مسجد کی عمارت اُن سے صحیح نہین تو بھلا مسجد الحرام جو سب سے افضل ہے اس کی عمارت کا دعویٰ مشرکون کی طرف سے محض وہم و غلط ہے اور یہ معنی بنظر آنکہ عموم مساجد سے نفی فرمائی ہے پس مسجد الحرام جو خاص ہے اُس سے بالضرور نفی بطریق بلیغ ہو گئی - اور بعض نے کہا کہ مساجد اللہ سے مسجد الحرام مراد ہے یعنی مسجد الحرام کی عمارت مشرکین سے صحیح نہین - اور بصیغہ جمع اسوجہ سے کہ مسجد الحرام جملہ مساجد کیلئے قبلہ و امام ہے پس اسکی عمارت کرنے والا گویا تمام مساجد کا عامر ہے اسلئے کہ ہر بقعہ و ناحیہ ہر جہت سے قبلہ ہے پس وہ مساجد ہے اور قرأۃ ابن کثیر و ابو عمرو اور یعقوب رحمہم اللہ کی مسجد اللہ بصیغہ مفرد بھی اسی کی مؤید ہے جیسے قولہ و عمارۃ المسجد الحرام - بھی اسی تفسیر کا مؤید ہے پھر عمارت سے یا معنی حقیقی مراد ہین یعنی مسجد کی عمارت بنانا مشرک سے صحیح نہین یا معنی مجازی مراد ہین یعنی مسجد مین حاضر رہنا و داخل ہونا و اسمین عبادت کرنا وغیرہ اور یہ بھی مشرک سے صحیح نہین کیونکہ کافرون کی عبادت کچھ نہین باوجودیکہ مسجد الحرام سے نزدیک ہونے سے اُن کو ممانعت ہے یہین سے کہا گیا کہ اگر دار الاسلام مین کسی ذمی کافر نے وصیت کی کہ میرے مال سے مسجد بنائی جاوے تو اسکی وصیت قبول نہ ہوگی - اگر کافر نے مسجد مین داخل ہونے کا قصد کیا تو امام مالک رح کے نزدیک روا نہین ہے - اور بعض ائمہ نے کہا کہ مسلمان کی بلا اجازت نہین روا ہے حتیٰ کہ اگر بلا اجازت جاوے تو سزا دیجاویگی اور اجازت لیکر بھی بدون حاجت کے روا نہین پس اگر حاجت ہو اور مسلمان سے اجازت لیوے تو داخل ہو سکتا ہے اور بخاری رح وغیرہ نے مسجد مین جواز دخول کافر ...

اس حدیث سے استدلال کیا جسمین آنحضرت صلعم نے ثمامہ بن اثال کو ستون مسجد سے باندھا تھا حالانکہ وہ کافر تھا اور حق یہ ہی کہ اس فعل خاص سے یہان استدلال نہین چاہیئے کیونکہ حکمت خاصہ کا احتمال ہی چنانچہ جب اسکو رہا کر دیا تو خوشی و رغبت سے وہ جا کر نہا کر حاضر ہوا اور اسلام سے آیا پس مختار قول جمہور ہو اور کفار کے لوث سے مسجد پاک رکھی جاوے۔ شٰهِدِيْنَ عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ بِالْكُفْرِ - جملہ حال از ضمیر یعمروا۔ ہو اور یہ شہادت یا بنا بر شرک و تکذیب الرسول صلعم ہو اور بعض نے کہا کہ در حالیکہ شاہد ہین وہ لوگ اپنے اوپر کفر کے ساتھ بحال و قال یعنی یہ کہ مشرکین سے یہ بات ٹھیک نہین کہ دو امر متنافی جمع کرین ایک بیت اللہ تعالی کی عمارت اور دوم اللہ تعالی کے سوائے غیر کی عبادت۔ پس جب غیر کی عبادت سے مشرک ہین تو اللہ تعالی کی مسجد کی عمارت اُن سے صحیح نہین۔ روایت ہو کہ جب عباس بن عبدالمطلب جنگ بدر مین قید ہو کر آئے اور مسلمانون نے انکو ملامت کی اور عار دلایا کہ تم لوگ شرک کرتے اور ناتا کاٹتے ہو اور سب سے زیادہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے اُن کو سخت سخت باتین اسی قسم کی کہین تو عباس نے کہا کہ یہ تمہارا کیا انصاف ہو کہ تم ہماری برائیان تو بیان کرتے ہو اور جو ہماری بھلائیان ہین اُن کو نہین کہتے دیکھو کہ ہم مسجد الحرام کی عمارت کرتے ہین اور خانہ کعبہ کے حاجب ہین اور حاجیون کو پانی پلاتے ہین اور قیدی کو مال خرچ کر کے چھوڑاتے ہین تب یہ آیت نازل ہوئی اور سمجھایا گیا کہ مشرک ہو کر جو کام کرو وہ ہیچ ہی۔ اُولٰٓئِكَ حَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ یعنی جو لوگ شرک و کفر مین گرفتار ہین اُن کے اعمال جن پر فخر کرتے ہین بسبب شرک کے سب حبط ہین۔ وَفِي النَّارِ هُمْ خٰلِدُوْنَ اور اس شرک کی وجہ سے وہ ہمیشہ دوزخ ہی مین رہین گے۔ مشرک کو اپنے اعمال کا بدلا دنیا مین جو کچھ مل جاوے وہ تو ملا لیکن دنیا خود ہیچ ہے ملا تو کیا اور عاقبت مین اسکے لئے کچھ نہین سوائے دوزخ کے کیونکہ اللہ تعالی نے ختم کر دیا کہ مشرک کبھی نہین بخشا جائیگا۔ پھر اُن بندون کو بیان فرمایا جن سے عمارت مسجد درست ہی قولہ اِنَّمَا يَعْمُرُ مَسٰجِدَ اللّٰهِ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَاَقَامَ الصَّلٰوةَ وَاٰتَى الزَّكٰوةَ - یعنی مساجد کی عمارت ایسی صفات کے لوگون سے درست ہی جن کے اعتقاد شرک سے پاک توحید کے ہین اور اُن کے اعمال موافق حکم الٰہی کے ہین۔ صلوٰۃ و زکوٰۃ کو جمع کیا اور اعمال مفروضہ مین سے دو عمل اشرف ذکر کئے اور مراد جملہ ارکان اسلام ہین اور ایمان برسول اللہ صلعم اسلئے نہین مذکور ہو کہ اللہ تعالی پر ایمان نہین ہو سکتا جبتک کہ رسول پر ایمان نہو اسلئے کہ رسول ہی سے معرفت حاصل کی اور صفات کے واسطہ سے پہچان کر اسی پر معبود ہونے کا اعتقاد کیا۔ اور یوم الآخر کے بیان فرمانے مین نکتہ ہو کہ عمارت مسجد کا فائدہ ثواب آخرت ہی جو روز جزا یعنی قیامت کو حاصل ہوگا اور مشرکین اسکے قائل نہ تھے پس عمارت مسجد انہین لوگون سے مستقیم ہی جو روز جزا پر ایمان رکھتے ہین کہ یہان مسجد بنا دین اور وہان اچھا بدلا پا دین۔ انس رض سے روایت ہو کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا جس نے اللہ تعالی کے واسطے کوئی مسجد بنائی خواہ چھوٹی ہو یا بڑی ہو اللہ تعالی اُسکے واسطے جنت مین گھر دیتا ہی۔ رواہ الترمذی اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے بھی اسی کے مانند مرفوع روایت ہی اور واضح ہو کہ ظاہر کلام اکثر مفسرین کا یہ ہی کہ عمارت یہان بطور عموم مجاز کے حقیقی عمارت بنانے اور مجازی عمارت کرنے یعنی آباد کرنے دونون کو شامل ہی۔ وقال البیضاوی من جملہ مسجد کی عمارت کے یہ بھی ہی کہ اس کو فروش سے آراستہ کرے اور چراغ روشن کرے اور ہمیشہ اسمین عبادت یا ذکر الٰہی و علم شریعت کا پڑھنا پڑھانا جاری رکھے اور جن باتون کیلئے مسجد نہین بنائی گئی ہی اُن سے محفوظ رکھے جیسے دُنیا کی باتین کرنا۔ قلت و حنفیہ نے کہا کہ سونے کیلئے جس کا گھر ہو اسکو مسجد مین سونا مکروہ ہی اور ابن عمر رض وغیرہ سے جو مسجد مین سونا مروی ہو وہ بظاہر اس غرض سے تھا کہ عبادت و تہجد ادا کرنے مین مقام پاک ملنے سے آسانی ہو واللہ اعلم۔ ابو سعید خدری رض سے روایت ہی کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا۔ اذا رأیتم الرجل الخ یعنی جب تم کسی آدمی کو دیکھو کہ معتاد طور پر مسجدون مین آمد و رفت رکھتا ہی تو شہادت دو کہ وہ مومن ہی کیونکہ اللہ تعالی نے فرمایا۔ انما یعمر مساجد اللہ من آمن باللہ الآیۃ۔ رواہ احمد والدارمی وابن ماجہ وابن المنذر و عبد بن حمید والبیہقی و حسنہ الترمذی۔ اس حدیث مین سے

فائدہ بھی یاد رکھو کہ اگر دیکھنے سے کوئی امر ثابت ہو تو گواہی ادا کرنا روا ہے۔ اگرچہ متعلق ہو والکلام فی الفقہ۔ بالجملہ مسجد سے دل لگائے رہنے
و اسکو آباد کرنے و اُس کی تعمیر و عبادت کیلئے وہاں آمد و رفت کرنے وغیرہ میں بہت سی احادیث وارد ہوئی ہیں۔ انسؓ بن مالکؓ سے روایت
ہے کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ مسجدوں کے آباد کرنیوالے وہی اہل اللہ تعالیٰ ہیں یعنی اولیاء اللہ وہی ہیں و اہل حق ہیں رواہ عبد بن حمید
والبزار۔ اور عبدالرزاق نے عمرو بن میمون الاودی سے روایت کی کہ میں نے اصحاب رسول اللہ صلعم کو پایا وے لوگ فرماتے تھے کہ زمین میں مسجدیں
خانہ خدا ہیں و جو اُن میں زیارت الٰہی کو حاضر ہو اللہ تعالیٰ اپنے دیدار کے طالب کو کرامت عطا فرمادیگا۔ وفی تفسیر الحافظ۔ ابن عباس
رضی اللہ عنہ نے کہا کہ جس نے اذان کی آواز سنی پھر وہ تعمیل کرکے مسجد میں حاضر نہوا تو اُسکی نماز نہیں اور اُسنے اللہ تعالیٰ و اُسکے رسول کی نافرمانی
کی کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا انما یعمر مساجد اللہ الآیۃ۔ رواہ ابن مردویہ و قد روی مرفوعا من وجہ آخر ولہ شواہد انتہی۔ بالجملہ ایمان سے ہے کہ مسجدیں آباد
ہوں لہذا آخر زمانہ میں جب ضعف اسلام کا حال بطور معجزہ و خبر غیب کے آنحضرت صلعم نے بیان فرمایا تھا تو اسمیں یہ بھی فرمایا تھا کہ قریب قیامت کے
مسجدیں اُن لوگوں کی ویران ہونگی اور گھر اُن کے آباد ہونگے۔ والمترجم بعد الاستغفار و طلب التوفیق والہدایۃ کہتا ہے کہ یہ معجزہ نبوت اب مشاہدہ
کرو اور دیکھو کہ یہی حال ہے۔ انا للہ و انا الیہ راجعون۔ حاصل آنکہ مسجد کی عمارت و آبادانی ایسے لوگوں سے درست ہے جو اللہ تعالیٰ پر بواسطہ تعریف
رسول اللہ صلعم کے اور روز آخرت پر ایمان لایا اور نماز ٹھیک ادا کرتا اور زکوۃ دیتا ہے۔ وَلَمْ يَخْشَ إِلَّا اللَّهَ۔ اور سوائے اللہ تعالیٰ کے
اسکو کسی سے خوف نہیں وفی البیضاوی۔ یعنی دین کے اُمور میں اسکو سوائے حق تعالیٰ کے کسی بھوت پلید بت جن کسی کا خوف نہیں۔ اور رہا خوف
ایسی چیزوں سے جن سے ضرر پہونچا کرتا ہے مثلاً شیر سامنے آیا تو خوفناک ہوجانا جبلت کی بات ہے اسمیں آدمی کا اختیار نہیں ہے۔ وقال المترجم
ظاہراً کامل ایمان والے جب تاثیر فقط اللہ تعالیٰ کی طرف سے یقین جانتے ہیں تو اُن کو کسی چیز سے خوف نہیں ہوتا اور تحقیق یہ ہے کہ جو امر خوفناک
پیش آیا وہ دو حال سے خالی نہیں یا تو اسمیں کوئی حکم از جانب حق تعالیٰ قرآن یا حدیث میں موجود ہے مثلاً دو ہزار لشکر اسلام کے مقابلہ میں چار ہزار
کافر آگئے تو خوف کرنا مقتضائے ایمان ہے کیونکہ بھاگنا یہاں حرام و کبیرہ گناہ ہے اور یا ایسا ہو گا کہ اسمیں کوئی حکم شرع اس طور پر نہیں مثلاً جنگل میں
شیر سامنے آگیا تو خوف یہ آئے کہ شاید عذاب کے طور پر اللہ تعالیٰ نے اسکو بھیجا تو میں ضرور مارا جاؤنگا۔ پس اللہ تعالیٰ ہی سے ڈرا اور چونکہ بنظر احتیاط
اُسکے سامنے سے ہٹنے و بچاؤ کرنے کا حکم ہے لہذا اس نظر سے بھاگنا وغیرہ تدبیر کو عمل میں لادیگا۔ پس ہر صورت میں خوف اسکو فقط اللہ تعالیٰ ہی
سے ہوا اور مقام بہت سعت چاہتا ہے اور اسقدر اشارہ امید ہے کہ کافی ہو واللہ تعالیٰ اعلم۔ فَعَسَىٰ أُولَٰئِكَ أَن يَكُونُوا مِنَ الْمُهْتَدِينَ
پس ایسے لوگ البتہ ہدایت یافتہ ہیں۔ ابن عباسؓ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے حرف عسیٰ بمعنی تحقیق ہے و ابن اسحاق کا بھی ایسا ہی قول ہے اور
شاید عسیٰ بندوں کی طرف ہو یعنی تم امید رکھو اور معنی یہ کہ پس ایسے لوگوں کو توقع ہے کہ ہدایت پائے ہوؤں میں سے ہوں لفظ امید کہنا جو انکو ذکر
فرمانے میں مشرکین کی طمع کاٹ دی یعنی جب ایسے بندے باوجود ان اعمال کے امیدوار ٹھہرے تو مشرکین باوجود نجاست شرک کے اپنے اعمال سے
راہ پر ہونگے یا ان اعمال سے انتفاع حاصل کرنے کی کیا طمع کرینگے اور نیز مشرکوں کو ملامت کی کہ کس برتے پر قطعی دعوی کرتے ہیں کہ ہم لوگ
بڑے محبوب کردگار ہیں حالانکہ جن اہل ایمان کا حال مذکور ہوا باوجودیکہ نجاست شرک سے پاک اور مسجدیں آباد کرنیوالے اور اعتقاد و عمل
دونوں طرح سے کامل ہیں اُن کا حال تو توقع و امید میں دائر ہے اور مشرکین تو صریح اُن کے برعکس ہیں۔ اور نیز بحرف توقع فرماکر مومنوں
کو تنبیہ کردی کہ کبھی اپنے اعمال پر نظر نہ رکھیں اور غرہ نہوں کیونکہ عظمت جلال الٰہی کے سامنے کسی مخلوق کی کچھ ہستی نہیں ہے بلکہ ہمیشہ عجز و بندگی
سے سر بسجدہ ہوں کہ اے پروردگار ہم تو اولاد آدم سب ظلوم جہول ہیں ہم تیری بندگی کی قدرت کہاں رکھتے ہیں تیرے لائق کون بندگی

کرسکتا ہو تیری مخلوق میں جو سب سے اشرف تیرا رسول ہو وہ تو فرماتا ہو کہ ماعبدناک حق عبادتک میرے مولا میں تیری شان کے لائق تیری بندگی نہ کرسکا وہ تو گڑگڑاتا ہو کہ ماعرفناک حق معرفتک ۔ میرے مولی تو نے مجھے اپنی معرفت حاصل کرنے ہی کیلیے پیدا کیا تھا مگر میں تیری معرفت جیسی چاہیے نہیں حاصل کرسکا تو عفو کردے تو بخشدے ۔ پھر ہم ناچیز کس شمار میں ہیں جو ہم سے ادا ہو تیرا فضل ہو جو ہم سے خدمت ہو وہ تیری ہی توفیق کا کرم ہے جب تو نے اول سے کرم ہی کرم فرمایا تو اب بھی ہم تیرے ہی کرم پر نظر لگائے ہیں ۔ ربنا اغفر لنا ذنوبنا و اسرافنا فی امرنا وثبت اقدامنا وتوفنا مع الابرار ۔ پھر اہل شرک کا دعوی ایک تشبیہ سے رد فرمایا ۔ بقولہ ۔ اَجَعَلْتُمْ سِقَايَةَ الْحَاجِّ وَعِمَارَةَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ کیا قرار دیا تم نے اے مشرکو حاجیوں کے پانی پلانے اور مسجد الحرام کی عمارت کرنے کو ۔ كَمَنْ آمَنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ وَجَاهَدَ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ ۔ مانند اُس شخص کے جو ایمان لایا اللہ تعالی پر اور روز آخرت پر و راہ خدا میں جہاد کیا ۔ جبکہ تشبیہ دی وہ تو مصدر ہے یعنی سقایہ و عمارۃ اور جس سے تشبیہ دی وہ آدمی ہے یعنی کمن آمن یعنی مومن ۔ اور مصدر کی تشبیہ اعیان سے ظاہر نہیں ہے لہذا تقدیر کلام دو طرح سے ہے ایک یہ کہ ۔ اجعلتم اہل سقایۃ الحاج کمن آمن یعنی کیا تم نے حاجیوں کے پانی پلانے والوں کو مانند قرار دیا ایسے شخص کے جو ایمان لایا اللہ تعالی پر الخ ۔ پس معنی اسکا یہ کہ ایسی صفت والوں کو اُس صفت والوں کے مثل کیا ۔ دوم یہ کہ ۔ اجعلتم سقایۃ الحاج کایمان من آمن یعنی کیا تم نے حاجیوں کے پانی پلانے کو مانند کیا اُس شخص کے ایمان لانے کے جو الخ ۔ اسکا معنی یہ کہ تم نے یہ فعل مشابہ اُس فعل کے قرار دیا ۔ تقدیر دو توجیہ اول کی مؤید اس شخص کی قراۃ ہے جسنے آیت میں یوں پڑھا ۔ اجعلتم سقاۃ الحاج وعمرۃ المسجد الحرام ۔ سقاۃ جمع ساقی یعنی پانی پلانیوالے ۔ عمرۃ بمانند کفرۃ جمع عامر ہے ۔ ہمزہ اجعلتم ۔ انکاری ہے ۔ المعنی انکار ہے اس بات سے کہ مشابہ ہو دیں مشرکین یا مشرکوں کے اعمال حبط شدہ اہل ایمان یا اُن کے اعمال مثبتہ سے ۔ یعنی موافق تقدیر اول کے معنی یہ ہیں کہ مشرکین کبھی مومنین سے مشابہ نہیں اور دوسری تقدیر پر معنی یہ کہ مشرکوں کے کام جو حبط ہیں وہ کبھی مومنین کے اعمال سے مشابہ نہیں جن کے عوض خصوص آخرت میں ثواب جمیل پاوینگے ۔ پھر اسی امر کو مصرح فرمایا بقولہ ۔ لَا يَسْتَوُونَ عِنْدَ اللّٰهِ ۔ یہ لوگ اللہ تعالی کے نزدیک برابر نہیں ہیں یعنی مشرکین و مومنین یکساں نہیں ۔ یہ بھی مؤید توجیہ اول ہے ۔ پھر اُن کے یکساں نہ ہونیکی وجہ کیطرف اشارہ فرمایا ۔ بقولہ ۔ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظّٰلِمِينَ ۔ یعنی کافر لوگ بوجہ شرک کے جو انتہا درجہ کا ظلم ہے ظالم ہیں اور آنحضرت صلعم کی عداوت سے مردود اور چاہ ضلالت میں ڈوبے ہوئے ہیں وہ کیونکر ایسے بندوں کے برابر ہوسکتے ہیں جنکو اللہ تعالی نے ہدایت فرمائی اور اُن کو راہ صواب کی توفیق دی ۔ بعض نے کہا کہ ظالمین سے وہ مشرک مراد ہیں جو اپنے آپ کو مومنوں سے مساوی کہتے تھے ۔ پھر مومنین کا درجہ بیان فرمایا بقولہ تعالی ۔ اَلَّذِينَ آمَنُوا وَهَاجَرُوا وَجَاهَدُوا فِي سَبِيلِ اللّٰهِ بِأَمْوَالِهِمْ وَأَنْفُسِهِمْ یعنی اہل ایمان جن کے ایسے ایسے نیک کام ہیں وے ۔ أَعْظَمُ دَرَجَةً عِنْدَ اللّٰهِ اللہ تعالی کے نزدیک بہت بڑے درجہ والے ہیں اُن کے درجہ کو سوائے اللہ تعالی کے کوئی نہیں جانتا اور جو کرامت اُن پر ہے وہ خیال میں نہیں آسکتی ۔ کما قال تعالی ۔ فلا تعلم نفس ما اخفی لہم من قرۃ اعین جزاء بما کانوا یعملون ۔ اور حدیث میں ہے کہ اللہ تعالی نے جو بندگان صالحین کیلیے مہیا فرمایا وہ ایسی چیزیں ہیں کہ نہ آنکھوں نے دیکھی اور نہ کانوں نے سنی اور نہ کسی بشر کے دل پر بطور خطرہ گذری ہیں ۔ قال المترجم یہ تفسیر بنابر اینکہ اعظم علی الاطلاق ہے اور اگر اسم تفضیل کسی کی نسبت سے ہے تو کہا گیا کہ اعلی ہیں درجہ و کرامت میں بہ نسبت ان مومنوں کے جن کے ساتھ ایسی صفات نہیں ہیں ۔ یا مشرکوں پر رد ہے کہ سقاۃ الحاج وعمرۃ المسجد کا جو مرتبہ تمہارے نزدیک ہے اسکی بہ نسبت مومنین کا درجہ اللہ تعالی کے یہاں بہت بڑھا ہوا ہے اگرچہ تمہارے زعم والوں کا درحقیقت کچھ بھی درجہ نہیں ہے ۔ پھر مومنین ہی میں فلاح کا

انحصار فرمایا بقولہ تعالیٰ۔ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفَآئِزُوْنَ۔ اللہ تعالیٰ کے نزدیک ثواب و درجات سے فائز ہونیوالے یہی مومنین ہیں اور مشرک کچھ نہیں بلکہ عذاب و خواری میں پڑیں گے پھر بھلا مشرکین کیسے مومنین کی برابری کا دعویٰ کرتے ہیں باوجود اس کے مومنین کا یہ حال ہے کہ۔ يُبَشِّرُهُمْ رَبُّهُمْ بِرَحْمَةٍ مِّنْهُ وَرِضْوَانٍ وَّجَنّٰتٍ مومن بندوں کا پروردگار سبحانہ جو تمام جہان کا خالق ہے اپنے ان بندوں کو بشارت دیتا ہے اپنی طرف سے رحمت و رضوان کی اور جنتوں کی کہ لَّهُمْ فِيْهَا نَعِيْمٌ مُّقِيْمٌ جن میں ان کیلئے دائمی نعمتیں ہیں اور رحمت و رضوان وغیرہ کو نکرہ فرما کر اشارہ کیا کہ یہ ایسی چیزیں ہیں جن کی معرفت اللہ تعالیٰ کے علم میں ہے بندوں کے حق میں تعریف نہیں ہو سکتی اور جنت میں بھی جو نعمتیں ہیں اُن کی تعریف نہیں ہو سکتی ہاں یہ فرما دیا کہ وہ نعمتیں پائدار ہیں پس اہل جنت بھی ان نعمتوں والے ہو کر ضرور پائدار ہیں اور مصرح فرمایا۔ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ۔ ان جنتوں میں وے لوگ خلود کے ساتھ رہیں گے اور چونکہ خلود کو عرب والے کبھی مدت دراز تک ہونے کے معنی میں بولتے ہیں اور یہاں مراد ہمیشگی ہے لہذا فرمایا۔ اَبَدًا۔ یعنی خلود و ابد تک ہو گا جسکی چھور نہیں یعنی ہمیشہ رہیں گے ابو حیان ؒ وغیرہ نے ذکر کیا کہ قولہ برحمۃ منہ و رضوان وجنات۔ ان تینوں میں تنوین تنکیر کی تعظیمی ہے یعنی اُن کی تعریف بندوں کے فہم کیلئے نہیں ہو سکتی اور کسی کے تصور میں نہیں آسکتی ہیں اور جبکہ مومنین کے تین وصف بیان فرمائے یعنی ایمان اور جہاد بجان و مال اور ہجرت از وطن تو اُن کے مقابلہ میں انکو تین نعمتوں سے بشارت دی رحمت و رضوان و جنات۔ پس رحمت بمقابلہ ایمان کے ہے کیونکہ رحمت اسی پر موقوف ہے۔ اور رضوان بمقابلہ جہاد کیونکہ جان و مال سے قربان ہوئے تو انتہا رسبالغہ احسان کے لائق ہوئے اور جنات بمقابلہ ہجرت کے اپنے ناپائدار وطن چھوڑے تو اُن کو جنات نعیم پائدار دائمی عطا ہوئیں۔ اِنَّ اللّٰهَ عِنْدَهٗٓ اَجْرٌ عَظِيْمٌ۔ اللہ تعالیٰ جل جلالہ کے یہاں اجر عظیم ہے کہ جس کے عوض میں ان اجر کے لائق ہوئے وہ بہت حقیر ہیں یا دنیاوی چیزیں اُسکے مقابلہ میں بہت حقیر ہیں یا اشارہ ہے کہ یہ بشارت بھی وہاں تک ہے کہ نعمت کے نام سے سمجھ سکیں ورنہ انکے واسطے زیادت ہے جسکو پاوینگے تو جانیں گے والحمد للہ رب العالمین ف فی العرائس قولہ تعالیٰ انما یعمر مساجد اللہ من آمن۔ جس شخص سے عمارت مسجد صحیح ہے اور وہ اہل معرفت و عبادت کی مجلس کے لائق ہے اس کے چند اوصاف ذکر فرمائے کہ ایمان و یقین میں کامل ہو اور معرفت میں واثق ہو فرائض و سنن ادا کرنے میں مداوم ہو۔ یہ عمارت اس طرح ہوتی ہے کہ مساجد میں جانے کے وقت اسکا دل سوائے اللہ تعالیٰ کے سب چیز سے خالی ہو۔ اور وسوسہ و خیال و خطرہ اسکے سر باطن میں نہ ہو۔ بعض نے کہا کہ مسجد کی عمارت و آبادی اسطرح ہے کہ دل آباد ہو یعنی اسمیں صدق نیت و طہارت با خلاق حمیدہ ہو پس جمیع اشغال و موانع خارج کر کے پوری طہارت سے مسجد میں داخل ہو۔ قولہ تعالیٰ یبشرھم ربھم برحمۃ منہ و رضوان وجنات۔ اول میں اللہ تعالیٰ نے مہاجرین کا یہ وصف فرمایا کہ رضوان و مغفرت کے طلب میں ماسوائے حق تعالیٰ کے سب سے خارج ہو گئے۔ اللہ تعالیٰ نے جب اُن کو طلب مشاہدہ و دوام محبت میں گرفتار پایا اور سوائے نور ایقان و عرفان کے اُن کے دل میں کچھ نہیں پایا تو بلا واسطہ اُن کو بشارت فرمائی اور یہ بات بہت بڑی نعمت ہے خصوصاً جبکہ حبیب خود بشارت فرما دے پس بشارت اُس کا خطاب بکشف مشاہدہ ہے اور کشف جمال کے ساتھ بشارت خطاب کی کون طاقت رکھتا ہے۔ اس کشف کے ساتھ بشارت رحمت اول درجہ عارفین ہے پھر رضوان کی بشارت دی اور وہ ایسے وصال کو کہتے ہیں جسمیں خوف ہجران نہ ہو پھر اُن کو جنات میں داخل ہونے کی بشارت دی یعنی جنت قرب ذات و صفات سے بشارت دی جس سے علم ازل و ابد حاصل ہوتے ہیں اور ہمیشہ اسکی نعمتوں میں باقی رہتا ہے۔ ظاہر ہے کہ حضرت حق سبحانہ تعالیٰ کی تجلی جلال و جمال سے بڑھکر کون نعمت اور کون جنت ہے بعض نے کہا کہ مومنوں کو رحمت کی اور مطیع بندوں کو جنت کی اور عارفوں کو رضوان و وصلت کی بشارت ہے۔ اور نیز توبہ کرنیوالوں کو رحمت کی اور صادقین کو مشاہدہ کی اور محبین کو جنات قرب کی بشارت فرمائی۔ ابو عثمان ؒ نے کہا کہ رضوان سے

قرب و جوار جنت ملتا ہے جن سے دوام نعمت حاصل ہے۔ بعض نے کہا کہ دلون کی جبلت یہ ہو کہ جو انکو بھلائی کی خوشخبری دے اس سے محبت کرتے ہین پس حق سبحانہ تعالیٰ نے خصوص محبت سے کرامت کرنے کو خود بشارت فرمائی اور کوئی واسطہ درمیان مین نہین رکھا فافہم۔ واضح ہو کہ تفسیر قولہ اجعلتم سقایة الحاج الخ جو مذکور ہوئی اس تقدیر پر تھی کہ عباس بن عبد المطلب وغیرہ نے جنگ بدر مین مقید ہو کر سقایة الحاج وغیرہ کو افضل اعمال مین قرار دیکر مشرکین کو مومنین سے مساوی قرار دیا پس یہ آیہ نازل ہوئی اور اُن کا قول رد کر دیا گیا پس خطاب مشرکین کو ہوا اور ابن جریرؒ نے محمد بن کعب القرظی سے اس کی تفسیر مین روایت کیا کہ عثمان بن طلحہ از بنی عبد الدار اور عباس بن عبد المطلب و علی بن ابی طالبؓ نے باہم افتخار کیا۔ عثمان بن طلحہ نے کہا کہ مین خانہ کعبہ کا حاجب ہون میرے پاس اُس کی کنجی ہو چاہون اسی مین رہون اور عباسؓ نے کہا کہ مین پانی پلانیوالا ہون چاہ زمزم سے اور چاہون مسجد مین سو رہون اور علیؓ نے کہا کہ مین نہین سمجھتا کہ تم کیا کہتے ہو مین نے لوگون سے چھ مہینے پہلے قبلہ کی طرف نماز پڑھی اور مین صاحب جہاد ہون پس نازل ہوا قولہ اجعلتم سقایة الحاج وعمارة المسجد الحرام الآیہ۔ اور اسی کے مانند سدیؒ کا قول مروی ہو۔ رواہ عبد الرزاق باسنادہ عن الحسن بنحوہ۔ مترجم کہتا ہو کہ ایسی گفتگو کی نسبت حضرت امیر المومنین علیؓ کی طرف اہل تحقیق کے نزدیک بدین عنوان خالی از بعد نہین ہو۔ قال الحافظ اس آیت کی تفسیر مین ایک حدیث مرفوع بھی وارد ہوئی جسکا یہان ذکر کرنا ضرور ہو۔ نعمان بن بشیر انصاریؓ سے روایت ہو کہ مین چند صحابہ کے مجمع مین منبر رسول صلعم کے پاس بیٹھا تھا ان مین سے ایک بولا کہ مجھے پروا نہین کہ اللہ تعالیٰ کے واسطے کوئی عمل نہ کرون بعد اسلام کے الا آنکہ حاجیون کو پانی پلاؤن۔ دوسرے نے کہا بلکہ مین مسجد الحرام کی عمارت کرون اور تیسرے نے کہا بلکہ اللہ تعالیٰ کی راہ مین جہاد کرنا اس سے بہتر ہے جو تم نے کہا پس عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے ان سب کو جھڑک دیا اور کہا کہ تم لوگ منبر رسول اللہ صلعم کے پاس آوازین مت بلند کرو اور یہ واقعہ جمعہ کے روز تھا تو کہا کہ لیکن مین جمعہ پڑھکر رسول اللہ صلعم کی خدمت مین حاضر ہون گا اور آپ سے اس بارہ مین فتویٰ لیلون گا جسمین تم جھگڑتے ہو۔ نعمان بن بشیرؓ نے کہا کہ حضرت عمرؓ نے یہی کیا تو اللہ عز و جل نے نازل فرمایا قولہ اجعلتم سقایة الحاج وعمارة المسجد الحرام تا قولہ۔ واللہ لا یہدی القوم الظالمین۔ ابن کثیرؒ نے کہا کہ اسکو مسلم و ابو داؤد و ابن جریر و ابن مردویہ و ابن ابی حاتم و ابن حبان وغیرہم نے روایت کیا۔ مترجم کہتا ہے کہ یہ قوی ہو اور اس سے معلوم ہوا کہ اجعلتم کا خطاب مومنین کی طرف ہو ولیکن مقصود یہ ہو گا کہ جو افعال مشرکین کے زعم مین ہین اور اُن سے وہ فخر کرتے ہین ان کو تم مومنون کے برابر کرتے ہو حالانکہ وہ مشرک ظالم ہین اور اللہ تعالیٰ قوم ظالم کو ہدایت نہین کرتا اور شاید مفاخرت کرنیوالے چند مشرک ہون جنھون نے بعض مومنون کے ساتھ گفتگو کی ہو جیسا کہ محمد بن کعب و سدی رحمہ اللہ کے کلام سے ظاہر ہوا فلیتامل فی المقام لتیسیر المرام

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَتَّخِذُوا آبَاءَكُمْ وَإِخْوَانَكُمْ أَوْلِيَاءَ إِنِ اسْتَحَبُّوا الْكُفْرَ عَلَى الْإِيمَانِ ۚ

اے ایمان والو نہ پکڑو اپنے باپون کو اور بھائیون کو رفیق اگر وہ عزیز رکھین کفر کو ایمان سے

وَمَنْ يَتَوَلَّهُمْ مِنْكُمْ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الظَّالِمُونَ ۝ قُلْ إِنْ كَانَ آبَاؤُكُمْ وَأَبْنَاؤُكُمْ وَإِخْوَانُكُمْ

اور جو تم مین انکی رفاقت کرے سو وہی لوگ ہین گنہگار تو کہہ اگر تمھارے باپ اور بیٹے اور بھائی

وَأَزْوَاجُكُمْ وَعَشِيرَتُكُمْ وَأَمْوَالٌ اقْتَرَفْتُمُوهَا وَتِجَارَةٌ تَخْشَوْنَ كَسَادَهَا وَمَسَاكِنُ تَرْضَوْنَهَا أَحَبَّ إِلَيْكُمْ

اور عورتین اور برادری اور مال جو کمائے ہین اور سوداگری جسکے بند ہونے سے ڈرتے ہو اور حویلیان جو پسند رکھتے ہو تمکو عزیز ہین

مِنَ اللَّهِ وَرَسُولِهِ وَجِهَادٍ فِي سَبِيلِهِ فَتَرَبَّصُوا حَتَّىٰ يَأْتِيَ اللَّهُ بِأَمْرِهِ ۗ وَاللَّهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفَاسِقِينَ ۝

اللہ سے اور اسکے رسول سے اور لڑنے سے اسکی راہ مین تو راہ دیکھو جبتک بھیجے اللہ حکم اپنا اور اللہ راہ نہین دیتا نافرمان لوگون کو

اللہ تعالیٰ نے راہ الٰہی میں خواہ جہاد ہو یا ہجرت ہو یا کوئی اور امر ہو ہر مانع سے قطع کی نصیحت کی اگرچہ مخالف راہ میں والدین و اولاد کیوں نہو
چنانچہ فرمایا۔ یَآ اَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا۔ یہ خطاب جملہ مومنین کو عموماً قیامت تک باقی ہے اور یہی ظاہر خطاب ہے اور بنظر اصول اسی کا اعتبار ہے
رہا سبب نزول تو مجاہد رح نے کہا کہ یہ آیت اپنے ماقبل سے متصل ہے اور قصہ عباس و طلحہ حجبی اور ان کے امتناع ہجرت کے بارہ میں نازل ہوئی
مترجم کہتا ہے کہ شاید یہ مراد ہے کہ ان کے انکار ایمان پر مومنوں کو بطریق عبرت کے نصیحت فرمائی ورنہ ظاہر ہے کہ اسوقت تک عباس مسلمان نہوئے
تھے پھر خطاب انکو کیونکر ہو سکتا ہے ابن عباس رض نے کہا کہ جب مومنوں کو ہجرت کا حکم دیا گیا تو بعضوں کی آل و اولاد ان سے لپٹتی و قسمیں دلاتی
کہ ہم کو ضائع و برباد مت چھوڑو تو وہ سست ہو جاتے اور کہتے کہ اگر ہم ہجرت کر جاویں تو اپنے والدین و اولاد و اقارب کا ناتا قطع کریں اور ہماری
تجارات جاتی رہیں اور ہم برباد ہو نگے تو یہ آیت نازل ہوئی۔ مقاتل رح نے کہا کہ نو آدمی جو مرتد ہو کر کفار مکہ سے جا ملے تھے اُن کے اقارب کو انسے
موالات کرنے سے ممانعت مراد ہے اور معنی یہ ہیں کہ تم ان کو اپنے ایسے دوست مت بناؤ کہ تمکو ایمان و طاعت سے روکیں اور حق یہ ہے کہ یہ اسباب
جزوی ہیں اور اعتبار عموم لفظ کا ہے اور جو معنی ہیں وہ یہ ہیں کہ اے ایمان والو لَا تَتَّخِذُوْٓا اٰبَآءَكُمْ وَاِخْوَانَكُمْ اَوْلِيَآءَ مت بناؤ
اپنے والدین و بھائیوں کو اولیا کہ اُنکے ساتھ موالات کرو۔ اِنِ اسْتَحَبُّوا الْكُفْرَ عَلَى الْاِيْمَانِ۔ بشرطیکہ اُن کی یہ حالت ہو کہ کفر کو ایمان
سے محبوب رکھیں یعنی ایمان سے نفرت و انکار کریں اور کفر کو محبوب رکھیں و اختیار کریں پس تم کو بھی برباد کر ینگے۔ وَمَنْ يَّتَوَلَّهُمْ مِّنْكُمْ
فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ۔ اور جو کوئی تم میں سے اُن کو ولی بناوے پس ایسے ہی لوگ ظالم ہیں کیونکہ موالات جسکا موقع اللہ تعالےٰ
و رسول و مومنین تھے اُس کو بے موقع مشرکوں و کافروں میں رکھا۔ کلام مجید میں بہت جگہ موالات اہل شرک سے منع فرمایا اور اُنکے موالات
کرنیوالیکو انہیں میں سے قرار دیا۔ علما رح نے کہا کہ اسلام کے فرقوں میں سے جو ایسے ہیں کہ شرع اُن پر مشرک و مرتد ہونے کا حکم دیتی ہے جیسے
بعض فرقہ رافضہ و جہمیہ و باطنیہ و فرقہ نیچر وغیرہ وہ تو صریح اسی حکم میں داخل ہیں اور جو فرقہ مبتدعہ اس حد تک بحکم ظاہر شرع نہیں پہونچا مگر
راہ سنت و طریق مستقیم سے خلاف ہے وہ فاسق ہیں اور اُن کا و جملہ فساق کا یہ حکم ہے کہ اُن سے موالات حرام ہے۔ ائمہ تصوف بجد تصریح کرتے
ہیں کہ محبت و موالات ولی موروث اثر عجیب بتاثیر الٰہی ہے اسمیں زیادہ تقریری استدلال کی نہ گنجائش ہے نہ حاجت کیونکہ آیات و احادیث میں اس سے
ممانعت کافی ہے چنانچہ یہاں بھی ابل بیان کیواسطے سخت ممانعت فرمائی کہ کافر سے موالات نکریں گو باپ بھائی ہو اور اس سے یہ لازم نہیں کہ نان
و نفقہ بھی کافر والدین کو نہ دیں بلکہ دل کی حفاظت مقصود ہے۔ بیہقی نے روایت کی کہ ابو عبیدہ بن الجراح رض کے باپ نے جنگ بدر کے روز ابو عبیدہ سے
بتوں کی تعریف اور انکی پرستش کی خوبیاں بیان کرنی شروع کیں اور دین اسلام سے بے رغبتی دلائی اور ابو عبیدہ رض برابر اُسکو رد کرتے اور منع کرتے
تھے یہانتک کہ جب اُن کے باپ نے مبالغہ کیا تو قصد کر کے ابو عبیدہ رض نے خالص اللہ تعالیٰ و اُسکے رسول صلعم کی رضا کیلئے قتل کر دیا پس اللہ عزوجل
نے نازل فرمایا۔ لا تجد قوما یؤمنون باللہ والیوم الآخر یوادون من حاد اللہ ورسولہ الآیۃ یعنی اے محمد صلعم تو نہیں پاویگا ایسی قوم کو جو اللہ تعالیٰ
و روز قیامت پر ایمان لائے ہیں اس حال میں کہ دوستی کریں ایسے کافروں سے جو دشمنی رکھتے ہیں اللہ تعالیٰ و اُسکے رسول سے الی آخرہ۔
ایسے ہی یہاں بھی کافروں سے موالات کرنے کو منع کیا بلکہ موالات والوں کو ظالم فرمایا پھر سخت تہدید کی کہ۔ قُلْ اِنْ كَانَ اٰبَآؤُكُمْ
وَاَبْنَآؤُكُمْ وَاِخْوَانُكُمْ وَاَزْوَاجُكُمْ وَعَشِيْرَتُكُمْ۔ اے اقربا رکم و تمہارے ناتے دار لوگ۔ اور ابوبکر رح کی قرأۃ میں وعشیراتکم
جمع ہے اور شاذ قرأۃ میں وعشائرکم ہے اور معنی واحد ہیں وَاَمْوَالُ ۨ اقْتَرَفْتُمُوْهَا اور وہ اموال جن کو تم نے اقتراف کیا یعنی کمایا
ہے۔ وَتِجَارَةٌ تَخْشَوْنَ كَسَادَهَا اور وہ تجارت جس کے کساد سے ڈرتے ہو یعنی تجارت نہ چلیگی یا وقت نکل جائے گا۔

وَمَسٰكِنُ تَرْضَوْنَهَآ ۔ اور ایسے مسکن جن کو تم اپنی مرضی کے موافق وپسندیدہ رکھتے۔ حاصل آنکہ اے محمد صلعم تو ان لوگون سے کہدے کہ اگر تمھارے والدین واولاد وجورو وغیرہ امور مذکورہ اَحَبَّ اِلَيْكُمْ تم کو زیادہ محبوب ہون۔ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَجِهَادٍ فِيْ سَبِيْلِهٖ ۔ بہ نسبت اللہ تعالی واسکے رسول کے واسکی راہ مین جہاد کرنے کے ۔ فَتَرَبَّصُوْا حَتّٰى يَاْتِيَ اللّٰهُ بِاَمْرِهٖ ۔ تو منتظر بیٹھے رہو یہانتک کہ اللہ تعالی اپنا امر لاوے یعنی اسکا عذاب تمپر آوے خواہ جیتی زندگی مین یا مرنے پر۔ بعض نے کہا یعنی مکہ فتح ہو جاوے مگر اول اصح ہی اسواسطے کہ یہ سورہ بعد فتح کے نازل ہوئی۔ الا آنکہ یہ آیات اس سے پہلے اتری ہون واللہ اعلم۔ مساق آیت یا تو درباره جہاد ہی یا درباره ہجرت ہو اور تلخیص یہ کہ تو ایمان لانیوالون سے کہدے کہ اگر والدین واولاد وغیرہ امور مذکورہ تمکو بہ نسبت اللہ تعالی واسکے رسول وجہاد کے زیادہ محبوب ہین تو تم بیٹھے انتظار کرو جہاد مین قدم نہ دھرو بخوف ان چیزون کے جو تمھین محبوب ہین یا اپنے وطنون سے ہجرت نکرو یہان تک کہ تم پر عذاب آوے اور تمھاری آنکھین کھلین اور بیفائدہ پچھتاؤ۔ اور مراد فتربصوا۔ امر سے اسکی تعمیل نہین ہی بلکہ بطور تہدید کے ہی اور حاصل آنکہ ایسا کرنیوالا فاسق وطاعت سے خارج ہوگا۔ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفٰسِقِيْنَ ۔ اور اللہ تعالی قوم فاسق کو راہ نہین دیتا ہی پس ان چیزون کی محبت سے اپنے آپکو راہ حق وایمان سے خارج نہ کرنا چاہیئے ورنہ عاقبت کی بربادی ہی۔ اللھم اہدنا وسہل علینا الشدید انت ربی نعم المولی ونعم الوکیل۔ اور قولہ احب الیکم۔ مین کمال رحمت وآسانی ہی کیونکہ درواقع مخلوق کو سوائے اپنے خالق پاک کے جس نے اسکو پیدا کیا اور ایسے ایسے انعام غیر متناہی تعداد سے سرفراز کیا ہی اور کسی سے محبت کے کیا معنی ہین اسکو ہمہ تن اپنے معبود پاک ہی سے محبت ہونا چاہیئے یا اسی کے واسطے اور سے جو درحقیقت اسی کی محبت ہی ولیکن آدمی ضعیف البنیان اپنی اولاد وغیرہ کی محبت مین بمقتضائے طبیعت پھنسا ہوا ہی کہ طبیعت اسپر غالب ہوتی ہی لہذا اکرم سے اسقدر رکھا کہ جملہ اشیا کی محبت سے حب الہی غالب ہی پس کوئی چیز اس کو ہرگز تعمیل حکم الہی سے مانع نہ ہونے پاوے۔ مفسرین نے کہا کہ حب سے محبت اختیاری مراد ہی کیونکہ محبت طبعی بے اختیاری ہی اس سے بندہ مکلف نہین ہو سکتا۔ اور حق یہ ہی کہ یہ بات براہ حکم ہی ورنہ عند التحقیق جب محبت ایمانی متحقق ہوتی ہی تو محبت طبعی پست ہو جاتی ہی اگرچہ فی الجملہ معارض ہی اور یہ ادنی درجہ ہی ورنہ اہل کمال مین معارضہ نہین رہتا واللہ اعلم۔ وقد قال تعالی والذین آمنوا اشد حبا للہ۔ اور امام احمدؒ نے عبد اللہ بن ہشامؓ سے روایت کی کہ ہم لوگ حضرت رسول اللہ صلعم کیساتھ تھے اور آپ حضرت عمرؓ کا ہاتھ پکڑے تھے پس عمرؓ نے عرض کیا کہ واللہ یا رسول اللہ آپ مجھے ہر چیز سے زیادہ محبوب ہین سوائے میری اپنی جان کے تو آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ کوئی تم مین سے مومن نہ ہوگا یہان تک کہ مین اسکو اسکی جان سے زیادہ محبوب ہو جاؤن تو عمرؓ نے عرض کیا کہ واللہ یا رسول اللہ اب تو آپ مجھے میری جان سے زیادہ محبوب ہین تو رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ ہان اب اے عمر تو پورا مومن ہوا۔ رواہ البخاری۔ مترجم کہتا کہ ایمان فیض الہی ہی سبحان اللہ تعالی عمرؓ سے سچے صحابی کو فورا اس فیض سے سرفراز فرمایا والحمد للہ علی ذلک۔ اور صحیحین کی حدیث مین ہی کہ قسم اس ذات پاک کی جس کے قبضہ قدرت مین میری جان ہی کہ کوئی تم مین سے مومن نہین ہوگا یہان تک کہ مین اسکو اسکے والدین و اولاد و تمام لوگون سے زیادہ محبوب ہون۔ ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہی کہ مین نے رسول اللہ صلعم سے سنا کہ جب تم لوگ بطور عینہ خرید وفروخت کروگے اور گاؤن کی دمین پکڑوگے اور زراعت پر راضی ہوگے اور جہاد چھوڑ دوگے تو اللہ تعالی تم پر ذلت کو مسلط وغالب کر دیگا اس کو تم سے نہین ہٹا دیگا یہان تک کہ تم اپنے دین کی طرف لوٹ جاؤ۔ رواہ احمد وابو داؤد وقد رواہ احمد من طریق شہر بن حوشب باسنادہ عن عبد اللہ بن عمرو ایضا بنحو ذلک مترجم کہتا ہی کہ عینہ کی خرید وفروخت بالاتفاق مکروہ ہی اور اسکی تفسیر مین اختلاف ہی چنانچہ ترجمہ عالمگیریہ کتاب البیوع سے مفصل تلاش کرنا چاہیئے۔ بیضاوی رحمہ نے کشاف کی تبعیت مین بعد تفسیر اس آیت کریمہ کے لکھا کہ اس آیت مین تشدید عظیم ہے یعنی بڑی سختی ہے

کمتر اس سے کوئی چھوٹا ہوگا اور مترجم کہتا ہو کہ یہ الفاظ نا کارہ ہین اور اللہ تعالیٰ نے جس کو ایمان عطا فرمایا وہ اللہ تعالیٰ کے حول و قوت سے بآسانی اُس سے چھوٹے اور خوش رہے۔ اور ہم اللہ تعالیٰ سے عاجزی کے ساتھ دعا مانگتے ہین کہ اللہ تعالیٰ اپنی رحمت کے صدقے مین ہم کو ایمان کی توفیق وہدایت دے اور خاتمہ بخیر کرے آمین یا ارحم الراحمین۔

لَقَدْ نَصَرَكُمُ اللّٰهُ فِيْ مَوَاطِنَ كَثِيْرَةٍ ۙ وَّيَوْمَ حُنَيْنٍ ۙ اِذْ اَعْجَبَتْكُمْ كَثْرَتُكُمْ فَلَمْ تُغْنِ عَنْكُمْ

مدد کر چکا ہے اللہ تمکو بہت میدانون مین اور دن حنین کے جب اترائے تم اپنی بہتایت پر پھر وہ کچھ کام

شَيْـًٔا وَّضَاقَتْ عَلَيْكُمُ الْاَرْضُ بِمَا رَحُبَتْ ثُمَّ وَلَّيْتُمْ مُّدْبِرِيْنَ ۚ ثُمَّ اَنْزَلَ اللّٰهُ

نہ آئی تمہارے اور تنگ ہوگئی تم پر زمین ساتھ اپنی فراخی کے پھر ہٹے تم پیٹھ دے کر پھر اُتاری اللہ نے

سَكِيْنَتَهٗ عَلٰى رَسُوْلِهٖ وَعَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ وَاَنْزَلَ جُنُوْدًا لَّمْ تَرَوْهَا ۚ وَعَذَّبَ الَّذِيْنَ

اپنی طرف سے تسکین اپنے رسول پر اور ایمان والون پر اور اُتاری فوجین جو تم نے نہین دیکھین اور مار دی

كَفَرُوْا ۭ وَذٰلِكَ جَزَاۗءُ الْكٰفِرِيْنَ ۝ ثُمَّ يَتُوْبُ اللّٰهُ مِنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ عَلٰي مَنْ يَّشَاۗءُ ۭ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ

کافرون کو اور یہی سزا ہے منکرون کی پھر توبہ دیگا اللہ اسکے بعد جس کو چاہے اور اللہ بخشتا ہے مہربان

فی تفسیر الحافظ ابن جریرؒ ابن جریجؒ نے مجاہد رحمہ اللہ سے روایت کی کہ سورۂ براءۃ مین یہ آیت سب سے پہلے نازل ہوئی۔ وقال المترجم یہ صریح ہو کہ موافق قول ابن عباس کے سورۂ براءۃ بعد فتح مکہ کے نازل ہوئی پس جن آیات مین توہم ہوتا ہو کہ قبل فتح مکہ نازل ہوئین مانند قولہ الا تقاتلون قوما نکثوا ایمانہم وھموا باخراج الرسول الآیات وہیود وغیرہم کے حق مین محمول ہین ہان بیان بنظر اصلی مقصود کے تمام اہل کفر وشرک کو شامل ہے بدین معنی کہ اتباع نفس وہوی مین تمام وہ قلوب جو نور ایمان سے خالی ہین مضاہات ومشابہت رکھتے ہین پس مشرکین مکہ کا بھی وہی حال ہو اگرچہ یہود جان بوجھکر چاہ ضلالت مین گرنے سے زیادہ قابل ملامت ہوئے۔ اور مترجم نے ان آیات کی تفسیر مین مفصل یہ اشارہ کردیا ہو وہان تامل کرنا چاہیئے بالجملہ کلام آلٰہی سب اپنے موقع ومعنی مین استوار وصحیح ومستقیم بے اغلاق وتعقید ہو۔ چنانچہ ائمہ صحابہ وتابعین رضی اللہ عنہم سب سے آگاہ تھے اور انھون نے سب بتلادیا لیکن پچھلون کی کمند فہم اس کنگرۂ بلند تک کبھی پہونچنے مین قصور کرجاتی ہو۔ فاحفظہ اس آیت مین اللہ تعالیٰ نے جہاد وہجرت بجالانے مین متردد ہونیوالون کو مطلئن فرمایا کہ جب کسی امر مین حکم حق تعالیٰ صریح ہو تو اسمین تردد کی کوئی جگہ نہین کیونکہ وہ تمہارے اجتہاد پر نہین چھوڑا گیا کہ اسمین خداداد عقل سے سمجھ بوجھکر جو رائے مین آوے وہ کرو بلکہ متعین کردیا کہ یون کرو پس تمہاری اصلاح کیلئے اوتعالیٰ خود کریم کارساز ہو اور سامان واسباب پر نظر رکھنا حکم منصوص مین بیہودہ ہو اور جہاد وہجرت اسی قسم سے ہو پس انکو اپنے حکم کی پابندی کرنے کی صورتون مین اپنے فضل وکرم سے اُن کا کام درست کرینگے نعتین یا [illegible] لائین کہ بدون سامان ظاہری کے تم کو فتح ونصرت دی تاکہ مطمئن ہوجاوین کہ فتح ونصرت وکارسازی سب اوعزوجل کے قبضۂ قدرت مین ہو اور اسباب پر کچھ بھی بھروسا نہین بلکہ اسپر بھروسا کرنا الٹا ضرر ہو چنانچہ یاد دلایا بقولہ۔ لَقَدْ نَصَرَكُمُ اللّٰهُ فِيْ مَوَاطِنَ كَثِيْرَةٍ یعنی امر جہاد وغیرہ مین فقط اللہ تعالیٰ ہی پر بھروسا کرکے فرمانبرداری کرو کہ واللہ بیشک تم کو اللہ تعالیٰ نے مواطن کثیرہ مین نصرت دی اور تم اس کو آزما چکے حالانکہ بے سامان تھے مگر اللہ تعالیٰ پر بھروسا کئے تھے۔ مواطن جمع موطن۔ جائے قرار و بود و باش اور یہ وطن بمعنی واحد ہین اور یہ لوگ جو کہ مقام جنگ سے ہٹنا نہین چاہتے بلکہ وہین کھیت رہنا منظور کرتے ہین یا دشمن کو مارین تو اسکو بھی موطن کہتے اور جائز ہو کہ موطن ظرف زمان

لہ اطلاق [illegible] تفسیر [illegible] ۱۲

لیا جائے یا ظرف مکان پر مضاف مقدر کر کے ایام مواطن کہا جائے اور فائدہ اس کا عنقریب ظاہر ہوگا۔ ولام لقد موطئة القسم ہے اور کثیرۃ بدون قد مستقل ہے بلکہ شاید ہو لامر فی ماسلف مستوفاة۔ والمعنی البتہ تمکو نصرت دی اللہ تعالیٰ نے مواطن کثیرہ میں۔ یعنی بہت سے مقامات یا ایام حرب میں مانند بدر و قریظہ و نضیر کے اور صحیح بخاری وغیرہ میں جملہ غزوات رسول اللہ صلعم کے بروایت زید بن ارقم رض کی انیس مذکور ہیں اور بریدہ رض کی روایت میں یہ بھی ہے کہ ان غزوات میں سے آٹھ میں قتال کیا۔ اور بعضوں نے کہا ہے کہ غزوات و سرایا و بعوث سب ملاکر ستر ہیں اور بعض نے کہا کہ اسی ہیں اور قولہ۔ وَيَوْمَ حُنَيْنٍ کے اعراب میں دو وجہ ہیں ایک یہ کہ ظرف منصوب بفعل مقدر ہے لے واذکر یوم حنین۔ اور فعل ظاہر یعنی نصرکم سے منصوب نہیں کیونکہ قولہ۔ اِذْ اَعْجَبَتْكُمْ كَثْرَتُكُمْ بدل از یوم ہے پس اگر منصوب بفعل مذکور ہو تو محل قولہ فی مواطن پر عطف ہوگا۔ حالانکہ جمیع مواطن میں اُن کی کثرت نے اُن کو اعجاب میں نہیں ڈالا بلکہ جمیع مواطن میں وہ کثرت سے نہ تھے لہذا منصوب بفعل مقدر ہے اور وجہ دوم یہ کہ یوم حنین عطف ہے فی مواطن پر اور اذ اعجبتکم کا بدل ہونا کچھ مضر نہیں کیونکہ یہ عطف اس امر کو مقتضی نہیں کہ معطوف کی طرف جو بات مضاف ہے یعنی کثرت و اعجاب اسمیں معطوف علیہ اپنے معطوف کیساتھ جمیع مواطن میں شارک ہو پس جب یہ بات نہیں تو تقدیر فعل کی کچھ ضرورت نہیں اور یہی بیضاوی رح نے اختیار کیا اور اول مختار مفسرین رح ہے اور وجہ اول پر معنی یہ ہیں کہ یاد دلائے روز حنین کو اسوقت کو کہ اعجاب میں ڈالا تمکو تمہاری کثرت نے۔ اور وجہ دوم پر یہ معنی کہ فتح دی اللہ تعالیٰ نے تم کو مواطن کثیرہ میں اور حنین کے روز جبکہ تم کو تمہاری کثرت نے اعجاب میں ڈالا تھا پس فتح ہو کہ واقعہ حنین اور دیگر مواطن میں یہ فرق ہوا کہ دیگر مواطن میں اہل اسلام کی نہ کثرت تھی اور نہ ان کو اعجاب ہوا اور حنین میں کثرت تھی اور اعجاب ہوا پس اللہ تعالیٰ پر تمام توکل سے نظر چوکی اور اللہ تعالیٰ نے اُن کو نتیجہ دکھلا دیا کہ کثرت و ظاہری اسباب کچھ کام نہ آئے اور شکست اُٹھائی پھر اللہ تعالیٰ نے مدد دے چند اہل توکل کو فتح دی حنین بروزن سہیل ایک وادی ہے درمیان مکہ و طائف کے اٹھارہ میل مکہ سے اسمیں اہل اسلام اور مشرکین سے مقابلہ ہوا۔ اور قصہ مختصر یوں ہے کہ فتح مکہ کے بعد جب اکثر لوگ مسلمان ہو گئے اور قیدیوں کو آنحضرت صلعم نے رہا کیا اور وہاں کا انتظام کر دیا تو آپ کو خبر پہونچی کہ قبیلہ ہوازن نے لڑائی کے لئے لشکر جمع کیا ہے اور مالک بن عوف نضری اُن کا سردار ہے اور بنو ثقیف تمام اور بنو جشم اور بنو سعد بن بکر اور تھوڑے بنی ہلال و بنی عمرو بن عامر و عون بن عامر اُنکے ساتھ شریک ہیں اور وے لوگ جان پر کھیل کر مع عورتوں و بچوں و ذرہ ذرہ اسباب کے اس میدان میں آکر متفق ہوئے ہیں کہ ہرگز نہ بھاگیں گے اور ہوازن تیراندازی میں معروف تھے پس آنحضرت صلعم آٹھویں سال ہجرت کے ماہ شوال میں اُن کی طرف روانہ ہوئے اور آپکے ساتھ مہاجرین و انصار و قبائل عرب کا لشکر دس ہزار تھا جو فتح مکہ کیلئے ساتھ آیا تھا اور دو ہزار کے اندر وہ اہل مکہ تھے جو مسلمان ہوئے تھے اور اُن کو طلقاء کہتے تھے اور بعضے اُن میں سے دل سے مسلمان بھی نہ تھے اور بہتیرے اسوجہ سے ساتھ ہو لئے تھے کہ ہوازن فتح نہ پاویں کیونکہ قریش کی سُبکی ہوگی پس راہ میں یہ قصہ ہوا کہ بعض نے ذات الانواط دیکھکر حضرت صلعم سے درخواست کی کہ ہمارے لئے بھی مشرکوں کا سا ایک ذات الانواط بنوا دیجئے تو فرمایا کہ اللہ اکبر یہ تو ویسا ہی قول ہے جیسے بنو اسرائیل نے موسیٰ سے کہا تھا کہ اجعل لنا الٰها کما لهم آلهة۔ یہ اُمت بھی آخر اگلوں کے قدم بقدم ہو جائے گی۔ بعض نے کہا کہ اب اہل مکہ و مدینہ ایک ہو گئے ہیں فتوحات خوب ہوں گے اس کلام کو آنحضرت صلعم نے مکروہ جانا اور بعض نے اپنی جماعت کی کثرت دیکھکر کہا کہ قلت کی وجہ سے جو شکست ہوتی تھی اب ہمکو نہ ہوگی اور یہ کلمہ بھی آنحضرت صلعم کو ناگوار ہوا۔ بالجملہ جب وادی حنین میں پہونچے تو وادی میں پو پھٹے تڑکے اُترے اور ہوازن نے اُس کے نالوں میں گھات لگائی تھی اور اموال سب ظاہر کر دیئے تھے پس سواروں نے حملہ کیا اور قوم ہوازن پیٹھ پھیر کر بھاگی اور یہ اُن کی دغا تھی اور لشکر کے آزمودہ کار صحابہ مہاجرین و انصار پیچھے تھے وہ ابتک پہونچے نہ تھے اور بعض جو موجود تھے انھوں نے منع کیا

کہ یہ قوم کافر ہے مگر ناداں نو مسلم لوگوں نے یہ سنا اور قوم نے گھات سے نکل کر تیر اندازی کی تو کھوٹے پھر سے اور لشکر والوں نے شکست کھائی
اور بھاگے اور ایسے فرار ہوئے کہ بعض نے مکہ میں آکر دم لیا مگر رسول اللہ صلعم اپنی جگہ پر قائم تھے اور اسدن بغلہ شہبا پر سوار تھے اور اسکو
دشمن کی جانب بڑھاتے۔ صحیحین میں براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے اُن سے کہا کہ اے ابو عمارہ یوم حنین کو تم لوگوں نے
فرار کیا تو فرمایا کہ لیکن رسول اللہ صلعم نے فرار نہیں کیا۔ ہوازن تیر انداز قوم تھی جب ہم اُن سے ملاقی ہوئے تو ہم پھیر کر بھاگے پس لوگ اموال غنیمت پر
ٹوٹ پڑے اس حال میں اُن لوگوں نے تیر برسائے اور تلواریں کھینچکر ایکدم سے سب کے سب حملہ آور ہوئے پس لوگ بھاگ کھڑے ہوئے اور
واللہ میں نے رسول اللہ صلعم کو دیکھا کہ آپ بغلہ بیضا پر سوار اور ابو سفیان بن الحارث اسکی لگام پکڑے تھے آپ فرماتے تھے کہ انا النبی لا کذب
انا ابن عبد المطلب یعنی کچھ دروغ نہیں میں اللہ تعالیٰ کا رسول ہوں میں اسکا بندہ اور نسب میں عبد المطلب کا فرزند ہوں۔ سبحان اللہ تعالیٰ اپنے رسول علیہ
کو صفات مخلوق میں فرد اکمل فرمایا کہ آپ کا مثل نہیں چنانچہ یہ شجاعت اور یہ وثوق و ایقان ہے جو تم نے سنا۔ بالجملہ آنحضرت صلعم اس کمال شجاعت
سے قائم اور عباس بن عبد المطلب آپکی رکاب تھامے اور ابو سفیان بن الحارث بن عبد المطلب آگے سے بغلہ بیضا کی لگام مضبوط پکڑے تھے کیونکہ
آپ اس کو اس حال میں آگے بڑھاتے تھے اور وہی فرماتے تھے جو بیان ہوا۔ اور آپکے ساتھ قریب ایکسو صحابہ کے ثابت قدم رہے جنمیں ابو بکر
و عمر و عباس و فضل بن عباس و علی بن ابی طالب و اسامہ بن زید وغیرہم تھے اور براء بن عازب و ابن مسعود رض بھی انھیں میں تھے سب لکھ
آنحضرت صلعم لوگوں کو پکارتے کہ اے بندگان خدا میری طرف آؤ میری طرف آؤ پھر اپنے چچا عباس رضی اللہ عنہ کو جو بہت بلند آواز تھے
حکم دیا کہ اصحاب الشجرۃ کو آواز دیں یعنی سال حدیبیہ میں درخت کے نیچے جن لوگوں نے بیعۃ الرضوان اس عہد پر کی تھی کہ لڑائی میں نہیں
بھاگیں گے پس عباس رض نے آواز دینی شروع کی کہ اے اصحاب سمرہ اور کبھی کہتے کہ اے اصحاب سورۂ البقرہ پس لوگوں نے لبیک کہتے ہوئے قبول
کیا اور بڑھے۔ ابن جریر نے عبد الرحمن مولی ام برثن سے روایت کی کہ ایک شخص نے جو اُس دن مشرکین کے ساتھ تھا ہم سے بیان کیا کہ جب
ہم لوگ اصحاب رسول اللہ صلعم سے بھڑ گئے تو وہ ہمارے سامنے اتنی دیر بھی نہ ٹھہرے کہ جتنی دیر میں بکری کا دودھ دوہا جاتا ہے اور بھاگے
تو ہم نے انکو ہنکانا شروع کیا یہاں تک کہ ہم وہاں تک پہونچے کہ جہاں بغلہ بیضا پر ایک شخص سوار تھا جب دیکھا تو وہ رسول اللہ صلعم تھے
اور آپکے گرد ہم کو گورے گورے خوبصورت لوگ ملے اور اسی حال میں تھے کہ آنحضرت صلعم نے لوگوں کی طرف جھڑک کر فرمایا۔ شاہت الوجوہ
انجرا۔ تمہارے چہرے خوار ہوں پیچھے پھرو۔ اور ہم نے گھبرا کر بھاگنا شروع کیا اور وہ لوگ ہمارے کندھوں پر سوار ہوگئے گویا وہی ہمارے کندھے
ہیں جب عباس رض کی آواز سے اصحاب بڑھے تو تیزی کیساتھ وہ آنحضرت صلعم کی حضور میں حاضر ہوئے یہانتک کہ اگر کسی کا اونٹ بڑھنے میں
جلدی نہ کرتا تو وہ زرہ پھینک کر اسپر سے کود پڑتا اور پیروں دوڑتا ہوا آپکے پاس حاضر ہوتا۔ ابن اسحاق نے ذکر کیا کہ جب تھوڑے لوگ
آنحضرت صلعم کے پاس ہو گئے تو حکم دیا کہ صدق نیت سے حملہ کرو اور دعا کر کے ایک مشت خاک مشرکوں کو پھینک دی اور وہ لوگ
بھاگے۔ امام احمد نے یہ قصہ جو ابو عبد الرحمن الفہری سے روایت کیا اسمیں ہے کہ پھر شاہت الوجوہ کہکر وہ مشت خاک کی کنکریاں پھینک ماری
اور مشرکین بھاگے اور یعلی بن عطاء نے کہا کہ مشرکین کے بیٹوں نے جو مسلمان ہوگئے اپنے باپوں سے یہ قصہ روایت کیا کہ ہم لوگوں میں سے
کوئی نہیں بچا ہر ایک کی آنکھ و منہ میں خاک کنکریاں بھر ہوئیں اور ہمارے کانوں میں ایک سخت جھنکار سنائی جیسے طشت پر کوئی لوہے کی
زنجیر رگڑتا و گھسیٹتا ہے پس بدحواس ہوکر ہم لوگ بھاگ نکلے۔ قد رواہ البیہقی رح فی دلائل النبوۃ۔ پس اللہ تعالیٰ عز و جل نے یہاں
یہی نعمہ یاد دلایا کہ جہاد وغیرہ میں اسباب ظاہری پر نظر مت کرو اور حکم منصوص میں عقل مت لڑاؤ دیکھو کہ تم کو اللہ تعالیٰ نے فتح دی

بہت مواطن مین اور حنین کے روز بھی جبکہ تم نے اپنی کثرت پر اعجاب کیا تھا یعنی بعض نے کہا تھا کہ اب ہم لوگ بوجہ قلت کے مغلوب نہ ہونگے پس اسی کلمہ پر پکڑے گئے کہ بھروسا تمام اللہ تعالیٰ پر نہین کیا۔ فَلَمْ تُغْنِ عَنْكُمْ شَيْئًا۔ اغناء اسقدر دینا کہ حاجت دور کر دے لے لن تدفع کثرتکم عنکم شیئا۔ تمھاری کثرت نے تم سے کچھ دور نہ کیا بلکہ تم بھاگ نکلے یعنی تم مین سے اکثر بھاگے اگرچہ تینتیس مہاجرین و ستر انصار حضرت صلعم کیساتھ ثابت قدم رہے تھے اور عبداللہ بن مسعودؓ کی روایت بیہقی مین اسی مہاجرین و انصار مذکور ہین بالجملہ اکثر بھاگے۔ وَضَاقَتْ عَلَيْكُمُ الْأَرْضُ بِمَا رَحُبَتْ۔ رحب بالضم وسعت اور بالفتح مقام وسیع اور با بمعنی مع و بعض نے کہا کہ بمعنی علی ہے اور ما مصدریہ ہے لہذا مع رحبہا یا علی رحبہا معنی یہ کہ تنگ ہوگئی تم پر زمین باوجود اپنی فراخی کے یعنی تم ایسے بدحواس ہوئے کہ ایسی فراخ زمین مین تمھین کہین جائے قرار نہ ملی جیسے بے ٹھکانے والے آدمی کا حال ہوتا ہے۔ ثُمَّ وَلَّيْتُمْ مُدْبِرِينَ ادبار دبر یعنی پیٹھ پھیر کر اُلٹے جانا بخلاف اقبال کے اور مدبرین حال ہے یعنی پھر تم نے کافرون کو اپنے پیچھون کا متولی کیا درحالیکہ تم پیٹھ پھیر کر بھاگنے والے تھے۔ کلام مین تعبیر بملامت ہے اور اشارت لطیف مشعر ملامت ظاہر ہے جب شکست ہوئی تو بعضے منافقون و مذبذب لوگون نے کہا کہ جلو زور ختم ہوا اب یہ شکست مکہ تک نہین رکتی اور محمد بن اسحاق نے جابر بن عبداللہؓ سے قصہ حنین روایت کیا اسمین ہے کہ بھاگنے کے بعد پہلے جو لوگ بلائے گئے وہ انصار تھے اور ان مین خزرج بعد اوس کے تھے اور یہ لوگ جہاد مین بہت ثابت قدم تھے پس یہ لوگ حاضر ہو کر قوم ہوازن سے بھڑ گئے اور اللہ تعالیٰ و رسول کے روبرو جانین فدا کرنے کی نیت کی اور رسول اللہ صلعم نے رکاب پر ٹیک دیکر نظر فرمائی کہ قوم انصار اس قلت کے ساتھ اس گروہ کفار سے جو چار ہزار تھے دلیری سے لڑتی ہے تو فرمایا کہ اب البتہ تنور گرم ہوا پھر عبداللہ بن مسعودؓ سے ایک مشت خاک لیکر مشرکون کو پھینک ماری اور کہا کہ شاہت الوجوہ انہزموا و رب الکعبۃ۔ یہ چہرے شرک کیساتھ خوار ہون قسم ہے رب کعبہ کی اب بھاگے ادھر پھینکنا تھا کہ کافرون کی آنکھین و منہ کنکریون و ریگ سے بھر گئے اور وہ بھاگ نکلے۔ بالجملہ پہلے لشکر اسلام ہی نے شکست اٹھائی فقط رسول اللہ صلعم مع عباس بن عبدالمطلب کے اور ابوسفیان بن الحارث بن عبدالمطلب کے بنا بر مختار مفسرؒ کے یا آنحضرت صلعم مع سو آدمیون کے باقی رہے۔ کما قال تعالیٰ۔ ثُمَّ أَنْزَلَ اللَّهُ سَكِينَتَهُ عَلَىٰ رَسُولِهِ یہان ثم۔ ترتیب بیانی ہے کیونکہ آنحضرت صلعم پر سکینہ و طمانینہ ہر حال مین نازل تھی۔ معنی یہ کہ پھر سنو کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی طرف سے جو طمانیت اُتاری وہ اپنے رسول صلعم پر۔ وَعَلَى الْمُؤْمِنِينَ اور مومنین پر۔ مفسرؒ نے کہا یعنی آنحضرت صلعم کی اجازت سے عباسؓ نے جب آواز دی اور وہ پھرے تو ان پر ثابت قدمی و طمانینت نازل تھی پس جمکر لڑے۔ اور بعض مفسرین نے کہا کہ جو آپکے ساتھ قائم رہے تھے اُن پر نازل ہوئی۔ بیہقی و احمد نے ابن مسعودؓ سے روایت کی کہ حنین کے روز مین رسول اللہ صلعم کیساتھ تھا پس لوگون نے پیٹھ پھیری اور مین اسی مہاجرین و انصار مین رسول اللہ صلعم کیساتھ رہ گیا اور ہم لوگ قائم رہے اور ہمنے پیٹھ نہین پھیری اور یہی لوگ ہین جنپر اللہ تعالیٰ نے اپنی طرف سے طمانینت اُتاری تھی۔ مترجم کہتا ہے کہ وجہ توفیق روایات کی طرف مین نے بیان قصہ مین اشارہ کر دیا ہے کہ کچھ جلد باز لوگ دلیری کر کے آگے بڑھ گئے تھے اور وہی فریب مین پڑکر بھاگ نکلے اور اسوقت آنحضرت صلعم کے پاس سوائے عباسؓ و ابوسفیان کے کوئی نہین تھا ہان اسی آدمی یا سو آدمی بہت قریب تھے وہ ریلے والون کے شریک نہ ہوئے بلکہ فوراً انھون نے آنحضرت صلعم کے سامنے قوم کو روکا اور عباسؓ کے آواز دینے سے سابقین مہاجرین و انصار جو پیچھے تھے تیزی کے ساتھ دوڑے حتیٰ کہ اگر اونٹ جلدی نہ کرتا تو کود پڑتے اور پیرون دوڑتے اور چونکہ غلط ملط زیادہ ہو گیا تھا لہذا راویون مین اختلاف ہو گیا حتیٰ کہ پہلے لشکر والون کو بعض نے بھاگ کر واپس آنیوالا تصور کیا۔ فافہم واللہ اعلم وَأَنْزَلَ جُنُودًا لَمْ تَرَوْهَا۔ اور ایسے جنود یعنی جتھے و لشکر اُتارے جن کو تم نے نہین دیکھا یعنی ملائکہ کو نازل کیا اور قصہ بدر مین تحقیق گذر چکی کہ ملائکہ نے قتال نہین کیا سوائے بدر کے واللہ اعلم ولیکن کثرت جماعت کیواسطے نزول ضرور ہوا چنانچہ روایت ابن جریر

از عبدالرحمن مولی ام برثن؁ اشارے قصہ مین گذر چکی بیہقی؁ نے اپنی اسناد سے شیبہ بن عثمان سے جو فتح مکہ کے نو مسلم لوگون مین سے ہین روایت کی
کہ جنگ حنین مین رسول اللہ صلعم کے ساتھ مین بھی نکلا تھا ولیکن واللہ مین کچھ اسلام یا اُسکی معرفت سے نہین نکلا بلکہ اس حمیت کیواسطے کہ ہوازن
والے قریش پر غالب ہوجاوین پس مین نے رسول اللہ صلعم سے کہا کہ یا رسول اللہ مین ابلق گھوڑون کے سوار دیکھتا ہون تو فرمایا کہ اے شیبہ اُن کو
سوائے کافر کے کوئی نہین دیکھتا پھر میرے سینہ پر اپنا ہاتھ مارکر فرمایا کہ اے اللہ تعالی پاک میرے تو شیبہ کو ہدایت فرمادے ایسا ہی تین مرتبہ کیا پھر واللہ
تیسری مرتبہ میرے سینہ سے اپنا ہاتھ نہین اُٹھایا تھا کہ میری یہ کیفیت ہوگئی کہ تمام مخلوق الٰہی مین کوئی بھی مجھے آنحضرت صلعم سے زیادہ محبوب نہ تھا
پھر جنگ کا تمام قصہ لوگون کا بھاگنا اور شکست اُٹھانا و عباس؄ کا پکارنا اور آنحضرت صلعم کا فتح کی دعا کرکے ایک مٹھی خاک لےکر مارنا اور مشرکون
کا بھاگنا سب بیان کیا جبیر بن مطعم سے روایت ہی کہ حنین کے روز مین رسول اللہ صلعم کے ساتھ تھا اور لوگ لڑتے تھے کہ ناگاہ مین نے دیکھا
کہ ایک سیاہ کملی آسمان سے گرتی نظر آئی یہان تک کہ زمین پر مومنون و مشرکون کے درمیان گری اور ناگاہ اُسمین سے چیونٹیان نکلین جن سے
تمام وادی بھر گیا اور یہ ہوتے ہی مشرکین نے شکست کھائی پس ہم کو کچھ شک نہ تھا کہ وہ ملائکہ ہین۔ رواہ ابن اسحاق۔ مترجم کہتا ہی کہ مشرکون
کو ابلق گھوڑون کے سوار نظر آتے تھے اور مومنون کو اس حال خوفناک سے نہین معلوم ہوتے بلکہ مرغوب اوضاع و اطوار سے نظر آتے اور اکابر اہل اللہ کو
بعمائم بھی دکھلائی دیتے تھے۔ یزید بن عامر السوائی سے روایت ہی کہ مین حنین کے روز مشرکین کے ساتھ تھا اور رعب کی یہ کیفیت تھی جیسے طشت
مین کوئی کنکریان ڈالکر بجاوے پس ہم لوگ اپنے سینہ مین ایسا ہی اضطراب پاتے تھے اور بکثرت روایات سے ثابت ہوا کہ آنحضرت صلعم نے ایک مٹھی خاک کنکریلی لیکر
مشرکون کو ماری کہ ہر ایک کی آنکھون و منھ مین ریگ و کنکر بھر گئے اور وہ مضطرب ہوکر بھاگے اور قتل و قید ہوئے و مسلمانون مین سے صرف
چار آدمی شہید ہوئے۔ وقال تعالی۔ وَعَذَّبَ الَّذِينَ كَفَرُوا۔ اور کافرون کو اللہ تعالی نے عذاب کیا یعنی قتل و قید ہوئے۔
و اُنکے مال لیے و سدی؁ نے کہا کہ تلوار سے مقتول ہونے کا عذاب کیا۔ بعض نے کہا کہ عورتین و بچے سمیت چھ ہزار قیدی تھے اور غنیمت اتنی بڑی
ہاتھ آئی کہ اس سے پہلے کبھی نہین ملی تھی چنانچہ فقط بارہ ہزار اونٹ تھے اور بکریون وغیرہ کا شمار نہین۔ وَذَٰلِكَ جَزَاءُ الْكَافِرِينَ۔ اور
یہ جو کچھ اُن کے ساتھ کیا گیا کافرون کی جزا ہی یعنی دنیا مین اُن کے کردار کی یہ جزا ہی اگرچہ آخرت مین جو کفر پر مرے اُن کی سزا بہت سخت
ہے۔ ثُمَّ يَتُوبُ اللَّهُ مِنْ بَعْدِ ذَٰلِكَ عَلَىٰ مَنْ يَشَاءُ۔ پھر اسکے بعد اللہ تعالی توبہ کی توفیق دیگا۔ انمین سے جسکو چاہے یعنی
کفر سے توبہ کرکے اسلام لانیکی توفیق دیگا۔ وَاللَّهُ غَفُورٌ رَحِيمٌ۔ اور اللہ تعالی غفور رحیم ہی اُن کے گذشتہ اعمال سے تجاوز کرکے
اُن پر فضل کریگا چنانچہ یہی ہوا کہ ہوازن کے جسقدر لوگ باقی بچے تھے وہ سب مسلمان ہوگئے اور واقعہ جنگ کے بیس روز بعد روانہ ہوکر آنحضرت صلعم سے
جعرانہ مین قریب مکہ کے ملے اور درخواست کی تو آنحضرت صلعم نے اُنکو مختار کیا کہ قیدیون و مال دونون مین سے ایک چیز جو چاہو پسند کرکے لیلو
پس اُنھون نے اپنے قیدیون کو لینا پسند کیا پس آپ نے منادی کراکے منگواکر اُن کو واپس کردیے اور اس سے استدلال کیا گیا کہ غنیمت کا اختیار حضرت
رسول اللہ صلعم کو تھا جسکو چاہین دیوین اور اول سورۂ انفال مین کچھ کلام و آیۃ الخمس مین کچھ بحث گذر چکی ہی اور نیز اسی پر دلالت کرتا ہی یہ
قصہ کہ قیدی اُن کو واپس کردیے اور باقی اموال غنیمت کو آپ نے تقسیم کیا اور اسمین سے طلقا یعنی مکہ کے نو مسلم لوگون مین سے بعض کو تالیف
قلوب کے طور پر سو سو اونٹ دیے اور مالک بن عوف نضری سردار قبیلہ ہوازن کو بھی سو اونٹ دیے اور اسی کو اسکی قوم پر بدستور سردار کیا اور
اُسنے آنحضرت صلعم کی مدح مین قصیدہ لکھا جسکے دو بیتی اشعار مین یہ مضمون ہی کہ محمد صلعم کا مثل نہین ہی بیشک ہین جب سخاوت سے عطا
فرمادین اور خبر غیب پوچھو تو بتلادین شجاعت ایسی کہ اگر تیر و تلوار سے لشکر کے چھکے چھوٹ جاوین تو اپنے مقابل والون پر تنہا مثل شیر کے

حملہ آور ہون اور دشمن بھاگین تو ہر طرف سے راہ روکدین وہ بھاگتے راہ نہ پاوین آخر سر تسلیم جھکا کر اُنکے سامنے آوین۔ قال المترجم اشعار صحیح بلا مبالغہ ہین واللہ اعلم۔ ف۔ فی العرائس قولہ تعالیٰ لقد نصرکم اللہ فی مواطن کثیرۃ ویوم حنین الآیۃ۔ استدلال حقیقت سے ثابت ہو کہ اولیا کے قلوب بھی امتحانی خطرات سے خالی نہین ہوتے ہین باوجودیکہ اُنکو شرف ولایت حاصل ہو اور اس سے یہ بھی مقصود ہوتا ہو کہ معلوم ہو جاوے کہ بدرجۂ ولایت اُن کا مشرف ہونا کچھ اُن کے اعمال سے متعلق نہین ہو اور اس سے اُن کو معرفت حاصل ہو کہ یہ نعمت ولایت جو اُن کے واسطے پسند فرمائی محض فضل و رحمت ہو اسمین اُنکا کچھ دخل نہین ہو معنی آیت کے یہ ہین کہ جہان تم نے اپنی طاقت وقوت سے دگا (؟) الگ کیا اور میری ہی طرف محتاج ہوے اور مجھ سے میری ہی طرف فرار کیا تو مین نے اپنے حول وقوت سے تم کو تمہارے دشمن پر فتح دی کہ تمہاری نگاہ میری ہی عظمت و جلال پر رہے اور جب تمہاری نظر چوکی اور اپنے حول وقوت پر بھی پڑی اور مشاہدۂ قدرت حقہ سے محجوب ہوے تو مین نے تم کو تمہارے نفوس پر چھوڑ دیا جعفرؓ نے فرمایا کہ نصرت کا حصول ایک ہی چیز پر تھا اور وہ ذلت عاجزی و محتاجی بجناب باری تعالیٰ ہو لقولہ لقد نصرکم اللہ فی مواطن کثیرۃ۔ ایسے بہت مواطن ہین جہان تم نے اپنے نفوس کے ساتھ قیام نہین کیا اور اپنی قوت کثرت کو مشاہدہ نہین کیا اور یقین رکھا کہ نصرت کچھ اپنی قوت و اسباب سے نہین ہوتی ہو بلکہ اللہ تعالیٰ ہی نصرت بتاہی اور جب بندہ اپنی حقیقی عاجزی پر یقین رکھے تو اللہ تعالیٰ اسکی نصرت فرماتا ہو اور خواری کا آنا بھی ایک ہی چیز سے ہو اور وہ عجب ہو لقولہ تعالیٰ ویوم حنین اذ اعجبتکم کثرتکم۔ چنانچہ جب اُنھون نے اپنے نفوس کی کثرت سے قوت کو دیکھا تو حق تعالیٰ نے اُن کو ہزیمت دکھلائی اور زمین وسیع اُن پر تنگ کر دی۔ قولہ تعالیٰ ثم ولیتم مدبرین۔ ادبار یہ تھا کہ اپنے حول قوت و کثرت کے حوالہ کیے اور اسی کی وکالت مین سونپے گئے تھے۔ پھر جب اُنھون نے اس تقصیر کو جان لیا کہ مشاہدہ الٰہی سے آنکھ اُٹھا کر اپنی طرف ڈالی تھی اور اسپر نادم ہوے تو امتحان سے نکال کر پھر اُن کو لباس انوار قدرت سے اور آثار ہیبت سے مزین کر دیا۔ کما قال تعالیٰ ثم انزل اللہ سکینتہ علی رسولہ وعلی المؤمنین آنحضرت صلعم اگرچہ برابر ثابت قدم تھے اور تن تنہا اس محبوب خاص کیلئے فتح ونصرت ایک مشت خاک سے ظاہر فرمائی اور آنکھین کھولدین کہ عدم وجود تمام مخلوق ولشکر والغبار کا برابر ہو اور تن تنہا وہ شہسوار عرصۂ رسالت واسطے اعلاء کلمۂ حق کے کافی ووافی ہو لیکن جب آفتاب عظمت و جلال کا ظہور ہو تو مخلوق پر وہ عدم مین ہو پس رسول اللہ صلعم پر انزال طمانینت سے اشارہ ہو کہ قلب آنحضرت صلعم بھی شواہد امتحان سے خالی نہین کیونکہ حق عزوجل ہی حق ہو اور مخلوق پھر مخلوق ہو اور ایسے معنی مین حضرت صلعم نے فرمایا انہ لیغان علی قلبی وانی لاستغفر اللہ فی الیوم سبعین مرۃ۔ یعنی میرے قلب پر بھی غین آجاتا ہو اور مین ہر روز اللہ تعالیٰ سے ستر مرتبہ مغفرت مانگتا ہون اور غایت مافی الباب یہ ہو کہ علی قدر مراتب خطور ہو پس انہزام اصحاب کا خطرہ اس شان مین اس امتحان کا مرتبہ ہو گیا کہ انزال سکینہ کی عنایت و دستگیری کی ضرورت ہوئی۔ سکینہ یادیت انوار کشف مشاہدہ ہو جب کہ مکر ازل سے خوف کیا تو اللہ تعالیٰ نے اصطفائیت ازلی کا نمونہ دکھلا کر خوف مکر سے مطمئن کر دیا اور یہ نہین ہوا تھا کہ ایکدم بھی اسکا رسول مکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے النفس کی طرف ملتفت ہوا ہو لیکن یہ ہوا کہ جب وہ دریائے قدم مین غرق ہوا تو حادث کا کچھ اثر نہ دیکھا اور تمام حادث و مخلوق کو قبضۂ عظمت مین متلاشی و نابود دیکھا پس اس سے فزع ہوا اور اللہ تعالیٰ نے کرم سے اسکو اپنی طرف جگہ دی پس سکینہ وطمانینت آپکو قرب سے حاصل ہوئی۔ کما قال تعالیٰ دنا فتدلی۔ اور کمال ثبات بسبب قرب القرب کے کما قال فکان قاب قوسین او ادنی الآیۃ پس جب مرتبہ اعلیٰ ہین آپ سے مشاہدۂ قدم کی حالت مین دب سے حادث پر نظر کرنا بالکل صادر نہوا تو مزید وصف فرمایا بقولہ ما زاغ البصر وما طغی پس سکینہ وطمانینت جو آنحضرت صلعم کو حاصل ہوئی وہ دیدار ذات سے تھی اور مومنین کو دیدار صفات سے تھی۔ بعض نے کہا کہ سکینۃ الرسول وہ تھی جو سدرۃ المنتہی کے وقت شب معراج مین ظاہر ہوئی۔ کما قال تعالیٰ ما زاغ البصر الآیہ بلکہ مقام قرب مین حسن ادب سے

قیام اور حق کی طرف کان لگانا اسی سے ثبات ہو۔ بقولہ علیہ السلام التحیات للہ والصلوات آلخ اور سکینۃ المومنین وہ صدق اعتقاد ان کمورد
پر جو حضرت مصطفےٰ علیہ السلام لائے از قسم وعدہ و وعید و بشارت وغیرہ۔ بعض مشائخ نے کہا کہ سکینۃ وہ قیام مع اللہ تعالیٰ بفنائے حظوظ
نفسانیہ ہو۔ استاد رحمہ نے کہا کہ سکینۃ اسطرح ہو کہ حکم پروردگار تعالیٰ جاری ہونے کے وقت قلب کا مستحکم ہونا بصفت طمانینت اور رفع معارضۂ
بشریت اسطرح کہ مقتضائے نفس بالکل بجھا ہوا کالمعدوم ہو اور جو کچھ غیب کے احکام ظاہر ہوں اُن پر خوشی خاطر سے راضی ہو جاوے اور بعض
نے کہا کہ مقام مشاہدہ میں بیداری و ہوشیاری کے ساتھ قائم رہنا اور آداب عبودیت اچھی طرح ادا کرنا بدون اسکے کہ گرانی و مشقت کو
جبر سے برداشت کرے اور رگ نفس اچھلتی و کودتی رہی۔ قال المترجم حدیث میں آیا ہو کہ صحابہ میں سے بعض نے رات میں قرآن مجید کی قراۃ
کی پس گھوڑا جو قریب بندھا تھا وہ بھڑکا اور آخر ہوتے ہوتے مانند ابر سپید نے جسمیں بکثرت شمع تھیں انکو گھیر لیا اور صبح تک یہی حال آ پھر رفتہ
اونچا ہو کر غائب ہو گیا جب ان بزرگ نے اپنے سرتاج حضرت سید عالم صلعم سے ذکر کیا تو آپ نے فرمایا کہ یہ سکینۃ تھی قرآن کی تلاوت پر نازل ہوئی
فافہم پھر اللہ تعالیٰ نے ملائکہ اُتار کر اس موقع کے انعام کو پورا کیا۔ کما قال تعالیٰ وانزل جنودا لم تروہا۔ اسمیں لطیف اشارہ ہو کہ جنود روادف
آثار قوت تجلی الحق سبحانہ تعالیٰ بغیر احتجاب و انقطاع ہو۔ استاد رحمہ نے کہا کہ جنود میں سے یہاں اشارت بہ فوائد یقین و زوائد استبصار ہو۔ پھر
اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا کہ ازل میں بعض لوگ جو نور سعادت سے داغ دیئے گئے تھے اور یہاں اپنی بدافعالی سے پنجۂ بدبختی و قہر میں گرفتار
تھے اُن کو سابقۂ رحمت و حکمت سے نکالا بقولہ ثم یتوب اللہ من بعد ذلک علی من یشاء۔ بعض انوار غیب اُن پر منکشف فرما کر شہود کی ہدایت فرمائی اور
عین احسان و رحمت سے نور ہدایت میں غرق کیا۔ واللہ غفور رحیم۔ یہ کیا اچھا کرم و رحمت ہو کہ ازل میں بدون وجود کے ان انوار ایمان سے
سرفراز کیا جن کا حال مومن ہی جانتا ہو حالانکہ بعد وجود کے اُنکے گناہ و کردار بد کی یہاں تک نوبت پہونچی کہ اس نعمت عظمیٰ ہبہ کرنیوالے
سے قتال کرتے تھے۔ کیا بڑی مغفرت ہو کہ سب پردہ پوشی فرما کر اس نور سے سرفراز کیا کہ اسکا مثل و مانند نہیں ہو۔ استاد رحمہ نے فرمایا کہ
جہالت سے اُنکو حقائق علم دیئے اور اس تاریک جنگل سے مشاہد یقین دکھلائے پھر اس متفرق وحشت سے انکو عین الجمع وصلت میں پہونچایا
سبحان اللہ بحمدہ و سبحان اللہ العظیم والحمد للہ رب العالمین۔ پھر تم کو آگاہ فرمایا کہ جو بحر توحید سے پاک طاہر نہوا ہو وہ پلید ہو لائق مقام قرب نہیں ہو بقولہ

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِنَّمَا الْمُشْرِكُونَ نَجَسٌ فَلَا يَقْرَبُوا الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ بَعْدَ عَامِهِمْ هَٰذَا ۚ وَ
اے ایمان والو مشرک جو ہیں سو پلید ہیں سو نزدیک نہ آویں مسجد حرام کے اس برس کے بعد اور

إِنْ خِفْتُمْ عَيْلَةً فَسَوْفَ يُغْنِيكُمُ اللَّهُ مِنْ فَضْلِهِ إِنْ شَاءَ ۚ إِنَّ اللَّهَ عَلِيمٌ حَكِيمٌ ۝
اگر تم ڈرتے ہو فقر سے تو آگے غنی کریگا تمکو اللہ اپنے فضل سے اگر چاہے اللہ ہے سب جانتا حکمت والا

اللہ تعالیٰ نے مومنوں کو ممانعت کر دی کہ مسجد الحرام میں مشرکوں کو نہ آنے دیں بقولہ یا ایہا الذین آمنوا انما المشرکون نجس
فلا یقربوا المسجد الحرام بعد عامہم ہذا۔ اے ایمان والو وہ لوگ جو مشرک ہیں وہ تو نجس ہیں پس اس سال
کے بعد وے لوگ مسجد الحرام کے قریب نہ آویں۔ نجس بفتحتین و بکسر جیم و نیز بضم جیم و بجر اول و سکون ثانی بروزن رجس و اکثر تابع رجس ہو لا
بھی جاتا ہے۔ یقال رجل رجس نجس اور اصل میں مصدر ہو لہذا حالت تثنیہ و جمع و تذکیر و تانیث میں مفرد ہی رہتا ہو اسی واسطے یہاں جمع نہیں
آیا اور بعض نے کہا کہ نجس بفتحتین اسم جنس بمعنی عین نجاست یعنی پلیدی ہو لہذا ابن عباس نے کہا کہ مشرکین کے اعیان مانند کتے و سور کے
نجس ہیں اور یہی حسن بصری رح سے مروی ہے اور حسن بن صالح نے کہا کہ جو کوئی کسی مشرک سے مصافحہ کرے وہ وضو کرے۔ مترجم

کہتا ہے کہ حسن بن صالح کے قول سے استدلال اُن کے نجس العین ہونے پر نہین ہو سکتا کیونکہ یہ حکم بنظر استحباب ہو سکتا ہے تو نہین دیکھتا کہ حنفیہ اگرچہ نجس العین کے قائل نہین لیکن مصافحہ مین یہی حکم دیتے ہین۔ کمافی الفتاوی الہندیہ۔ ومراد وضوا سے ہاتھ دھو ڈالنا چنانچہ بعض احادیث مین یہ استعمال آیا ہے اور واضح ہو کہ ظاہریہ بھی نجس العین ہونے کے قائل ہین اور امام مالک کی طرف بھی یہی قول منسوب کیا جاتا ہے لیکن اصح قول مالک سے مانند قول جمہور علماء صحابہ وتابعین و ائمہ مجتہدین وفقہاء مذاہب اربعہ کے یہ ہے کہ کافر کی ذات نجس نہین ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے انکا طعام حلال کر دیا اور حضرت صلعم نے اُن کے برتنون مین کھایا پیا بلکہ یہودیہ کا پکا کھانا بھی کھایا جسمین اس خبیثہ نے زہر ملایا اور ثمامہ بن اثال کو مسجد کے ستون سے باندھا اور وفد ثقیف کو مسجد مین اُتارا بالجملہ بدلائل جیدہ یہی صحیح ہے کہ ظاہری حکم نجاست اُن کے نفس ذات پر نہین ہے پس معنی قولہ تعالیٰ انما المشرکون نجس۔ اے ذو نجس یعنی مشرکین نجاست والے ہین بسبب اسکے کہ اُن کے باطن مین خبث وپلیدی شرک کی ہے یا بسبب اُس کے کہ طہارت نہین کرتے اور غسل نہین کرتے اور نجاسات سے پرہیز نہین کرتے پس نجاستون مین لتھڑے رہتے ہین۔ کما قال قتادہ وغیرہ رحمہم اللہ بالجملہ طہارت کا طریقہ ان کا خود ناپاک ہے وہ کبھی پاک نہین ہوتے ہین اور کیونکر بدون نام پاک پروردگار کے کس طرح سے پاک ہو سکتے ہین۔ اور مضاف حذف کر کے نجس اُن پر محمول ہونا مبالغہ ہے کہ اُنکی باطنی خباثت اس درجہ کی بڑھی ہوئی ہے کہ گویا ظاہر وباطن بالکل نجس ہین پس جب سمجھا دیا کہ مشرکین نجس ہین تو اُسپر تفریع فرمائی کہ فلا یقربوا المسجد الحرام بعد عامہم ہذا۔ فاء تفریع برعلت سابقہ ہے یعنی جب نجس ہین تو بعد اس سال کے مسجد الحرام سے قریب نہون۔ مسجد الحرام کا اطلاق کبھی نفس مسجد پر ہوتا ہے اور وہ بیت الحرام ہے اور کبھی تمام حرم پر ہوتا ہے جیسے قولہ سبحان الذی اسری بعبدہ لیلا من المسجد الحرام۔ حالانکہ اُس رات آپ حضرت ام ہانی اپنی پھوپھی کے گھر تھے اور وہ داخل حرم ہے پس مسجد الحرام سے قریب ہونے سے ممانعت فرمائی حالانکہ مقصود یہ ہے کہ داخل نہ ہون اسلئے کہ قریب نہ آوینگے تو مقصود خوب حاصل ہے کہ داخل ہو نہین سکتے اور نیز خاص مسجد مین بالقصد نہین داخل ہو سکتے اور اشارہ ہے کہ نجاست ایسی بڑھی ہوئی ہے کہ قریب ہونیکے قابل نہین ہے جیسے پاک آدمی نجاست کو پاس نہین آنے دیتا ہے چھونا کیسا۔ بیضاوی رح نے کہا کہ فلا یقربوا کا حکم جو مشرکون کو دیا گیا اس سے دلیل نکلی کہ فروع اعمال کا مشرکون سے خطاب ہے یعنی ایسے ہی روزہ ونماز وزکوٰۃ وغیرہ کا بھی اُن کو خطاب ہے اور یہی شافعیہ کا قول ہے اور حنفیہ رح نے کہا کہ ان کو ایمان لانے کا خطاب ہے پھر جب ایمان لاوین تب ان اعمال کا خطاب البتہ مفید ہے ورنہ حالت کفر مین یہ خطاب بیکار ہوگا کیونکہ مشرک کی کیا نماز وکیا روزہ لہذا صاحب کشاف نے کہا کہ فلا یقربوا سے نہی راجع بجانب مومنین ہے یعنی اے مومنو یہ لوگ نجس ہین تم اُن کو مسجد الحرام کے پاس مت آنے دو۔ یہی ابو السعود وغیرہ نے ذکر کیا اور یہی اوجہ ہے اور جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اُنھون نے اس آیت کی تفسیر مین کہا کہ مشرکین قریب مسجد الحرام نہ آوین مگر آنکہ کوئی مشرک تمہارا خادم ہو یا تمہارے ملک مین عہد وذمہ کیساتھ رہتا ہو یعنی مشرکین سے ذمی وخادم مستثنیٰ ہین وقد روی عنہ مرفوعاً۔ وقال الحافظ والموقوف اصح۔ اب رہا یہ کہ مسجد الحرام سے دونون اطلاق مین سے کون معنی مراد ہین پس عطاء رح نے کہا کہ تمام حرم مراد ہے اور ابن ابی حاتم نے ابن عباس وعطاء وسعید بن جبیر ومجاہد سے روایت کی کہ قرآن مین جہان اطلاق مسجد الحرام ہے وہان حرم مراد ہے پس تمام حرم سے مشرکین منع کئے جاوینگے اور یہی قول امام شافعی رح نے اختیار کیا کہ سوائے مسلمانون کی مصلحت کے امام سے اجازت لیکر اور کسی وجہ سے تجارت وغیرہ کے لئے مشرک کسی وقت حرم مین نہ آنے پاویگا۔ اور دیگر اہل علم کے نزدیک معنی دوم مراد ہین پس نفس مسجد سے منع کیا جاوے نہ تمام حرم سے۔ اور بیضاوی رح نے امام ابو حنیفہ رح کا قول اس سے بھی اخص ذکر کیا کہ مسجد الحرام سے بھی حج وعمرہ ادا کرنے کی غرض سے منع کیا جاوے نہ مطلقاً۔ اور کتابین مین کہا کہ آیت محمول ہے کہ بطور غلبہ کے یا بغرض حج وعمرہ کے

یا ننگے طواف کرنے کے داخل مت ہونے دو۔ حق یہ ہے کہ نجاست کی علت پہلے بیان کر کے ممانعت ہر حال میں داخل ہونے سے ثابت ہے اور ضرورت
کا وقت شرع میں مستثنیٰ ہونا مشروع ہے پھر مفسرین کے دو قول ہیں کہ مشرکین سے خاص مراد ہیں یا عام پس بعض نے کہا کہ خاص بت پرست
مراد ہیں نہ دیگر اصناف اور یہ تخصیص ظاہرا اس وجہ سے کہ اس وقت مسجد الحرام میں آتے سوائے بت پرست ہی تھے ورنہ لفظ عام ہے لہذا قول دوم یہ کہ عام
مراد ہیں خواہ بت پرست ہوں یا یہود و نصاریٰ و مجوس وغیرہ۔ اور یہی شافعیؒ کا قول ہے اور اوزاعی رح نے کہا کہ عمر رح بن عبد العزیز نے عمال کو لکھ بھیجا کہ
مسلمانوں کی مسجدوں میں یہود و نصاریٰ کو گھسنے سے منع کرو اور پیچھے یہ آیت لکھی قال اللہ تعالیٰ انما المشرکون نجس الآیۃ۔ یہی قول صحیح ہے کہ عموماً
مشرکین کو دخول مسجد الحرام سے منع کیا جاوے۔ رہا یہ کلام کہ سوائے مسجد الحرام کے دیگر مساجد میں کیا حکم ہے تو علماء مدینہ منورہ کا مذہب یہ ہے کہ مشرک
کو ہر مسجد سے منع کیا جاوے اور عمر بن عبد العزیز سے اوپر منصوص مذکور ہوا اور یہی امام مالکؒ کا قول ہے اور شافعیؒ نے کہا کہ سوائے مسجد الحرام کے دیگر مساجد سے
منع نہ کئے جاویں اور امام ابو حنیفہؒ سے مثل قول شافعی کے مروی ہے اور قتادہ رح نے کہا کہ جو مشرک کہ ذمی ہو اسکو سوا ہے اور حربیوں کو ممانعت ہے
اور ابن العربیؒ نے اس قول سے بنظر تخصیص علت نجاست کے استبعاد کیا اور قول اول ہی اختیار کیا۔ بعض نے کہا کہ کافروں کے لحاظ سے
بلاد اسلام کے تین اقسام ہیں۔ اول حرم پس کسی کافر کو خواہ ذمی ہو یا امان لیکر آیا ہو یہ روا نہیں ہے کہ وہاں داخل ہو بنا بر قول شافعی و احمد و مالک
کے لہذا سردار مکہ کو حرم سے باہر نکل کر کافر ایلچی سے ملاقات کرنا چاہیئے یا کسی امین کے ذریعہ سے اس کی بات دریافت کرائے۔ دوم حجاز
اور وہ یمامہ و یمن و نجد و مدینہ شریفہ کے درمیان ہے اور بعض نے اس سے وسیع بیان کیا پس امام کی اجازت سے کافر وہاں جا سکتا ہے لیکن
تین روز سے زیادہ نہ رہنے پاوے کیونکہ احادیث صحیحہ سے ثابت ہوا ہے کہ وہاں سوائے مسلمان کے اور کوئی نہ رکھا جاوے اور درحقیقت یہ حکم تمام
جزیرہ عرب کے حق میں ہے۔ سوم دیگر بلاد اسلام پس ان میں امان و اجازت و عہد سے کافر رہ سکتے ہیں لیکن بنا بر قول شافعی وغیرہ علماء کے
بدون حاجت و اجازت کے وہاں کی مسجد میں داخل نہ ہونے پاویں گے اور قول امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کا مسجد الحرام میں اوپر مذکور ہوا اور دیگر مقامات
و بلاد میں اسی اصل پر قیاس کرنا چاہیئے۔ بالجملہ آیت کریمہ سے مومنوں کو جو از راہ دین و ذات کے پاک و پاکیزہ ہیں یہ حکم ہوا کہ مشرکوں کو جو دین کی
راہ سے نجس ہیں مسجد الحرام کے قریب آنے دیں بعد اس سال کے اور یہ نواں سال ہجرت تھا جس میں حضرت علیؓ کو حضرت ابو بکر الصدیقؓ کے ساتھ
روانہ کیا تھا کہ مشرکین کو منادی کر دیں کہ بعد اس سال کے کوئی مشرک حج نہ کرے اور کوئی ننگا خانہ کعبہ کا طواف نہ کرے کما فی تفسیر البراۃ۔ اور
جو قتادہؒ سے مروی ہے کہ قولہ بعد عامہم ہذا سے مراد سال دہم ہے تو یہ خلاف جمہور ہے اور شاید مراد ان کی بعدیت کے تفسیر ہے یعنی اس سال نہم کے
بعد سال دہم سے کوئی مشرک قریب آنے پاوے و ہذا محمل صحیح۔ ابن عباسؓ و مجاہد و عکرمہ و سعید و قتادہ وغیرہم نے کہا کہ جب یہ حکم دیا گیا
تو لوگوں نے کہا کہ ایسی صورت میں ہماری بازاریں بند ہو جاویں گی اور تجارت منقطع ہو جائے گی اور جو آرام و راحت ملتی تھی وہ جاتی رہیگی تو اللہ تعالیٰ
نے اس سے اطمینان کے لئے نازل فرمایا قولہ۔ وَاِنْ خِفْتُمْ عَیْلَۃً فَسَوْفَ یُغْنِیْکُمُ اللّٰہُ مِنْ فَضْلِہٖٓ اِنْ شَآءَ
عیلۃ بالفتح فقر و محتاجی از باب ضرب مثل بن باب نصر اور علقمہ رح کی قراۃ میں عائلۃ مصدر مانند عافیہ وغیرہ کے ہے اور بعض نے کہا عیلہ سے مراد
صورت مشقت ہے ماخوذ از محاورہ۔ عالہ الامر اے شق علیہ۔ یہ امر اس پر شاق گذرا۔ یہ معنی اگرچہ آیت میں محتمل ہیں لیکن بقرینہ وعدہ تونگری
کے اول صحیح ہے۔ والمعنی اور اگر تم فقر و محتاجی کا خوف کرتے ہو بسبب ان کے حرم میں آنے سے روکنے کے کیونکہ جو راحت تم کو ان کے
آنے سے ملتی تھی وہ منقطع ہو جائے گی تو عنقریب تم کو اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے غنی کر دیگا یعنی دوسرے طور سے تم کو عطا فرما دیگا اور یہ وعدہ
اللہ تعالیٰ نے پورا فرمایا کہ آسمان سے اچھی بارش ہوئی جس سے پیداوار غلہ خود ان کے یہاں خوب ہوئی اور اہل صنعاء و یمن وغیرہ کو

اسلام کی ہدایت فرمائی جو مکہ میں بہت سا اناج وغیرہ کی لاتی پھر شام و روم وغیرہ فتح کر دئے کہ اموال غنیمت و جزیہ وغیرہ سے مالامال ہو گئے اور
آیت میں قولہ ان شاء کی قید لگائی یعنی اپنے فضل سے تم کو تونگر کریگا اگر چاہے تو یہ قید اسواسطے ہے کہ ہر چیز سے اُمید توڑ کر خالص اللہ تعالیٰ ہی کیطرف
اُمید لگاویں اور اسواسطے کہ آگاہ رہیں کہ یہ فضل محض ہے کچھ ان کے اعمال کا اللہ تعالیٰ پر استحقاق نہیں ہے اور جان رکھیں کہ جس تونگری کا وعدہ ہے وہ
یکسان سب کو ہر وقت نہیں بلکہ موافق مشیت الٰہی کے بعض وقت اور بعض آدمیوں کے واسطے ہوگی۔ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ اللہ تعالیٰ
علیم حکیم ہے اسکی حکمت و علم سے بعض کو ملتا اور بعض کو نہیں اور بعض چیز ملتی اور بعض نہیں اور بعض وقت ملتی ہے اور بعض وقت نہیں ملتی ہے اور یہی
عین حکمت و صواب ہے پس امر قضا و قدر پر راضی رہیں اور عقل و تدبیر جس واسطے عطا ہوئی ہے اسکو کام میں لاویں ولیکن اسپر اعتماد نہ کریں ف
فی العرائس قولہ یا ایہا الذین آمنوا انما المشرکون نجس الخ۔ شیخ رح نے اول بیان کر دیا ہے کہ مسجد الحرام کے کلمہ سے بطریق اشارت وہ مقامات
داخل ہیں جن سے اللہ تعالیٰ کی جناب میں قرب و رسائی حاصل ہوتی ہے پس یہاں رمز و اشارہ ذکر کیا کہ اس کلام سے ظاہر ہوا کہ جس بندے
کے دل میں اپنے معبود کی بندگی میں غیر کی طرف لگاؤ و خطرہ رہا اگرچہ اپنے نفس کی طرف کیوں نہو وہ نجس ہے اس قابل نہیں ہے کہ جن مجالس
و مقامات سے قرب حاصل ہوتا ہے اُن کے پاس جاوے کیونکہ اُس کے جانے سے اہل مجلس صالحین کے خاطر پریشان ہوں گے اور اُس کے
دم کی نجاست سے اُن کے انفاس پاکیزہ مکدر ہوں گے اور اس کلام میں عارفوں کو بھی نصیحت ہے کہ خلاف راہ حق میں چلنے والوں کی صحبت سے اپنے آپکو
بچاویں جنید رح نے کہا کہ صوفیہ لوگ ایک گھرانے کے ہیں انمیں غیر داخل نہیں ہو سکتا۔ اسمیں یہ بھی اشارہ ہے کہ جس پر قہر قدم کے آثار کا عکس پڑا
وہ اپنے نفس کی طرف نگاہ کرنے لگتا ہے اور یہی نظر اُسکے حق میں اُس کے دل میں اُس کے دل کی نجاست ہے جس سے وہ پاکیزہ عالم ملکوت و جبروت
کے پاس نہیں جا سکتا۔ شیخ حمدون ابو صالح رح نے کہا کہ اعمال میں مشرک وہ شخص ہے جو لوگوں کی ملاقات کیلئے اپنے آپ کو آراستہ کرے اور جو
بھلائی اس سے ممکن ہو مخلوق کیلئے ظاہر کرے اور نفس کی عبادات ظاہر کرنے سے اسکو پسندیدگی کی نگاہ سے دیکھے پس اسکا باطن بسبب
مخالفت ظاہر کے نجس ہوتا ہے اور وہ ریا و شہوات و دیگر مخالفات ہیں پس یہی شخص اپنے اعمال عبادت سے مشرک ہے اور مقام قرب کے لائق
نہیں کیونکہ منزل قدس کے لائق وہی ہوتا ہے جو ظاہر و باطن و پوشیدہ و علانیہ یکسان پاک و پاکیزہ ہو چنانچہ حق تعالیٰ نے فرمایا انما المشرکون نجس۔
پس جو شخص نجس ہوا وہ کسی مقام کی برکت سے پاک نہیں ہوتا اور ظاہری پردہ کی وجہ سے وہ در واقع پاکیزہ نہو جائے گا۔ اُستاد رح نے مشرکون
کے نجس ہونے کا نکتہ یہ بیان کیا کہ آب توحید سے اُن کے اسرار دُھل جاتے اسکو چھوڑ بیٹھے۔ اور اپنے وہم و گمان سے گھڑے اعتقادات کو دلیں
جگہ دی جو دلیل و حجت سے محض مضمحل ہیں پس اس گندے پانی میں ڈوبے اسی واسطے اُن کو مساجد کے پاس پھٹکنے سے ممانعت فرمائی اسلئے کہ
یہ جگہیں تو انوار قرب سے منور ہونے کیلئے ہیں اور وہ اندھیرے کے سوائے نور کے قابل نہیں۔ پھر حق تعالیٰ نے عارفین کو وعدہ دیا کہ ان کو لباس تونگری
جاوید سے آراستہ کیا جائیگا کہ غیر کی طرف محتاجی کی نظر کر کے ناپائداری کی برہنگی سے محفوظ رہیں بقولہ تعالیٰ وان خفتم عیلۃ فسوف الخ۔ اسمیں
اشارت سے ان لوگوں کیلئے بھی حکم موجود ہے جو اہل اسلام میں سے تقوی طہارت کی راہ سے امیر امراء مالدار اہل فسق و فساد سے پرہیز کرتے ہیں
یعنی جب تم نے دنیا داروں کو اپنی نظر سے دور کیا اور دلی تعلق کچھ نہ رکھا اور انھیں لوگوں سے ملے جو فقیر و صاف باطن و ظاہر صوفی ہیں
اور اپنے معبود برحق کے سوائے کسی قول و عمل وغیرہ میں کچھ شرک نہیں کرتے اور خالص اللہ تعالیٰ ہی کی طرف متوجہ ہیں پھر تمہارے دلوں میں یہ
خطرہ گذرا کہ دنیا داروں سے ملنا جلنا چھوڑنے میں سخت مشقت و محتاجی و پریشانی ہوگی کام کیسے چلے گا تو وعدہ دیا جاتا ہے کہ تم کو ایسے وسیلے سے
رزق دیا جائے گا جس سے تم درگاہ حق سے محجوب نہ ہو جاؤ۔ قال المترجم حدیث میں ہے کہا بھی تونگری نفس کی تونگری ہے اور دوسری حدیث

سے ثابت ہو کہ قناعت نہ کرنیوالا مالدار ہو تو بھی خوار و حریص ہر وقت محتاج بنا ہوا داغ ذلت سے رسوا ہوتا ہو وفی الباب طائفۃ صالحۃ من الاحادیث فلیطلب فی الصحاح۔ استاد رح نے کہا کہ جو سبب حیلہ آدمی نکالتا ہو ایسی بہبودی کی اُمید کرنے سے شرک مین پڑا اور توحید کا در دولت بند ہو گیا اور وہ در بدر پریشان پھریگا۔ اور جس نے یقین کر لیا کہ میرے معبود نے جو میری قسمت مین مقدر کیا وہ لامحالہ مجھے ملیگا اور جو نہین مقدر کیا وہ کبھی نہ ملیگا پس وہی خالق قادر ہو تقدیر اسی کی ہو تو وہ تونگر ہو اور جس نے یہ یقین نہین کیا وہ ہمیشہ خوار محتاج فقیر ہو۔ قال المترجم بعضے نادان یہ سمجھے ہین کہ پھر ہم محنت و مشقت کیون[1] اٹھاوین تو یہ اُن کی جہالت ہو کیونکہ ہاتھ پاؤن ہوش و حواس فقط اسلئے دیئے ہین کہ تدبیر سے کام کرو اور اسکا اثر تمہاری تدبیر وغیرہ پر نہین ہو لہذا اسقدر حکم بجالانا ضرور ہو پھر دینا نہ دینا اُسکے اختیار مین ہے اور جو کوئی لنجا اپاہج بن بیٹھے اسکو بھی اسکا رزق مقدر پہونچ جائے گا۔ رہا یہ کہ گناہ گار ہوگا یا نہین تو اسمین علما نے اختلاف کیا اور اصح یہ ہو کہ اپاہج بنا برا کام ہو اور تفصیل ترجمہ عالمگیری یعنی فتاوی ہندیہ مین سے تلاش کرو واللہ اعلم۔ بعض نے کہا کہ جس نے کرم مولی پر اعتماد کیا اور اسی کے باران رحمت پر ٹکٹکی لگائی وہ ہر سبب و تدبیر سے تونگر ہوا اور اُس نے ہر مشقت سے راحت پائی اور اُسکی ہر اُمید بر آئی اور بے مانگے مراد پائی۔ والحمد للہ رب العالمین۔ پھر اللہ تعالیٰ عزوجل نے نجس مشرکون مفسدون کا پتہ بتاکر اُن پر جہاد کا حکم دیا بقولہ تعالیٰ۔

قَاتِلُوا الَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَلَا بِالْيَوْمِ الْآخِرِ وَلَا يُحَرِّمُونَ مَا حَرَّمَ اللَّهُ وَرَسُولُهُ

لڑو ان لوگون سے جو یقین نہین رکھتے اللہ پر نہ پچھلے دن پر نہ حرام جانین جو حرام کیا اللہ نے اور اُسکے رسول نے

وَلَا يَدِينُونَ دِينَ الْحَقِّ مِنَ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ حَتَّىٰ يُعْطُوا الْجِزْيَةَ عَنْ يَدٍ وَهُمْ صَاغِرُونَ ۝ ع

اور نہ قبول کرین دین سچا وہ جو کتاب والے ہین یہانتک کہ دیوین جزیہ سب ایک ہاتھ سے اور وہ بے قدر ہین۔

سورہ براءۃ شروع سے یہان تک مشرکین عرب کے حق مین کلام فرمایا اب اہل کتاب کے حق مین شروع کیا۔ مجاہد رح نے فرمایا کہ اہل روم پر جہاد کا حکم ہوا اور اسی کے بعد آنحضرت صلعم نے غزوہ تبوک کا سفر کیا۔ کلبی رح نے کہا کہ مدینہ کے یہود بنو قریظہ و نضیر پر جہاد کا حکم ہے پس اُنھون نے جزیہ دینا قبول کیا اور یہ پہلا جزیہ اور پہلی خواری اہل کتاب کی ہوئی۔ اقول اہل کتاب سے غالباً مراد دونون فریق یہود و نصاری ہوتے ہین جیسے بنی اسرائیل سے یہود اور نصاری سے عیسائی مراد ہوتے ہین۔ پس اصح یہ ہو کہ یہ حکم ہر دو فریق کے حق مین ہے۔ قَاتِلُوا الَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ۔ قتال کرو ان لوگون سے جنکی صفت یہ ہو کہ ایمان نہین لاتے ہین اللہ تعالیٰ پر۔ الَّذِينَ سے اہل کتاب مراد ہین چنانچہ آگے بیان آتا ہو۔ حافظ رح نے لکھا کہ جزیرہ عرب مین مشرکین کی صلاح ہونے کے بعد نوین سال ہجرت کے یہ پہلا حکم اہل کتاب پر جہاد کا آیا لہذا آنحضرت صلعم نے سخت گرمی و قحط کے موسم مین تیس ہزار اہل مدینہ و اطراف کے لوگ جمع کر کے قتال اہل روم کا قصد فرمایا جس کو غزوہ تبوک کہتے ہین اور اسی غزوہ سے بعضے مومنین بھی پیچھے رہے تھے جن کا عجیب قصہ انشاء اللہ تعالیٰ آگے آویگا اقول اس آیت مین نص صریح ہو کہ اہل کتاب کا اللہ تعالیٰ پر ایمان نہین ہے پس ہم اسکو تو یقین رکھتے ہین پھر مفسرین نے مختلف وجوہ بیان کئے کہ عدم ایمان کیونکر ہو پس مفسر جلال رح نے لکھا کہ ایمان نہین ہو ورنہ آنحضرت صلعم پر ایمان لاتے اور توضیح اسکی شیخ حافظ کی تفسیر مین ہو کہ ایمان اللہ تعالیٰ پر بدون متابعت کسی رسول کے ممکن نہین ہوا اور سب رسولون نے حضرت سید الرسل محمد صلعم کی بشارت دی اُن پر ایمان لانا فرض مین کر دیا اور اُن کی کتابون مین صریح بشارت ہو پس اگر کسی نبی پر ایمان ہوتا تو ضرور محمد صلعم پر ایمان لاتے پس جب کسی نبی پر ایمان نہ ہوا بلکہ صرف اپنی رائے و ہوا و ہوس کے پابند ٹھہرے تو اللہ تعالیٰ پر ان کا ایمان نہ ہوا۔ بعض نے کہا کہ اللہ تعالیٰ پر اسلئے ان کا ایمان ٹھیک نہین ہو کہ یہود تو ایسے خدا پر ایمان لائے جس کے واسطے ناقص صفتین ثابت کرتے ہین اور

[1] چنانچہ جہاد و اسکے سامان و تدبیرات کو چھوڑ بیٹھے ١٢

عزیز علیہ السلام کو اس کا بیٹا بتلاتے ہیں پس باپ بھی اپنے بیٹے کی جنس سے آدمی یا مخلوق ہوا حالانکہ اللہ تعالیٰ وحدہ لاشریک جل جلالہ ہر نقص و عیب سے پاک ہے اسپر یہود کا ایمان ثابت نہیں۔ اور یہی حال نصاریٰ کا ہے کہ کمال نادانی سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو خدا کا بیٹا کہتے ہیں پس درحقیقت یہ لوگ اللہ تعالیٰ وحدہ لاشریک پر ایمان نہیں رکھتے بلکہ ایسے خدا پر ایمان لائے ہیں جسکا بیٹا مسیحؑ اور جورو مریمؑ ہے اور وہ کوئی چیز ہوگا کیونکہ بالیقین اللہ تعالیٰ جل جلالہ ایسا نہیں ہے پس حضرت معبود برحق خالق مطلق جامع صفات کمال منزہ از نقص و زوال و مشابہت مخلوق پر جو اللہ تعالیٰ سبحانہ ہے اسپر انکا ایمان نہوا لہذا حکم دیا کہ جہاد کرو ایسے لوگوں پر جو ایمان نہیں لائے اللہ تعالیٰ پر وَلَا بِالْيَوْمِ الْآخِرِ۔ اور نہ ایمان لائے روز آخر یعنی روز قیامت پر۔ یہ بھی صریح نص ہے کہ یہود و نصاریٰ میں سے کسی کو روز آخرت پر ایمان نہیں ہے اگر کوئی کہے کہ نصاریٰ بھی قیامت کے قائل ہیں اور یہود بھی چنانچہ قرآن مجید میں خود مذکور ہے کہ قالوا لن یدخل الجنۃ الا من کان ہودا او نصاریٰ۔ یعنی یہ دعویٰ کرتے کہ جنتی فقط یہودی ہیں اور نصاریٰ کہتے کہ فقط نصرانی ہیں۔ اور ایسے ہی دیگر آیات پس اس سے تو نکلتا ہے کہ قائل ہیں میں جواب دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ پر ایمان لانے کا بھی یہ لوگ دعویٰ کرتے ہیں مگر جو حال ہے وہ تم اوپر سن چکے پس یہی روز قیامت پر ایمان لانے کا حال ہے۔ حاصل آنکہ جو چیز جس طور پر واقع میں ہے اگر اسی طور سے اس پر ایمان نہوا تو دوسری چیز پر ایمان ہوا اسپر بالکل بھی ایمان نہیں۔ چنانچہ روز آخرت یہود تو اس دن کو کہتے ہیں جسمیں وہ لوگ بڑے آرام سے جنت میں داخل ہوں گے اُن کی چوری دغابازی ظلم فریب زنا کاری کسی کا مواخذہ اُن سے نہوگا اور فقط وہی جنت بھر کے مالک ہوں گے کسی دوسرے کا نام بھی نہ ہوگا اور نصاریٰ بھی مدعی ہیں کہ مسیح ہمارے گناہوں کے بدلے خود سولی چڑھ چکے اب ہمیں ہم جنت میں نظر آوینگے اور کوئی نہیں اور دنیا میں جو کچھ گناہ کریں ہم سے کچھ پوچھ گچھ نہ ہوگی۔ پس یہ لوگ ایسے روز آخر کے قائل ہیں اور حقیقت میں ایسا کوئی دن نہ ہوگا بلکہ روز قیامت تو وہ دن ہے کہ ذرہ ذرہ حساب ہوگا اور پورا عدل و انصاف ہوگا جو اللہ تعالیٰ پر ایمان لایا اور نیک کام کئے وہ ثواب و آرام پاویگا چاہے کوئی ہو اور جو کافر ہا مشرک بدکار گناہگار موذی ظالم رہا وہ اپنے کئے پر گرفتار ہوکر عذاب پاویگا اور کوئی دوسرے کا بوجھ اپنے سر نہیں اٹھاویگا اور نہ کسی کی بدکاری میں دوسرا پکڑا جائیگا بلکہ ہر ایک اپنے کئے کی سزا پائے گا۔ بعض علماء نے کہا کہ اہل کتاب اس لئے قیامت کے منکر ٹھہرے کہ انکا یہ اعتقاد ہے کہ خالی روح کا حشر ہوگا نہ جسم کا اور اُن کا اعتقاد ہے کہ جنت میں نہ کھانا نہ پینا نہ حور نہ قصور کچھ بھی نہیں ہے خالی روح کو فرحت یا غم ہوگا اور ایسے ہی بہت سے واہیات اعتقاد ہیں سو ایسا اعتقاد ہونا اور نہ ہونا برابر ہے روز آخرت یعنی قیامت جو واقعی ہے اُس کا وہ ہرگز معتقد نہوا پس مومن نہیں اگرچہ دعویٰ کرے مترجم کہتا ہے کہ ہمارے زمانہ میں فرقہ نیچر کا بھی یہی اعتقاد ہے پس اس قول سے نکل آیا کہ نیچری بھی مومن نہیں ہیں۔ بعض علماء نے اگرچہ احتیاطاً اس فرقہ کی تکفیر میں تامل کیا ولیکن اصح یہی ہے کہ اُن کے کافر ہونے کا فتویٰ شرع سے ثابت ہوتا ہے اور نیز ثابت ہوا کہ فلاسفہ کا جیسا اعتقاد فقط روح کی لذت یا الم کا مذکور ہے کہ یہی جنت و دوزخ ہے تو اسکا معتقد بھی کافر رہیگا یہاں تک کہ جو بات اللہ تعالیٰ و رسول نے فرمائی ہے اسپر اعتقاد لاوے اور دین میں وہ برتاؤ کرے جو اللہ تعالیٰ و رسول نے بتلایا اور اگر یہ برتاؤ نہ کیا بلکہ رشوت و حرامخواری و فسق و فجور پر کمر باندھی اور یہ سمجھا کہ وہ بھی اُن کے کرنے میں کچھ پرواہ نہیں تو کافر ہوا اور اگر ڈرتے ڈرتے کیا تو فاسق ہوا لیکن ایک دھر مرتبہ تو ڈرتے ڈرتے کرتا ہے پھر آخر نڈر ہوکر بے دھڑک کرنے لگتا اور کافر ہوجاتا ہے دیکھو یہود کا یہی حال ہوا چنانچہ فرمایا۔ وَلَا يُحَرِّمُونَ مَا حَرَّمَ اللَّهُ وَرَسُولُهُ اور حرام نہیں رکھتے اُس چیز کو جسکو اللہ تعالیٰ و اسکے رسول نے حرام کردیا چنانچہ یہود پر چربی کھانا حرام کی گئی تھی انھوں نے اسکو پگھلا کر فروخت کرکے اُسکے دام لئے اور کھائے۔ حدیث صحیح میں یہود کے اس فعل پر لعنت آئی ہے اور حضرت صلعم نے اس سے اپنی اُمت کو تنبیہ

کردی ہو کہ یہودیون کے مانند حیلہ و فریب نہ کرین انہی واسطے علمار ربانی سمجھاتے ہین کہ بعضے لوگ جب سال ختم ہونے کو آیا تو اپنا تمام مال جورو وغیرہ کو ہبہ کیا تاکہ زکوۃ نہ دینی پڑے پھر جب سال ہو چکا تو مہینہ دو مہینہ بعد پھر ہبہ سے رجوع کر لیا تو یہ حرکت حرام ہے جیسے یہود کی حرکت تھی بعض نے کہا کہ رسولہ مین رسول سے آنحضرت صلعم مراد ہین یعنی جو اللہ تعالیٰ نے کتاب مین حرام کیا جیسے سور کو اور جو آنحضرت صلعم نے سنت مین حرام کیا جیسے رشوت جسکو حرام نہین رکھتے یا اللہ تعالیٰ و رسول کی حرام کی ہوئی چیز جیسے شراب کو حرام نہین رکھتے ہین اور بعض نے کہا کہ رسولہ سے انکا رسول مراد ہو جس کی پیروی کا وے دعویٰ کرتے ہین چنانچہ حضرت موسیٰ نے یہود پر چربی حرام کی اسکو نہین کرتے بعض نے کہا کہ معنی یہ ہین کہ اللہ تعالیٰ و رسول نے جس کے لیے معتقد ہین جو کچھ توریت و انجیل مین حرام کیا اسپر عمل نہین کرتے ہین بلکہ اسکو تحریف کر کے بدل ڈالا اور بجائے ان کے اپنے مطلب و غرض سے عبارتین بنا کر لکھ لین چنانچہ انجیل کے نسخے جب مقابلہ ہوئے تو کئی لاکھ جگہ فرق ایک دوسرے مین نکلا اور پتہ نہین لگتا کہ اصل انجیل کیا ہوئی اور اسمین کیا مضمون تھا اور یہی یہود کا حال ہو اور اُن کے عوام جاہلون کا یہ طریقہ ہو کہ جو کچھ اُن کے علمار نے کہا اسکو عین ایمان کر لیتے ہین یہ نہین پوچھتے کہ اللہ تعالیٰ و رسول کا حکم کیا ہو چنانچہ قولہ تعالیٰ اتخذوا احبارہم و رہبانہم اربابًا من دون اللہ الآیۃ سے ثابت ہو اور مسلمان بھی اب ایسا ہی کرتے اور فتویٰ یون مانگتے ہین کہ "چہ میفرمایند علمائے دین الخ یعنی اس مسئلہ مین علمار کیا فرماتے ہین حالانکہ یون لکھنا چاہیئے کہ اس مسئلہ مین شرع سے اللہ تعالیٰ و اُسکے رسول کا کیا حکم ثابت ہوتا ہو جسکو ہمارے علمائے دین بیان فرما کر بڑا ثواب کماوین بالجملہ اہل کتاب جن پر جہاد کا حکم دیا عمومًا اُن کا یہ حال تھا کہ جو اللہ تعالیٰ و رسول اللہ نے حرام کیا اسکو حرام نہین رکھتے یعنی اسپر نہین چلتے ورنہ اُسکے حکم کے موافق سید الانبیار محمد صلعم پر ایمان لاتے اسی واسطے فرمایا۔ وَلَا يَدِينُونَ دِينَ الْحَقِّ۔ اور برتاؤ نہین کرتے دین حق کا یعنی دین اسلام کا جس نے اور دینون کو منسوخ کیا اور اب یہی دین ثابت و برقرار رہیگا یہان تک کہ قیامت آجاوے۔ عیسائی تو کہتے ہین کہ نسخ نہین ہو سکتا اور یہودی بھی یہی دعویٰ کرتے ہین اور نادانی سے اپنے اوپر قیاس کر کے عجیب واہی تباہی باتین کرتے اور اُن کو دلیل سمجھتے اور لوگون کو بہکاتے ہین لہذا مین مختصر لکھ دون۔ واضح ہو کہ نسخ مین ایک حکم پہلا برتاؤ سے جاتا رہتا اور جدید کا عمل در آمد ہوتا ہو پس اول کو منسوخ اور دوم کو ناسخ کہتے ہین اور دونون حکم اپنے اپنے موقع پر اچھے و صحیح ہوتے ہین۔ اُسکا بیان یہ ہو کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی حکمت کاملہ سے مخلوق کو پیدا کیا اور ہر ایک کی حالت و قوت و نفع و ضرر ہر زمانہ مین جدا جدا رکھا حتی کہ پوری حالت سے کوئی بندہ خود واقف نہین ہو سکتا پھر تمام مخلوق کو مہمل نہین چھوڑا کہ چھٹ بندون جو چاہین کرتے پھرین بلکہ اُن کو عقل و شرع کے موافق پابند کر دیا چنانچہ عقلمند آدمی قطع نظر شرع کے اپنی عقل سے جھوٹ بولنا و گالی دینا وغیرہ بُرا جانتا ہو اور بعض اُمور ایسے ہین کہ عقل اُنکو جس قدر کہ ہو و حکمت آلہی کی ماہیت کو نہین پہونچتی اور حکمت آلہیہ مین بعض کام کرنے کا اور بعض سے باز رہنے کا حکم ہو پس بندہ وہی سمجھدار ہے کہ اپنی کملی سے پاؤن نہ نکالے اور حکمت الٰہی کا اپنے خالق کا مقابلہ نہ کرے بلکہ یقین کرے کہ یہ کام عین مصلحت و حکمت ہین اگرچہ میری ذرا سی عقل اسکو نہین پہونچتی ہو پس ان کامون کا برتاؤ کرے پھر انہین مین سے بعضے کام ایسے ہین کہ وہ بعض قوم کیلئے مفید ہین اور بعض کیلئے نہین اور بعض زمانہ تک مفید ہین اور اسکے بعد نہین یا اسکے بعد دوسرا کام اس سے زیادہ مفید ہو چنانچہ طبیب کو دیکھو کہ بچہ کیلئے ایک غذا تجویز کر دیتا ہو حالانکہ عمر بھر اسکا استعمال رکھنا حماقت ہو وہ بچپن ہی تک کیلئے تھی پھر جوان ہوا تو مضر ہو گی اسی طرح ایک زمانہ مین اللہ تعالیٰ نے ایک رسول بھیجا اور اُسپر ایک حکم نازل کیا تو قیامت تک وہی حکم مراد نہین ہو بلکہ یہ سمجھنا حماقت ہو بلکہ جب تک اسکا وقت تھا تب تک اور رسول آئے وہ بھی اسی حکم کا برتاؤ کرنے پر تاکید کرتے رہے جیسے موسیٰ کے بعد بہت رسول آتے گئے اور توریت ہی کا حکم رہا پھر جب

اُس حکم کا زمانہ ختم ہوا تو عیسیٰ بھیجے گئے اور بہت سے احکام منسوخ ہوئے منجملہ اُن کے جہاد ہو چنانچہ موسیٰ و یوشع و سلیمان علیہم السلام وغیرہم نے خوب خوب جہاد کئے پھر انجیل میں یہ حکم منسوخ ہوا۔ اس سے معلوم کر لو کہ نسخ کے یہ معنی ہیں کہ ناسخ سے یہ ظاہر کر دیا گیا کہ پہلا حکم جو منسوخ ہوا اسکی انتہاء اسی وقت تک کے واسطے تھی اب آگے وہ نہیں بلکہ ناسخ حکم ہے اور اللہ تعالیٰ جب چاہتا ہے جو چاہے وہ حکم کرے وہ قادر ہے وہ مختار ہے اسپر کوئی اعتراض نہیں ہو لیکن سوائے کافر بے ایمان کے ہر شخص یقین کریگا کہ جس وقت جو حکم دیا وہ عین مصلحت و سراسر حکمت الٰہی ہو اگرچہ بندہ کو وہ حکمت معلوم نہیں ہو سکتی ہے۔ تعجب ہو کہ نصاریٰ توریت کو عہد عتیق اور انجیل کو عہد جدید کہتے ہیں اور توریت کے احکام فرض ہونیکے قائل ہیں حالانکہ توریت میں خود جہاد کا حکم بڑے زور و شور سے ہو اور انجیل میں تلوار نکالنے تک سے ممانعت پھر یہ نسخ نہیں تو اور کیا ہے ولیکن ہٹ دھرمی سے مسلمانوں پر اعتراض کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ عزوجل نے سچ فرمایا کہ لا یدینون دین الحق۔ دین حق کی پیروی اختیار نہیں کرتے حاصل آنکہ اللہ تعالیٰ نے جہاد کا حکم دیا ایسے لوگوں پر جن کے صفات یہ ہیں کہ اللہ تعالیٰ پر ایمان نہیں لاتے اور نہ روز قیامت کو مانتے اور نہ ان چیزوں کو حرام رکھتے جن کو اللہ تعالیٰ و اُس کے رسول نے حرام فرمایا ہو اور نہ دین حق کی پیروی کرتے ہیں۔ پھر ان لوگوں کو صریح بیان کر دیا بقولہ مِنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ۔ من بیانیہ اور کتاب پر الف لام جنس کا یعنی کتاب آسمانی خواہ توریت ہو یا انجیل ہو یعنی ایسے لوگ جنکا حال اوپر بیان ہوا وہ لوگ ہیں جن کو آسمانی کتاب دی گئی ہو یعنی یہود و نصاریٰ۔ واضح ہو کہ پہلے اوصاف تو مجوس و ہندوؤں پر بھی صادق تھے لیکن من بیانیہ سے ظاہر ہو گیا کہ مراد اہل کتاب ہیں اور اس سے نکلا کہ مجوس اہل کتاب نہیں جیسا کہ بعض لوگوں کو وہم ہوا اور حضرت عمرؓ کو مجوس سے جزیہ قبول کرنے میں تامل ہوا تھا یہاں تک کہ حضرت عبد الرحمٰن بن عوف نے حدیث سنائی کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا سنوا بہم سنۃ اہل الکتاب۔ یعنی اہل کتاب سے جو برتاؤ ہو وہی اُن کے ساتھ بھی برتو یعنی حق جزیہ میں مجوس کا حکم مانند اہل کتاب کے ہو اور علماءؒ میں اتفاق ہے کہ یہاں فقط یہود و نصاریٰ مراد ہیں بدلیل اوتوا الکتاب اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ قل یا اہل الکتاب لستم علی شیء حتی تقیموا التوراۃ والانجیل الآیۃ۔ اگر پوچھا جاوے کہ پہلے کیوں بلفظ الذین موصول مبہم فرمایا پھر بیان کر دیا تو جواب یہ ہے کہ پہلے قتال کا حکم دیا ایسے ایسے لوگوں سے جن کے یہ اوصاف ہیں تاکہ اہل ایمان کو اُن کے اوصاف سے خوب رسوخ ہو جائے کہ یہ لوگ ایسے ظالم و مفسد قابل جہاد ہیں پھر متوجہ ہوں کہ دنیا میں وہ کون ہیں پھر بیان کر دیا کہ خوب جم جائے اور یہ بہت اچھی بلاغت ہو۔ ابوالوفاء نے کہا کہ قولہ قاتلوا سے سزا دینے کا حکم دیا۔ الذین مبہم کو پھر قولہ لا یؤمنون باللہ سے انکا جرم جس سے مستوجب عقوبت ہیں بیان کیا۔ پھر قولہ ولا بالیوم الآخر۔ سے اعتقادی جرم کی تاکید کی۔ پھر قولہ ولا یحرمون ما حرم اللہ ورسولہ سے عملی جرم کا بیان ہو اور اس سے اظہار ہے کہ اعتقادی جرم موکد ہی پر اکتفاء نہیں بلکہ اس سے بڑھکر بھی عملی مجرم اور دنیا میں فساد پھیلانے والے ہیں۔ پھر قولہ ولا یدینون دین الحق سے اس جرم کی مزید تاکید ہو کہ زبانی نمایش پر اکتفاء نہیں ہو سکتا کیونکہ ان کو راہ راست سے انحراف و عناد اور چڑھ ہو پھر قولہ من الذین اوتوا الکتاب سے اُن کے عناد اور ہٹ دھرمی کا بیان بتاکید حجت ہو کیونکہ وے لوگ اپنی آسمانی کتابوں میں آنحضرت صلعم و دین اسلام و اسکی خوبی کو لکھا پاتے تھے مگر ہٹ دھرمی و عناد سے انکار کرتے تھے پس ایسے مجرم کا فساد و ظلم دور کرنے اور اس کو راہ راست پر رکھنے کا یہ طریقہ بتلایا کہ ان پر جہاد کر کے ان کو ٹھیک راہ پر رکھو پھر انتہاء بیان فرمائی کہ حَتّٰى يُعْطُوا الْجِزْيَةَ عَنْ يَّدٍ وَّهُمْ صٰغِرُوْنَ۔ یہاں تک قتال کرو کہ وے لوگ جزیہ دیں ہاتھ سے درحالیکہ وے ذلیل ہونیوالے ہوں۔ یعنی قتال کئے جاؤ یہاں تک کہ اگر اسلام لا دیں تب راہ راست پر ہو جاوینگے پس تمہارا اور اُن کا حال یکسان ہو جائے گا اور دین میں تمہارے بھائی ہو جاوینگے

اور یا اسلام نہ لاوین گے تو جزیہ دین اپنے ہاتھ سے ذلت وخواری کے ساتھ کیونکہ کفر پر رہ کر تمہارے برابر والے نہین ہو سکتے ہین اگر کہا جاوے کہ حدیث امرت ان اقاتل الناس حتی یقولوا لا الٰہ الا اللہ الخ مجھے حکم دیا گیا کہ لوگون سے قتال کرون یہانتک کہ لا الٰہ الا اللہ کہین الخ۔ مین قتال کی انتہا یہ کہ اسلام لاوین جزیہ مذکور نہین تو جواب یہ ہے کہ حدیث مین لفظ الناس سے معہود یعنی عرب کے مشرکین مراد ہین کہ ان سے سوائے اسلام کے اور کچھ قبول نہین ولیکن عرب مین جو اہل کتاب یہود ونصاری تھے اُن سے بھی جزیہ قبول ہے۔ وقال الحافظ رح اسی آیت سے امام شافعی واحمد وغیرہ نے استدلال کیا کہ جزیہ سوائے اہل کتاب کے اور کسی قسم کے کافرون سے قبول نہوگا اور امام ابو حنیفہ رح نے کہا کہ عرب مین یہی حکم ہے اور عجم مین سب سے جزیہ قبول ہے خواہ اہل کتاب ہون یا نہون اور امام مالک رح نے کہا کہ جملہ اصناف کفار سے جزیہ قبول کیا جائے گا مؤلف فتح البیان نے نقل کیا کہ امام شافعی واحمد وابو حنیفہ واصحاب امام ابو حنیفہ وثوری واوزاعی وغیرہم کا یہ مذہب ہے کہ سوائے اہل کتاب کے اور کسی سے جزیہ قبول نہ ہوگا۔ وقال المترجم صحیح قول امام ابو حنیفہ رح کا اسی تفصیل سے ہے جو شیخ حافظ رح نے ذکر فرمائی ہے۔ واللہ اعلم۔ پھر بنا بر قول شافعی رح کے مجوس بدلیل حدیث صحیح مذکورہ بالا کے داخل اہل کتاب ہین اور امام ابو حنیفہ رح کے قول پر کچھ اشکال ہی نہین کما لا یخفی۔ پھر اہل علم مین مقدار جزیہ مین اختلاف ہے عطاء ویحیی بن آدم وغیرہ نے کہا کہ جسقدر پر صلح کرین وہی مقدار ہے اور یہی مختار شیخ ابن جریر رح ہے لیکن کہا کہ کمتر ایک دینار سالانہ ہے اور شافعی رح نے کہا کہ ہر آزاد بالغ پر ایک دینار ہے کم نہ ہوگا خواہ غنی ہو یا فقیر ہو اور اگر اس سے زیادہ پر صلح ہو تو جائز ہے اور خوشی سے بڑھا دین تو روا ہے وامام مالک رح نے کہا کہ سونے کی مالیت والون پر چار دینار اور چاندی والون پر چالیس درم ہین خواہ غنی ہون یا فقیر ہون اور مراد یہ کہ سونے سے ادا کرین تو چار دینار اور چاندی سے ادا کرین تو چالیس درم ہین۔ اور امام ابو حنیفہ واُن کے اصحاب ور امام احمد کے نزدیک باعتبار وسعت کے ہے چنانچہ اعلی درجہ کے مالدار پر اڑتالیس درم اور اوسط درجہ پر چوبیس درم اور ادنی درجہ پر بارہ درم ہین اور جو فقیر کمائی والا نہ ہو اسپر کچھ نہین ہے اور اس امر پر اجماع ہے کہ طفل وعورت ومجنون سے کچھ نہین لیا جائے گا اور دیگر تفاصیل وقت ادار وغیرہ کتب فقہ مین مبسوط ہین اور صحیح مسلم مین حدیث بریدہ رضی اللہ عنہ مرفوعًا ظاہر صریح ہے کہ جن کفار پر جہاد کیا جائے پہلے اُن کو دعوت اسلام کی جاوے وعلماء رح نے کہا کہ تین مرتبہ سمجھانا مستحب ہے پھر نہ مانین تو اُن سے صلح وجزیہ دینے کو کہا جاوے پھر اُس کو بھی نہ مانین تو آخر اُن سے قتال کیا جاوے خالص واسطے اللہ تعالی کے یہانتک کہ قدم پیچھے نہ ہٹاوین اور مفسد کافرون کو مغلوب کر لین پھر علماء کا قول ہے کہ امام کو اختیار ہے کہ مغلوب کر کے ان پر احسان کرے اور جزیہ پر ان کو آباد رکھے۔ پھر علماء رح مین دو قول ہین بعض نے کہا کہ جزیہ بغرض حفظ جان ہے اور بعض نے کہا کہ بغرض اذلال اہل کفر ہے اور اسی قول کو شیخ ابن القیم نے ترجیح دی اور علی ہذا جزیہ کا اشتقاق از جزاء ہے یعنی جزاء کفر وشرک وفساد یہ ہے کہ ذلت کیساتھ اس قدر مال ادا کیا کرین اور بنا بر قول اول کے جزاء امن ہے ولیکن سیاق قولہ حتی یعطوا الجزیۃ عن ید وہم صاغرون۔ دلالت کرتا ہے کہ یہ جزاء راجح بمعنی عقوبت ہے یعنی بطریق عقوبت اسکو ادا کرین اور اسی سے واضح ہوا کہ اعطاء بمعنی ادار ہے اور مراد اس سے ادار کا التزام ہے اگرچہ ہنوز وقت ادا نہ آیا ہو یعنی اُنکی سزا ہے کہ اسلام نہ لائین تو جزیہ ادا کرنے کا التزام کرین بدلیل قولہ عن ید۔ یہ حال ہے یا تو ضمیر یعطوا سے اور یا الجزیہ سے بس اول پر یعنی یہ کہ یعطوا عن ید یعنی بحال انقیاد ادا کرین یا اپنے ہاتھون آپ ادا کرین کسی غیر کے ہاتھ نہین بھیجین اسیواسطے جزیہ ادا کرنے پر وکیل کرنا منع ہے یا ید بمعنی دسترس وتوانگری ہے یعنی اسقدر دسترس ہو کہ ادا کر سکین اسی واسطے امام ابو حنیفہ رح واحمد رح نے کہا کہ فقیر بے کمائی والے پر کچھ نہین ہے اور اگر ید سے جزیہ لینے والے کا ہاتھ مراد ہے تو بنا بر اس قول کے کہ جزیہ بغرض عقوبت واذلال ہے عن ید۔ مین ید سے ید قہر مراد لینا اولی ہے یعنی قہر وغلبہ کے ہاتھ کے نیچے ذلیل وعاجز ہو کر ادا کرین اور بنا بر قول اول کے کہا گیا کہ ید بمعنی انعام سے ماخوذ ہے یعنی عن ید بمعنی عن انعام ہے کیونکہ جزیہ لیکر انکو باقی

چھوڑ دینا اُن کے حق مین بڑی نعمت ہی اور بعض نے کہا کہ نقد مسلّم ایک ہاتھ سے دوسرے ہاتھ مین مراد ہی اور حق یہ ہی کہ معنی اذلال وحقارت ہی کی ترکیب ارجح ہی کیونکہ عامہ آثار اسی کے مؤید ہین اور نیز قولہ وہم صاغرون - اسی پر دلیل ہی۔ الصغار ذلت وخواری پھر اس صغار مین اختلاف ہی کہ تاکید مفہوم سابق ہی یا کوئی مزید صورت صغار مراد ہی۔ عن عکرمہ کھڑے ہوکر نذرانہ کی طرح وصول کرنیوالے بیٹھے ہوئے کو ادا کرے۔ بعض نے کہا کہ جہان لینے والا بیٹھا ہی وہان اسکو کھینچ لیجاوین اور وہ ذلیل بنا ہوا ادا کرے۔ بعض نے کہا کہ وہ دیتا ہو تب بھی اس سے کہا جائے کہ اے جزیہ جلد دے اور ابن عباس سے روایت کی جاتی ہی کہ ٹھوکرایا جائے اور ایسے ہی دیگر اقوال ہین کہ اُن مین سے کوئی پسندیدہ نہین ہی اور سلمان فارسی رضؓ سے مروی ہی کہ صاغرین کے یہی معنی کہ غیر محمودین یعنی اسلام چھوڑکر یہ اختیار کرنا اُن کے حق مین تعریف نہین کیونکہ خصائل حمیدہ وصفات پسندیدہ چھوڑ کے مسلمانون کی برابری چھوڑی اور حماقت وجہالت سے بُری باتون کو ان دامون خریدا اور مرجع اس قول کا یہ ہی کہ یہ ذلت وہی مفہوم سابق ہی کچھ اور نہین ہی اور یہی صحیح ہی و حاصل یہ کہ اسلام نہ لائین اور نہ مانین تو قتال کرو یہان تک کہ مغلوب و ذلیل ہو کر جزیہ ادا کرین کہ یہ فعل اُن کے حق مین خواری ہی اور ابن القیم رحؒ نے کہا کہ مزید صغار کے جو اقوال مذکور ہوئے وہ ثابت نہین اور بلا دلیل ہین اور صواب یہ ہی کہ صغار یہی ہی کہ انھون نے ادائے جزیہ کا اور دیگر احکام قوانین شرع کا التزام اپنے اوپر جارنا چار قبول کیا۔ وقال المترجم یہی قول اقرب ہی اسواسطے کہ ٹھوکرانا اور اُن سے سخت کلامی کرنا وغیرہ بلا ضرورت اُن کے حق مین ایذا ہی کیونکہ اُنکا شر و فساد بسبب اُنکے مغلوب ہونیکے دفع ہوا اور ایمان کی ہدایت باختیار الٰہی عز وجل ہی پس خواہ مخواہ اسلام پر مجبور کرنا بدون علم مشیت الٰہی کے نہین ہو سکتا اور یہ علم فقط اہل عرب کے حق مین معلوم ہوا تھا اور دوسرے کے حق مین متعین نہین علاوہ برین بعد التزام جزیہ کے وہ لوگ عہد و ذمہ مین ہین اور محققین علماء نے اتفاق کیا کہ موافق مفاد قول حضرت امیر المؤمنین علی کرم اللہ وجہہ کے یہ حلال نہین کہ ذمیون کو عمداً ایسے امر کی تکلیف دیجائے جسکی وہ قدرت نہین رکھتے یا خلاف شرع وحکم الٰہی کے اُن کو ماخوذ کیا جائے جیسے ظالم بادشاہ وحاکم ذمیون کو مفت بیگار مین پکڑتے ہین جیسے بنی اسرائیل کو فرعون پکڑتا تھا اور حلال نہین کہ ادائے جزیہ کیلئے انکو بیجا طور سے عذاب دے چنانچہ جزیہ کیلئے مقام فلسطین مین کسی قوم ذمی کو دھوپ سزا دیجاتی تھی اُدھر سے ہشام گذرے تو فرمایا کہ مین نے رسول اللہ صلعم سے سنا کہ جو لوگ دنیا مین لوگون کو عذاب دیتے ہین اللہ تعالی قیامت کے روز جو بدلا دینے کا دن ہی اُن کو عذاب کریگا عیاض بن غنم رضی اللہ عنہ سے بھی اسی کے مثل مروی ہی اور حضرت عمرؓ کے پاس بہت سا مال جزیہ لایا گیا تو فرمایا کہ تم نے لوگون کو تباہ تو نہین کیا عرض کیا گیا کہ واللہ نہین بلکہ ہم نے اُن کے بچے ہوئے مین سے لیا ہی فرمایا کہ بدون سخت کلامی وزبان درازی اور ہاتھ چھوڑنے کے۔ عرض کیا گیا کہ ہان واللہ تو حضرت عمرؓ نے اللہ تعالی کا شکر یہ ادا کیا کہ الحمد للہ کہ میرے ہاتھ سے ایسا نہوا اور میری خلافت مین دوسرون کے ہاتھ سے بھی نہین ہوا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے عکبری پر جو عامل مقرر کیا تھا اسکو تاکید فرمائی کہ خراج وجزیہ کیلئے لوگون کے گائے گورو نہ بیچنا اور نہ مال واسباب کچھ بھی بلکہ اُن کے ساتھ نرمی کا برتاؤ کرنا اور خود حضرت علی رضی اللہ عنہ کا دستور تھا کہ سوئی والے سے سوئی اور کمہار سے برتن اور اسی طرح ان چیزون کو لے لیتے تا کہ ان لوگون پر آسانی ہو اور ابو عبید رحؒ نے کہا کہ معنی یہ ہین کہ ان پیشہ والون پر جو روپیہ جزیہ کا ہوتا اسکے واسطے اُن کے اموال کو فروخت نہ کراتے بلکہ بھر پور قیمت مین اُن سے یہ چیزین اسکے عوض خرید لیتے اور مقصود اس سے یہ تھا کہ اللہ تعالی کے بندے راحت آرام سے عدل وانصاف کے سایہ مین بسر کرین اور رہی اسلام کی ہدایت تو وہ اللہ تعالی جسکو چاہے عطا فرمائے اسپر کچھ جبر نہین ہی ہان یہ ضرور ہی کہ ذمیون کی جن حرکات سے شر و فساد پیدا ہوتا ہی اُن سے وہ ضرور منع کئے جاوینگے جیسے شراب پینا اور ناچنا وغیرہ اور نیز اُن کی تعظیم اسوجہ سے نہ کی جاویگی کہ عوام اُن کی اچھائی پر

گمان نکرین یا ان کو عدل و انصاف والا نیک چال چلن نہ سمجھین لہذا حدیث مین حکم دیا کہ یہود وغیرہ کو سلام کرنے مین پہل مت کرو اور راستہ مین پھیل کر چلو تاکہ وے دبکر نکل جاوین۔ قال المترجم اللہم اعز الاسلام واہلہ فانہم یختلفون وانت العزیز القدیر۔ اور اسی قسم سے بعض شرطیں جو اہل ذمہ کے اوپر باندھے جاوین وہ بھی مصلحت و حکمت کیساتھ اسی غرض سے ہوتے ہین کہ کفر و شرک کی اہانت ہو کیونکہ اللہ تعالی کی تعلیم عدل و انصاف کو چھوڑ کر راہ شر و فساد و ظلم و عناد اختیار کرتے و شیطنت بتلاتے ہین تاکہ فساد مٹ جاوے چنانچہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا عہدنامہ جو شام کے نصاری پر باندھا تھا عبداللہ بن احمد نے اپنے استاد سے عبدالرحمن بن غنم رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ جب شام کے نصاری نے صلح چاہی تو مین نے حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کو اُن کی طرف سے یہ خط لکھدیا کہ بسم اللہ الرحمن الرحیم یہ خط فلان فلان شہر کے نصاری کی طرف سے حضرت عبداللہ عمر بن الخطاب امیرالمومنین کو بہو کہ جب آپ ہمارے یہان آئے تو ہم نے آپسے اپنی جان و مال و اولاد و اہل ملت کیواسطے امان مانگی اور آپکے واسطے اپنے اوپر یہ شرط کی کہ ہم اپنے شہر یا اسکے نواح مین کوئی دیر یا کنیسہ یا قلایہ یا صومعہ راہب جدید نہین ایجاد کرین گے اور جو اسمین سے خراب ہو جاوے اسکی تجدید عمارت نکرین گے اور جو اسمین سے خطہ مسلمین ہو اسکی احیا ہم نکرین گے اور رات یا دن مین جسوقت کوئی مسلمان ہمارے کنیسہ مین اترے ہم اُسکو مانع نہونگے اور گذرنے والے مسافرون کیلئے اسکے دروازے وسیع کرینگے اور جو مسلمان ہماری طرف سے گذرینگے۔ تین دن تک اُنکو اُتارکر دعوت و ضیافت کرین گے اور اپنے کنیسہ یا گھرون وغیرہ مین کسی جاسوس کو جگہ نہ دینگے اور مسلمانون کیلئے کوئی غش پوشیدہ نہ کرینگے اور اپنی اولاد کو قرآن نہ پڑھاوینگے اور شرک کو کھلم کھلا اظہار نہ کرینگے اور کسی کو شرک کی طرف نہ بلاوینگے اور اپنے قرابت والون مین سے کسی کو اسلام مین داخل ہونے سے ممانعت نہ کرینگے جبکہ وہ اسلام مین داخل ہونیکا ارادہ کرین۔ اور مسلمانون کی توقیر کرتے رہین گے اور اگر ہماری مجلس مین بیٹھنا چاہین تو اُن کی توقیر کے واسطے ہم کھڑے ہو جاوین گے اور مسلمانون کے لباس مین سے کسی چیز سے مشابہت نہ کرینگے نہ ٹوپی مین نہ عمامہ مین نہ نعلین مین اور نہ سر کے بالون کے بیچ سے مانگ نکالنے مین اور نہ اُن کے کلام سے گفتگو کرین گے اور نہ اُن کی کنیتون سے اپنی کنیت رکھین گے اور نہ زینون پر سوار ہون گے اور نہ تلوارین حمائل کرینگے اور نہ ہتھیارون مین سے کوئی ہتھیار بناوینگے اور نہ اپنے ساتھ رکھین گے اور نہ عربی مین اپنی انگوٹھیون کے نقش کرینگے اور نہ شراب فروخت کرینگے اور ہم شرط کرتے ہین کہ سرون کو آگے سے کچھ کتر ادینگے اور جیسے ہماری پوشش ہے ایسی ہی رکھین گے اور کمر پر زنار باندھین گے اور اپنے کنیسون پر صلیب بلند نہ کرینگے اور نہ مسلمانون کی راہون و بازارون مین سے کسی راہ و بازار پر اپنی کتابین ظاہر کرین گے اور اپنے کنائس مین ناقوس خفی آواز سے بجاوینگے اس سے زیادہ آواز سے نہ بجاوینگے اور مسلمانون کے حضور مین ہم اپنی کنائس مین کسی چیز کے پڑھنے سے آواز بلند نہ کرینگے اور ہم لوگ شعانین و بعوث نہ نکالین گے اور مردون کے ساتھ اپنی آوازین بلند نکرینگے اور مسلمانون کی راہون مین سے کسی راہ مین ہم آگ ظاہر نہ کرین گے اور نہ اُن کی بازارون مین ایسا کرینگے اور اپنے مردون کو اُن کے آگے نہ بڑھاوین گے اور جو مسلمانون کے حصے مین آچکا اُس کو اپنا مملوک نہین بناوینگے اور مسلمانون کے حق مین بھلائی چاہین گے اور اُنکے گھرون مین نہین جھانکین گے۔ عبدالرحمن بن غنم رضی اللہ عنہ نے کہا کہ جب مین مسودہ عہدنامہ کا لیکر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس آیا تو آپنے اسمین یہ عبارت اور بڑھائی۔ اور ہم کسی مسلمان کو نہ ماریں گے یہ سب ہم نے آپ لوگون کے واسطے اپنے اوپر اور اپنی ملت والون پر شرط کیا اور انھین شرطون پر ہم نے اپنے حق مین امان لینا قبول کیا پھر اگر ہم نے ان شرطون مین سے جو ہم نے تمھارے واسطے قبول کر کے اپنے ذمہ مشروط کی ہین کسی شرط مین خلاف کیا تو ہمارے واسطے کچھ ذمہ نہوگا اور آپ کو ہم سے وہ سب کرنا حلال ہوگا جو اہل شقاق و عناد سے حلال ہے۔ قال الحافظ وقد رواہ الائمۃ الحفاظ انتہی وقال الشیخ ابن القیم وشہرۃ ہذہ الشروط تغنی عن اسنادہا فان الائمۃ تلقوہا بالقبول وذکروہا فی کتبہم واحتجوا بہا ولم یزل ذکر الشروط العمریۃ علی السنتہم وفی کتبہم

وقد انفذ ہا بعدہ الخلفاء وعملوا بموجبہا الی آخرہا قال رحمہ اللہ۔ واضح ہو کہ دیر فقط نصاریٰ کا ہوتا ہے اسکو باہر شہر کے اسواسطے بناتے ہین کہ رہبانیت کیلئے وہان جمع ہون اور قلایہ بکسر قاف وبا رسو حدہ اسکو راہب بناتا ہے اور اسمین دروازہ وغیرہ کچھ نہین ہوتا صرف ایک طاقہ ہوتا ہے جس سے اسکو کھانا پانی پہونچایا جاتا ہے اور وہ فقط ایک آدمی کیلئے ہوتا ہے اور صومعہ بمانند قلایہ فقط ایک ہی راہب کیلئے ہوتا ہے اور بیعہ گرجا گھر اور کنائس جمع کنیسہ عام ہے کہ عبادتگاہ نصاریٰ ہو یا یہود ہو پھر اللہ عزوجل نے اہل کتاب کے مومن نہونے کے باوجود سخت بہتان کی باتین کہنے و اُسکے مفسدہ کو تمام جہان مین پھیلانے کو اس غرض سے کہ اہل ایمان ان کلمات کو جن سے رونگٹے کھڑے ہوتے ہین سُنکر تہ دل سے جہاد پر آمادہ ہو جاوین بیان فرمایا بقولہ۔

وَقَالَتِ الْيَهُودُ عُزَيْرٌ ابْنُ اللّٰهِ وَقَالَتِ النَّصٰرَى الْمَسِيحُ ابْنُ اللّٰهِ ۖ ذٰلِكَ قَوْلُهُم بِأَفْوَاهِهِمْ

اور یہود نے کہا عزیر بیٹا اللہ کا اور نصاریٰ نے کہا مسیح بیٹا اللہ کا یہ باتین کہتے ہین اپنے منہ سے

يُضَاهِئُونَ قَوْلَ الَّذِينَ كَفَرُوا مِن قَبْلُ ۚ قَاتَلَهُمُ اللّٰهُ ۚ أَنّٰى يُؤْفَكُونَ ۝

ریس کرنے لگے اگلے منکرون کی بات کی مارے اُنکو اللہ کہان سے بھرے جاتے ہین

وَقَالَتِ الْيَهُودُ عُزَيْرُ ابْنُ اللّٰهِ۔ ایک قراۃ مین عزیر بتنوین بنا برانیکہ اسم عربی سوائے علمیت کے منع صرف کا دوسرا سبب نہین رکھتا پس منصرف ہے اور بعض کے نزدیک علم عجمی ہونے سے غیر منصرف ہے یہی دوسری قراۃ ہے بہرحال وہ مبتدا اور ابن اللہ خبر ہے اسی واسطے ابن مین الف باقی رہا کیونکہ صفت ہونے کی صورت مین حذف ہوتا ہے علاوہ ازینکہ قولہ والمسیح ابن مریم مین باوجود صفت کے رسم الخط قرآنی مین باقی ہے وسیاقی۔ بالجملہ یہود نے عزیر کو کہا کہ وہ ابن اللہ ہے اور یہ اُن کا افترا و شرک پلید ہے اور ظاہر یہ کہ سب یہود ایسا کہتے تھے اور ارجح یہ ہے کہ بعض کا مقولہ سب کی طرف منسوب ہوا اور کہنے والے یہود مدینہ تھے یا بعض متقدمین بعض علما نے ذکر کیا کہ آنحضرت صلعم سے بعض یہود مدینہ نے کہا تھا اور شاید نصاریٰ نجران کے ساتھ مباحثہ مین یہود سے یہ قول سرزد ہوا ہو۔ اور اشبہ یہ ہے کہ جب نصاریٰ سے مسیح علیہ السلام کی نسبت یہ قول سرزد ہوا تو یہود نے اُنکا مقابلہ حرص و ہوس کے ساتھ اس طرح کیا واللہ اعلم۔ اور سدی وغیرہ علماء رح نے ذکر کیا کہ یہود نے یہ عقیدہ قائم کرنے کا شبہ یون پیدا کیا کہ جب عمالقہ نے بنی اسرائیل پر غلبہ پاکر علماء و رؤسا کو قید کیا اور توریت کے نسخے چُن چُن کر تلف کردیئے تو عزیر جنگل مین علم الٰہی گم ہونے پر روتے پھرتے یہانتک کہ پلکین جھڑ گئین ناگاہ ایک قبر پر ایک بڑھیا کو روتے دیکھا کہ ہائے میرے کھانا و کپڑا دینے والے تو اُس سے کہا کہ تجھے کون کھانا کپڑا دیا کرتا تھا اُس نے کہا کہ اللہ تعالیٰ تو فرمایا کہ پھر کیون روتی ہے وہ حی قیوم ہمیشہ زندہ ہے وہ بولی کہ پھر وہی علم دینے والا ہے تم کیون روتے ہو پس متنبہ ہوئے پھر حکم ہوا کہ فلان نہر پر جاکر غسل کرکے دو رکعت پڑھو وہان ایک بڈھے سے ملاقات ہوگی پس ایسا ہی ہوا۔ اُسنے تین انگارے کی صورت لال چیزین ان کے منہ مین بھردین جس سے اُنکو تمام توریت حفظ ہو گئی پھر ایک زمانہ کے بعد جب بنی اسرائیل چھوٹ کر اپنی زمین مین آکر آباد ہوئے اور علماء نے جو بعض نسخ توریت کے پہاڑون وغیرہ مین پوشیدہ کردیئے تھے اُنکو نکالا تو عزیر کے ہاتھ سے زبانی یاد پر لکھی توریت کے مطابق پایا پھر یہ عجب مشہور رہا یہانتک کہ ایک وقت مین بعض جاہلون نے کہا کہ یہ امر اسی سبب سے ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کا بیٹا تھا۔ اور بعض نے یہ وجہ شبہہ کی ذکر کی کہ قولہ تعالیٰ او کالذی مر علیٰ قریۃ وہی خاویۃ علیٰ عروشہا مین یہی حضرت عزیر تھے چنانچہ بعد سو برس کے جب زندہ ہوکر گھر پہونچے تو بیٹے پوتے اُن کے سن سے زائد تھے۔ پھر بعض جاہلون نے اُن کے عجیب واقعہ کی نسبت یہ رائے جمائی کہ اُسکی اسقدر عمر اور یہ حالت اسوجہ سے تھی کہ وہ ابن اللہ تھا۔ بہرحال یہ مقصود ہے

کہ یہود نے عزیرؑ کی نسبت ابن اللہ ہونے کا افترا باندھا تھا جیسے نصاریٰ کا حال بیان فرمایا۔ وَقَالَتِ النَّصٰرَى الْمَسِيْحُ ابْنُ اللّٰهِ نصاریٰ نے کہا عیسیٰ بیٹا ہے اللہ کا۔ علماء نے کہا کہ سبب اس شبہ کا یہ ہوا کہ وہ بدون باپ کے پیدا ہوئے اور باوجود اس کے مردہ کو زندہ کرتے تھے اور اللہ تعالیٰ نے یہ رد فرمایا کہ ان مثل عیسیٰ عند اللہ کمثل آدم۔ اس سے توجیہ مذکورہ کا استیناس نکلتا ہے کہ عیسیٰؑ کی اس طرح پیدائش موجب نہ حکم الوہیت یا ابن اللہ نہیں ہو سکتی ورنہ آدم علیہ السلام زیادہ مستحق ہوں گے کیونکہ وہ بدون ماں و باپ کے تھے۔ بعض نے کہا کہ انجیل میں بعض جگہ عیسیٰؑ کی نسبت خدا کا فرزند موافق محاورہ اسوقت کے اور اس زبان کے بولا گیا پس نصاریٰ نے جہالت سے غلو کر کے ایسا کہنا شروع کیا حالانکہ اسمیں دو امر غور طلب ہیں اول یہ کہ ابتدا میں نصرانیوں کا جو جلسہ قسطنطین نے جمع کیا تھا اور اس قول پر رائے لی تھی تو ایک جماعت کثیرہ دنیا کی لالچ سے اسپر متفق ہوئے اور بعضے خدا پرست علماء نصاریٰ اس سے منکر ہوئے جنکو سزائے سخت دی گئی پس احتمال ہے کہ جماعت اتفاق کنندہ نے تحریف کر کے اپنے مطلب کے ثابت کرنے کو ترجمہ میں یا اصل میں یہ لفظ بے موقع بڑھایا ہو اور دوم یہ امر ہے کہ جب اس زمانہ کی بول چال تھی تو یہ لفظ ہو لیکن حقیقی معنی میں قطعاً نہیں ہے جیسے مولوی روم کا شعر ہے۔ اولیاء اطفال حق اند اے پسر۔ حاضر و غائب از ایشان باخبر۔ پس مجاز مراد ہے علاوہ بریں تعجب ہے کہ سوائے عیسیٰؑ کے انجیل میں نیک لوگوں بلکہ عام لوگوں تک یہی لفظ مستعمل ہوا چنانچہ تحریف کئے ہوئے ترجمے جو اسوقت انجیل کے پائے جاتے ہیں ان میں خود بہت جگہ یہی محاورہ عام لوگوں کے ساتھ موجود ہے پھر تعجب ہے کہ نصاریٰ نے خلاف عقل و خلاف اصحاب کے حضرت عیسیٰؑ کی نسبت حقیقی معنی لئے اور ایسا سخت شرک بہتان اختیار کیا اور شیطان نے ان کو سمجھایا کہ تم رسول اللہ عیسیٰؑ سے بڑی محبت کرنیوالے ہو۔ امام رازیؒ نے تفسیر کبیر میں لکھا کہ میرے نزدیک اگلی ہوئی بات یہ معلوم ہوتی ہے کہ انجیل میں عیسیٰؑ کی نسبت بیٹے کا لفظ جیسے ابراہیمؑ کی نسبت خلیل کا لفظ جو محض شرافت و بزرگی ظاہر کرنے کی غرض سے تھا اس کو ان کے بعض علماء نے غلو کر کے حقیقی بیٹے کے معنی میں تفسیر کیا اور جاہلوں نے اسکو قبول کر لیا یہانتک کہ یہ اعتقاد ہو کر پھیل گیا اور سخت شرک میں پڑ گئے بہرحال عیسائی تو جب دلیل عقل و دلیل نقل سے پکڑے جاتے ہیں تو ہر طرح بغلیں جھانکتے اور مبہوت ہو کر رہ جاتے ہیں اور بیٹا ثابت کرنیکی کوئی راہ نہیں پاتے ہیں لیکن کمال ہٹ دھرمی اور دلیری سے کھلم کھلا یہی کہے جاتے ہیں کہ عیسیٰؑ خدا کا بیٹا۔ بالجملہ اس بہتان و شرک میں یہود و نصاریٰ مشابہ ہیں اگرچہ اصل میں یہود قائل توحید تھے اور بہتیرے یہودی اسی توحید کے مدعی ہیں ہاں ثابت ہوا کہ بعضے مانند نصاریٰ کے شرک کے قائل ہوئے ہیں اور اللہ تعالیٰ نے اسکو رد کر دیا۔ بقولہ تعالیٰ ذٰلِكَ قَوْلُهُمْ بِاَفْوَاهِهِمْ۔ یہ انکی بات انکے منہ سے ہے یعنی سوائے افترا و بہتان کے اثبات پر انکے پاس کچھ بھی حجت و دلیل نہیں ہے۔ بافواہہم سے یہ فائدہ نکلا کہ یہ باتیں ایسی ہیں کہ صرف انکے منہ سے نکلتی ہیں خارج میں اسکے معنی کا وجود نہیں جیسے مہمل لفظ ہوتا ہے کہ اسکے کچھ معنی نہیں پس کلمہ بافواہہم کی تاکید اسی فائدہ کیواسطے ہے ورنہ قول تو منہ ہی سے ہوا کرتا ہے اور بعض اہل علم نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے ایسی بات کو بتاکید افواہ و السنہ ذکر کیا جو قول اصل ہو جیسے قولہ یقولون بافواہہم مالیس فی قلوبہم۔ اور جیسے قولہ کبرت کلمۃ تخرج من افواہہم۔ اور قولہ یقولون بالسنتہم مالیس فی قلوبہم۔ بعض نے کہا کہ کلمہ بافواہہم کی تاکید کے فوائد میں سے ایک یہ ہے کہ اہل ایمان بسبب کمال شناعت و ظہور فساد اس قول کے ایسا سمجھیں کہ یہ قول ان کا حقیقی نہیں بلکہ بطریق مجاز ہے بدلیل آنکہ جس کو ذرہ برابر عقل ہو وہ بھی ایسا نہیں کہیگا پس بافواہہم سے مؤکد فرمایا کہ یہ بے عقل درحقیقت اس کو زبان سے کہتے ہیں پس جب یہ حالت ہے تو ان کو معرفت الٰہی سے لگاؤ بھی نہیں پھر ایمان ان سے کوسوں دور ہے لہذا فرمایا۔ يُضَاهِـُٔوْنَ اسے یضاہی تو اہم ہذا۔ قَوْلَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا۔ مشابہ ہوتے ہیں یعنی مشابہ ہے یہ قول ان کا قول ان لوگوں سے جو کافر ہوئے۔ مِنْ قَبْلُ ان کے پہلے اور مراد

اس سے اُن کے اگلے لوگ ہین برتقدیر یکہ یضاہئون کا فاعل ہرد و فریق یہود و نصاری ہون یعنی یہود و نصاری اس قول مین اپنے اگلے کافرون سے مشابہ ہین پس ثابت ہوا کہ اُن مین کفر کا وجود قدیم سے ہی اور اگر یضاہئون کا فاعل فقط ضمیر نصاری ہو تو اگلون سے مراد یہود ہین یعنی یہود نے جو عزیر علیہ السلام کو فرزند خدا کہا تھا انھین کی مشابہت مین نصاری نے مسیح علیہ السلام کو بھی کہا۔ یا اگلے کافرون سے مشرکین مراد ہین کہ وہ ملائکہ کو خدا کی بیٹیان کہتے تھے پس یہود و نصاری نے اُن کی مشابہت مین عزیر و مسیح کو بیٹا بنایا۔ قَاتَلَهُمُ اللّٰهُ اللہ تعالی ان کافرون سے مقاتلہ کرے یعنی ہلاک کرے کیونکہ اللہ تعالی جس سے مقاتلہ فرمائے وہ خواہ مخواہ مارا جاویگا اور مقصود اس سے ان مشرکون پر بددعا ہی جیسا کہ عرب کا دستور ہی کہ ایسے موقع پر اسی لفظ سے بددعا و تشنیع کرتے ہین یا مقصود اس سے تعجب دلانا اُن کے اس شنیع قول سے۔ اَنّٰى يُؤْفَكُوْنَ کیف یصرفون عن الحق۔ دیکھو تو حق سے کیسے پھرے ہوئے باطل و بہتان کی طرف سر جھکائے گھسے جاتے ہین اور باوجودیکہ نہ عقل ایسی بیہودہ بات کو تسلیم کرتی اور نہ شرع اسکو حلال رکھتی ہو نہ کسی طرح اجازت دیتی ہو بلکہ صریح رد کرتی ہو مگر نفس کی خوشی اور کفر کی چاہ مین فترا کئے جاتے اور جو کچھ اُن کے اگلے پڑھے لکھے اور درویش لوگ کفر کی بات کہہ گئے اسی کو بدون دلیل شرعی اور دلیل عقلی کے مانتے اور حکم خدا و رسول سے باہر ہو کر کفر مین منہمک ہوئے جاتے ہین لہذا فرمایا۔

اِتَّخَذُوْٓا اَحْبَارَهُمْ وَرُهْبَانَهُمْ اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَالْمَسِيْحَ ابْنَ مَرْيَمَ ۚ وَمَآ اُمِرُوْٓا

ٹھہرائے ہین — اپنے عالم — اور درویش — خدا — اللہ کو چھوڑ کر — اور مسیح — بیٹا مریم کا — اور حکم یہی ہوا تھا

اِلَّا لِيَعْبُدُوْٓا اِلٰهًا وَّاحِدًا ۚ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ سُبْحٰنَهٗ عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ○ يُرِيْدُوْنَ

کہ بندگی کرین — ایک صاحب کی — کسی کی بندگی نہین اسکے سوا — وہ پاک ہے — اُن کے شریک بنانے سے — چاہتے ہین

اَنْ يُّطْفِـُٔوْا نُوْرَ اللّٰهِ بِاَفْوَاهِهِمْ وَيَاْبَى اللّٰهُ اِلَّآ اَنْ يُّتِمَّ نُوْرَهٗ وَلَوْ كَرِهَ

کہ بجھا دین — روشنی اللہ کی — اپنے منہ سے — اور اللہ نہ رہے — بن پوری کئے — اپنی روشنی — اور پڑے برا مانین

الْكٰفِرُوْنَ ○ هُوَ الَّذِيْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى وَدِيْنِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ

منکر — اسی نے — بھیجا — اپنا رسول — ہدایت لیکر — اور دین — سچا — تا اُسکو — اوپر کرے

كُلِّهٖ ۙ وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُوْنَ ○

ہر دین پر — اور پڑے برا مانین مشرک

الصف

اِتَّخَذُوْٓا اَحْبَارَهُمْ وَرُهْبَانَهُمْ۔ احبار جمع حبر بفتح اول و بقول فراء بفتح و کسر دونون طرح ہے اس شخص کو کہتے ہین جو خوش تقریر و شائستہ گفتگو کرتا ہو۔ لیث نے کہا کہ حبر بمعنی عالم ہو جو اہل کتاب مین سے ہو خواہ ذمی ہو یا مسلمان ہو گیا ہو اور یہ عام ہو اور مفسرین وغیرہ نے علماء یہود سے تفسیر کی۔ رہبان جمع راہب یا خوذ از رہبہ اور بعض نے کہا کہ نصاری مین سے زاہدون کو کہتے ہین اور بعض نے کہا کہ علماء نصاری بمقابلہ احبار علماء یہود کے اور بعض نے کہا کہ صومعہ کے رہنے والے اور ظاہر یہ ہو کہ نصاری مین سے ایسے علماء جو صومعہ مین بیٹھ رہے ہین زیادہ مستند سمجھے جاتے تھے اور وہی درویش ہوتے تھے اور معنی یہ کہ یہود نے اپنے احبار کو اور نصاری نے اپنے رہبان کو اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ سوائے اللہ تعالی کے ارباب بنا لیا۔ ارباب جمع رب جسکی پرستش کیجائے یعنی اسکے حق مین کوئی ایسا عمل اختیار کرے جو حضرت باری تعالی کی جناب مین لائق ہو مثلاً چیزون کے حلال و حرام کرنے کو کسی کی طرف سے مان لیا۔ عدی بن حاتم طائی سے روایت ہے کہ

جب عدی کو آنحضرت صلعم کی دعوت پہونچی تو شام کو بھاگ گیا اور زمانہ جاہلیت میں نصرانی ہو گیا تھا پھر گرد و نبی عترت کے ساتھ عدی کی بہن بھی
قید ہو کر آئی پس آنحضرت صلعم نے بلحاظ حاتم طائی اسکے باپ کے جو سخاوت و کرم میں مشہور تھا اس لڑکی کو و اسکی سفارش سے تمام قوم کو چھوڑ دیا وہ
چھوٹ کر اپنے بھائی کے پاس گئی اور اسکو اسلام کی خوبیاں و عدل و خلق کریم سے آگاہ کر کے رغبت دلائی پس عدی بن حاتم روانہ ہو کر مدینہ
آیا اور لوگوں میں اسکے آنے کا چرچا ہوا اور عدی کی گردن میں چاندی کی صلیب پڑی تھی پس آنحضرت صلعم کی خدمت میں حاضر ہوا اور آنحضرت صلعم
نے یہ آیت پڑھی۔ اتخذوا احبارھم ورھبانھم اربابا من دون اللہ۔ عدی رضی اللہ عنہ نے روایت کی کہ میں نے عرض کیا کہ ان لوگوں نے رب نہیں بنایا اور احبار
و رہبان کی عبادت نہیں کی تو فرمایا کہ ایسے ضرور رب بنایا اس طرح کہ احبار نے یا رہبان نے جو کچھ حرام کیا اسکو حرام مان لیا اور جو حلال کر دیا
اسکو حلال مان لیا بس یہی ان لوگوں کی انکے واسطے عبادت تھی۔ پھر رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ اے عدی بھلا تجھے کس کون ضرر نظر آتا ہے
کہ تو کہے کہ اللہ اکبر بھلا تجھے اللہ تعالی سے کوئی اور چیز اکبر معلوم ہوتی ہے اور تجھے کیا ضرر نظر آتا ہے کہ تو کہے کہ لا الہ الا اللہ بھلا تو سوائے اللہ تعالی
کے کوئی اور بھی معبود جانتا ہے پھر اسکو اسلام کی دعوت کی پس عدی نے صدق دل سے کلمہ توحید پڑھا۔ عدی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلعم
کو دیکھا کہ آپ کا چہرہ مبارک لہلہانے لگا پھر فرمایا کہ اے عدی جن پر اللہ تعالی کی طرف سے غضب ہوا ہے وہ یہود ہیں اور قولہ غیر المغضوب
علیہم میں یہی مراد ہیں اور فرمایا کہ الضالین نصاری ہیں رواہ احمد والترمذی وغیرہ اور ایک روایت میں ہے کہ عدی رضی اللہ عنہ نے کہا کہ حضرت صلعم نے
فرمایا کہ ان سے پہلے کے لوگ ان کو سجدہ وغیرہ سے عبادت نہیں کرتے تھے ولیکن یہ بات تھی کہ جب احبار و رہبان کسی چیز کو حلال کہتے تو اسکو
حلال جان لیتے اور جسکو حرام کہتے اسکو حرام جان لیتے تھے رواہ احمد وابن جریر وابن مردویہ وابن ابی حاتم وابو الشیخ وابن المنذر وابن حمید والترمذی
والبیہقی۔ حاصل انکو رب بنا لینا یوں تھا کہ وے لوگ اپنے احبار و رہبان کی اطاعت اس درجہ کرتے تھے کہ جیسے رب حقیقی کی اطاعت ہے حالانکہ
جس قدر حکم الہی کے موافق ان کی تکریم لازم تھی اسی قدر رکھتے نہ کہ اس درجہ تک پہونچایا جو حضرت حق تعالی کی شان ہے۔ ربیع بن انس نے کہا کہ
میں نے ابو العالیہ سے پوچھا کہ رب بنا لینا کیونکر تھا تو شیخ نے فرمایا کہ بنی اسرائیل کی یہ حالت پہونچی تھی کہ بسا اوقات وہ لوگ کتاب الہی میں
ایسی بات پاتے جس سے ان کے احبار و رہبان کا قول برخلاف ہوتا تو کتاب الہی کا حکم قبول نہیں کرتے بلکہ اپنے احبار و رہبان کا قول قبول
کر لیتے تھے۔ امام رازی نے تفسیر کبیر میں لکھا کہ ہمارے شیخ استاد فرماتے تھے کہ میں نے فقہائے مقلدین لوگ ایسے دیکھے کہ بعض مسائل میں میں نے
ان کو بہت سی آیات سنائیں حالانکہ ان کا مذہب ان آیات کے برخلاف تھا پس ان لوگوں نے ان آیات کو قبول نہ کیا بلکہ اپنے مقلد مجتہدین
ہی کا قول مانا۔ اور میری طرف تعجب کی نگاہ سے دیکھنے لگے یعنی ان آیات کے ظاہر کا برتاؤ کیونکر ممکن ہے جبکہ اگلے مقتداؤں سے اسکے برخلاف
ثابت ہو اور اگر تو خوب تامل سے دیکھے تو تجھے نظر آنے لگے گا کہ بہت سے دنیا داروں میں یہ بیماری پھیلی ہوئی ہے۔ ہذہ ترجمۃ کلامہ اور مترجم کہتا
ہے کہ شیخ کی غرض اس کلام سے یہ ہے کہ یہود و نصاری میں جب یہ بیماری پھیلی کہ اس حد تک پہونچی کہ اللہ عز و جل نے ان کو اتخاذ ارباب کا مشرک فرمایا
اسکی ابتدا ایسی ہی تھی جیسے اس امت کے سفہاء میں ہے اگرچہ وہ علماء کی صورت میں ہوں اور حاصل کلام صادق مصدوق حضرت رسول اللہ صلعم کا
کہ یہ امت بھی قدم بقدم یہود و نصاری کا اتباع کریگی ضرور واقع ہوگا حتی کہ جو کوئی ان کو اس فساد سے روکے گا اسکے دشمن ہو جاوینگے
اور آگ کے پتنگوں کی طرح اپنے نفس کی پیروی میں اسیر غالب کر کے خود اس فساد کی آگ میں گر پڑینگے اور درحقیقت یہ بات کبھی زیبا نہیں تھی
کہ آیات الہی جل سلطانہ و احادیث رسالت پناہی صلعم سے کسی بندہ کا قول معارض کیا جائے بلکہ آیت و حدیث کو سنکر دل میں جگہ دے
اور اسکے لئے نرم ہو جائے اور یوں کہے آمنا باللہ وما انزل الینا جیسا کہ اللہ تعالی شانہ نے اہل ایمان کا شیوہ بیان کیا ہے۔ والسلام

امام رازی رحمہ اللہ نے اس آیت کی تفسیر میں ایک دو معنی بیان کیے ہیں اور جملہ تین وجہیں ذکر کی ہیں چنانچہ اس کا ترجمہ یہ ہے کہ احبار و رہبان کو رب بنانے
کی یہ بھی صورت ہے کہ جیسے اس امت میں جاہل صوفی اور حشویہ لوگ جب اپنے پیر کی تعظیم میں مبالغہ کرتے ہیں تو یہاں تک نوبت پہونچ جاتی
ہے کہ ان کی طبیعت اس جانب مائل ہوتی ہے کہ شیخ میں الوہیت کا حلول ہے یا یہاں مرتبہ اتحاد ہے اور ان کا پیر اگر طالب دنیا ہے اور دین سے
در باطن منہ موڑے ہے تو بسا اوقات اپنے مریدوں کو حکم دیتا ہے کہ مجھے سجدہ کرو یا میرا طواف کرو اور ان سے کہتا ہے کہ تم میرے بندے ہو
اور حلول و اتحاد کی بہت سی باتیں ان کو سمجھاتا ہے اور اکثر اوقات جب بعضے احمق مریدوں کو خلوت میں پاتا ہے تو واہی قصہ کہانی کہکر
ان کے سامنے الوہیت کا دعویٰ کرتا ہے پس جب اس امت میں یہ باتیں مشاہدہ ہیں تو اگلی امتوں میں جو بحکم قولہ یا موسیٰ اجعل لنا الٰہاً
کما لہم آلہۃ ـ حلول کیلیے مستعد اور بچھڑا پوجنے پر ادہار کھائے بیٹھے تھے کیونکر یہ باتیں بعید ہو سکتی ہیں قال المترجم اس امت میں تو
بہت مبالغہ موجود ہے چنانچہ شیطان کے بہکانے سے نعت کا بہانہ کرکے شاعر کہتا ہے ؎ شکل انسان میں خدا تھا مجھے معلوم نہ تھا۔ بعضے ایسے
ہیں کہ حضرت صلعم کو بشر نہیں کہتے اور اسکو عار جانتے ہیں انا للہ وانا الیہ راجعون۔ یہ امور قول اہل کتاب سے بھی بڑھے ہوئے ہیں اللھم اھدنا الصراط
المستقیم صراط الذین انعمت علیہم غیر المغضوب علیہم ولا الضالین آمین۔ پھر امام رازی رح نے لکھا کہ حاصل کلام یہ ہے کہ رب بنا لینے میں یہ صورتیں ہیں
ایک یہ کہ خلاف حکم الٰہی کے جو کچھ ان کے پیر و عالم حکم لگاتے اسکو ماننے پر مستعد ہو جاتے تھے اور دوم یہ کہ انھوں نے انواع کفر کو قبول
کیا گویا انھوں نے ارباب بنا لیے۔ سوم یہ کہ احبار و رہبان کے حق میں حلول ربوبیت کا اعتقاد کیا اور اتحاد و وحدت وجود سمجھے اور یہ تو
اس امت میں بھی مشاہدہ ہے مترجم کہتا ہے اعتماد ان وجوہ میں سے قول اول پر ہے کیونکہ مرفوع حدیث میں آچکا پس باقی وجوہ داخل عموم
آیت ہیں یا بدلیل آیت کریمہ وہ بھی اتخاذ ارباب کو مستلزم ہونے کی وجہ سے انواع کفر میں داخل ہیں پس تشنیع یہ ہے کہ یہود و نصاریٰ نے
احبار و رہبان کو ارباب بنا لیا۔ وَالْمَسِيحَ ابْنَ مَرْيَمَ۔ اور رب بنایا نصاریٰ نے مسیح کو جو مریم کا بیٹا ہے اور اسمیں اشارہ ہے کہ یہود نے
عزیرؑ کو رب معبود نہیں بنایا تھا بخلاف نصاریٰ کے کہ انھوں نے حلول و اتحاد و انفصال کا کوئی دقیقہ جو عقل سے ہزاروں کوس دور ہے نہیں
چھوڑا۔ حاصل آنکہ یہود و نصاریٰ نے عالموں و پیروں فقیروں کو رب بنایا اور نصاریٰ نے مسیح ابن مریم کو بھی رب بنایا۔ وَمَا أُمِرُوا
إِلَّا لِيَعْبُدُوا إِلَٰهًا وَاحِدًا۔ اور حال یہ ہے کہ کتاب الٰہی و رسول کی زبانی یہ لوگ فقط یہی حکم کیے گئے تھے کہ الٰہ واحد کی عبادت
کریں اور وہ اللہ تعالیٰ ہے۔ اسی کے حرام کرنے سے چیز حرام ہوتی اور اسی نے جس چیز کو حلال فرمایا وہ حلال ہے اور کسی کو یہ اختیار نہیں ہے
احتمال ہے کہ اُمِروا کا فاعل خود یہی احبار و رہبان و مسیح ہوں یعنی ان لوگوں نے تو احبار و مسیح وغیرہ کو رب بنایا حالانکہ وہ نیک بندے
ان لوگوں کو یہی حکم دیتے تھے کہ الٰہ واحد کی پرستش کرو۔ کما قال تعالیٰ وقال المسیح یا بنی اسرائیل اعبدوا اللہ ربی وربکم الآیۃ۔ پھر کیونکر سزاوار
ہے کہ انھیں کو ارباب بنا دیں اگر کہا جائے کہ جب سوائے اللہ تعالیٰ کی طاعت کے اور کسی کی طاعت اختیار کرنا شرک ہے تو رسول علیہ السلام
وغیرہ کی طاعت کیونکر ہو سکتی ہے تو جواب یہ ہے کہ رسول وغیرہ کی طاعت اگر مستقل ہو یعنی ان کے نفس ذات کے لحاظ سے قطع نظر
رسالت وغیرہ کے انکی طاعت اپنے اوپر فرض کرے تو مشرک ہے اور اگر اس نظر سے انکی طاعت کرے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کی طاعت کا
حکم دیا پس وہ عین طاعت الٰہی ہے تو کچھ تردد نہیں ہے بالجملہ یہی حکم ہے کہ طاعت اپنے معبود حق سبحانہ کی بجا لاویں۔ لَا إِلَٰهَ إِلَّا هُوَ
یہ جملہ الٰہاً کی دوسری صفت ہے یعنی ایسے الٰہ کی جو واحد ہے اور جس کی دوسری یہ صفت ہے کہ کوئی معبود نہیں مگر وہی۔ یا یہ جملہ مستانفہ ہے
جس سے توحید کی تقریر ہوتی ہے۔ سُبْحَانَهُ عَمَّا يُشْرِكُونَ۔ اے تنزیہاً لہ عن الاشراک مطلقاً فی طاعۃ او عبادۃ او غیرہما۔

تنزیہ و پاکی ہو اس کے لئے اشراک سے خواہ طاعت مین ہو یا کسی اور چیز مین ہو یعنی اسکی درگاہ مین شرک کو بالکل دخل نہین ہو۔ یہ سب تو اُن کی گمراہی کا بیان تھا جسمین توفیق سے دور ہو کر راہ جہالت و ضلالت مین پڑے تھے اب دوسری قسم سے اُن کی ضلالت کا بیان شروع کیا۔ بقولہ۔ يُرِيدُونَ أَن يُطْفِئُوا نُورَ اللَّهِ بِأَفْوَاهِهِمْ یعنی بھلا جسکا جو نیکبخت ہو روشنی کا متمنی ہوتا ہو اور اسکو پاکر راہ پر آجاتا ہو برخلاف ان بدبختون کے کہ یہ چاہتے ہین کہ بجھاوین نور الٰہی کو اپنے منھون سے یعنی چاہتے ہین کہ اپنے منھون سے شرک کی باتین بنا کر یا رسول اللہ صلعم یا قرآن کو جھٹلا کر نور الٰہی کو یعنی روشن دلائل کو جو اللہ تعالیٰ کی توحید پر اور فرزند وغیرہ ہر نقص سے پاک ہونے پر دلالت کرتی ہین مٹا دین۔ وَيَأْبَى اللَّهُ اور انکار کرتا ہو اللہ تعالیٰ یعنی اسکی رضا نہین ہو۔ إِلَّا أَن يُتِمَّ نُورَهُ مگر یہی کہ اپنے نور کو پورا کرے باین طور کہ کلمۂ توحید کو بلند اور اسلام کو عزت دے۔ حاصل آنکہ یہ مشرک گمراہ چاہتے ہین کہ شرک کی باتون سے یا رسول و قرآن کو جھٹلا کر توحید کو نہ پھیلنے دین و لیکن اللہ تعالیٰ کی مرضی یہی ہو کہ توحید کی روشنی پھیلاوے پس ضرور یہی واقع ہو گا اگرچہ تمام مخلوق توحید سے سرفراز نہو کیونکہ یہ مشیت الٰہی مین جاری نہین ہوا جیسا کہ اور بہت سی آیات قرآنی اسپر صریح دلالت کرتی ہین پس جن بندون کے ساتھ مشیت متعلق ہے وہی موحد ہو جاوین گے اور جن سے متعلق نہین وہ کافر و مشرک ہی رہین گے بعض مفسرین نے کہا کہ یہ مشرکین جو توحید کو مٹانا چاہتے تھے آیت کریمہ مین اُن کے حال کی تمثیل ہو یعنی یہ لوگ جو محض زبانی بک بک اور بہتان باندھنے سے نور توحید کو مٹانا چاہتے ہین تو اُن کی مثال اس فعل مین ایسی ہی جیسے کوئی شخص چاہتا ہو کہ پھونک مار کر سورج یا چاند کے نور کو بجھاوے حالانکہ درحقیقت اسکی کوئی راہ نہین بلکہ وہ نور تو ضرور چمکنے والا ہو ایسی ہی آنحضرت صلعم جس نور کے ساتھ بھیجے گئے وہ ایسے مشرکون کی باتون سے نہین مٹ سکتا بلکہ ضرور پھیلنے والا ہو۔ وَلَوْ كَرِهَ الْكَافِرُونَ۔ اگرچہ کافر پڑے برا مانا کرین اللہ تعالیٰ ضرور اُس کو پورا فرما دیگا۔ بالجملہ کوئی تفسیر لیجاوے بہر تقدیر اس آیت کریمہ مین بڑا معجزہ ہے جو قیامت تک ہر ایسے شخص پر حجت واضح ہو جو اسلام کا منکر ہو۔ دیکھو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی سچی رسالت اور وحی سے آگاہ کر دیا کہ دین اسلام ضرور پھیل جائیگا۔ حالانکہ اسوقت تمام عرب ہی اسلام لانے کو پڑا تھا علاوہ برین شام و روم و فارس و مصر وغیرہ مین بڑی زبردست سلطنتین قوم نصاریٰ کی تھین کہ تمام عرب متفق ہو کر ظاہر مین کسی طرح سامان و لشکر و ہتھیار و زر و جواہر و تعداد مین انکا مقابلہ نہین کر سکتا تھا پھر بڑا ہٹ دھرم وہ شخص ہو کہ اس کلام معجز نظام پر غور نہین کرتا کہ بدون وحی الٰہی کے کیونکر ایک سچا آدمی جس کے دشمن بھی اسکے بچپن سے اسکے نہایت سچے امانت دار ہونیکے مقر تھے ایسی بات کہتا جس پر چشم ظاہر مین کسی طرح از راہ تجربہ و عادت و نظر تدبیر کے واقع ہونے کا کبھی حکم نہین لگا سکتے تھے اور اس سچے آدمی کو اپنے جھوٹے بنائے جانے کا خوف نہوتا و لیکن چونکہ حضرت محمد رسول اللہ صلعم بوحی الٰہی آگاہ کرتے تھے پس قطعی یقین تھا کہ او تعالیٰ جل جلالہ کی قدرت کاملہ بشر کی نظر سے بہت بالا تر ہی جو وہ چاہے خواہ مخواہ واقع ہو گا اس کو کوئی روک نہین سکتا کیونکہ وہ پاک پروردگار تمام جہان کا خالق ہی عیسیٰ ہون یا کوئی ہو سب اُسکے عاجز بندے مخلوق ہین وہ ہر بات پر قادر ہو۔ هُوَ الَّذِي أَرْسَلَ رَسُولَهُ بِالْهُدَىٰ وَدِينِ الْحَقِّ وہی آسمانون و زمین کا اس تمام صنعت و خوبی کیساتھ پیدا کرنیوالا ہو جسکی عظمت و جلال کا بیان نہین ہو سکتا اسی نے بھیجا اپنے رسول کو یعنی محمد مصطفےٰ رسولون کے سردار رسول کو ہدیٰ و دین حق کیساتھ یعنی اللہ تعالیٰ عز و جل کی معرفت کے اچھے صحیح و ٹھیک اعتقادات توحید کے ساتھ جو علم و ہدیٰ ہین اور پاکیزہ اخلاق و اعمال کے ساتھ جو دین حق ہین اور دنیا و دین مین جو علم و عمل بندے کے نفع کا ہو کوئی اسمین چھوٹ نہین رہا پھر مصرح کر دیا کہ حضرت محمد صلعم کا بھیجنا اسی غایت تک نہین تھا کہ کافر چاہے ایمان لاوین یا نہ لاوین اور کوئی اس دین پر ہو یا نہ ہو جیسے بعض دیگر انبیاء کے ساتھ

واقع ہوا بلکہ لِيُظْهِرَهُ عَلَى الدِّينِ كُلِّهِ اسواسطے کہ تمام دینوں پر غلبہ دے ف۔ شرک نصرانیت و بت پرستی و آتش پرستی وغیرہ جو ظلم و دروغ کے ساتھ پھیل رہے ہیں سب پر غالب کرے۔ الحمد للہ تعالیٰ کہ ایسا ہی واقع ہوا اور جو وحی الٰہی سے اسکے رسول نے خبر دی تھی ایسی حالت میں کہ کافر و منافق ہنستے تھے اور سچ نہیں مانتے تھے وہ ٹھیک ٹھیک پوری اتری۔ پس اسلام سے و رسالت رسول اللہ صلعم و توحید سے انکار کرنیوالے عجب ہٹ دھرمی کرتے ہیں کہ ایسے ایسے کھلے معجزے دیکھکر پھر بھی اسلام سے منکر ہیں قطع نظر اسکے جو اعتقادات توحید اور جو اخلاق جمیلہ اس دین میں تعلیم ہوئے ہیں وہ خود اس امر کیلئے کافی تھے کہ ایک بے پڑھے لکھے کی طرف سے ان کمالات کی تعلیم اگر معجزہ و وحی نہیں تو اور کیا ہے اور اس سے قطع نظر اگر تم اپنے خالق کو پہچانتے ہو تو تم کو اُس کی معرفت و اخلاق آدمیت کے سوائے جس سے دین و دنیا کا نفع دونوں ملتا ہے اور کیا چاہیئے اور سوائے اس کے دوسری بات اس پاک دین توحید میں نہیں ہے۔ افسوس اگر قرآن مجید پر بھی آنکھ سے نظر کریں اور غور سے دیکھیں تو اُن کو بہت سے معجزہ ملیں جو صریح اس بات کی دلیل ہیں کہ یہ کلام پاک وحی الٰہی ہے اور صحیحین کی حدیث میں ثابت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے میرے لئے زمین کی مشرق و مغرب کو تہ کیا یعنی مجھے ایک حد پر مطلع کر دیا اور عنقریب میری امت کا ملک وہان تک پہونچے گا جسقدر میرے لئے تہ کی گئی ہے۔ امام احمدؒ نے قبیصہ بن مسعودؓ سے مرفوع روایت کی کہ عنقریب تمھارے واسطے زمین کے مشارق و مغارب مفتوح کر دیئے جاوینگے و لیکن ان ملکون پر جو حاکم ہونگے وہ دوزخ میں جاوینگے سوائے ایسے حاکمون کے جو اللہ تعالیٰ سے ڈرے اور تقویٰ پر ثابت قدم رہے۔ اور امام احمدؒ نے حدیث عدی بن حاتم سے روایت کیا جس میں ہے کہ پھر آنحضرت صلعم نے مجھ سے فرمایا کہ تو بہر دارد مجھے معلوم ہے کہ جو خیال تجکو مسلمان ہونے سے روکتا ہے تو اس خیال میں پڑا ہے کہ اس شخص پر ایمان لانیوالے و پیروی کرنیوالے لوگون میں سے ضعیف و کمزور بیچارے غریب ہیں اور عرب کے زبردست لوگون نے مانا نہیں بلکہ پھینک دیا اور نہیں قبول کیا سو بھلا تو نے حیرہ دیکھا ہے میں نے عرض کی کہ میں نے دیکھا نہیں مگر سنا ہے تو فرمایا کہ قسم اُس ذات پاک کی جسکے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے کہ اللہ تعالیٰ ضرور اس امر کو یعنی اسلام و توحید کو پورا کریگا یہانتک کہ عورت بدون کسی کے ساتھ ہونے کے حیرہ سے آکر خانۂ کعبہ کا طواف کر جاویگی اور واللہ تم لوگ کسریٰ بن ہرمز کے خزانے فتح کر کے قبضہ میں لاؤ گے۔ میں نے کہا کہ کسریٰ بن ہرمز بادشاہ فارس کے خزانے یعنی جس سے آج کوئی بادشاہ مقابلہ نہیں کر سکتا۔ فرمایا کہ ہان کسریٰ بن ہرمز کے خزانے فتح کرو گے واللہ یہ ہوگا کہ مال خیرات کیا جاویگا اور کوئی اسکو قبول نہیں کریگا یعنی تونگری کے سبب سے خیرات جو فقیر لے سکتا ہے کوئی نہیں لے سکیگا۔ عدی بن حاتم نے یہ حدیث بیان کرنے کے وقت کہا کہ آنحضرت صلعم کا فرمانا آنکھون دیکھو کہ حیرہ سے مکہ تک بے کھٹکے عورت جاتی اور طواف و حج کر کے چلی آتی ہے حالانکہ کوئی بھی اُسکے ساتھ نہیں ہوتا اور کسریٰ بن ہرمز کے خزائن فتح ہونے کے وقت واللہ میں شریک تھا اور واللہ باللہ کہ تیسری بات بھی ضرور واقع ہوگی کیونکہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اسکو فرمایا ہے۔ رواہ احمد۔ اور اس قسم کی احادیث بہت کثرت سے ہیں جن کا یہان لانا موجب طوالت ہے پھر بہت تعجب بڑا افسوس ہے کہ کوئی فرقہ راہ توحید و اسلام و رسالت حضرت خیر الانام سے منکر ہو و لیکن اللہ تعالیٰ جس کو چاہتا ہے ہدایت دیتا ہے وہی اپنی مخلوق کا دانا تر ہے۔ وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُونَ۔ اگرچہ مشرکین برا مانا کریں ف۔ یعنی اللہ تعالیٰ عز و جل دین کو غالب کریگا اگر کہا جائے کہ قرآن مجید میں حضرت عیسیٰؑ کی اتباع کرنیوالون کے حق میں قیامت تک غلبہ کا حکم آیا ہے۔ کما فی قولہ اذ قال اللہ یا عیسیٰ انی متوفیک و رافعک الی و جاعل الذین اتبعوک فوق الذین کفروا الی یوم القیامۃ الآیۃ۔ پھر مسلمان کیونکر نصاریٰ پر غالب ہوئے تو جواب یہ ہے کہ آیت میں حضرت عیسیٰ سے کفر و انکار کرنے والون پر غلبہ کی خبر ہے جیسے یہود کہ حضرت عیسیٰؑ کے منکر ہیں پس نصاریٰ قیامت تک

اُن پر غالب ہین گے اور مسلمان کبھی حضرت عیسیٰ کے منکر نہین ہین بلکہ اُن کو اللہ تعالیٰ عزوجل کا بندہ رسول جانتے ہین اور یہ آیت کریمہ بھی صریح معجزہ ہی کہ قیامت تک کی خبر برابر صادق ہی پھر افسوس ہو کہ ہٹ دھرم انکار کرتے ہین۔ اب رہے مسلمان و نصاریٰ تو اُن مین سے جو متبع حضرت عیسیٰ ہو گا وہ بطریق اشارت کے غالب معلوم ہوتا ہی اور تحقیق تفصیلی اس آیت کی تفسیر مین گذر چکی اور خلاصہ یہ ہی کہ اتباع دو طرح ہی ایک بحقیقت دوسری برائے نام بس اتباع بحقیقت یہ کہ حضرت عیسیٰ کو بندہ و رسول جانکر جو کچھ اُنھون نے اللہ تعالیٰ کی توحید و معرفت سکھلائی ہی اسپر یقین و ایمان رکھے اور اتباع برائے نام یہ کہ اُن کی پیروی کا دعوی کرے اور نام لیوا کہلائے اگرچہ درحقیقت اُن سے کوسون دور بلکہ بالکل دروغ و زور ہو جیسے متاخرین نصاریٰ ہین پس حقیقی اتباع کرنیوالے تو ضرور بدلیل اشارت کے غالب ہین اور جو شخص سچا مسلمان ہی اور دل سے اسلام کا یقین رکھتا ہی وہ درحقیقت عیسیٰ کا متبع ہی بلکہ اُمت محمدی صلعم مین سے سچے مسلمان گستاخی ہو تو حضرت عیسیٰ کے واسطے متبع ہونے مین فخر ہین اسیواسطے صحابہ رضی اللہ عنہم تمام نصاریٰ پر غالب ہوئے اور برابر نصرانیون سے کہتے تھے کہ حضرت عیسیٰ کے تم کون ہو ہم ہی اُن کی اتباع کے واسطے ادنیٰ ہین۔ اور رہے وہ لوگ جو نام کے مسلمان ہین راہ توحید سے غافل ہین دل مین یقین نہین ہی کہین سیتلا پوجنے دوڑے اور کہین شیخ سدو کے نام پر بکرے مارے اور کہین قبرون پر ناک رگڑ رگڑ پھرے۔ جب اعتقادی امور مین یہ حال ہی تو نور ایمان کہان سے آیا پھر اُن کے اعمال پوچھنا کیا۔ کوئی بدفعلی اُن سے نہین چھوٹی اور کوئی بدخلقی نہین بچی ہی۔ زناکاری شرابخواری جھوٹ فریب مکاری فتنہ پردازی مرغ بازی بٹیر بازی غرض کوئی کہان تک بیان کریگا یہ اُن کے اعتقاد اور یہ اُن کے اعمال ہین اور اُنکے عالم لوگ تو اپنا معتقد بنانے پر مرتے ہین اور پیر لوگ اپنے مریدون کو مسئلہ وحدت وجود سکھلانے پر فخر کرتے ہین جب یہ نوبت پہونچی تو اللہ تعالیٰ اُن کے ایمان کا داتا تر ہی پھر اُن مین حاکم کی حرکتین ظاہر اور قاضی کی رشوت خواری ظاہر اور ثقہ گواہ کہان جسپر فیصلہ ہو پھر حکومت سوائے ظلم و فساد کے اور کیا ہوگی لہذا کسی صورت مین سب نام لیوا متبع معلوم ہوتے ہین تو اللہ تعالیٰ جسکو چاہے حاکم فرمائے اور وہی ہر چیز پر قادر ہی اللھم اعز الاسلام واہلہ ولا تذلنا وانت ارحم الراحمین۔ اے لوگو راہ توحید و اسلام کو مضبوط پکڑو تاکہ دین و دنیا مین اللہ تعالیٰ کی نصرت سے سرفراز ہو اور علما پہلے صلاحیت اختیار کرین اور اللہ تعالیٰ توفیق عطا فرمائے۔ اس بیان سے ظاہر ہوا کہ یہود و نصاریٰ و مجوس جو اسلام مین اس نظر سے عیب لگاتے ہین کہ جتنے بُرے کام ہین وہ دنیا کے لوگون مین سے اہل اسلام مین زیادہ ہین لہذا یہ مذہب قابل قدر نہین ہی تو جواب اسکا یہ ہو کہ اس طرح کسی مذہب کی خوبی نہین دکھلائی دیتی ہی بلکہ اس مذہب کے اعتقاد و اعمال کو دیکھو تو معلوم ہو اور ان لوگون کو مت دیکھو جو برائے نام اس مذہب کے مدعی ہین کیونکہ یہ لوگ تو برائے نام اس مذہب کے ہین نام لیوا ہوکر گویا بدنام کرتے ہین مترجم کہتا ہو کہ بنظر انصاف دیکھو تو یہ بات بھی حقیقت اسلام و صدق رسالت کی دلیل ہی اور غور کرو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلے ہی اس امر کی بھی خبر فرمائی تھی کہ جیسے اگلی اُمتون نے دین بگاڑا ویسی یہ اُمت بھی اُن سے ایک عدد زائد تہتر فرقہ ہو جائے گی۔ اور امام مسلم نے اپنی صحیح مین ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی کہ مین نے رسول اللہ صلعم سے سنا کہ رات و دن نہ جائین گے یہانتک کہ لات و عزیٰ پوجے جاوینگے تو مین نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ جب اللہ تعالیٰ نے نازل فرمایا قولہ ھو الذی ارسل رسولہ بالھدیٰ و دین الحق لیظہرہ علی الدین کلہ۔ الآیۃ تب مجھے یقین تھا کہ یہ تمام و کمال ہوگا آپنے فرمایا کہ ہان جسقدر اللہ عزوجل کی مشیت ہوگی وہان تک ہوگا۔ پھر اللہ تعالیٰ ایک پاکیزہ ہوا چلا دے گا جس سے ہر وہ شخص مرجاویگا جس کے دل مین رائی کے دانہ برابر ایمان ہو گا اور باقی وہ لوگ رہ جاوینگے جنمین کچھ بھلائی نہین ہی پس وے لوگ اپنے باپ دادون کے دین کیطرف پھر جاوینگے۔ رواہ مسلم۔ اگر کہا جائے کہ قولہ علی الدین کلہ

مفرد کیونکر ہو تو جواب آنکہ کفر کے دین سب شیطانی راہ و کج ہونے مین یکسان ہین کما قیل الکفر ملۃ واحدۃ۔ اگر کہا جاوے کہ دین موکد بلفظ کل ہو اور دین اسلام بھی ایک دین ہو وہ بھی داخل ہو جائیگا تو جواب یہ کہ الدین مین الف لام عہد کا ہو اور مراد کل ادیان باطلہ ہین پس دین اسلام اسمین داخل نہین ہو۔ واضح ہو کہ راہ مستقیم مانند خط مستقیم کے ایک ہی ہو سکتی ہو اور ماسوائے اسکے جانب افراط یا تفریط مین جملہ راہین کج ہونگی لہذا اہل اسلام اُمت وسط وعدل ہین اُن پر لازم ہو کہ اپنے دین مین جو اُمور قرآن وحدیث سے ثابت ہین پس ٹھیک ٹھیک انھین پر اُنکی حد تک مستقیم رہین کسی جانب کو ہوا و ہوس سے تجاوز و میلان نہ کرین ورنہ اسلام سے خارج ہو جاوینگے اگرچہ اپنے زعم مین توحید کے مدعی بنے رہین اور اپنے آپ کو محب رسول اللہ صلعم تصور کرین کیونکہ دعوی دروغ ہو والسلام ف۔ فی العرائس قولہ تعالیٰ اتخذوا احبارہم و رہبانہم اربابا من دون اللہ مقتدی نے جس شخص کی اقتداء و تقلید کی اگر اسی پر نظر رکھی اور دیدار حق تعالیٰ سے نظر غافل کئے رہا تو اس کو رب بنانیوالا و مشرک قرار دیا یعنی طاعت فقط حق تعالیٰ عزوجل کی ہو اگرچہ درمیان مین انبیاء و اولیاء وسیلہ ہوتے ہین پس ان وسائل کی طاعت کرنے مین یہ لحاظ نہ رکھے کہ یہ طاعت اُن کی طاعت ہو بلکہ یہ طاعت عین طاعت الٰہی ہو جو بوسیلہ اُن کے معلوم ہوئی ہو کیونکہ توحید کے دین مین یہی ہو کہ قدم کو جو فقط باری تعالیٰ جل جلالہ ہو حدوث سے جو تمام ماسوائے حق تعالیٰ ہو مفرد کرے اور اس افراد مین وسائط و وسائل پر نظر رکھنا شرک ہو اور تصدیق اسکی پوری آیت مین ہو یعنی قولہ وما أمروا الا لیعبدوا الٰہا واحدا۔ وحدانیت کی غیرت نے درمیان مین شاہد و آیات و جملہ مخلوقات مین سے کسی کو باقی نہین رکھا چنانچہ فرمایا۔ قل اللہ ثم ذرہم یعنی دین توحید مین صرف اللہ ہی اللہ تعالیٰ ہے اور ماسوائے اسکے جو کچھ ہو وہ کچھ نہین ہو۔ اسیواسطے جب آنحضرت علیہ السلام نے غیرت قدم کو لحاظ کیا تو اپنی مدح مین اپنی حد سے تجاوز کرنا منع کیا یعنی حدوث کی تعریف اسی کی حد تک ہو اور شان قدم تک نہ پہونچنے پاوے چنانچہ فرمایا۔ لاتطرونی کما اطرت النصاری المسیح۔ یعنی میری تعریف مین تم ایسے نہ اطراء کرنا جیسے مسیح کی شان مین نصرانی اطراء پر چلے اور مشرک ہو کر ضال و گمراہ ہو گئے چنانچہ قولہ غیر المغضوب علیہم ولا الضالین۔ کی تفسیر صحیح حدیث مین یہی آئی ہو کہ مغضوب علیہم یہودی ہین اور ضالین نصرانی ہین اور ان دونون کی راہون سے پناہ مانگنے کی سورۂ فاتحہ کی اس آیت مین تعلیم ہو۔ آنحضرت علیہ السلام کو ملت ابراہیم حنیف علیہ السلام کی متابعت کا حکم اسی معنی کر تھا کہ درگاہ قدم کو حدوث کے لگاؤ سے پاک منزہ رکھتے ہین۔ ابراہیم بمرتبہ خلت فائز تھے یہ نہین دیکھتے کہ نمرود ملعون نے جب آگ مین ڈالنے کا قصد کیا اسوقت ملائکہ آسمان و زمین کو اضطراب و جنبش ہوئی کہ الٰہی یہ کیا شان ہو جہان مخلوق کو دم مارنے کی مجال نہین کہ کافر منکر ایک موحد خلیل کو آگ مین ڈالنے پر قابو دیا گیا اور اُن کو اجازت ملی کہ جو ابراہیم تم سے مدد چاہے وہ مدد دو لیکن حضرت خلیل علیہ السلام تمام یقین رکھتے تھے کہ تاثیر فقط قدرت الٰہی کی ہو کسی اور کی حرکت سے کچھ نہین ہو سکتا لہذا کمال مطمئن تھے کہ جب درمیان مین غیر کا وجود محض ہیچ ہو اگرچہ جس حکمت کیواسطے حدوث پیدا ہوئے ہین وہ حکمت اُن سے بتاثیر قدرت قدیمہ ظہور کرتی ہو پس اس معنی سے تو یہ باطل نہین اور باطل کہنا باین معنی ہو کہ انکی ہستی مستقل و مؤثر گمان کی جاوے لہذا قولہ ربنا ما خلقت ہذا باطلا مین صدق ہو اور قولہ ع الا کل شئی ما خلا اللہ باطل بھی درست ہے ہکذا سنح للمترجم واللہ تعالیٰ اعلم۔ پھر شیخ نے لکھا کہ آنحضرت علیہ السلام کو ملت حنیفیہ ملت ابراہیم کی اتباع کا حکم تھا پس آپ نے حالت محو مین فناء الکل فی الکل کی اور قدم کے حدوث سے پاک منزہ ہر طرح بے لگاؤ ہونے کی خبر فرمائی بقولہ لی مع اللہ وقت لا یسعنی فیہ الحدیث یعنی اللہ تعالیٰ کے ساتھ میرا ایک وقت ہو کہ اسوقت مجھ مین کسی رسول مکرم و فرشتہ مقرب کی گنجائش نہین یعنی اشارہ کر دیا کہ میرا سر باطنی اللہ تعالیٰ کی توحید و تفرید کیلئے فارغ ہو اسمین کسی حادث کا گذر نہین ہو۔ قال المترجم علماء رح نے کہا کہ یہ حدیث نہین بلکہ کسی اُمتی بزرگ کا

قول معلوم ہوتا ہے وطریقہ سند سے بعض نے کہا کہ موضوع ہے اور بعض نے کہا کہ ضعیف ہے واللہ تعالیٰ اعلم۔ ابویزید رحؒ نے مقالۃ التوحید میں کہا کہ خبردار
توحید میں کسی کا لحاظ نہ رکھنا یہ نہیں ہو سکتا کہ تو حبیب علیہ السلام یا کلیمؑ و خلیلؑ کو لحاظ کرے اور اللہ تعالیٰ کی جناب میں راہ پاوے۔ **قال المترجم**
قول توحید بہت دقیق ہے اور اسکی صحت میں شک نہیں اور اسی واسطے شاہ عبدالعزیز دہلوی قدس سرہٗ نے تفسیر عزیزی میں بعض صوفیہ کے طریقہ تصور
شیخ پر انکار کیا یعنی بعضے صوفی اپنے مریدوں کو تعلیم کرتے ہیں کہ مراقبہ میں اپنے پیر کی صورت کا تصور باندھو یہانتک کہ غیر مراقبہ میں بھی ہر وقت
تمھارے سامنے وہی صورت نظر آئے تو شاہ صاحب نے اسکو توحید کے خلاف بلکہ صاف شرک کہدیا ہے اور مترجم کہتا ہے کہ تصوف کی تحقیق و
اُس کے اسرار کی توضیح بہت طول چاہتی ہے اور اتنا یاد رکھو کہ تصوف کے عجیب آثار و غریب اسرار ہیں اور توحید میں اگر جناب باری تعالیٰ کی نسبت
کوئی تصور کسی قسم کا آوے یعنی کسی طرح کی کوئی صورت خیال میں سماوے تو اُس کو فوراً رد کر دے کہ میرا پروردگار تعالیٰ اس سے پاک منزہ ہے اور
یہ سب نفس و شیطان کے تخیلات ہیں ونعوذ باللہ منہا۔ **قال الشیخ** رحؒ شبلی رحمہ اللہ سے پوچھا گیا کہ جبرئیل علیہ السلام کے تقرب و خصائص کیا کیا
ہیں اور کیونکر ہیں تو کہا کہ واللہ ایک مہینہ ہوا کہ مجھے یہ خیال بھی نہیں آیا کہ اللہ تعالیٰ نے جبرئیل کو پیدا بھی کیا ہے آمین شیخ شبلی رحؒ نے اشارہ کیا کہ شہود الٰہی
عزوجل کے سامنے شبلی خود نابود ہے تو غیر کا مشاہدہ کہاں ہے۔ بعض مشائخ نے کہا کہ یہود و خصوص نصاریٰ نے کچھ پیر پھیلائے اور اللہ تعالیٰ کے
طلب میں اڑنا چاہا ولیکن ایسی چیز سے سکون و آرام پاکر طلب و کوشش سے مطمئن ہو بیٹھے جو خود اُن کے مثل ہے یعنی وہ بھی اُن کے مانند
ایک مخلوق بشر ہے کہ آدمی سے پیدا ہوا پس انھوں نے حق تعالیٰ کو ایسی راہ سے ڈھونڈھا جو اس کی راہ نہیں پس گمراہ ہوئے حالانکہ اللہ تعالیٰ
نے جس کی آنکھ میں نور توفیق کا سُرمہ عنایت کیا اُسکے سامنے راہ کھلی ہوئی ہے اور جو اس سے اندھا ہے وہ راہ حق سے مردود ہے اور داو
شیطان و نفس پر بھٹکا پھرتا ہے اور عجب یہ ہے کہ ان لوگوں کو خود معرفت نہیں مگر اہل معرفت و اسلام و توحید کو بے راہ بتلاتے ہیں۔ اور خود اپنے
باپ دادوں کی راہ پر تقلید کیے جاتے اور مقام توحید سے کہیں نیچے گرے پڑے ہیں۔ مترجم کہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حکم دیا کہ قل یا اہل الکتاب
لا تغلوا فی دینکم غیر الحق ولا تتبعوا اھواء قوم قد ضلوا من قبل الآیۃ۔ یعنی اے محمد صلعم تو اہل کتاب یہود و نصاریٰ سے کہدے کہ اے لوگو تم اپنے
دین میں حق کے برخلاف غلو مت کرو کہ عزیرؑ و عیسیٰؑ کو بیٹا بناؤ اور اپنے اگلوں کی تقلید مت کرو جنھوں نے اپنے جی کی چاہی بات کو شیطان
کی سجاوٹ سے گڑھ کر مان لیا اور خود بھٹکے اور دوسروں کو گمراہ کر دیا۔ الجملہ جن کے دلوں میں بچھڑا پوجنا رچ گیا۔ اور جنھوں نے مورتیں
گڑھی ہوئی اپنے معبود بنائے اور جنھوں نے اپنے خیالی معبود کے بیٹوں سے دھیان لڑایا جن کا پوتا و پرپوتا دیکھنے میں نہ آیا بھلا وے کب
عقل کی نورانی راہ پر آوینگے جہاں سوائے ذات پاک وحدہ لاشریک کے کسی حادث چیز کا گزر نہیں ہے اور یہ پیچ پنچ چھوڑ کر کہاں وہ بے لگاؤ قدیم
پاک جامع صفات کمال معبود کو مانینگے لیکن اللہ تعالیٰ ہدایت فرماوے تو ہو سکتا ہے پھر شیخ نے لکھا کہ اس اُمت میں جو مکار پیر ہیں کہ درحقیقت
شیطان کے نائب ہیں اور صورت اپنی نیک لوگوں کی سی بناتے ہیں جو رسول اللہ صلعم کے نائب ہوتے ہیں پس صورت و لباس و ظاہر میں تو
عباد الرحمن بنتے ہیں اور بسیرت و بدباطنی میں شیطان ہیں بڑی بڑی داڑھیاں لٹکائے رنگے کپڑے و تہ بند و جبہ و دستار جمائے بہکتے
پھرتے ہیں کہ ہم بزرگ خانوادے کے ہیں ہم فلانے بزرگ کی اولاد ہیں اللہ تعالیٰ اُنکے مکر سے بچائے۔ اور زمانہ میں اُن کی لمبی داڑھی کی ہنسائی پھیلاوے۔ یہ
بدبخت سمجھتے ہیں کہ معرفت و توحید بھی کچھ نسب و خانوادہ سے ملتی ہے اور لوگوں کو مرید بناتے اور خود گمراہ ہیں اُن کو بھی گمراہ کرتے ہیں۔ توبہ توبہ
بھلا جسکو اللہ تعالیٰ نے معرفت و توحید سے باتباع سنت سید المقربین صلی اللہ علیہ وسلم کے سرفراز فرماکر اسکا دل تمام اغیار سے پاک
کر کے قبول نہیں کیا وہ اللہ تعالیٰ کا ولی ہو جائے یہ ہرگز ممکن نہیں ہے مترجم کہتا ہے کہ اس فساد کی اصل جڑ تو فرقہ شیعہ و رافضہ سے نکلی ہے

اللہ تعالیٰ اُن کے شر سے بچائے۔ جنیدؒ نے کہا کہ بندہ کے حق مین بھلائی کی علامت یہ ہی کہ اللہ تعالیٰ اسکو علم نافع دے اور بحث وجدال ونام ومال وجاہ ومنال چاہنے والون کی صحبت سے بچاکر ایسی صاف باطن قوم کی صحبت عطا کرے جو دنیا سے درحقیقت بے رغبت اور خاموش وگمنامی پسند وراہ سنت پر مستقیم واپنے نفس کی ہوا وہوس سے دور بھاگنے والے وبندگان خدا پر شفقت کرنیوالے امانت دار دین کے خیر خواہ اور اسکی حفاظت مین ہمہ تن مصروف ہین۔ مترجم کہتا ہی کہ احادیث سے یہ بات ثابت ہی کہ عالم ہو یا صوفی ہو جب اُس نے دنیا کا نام ومال چاہا تو اُس کی محنت کا ثمرہ اسکو یہان مل جائیگا پس متدین عالم کو چاہیے کہ اپنی گمنامی پر اُسکے مقابلہ مین رنج وحسد نہ کرے اور نفس کے جھگڑے مین صبر وثبات کی توفیق چاہے اگرچہ وہی نام کے چاہنے والے بیدین گمراہ اسکی تحقیر وتوہین کرین اور آخر مین اللہ تعالیٰ چاہتا ہی تو وہ خود بخود نیکنام سے مشہور ہوجاتا ہی۔ جیسے یہود ونصاریٰ نے دین اسلام کی نسبت یہی چاہا لیکن اللہ تعالیٰ کو منظور نہ تھا بلکہ اسکا بلند وظاہر کرنا چاہا اور وہی ہوا چنانچہ قولہ تعالیٰ یریدون ان یطفئوا نور اللہ بافواہہم الآیۃ۔ سے ظاہر ہی۔ شیخ نے کہا کہ یہ ان مشرکون کی پوری جہالت تھی جس سے صاف ظاہر ہے کہ معرفت سے اُنکو کچھ نصیب نہ تھا یہ کیسے ہوسکتا ہی کہ اپنے خیالات کی آگ روشن کرکے وے ایسے سورج وچاند کی روشنیان مٹادین جو توحید مین بے غبار دیکھ رہی ہین کہ اُن پر کسی نجس مشرک اندھی کی نگاہ نہین ٹھہرتی ہی اور جن بندون مین یہ توحید ہی اُن کے روبرو شیطانی آگ لیسا ہے کی کیا قدر ہوگی کیونکہ وہان بحکم قولہ نور علی نور۔ کے بسبب اسکے کہ صفات آلٰہی کے واسطے نہایت نہین ہی وہ آب وتاب روز افزون ہی کہ اُنکی آگ کا وجود نابود ہی۔ قولہ تعالیٰ ہو الذی ارسل رسولہ بالہدیٰ الخ اللہ تعالیٰ نے تمام حکمت بالغہ ودقائق امتحان کیلئے یہ طریقہ مقرر فرمایا ہی کہ ایک رسول پاک کے واسطہ سے بندون کو اپنی راہ کا علم وعمل تعلیم فرمائے پس وہ اسواسطہ وایلچی سے اسطرح سیکھے کہ نظر اصلی عبادت اصل یعنی حق سبحانہ تعالیٰ ہو اور بکمال قدر سے واسطہ کا شکر بہ جان ومال سے ادا کرے کیونکہ اس نعمت کے فیض مین اللہ تعالیٰ نے اسکو واسطہ کردیا پس وہی اُن کو اللہ تعالیٰ کی راہ عبودیت بتلادیگا یعنی پہلے اُن کو آگاہ کریگا کہ تمھارا خالق جل جلالہ وہ پاک پروردگار ہی جس کی ذات وصفات ہرگز تم بندون کی عقل وگمان مین نہین آسکتی ہی لیکن یہ سمجھو کہ وہ قدیم ہی جسکی نہ ابتدا ہی نہ انتہا ہی اسکا کوئی شریک نہین ہوسکتا جو چاہے وہ کرے اسی کی قدرت مین تمام مخلوقات آسمان وزمین وحیوان ونبات سب مسخر ہین جس دم جس پر جو تاثیر ہوتی ہی وہی اُسکا اثر ہوتا ہی وہ سب دیکھتا سنتا جانتا ہے یعنی کان آنکھ وغیرہ سے نہین بلکہ جس طرح اس کی شان کے لائق ہی وہ کسی چیز سے مشابہ نہین وہ سب سے پاک منزہ ہی جو بات عیب ونقصان ہو اگرچہ وہ کوئی بھی جناب الٰہی مین گنجائش نہین رکھتی ہی وہان بیٹا بیٹی جورو وغیرہ کو کچھ گنجائش نہین وہ پاک ہی غرضکہ پہلے اس طریقہ سے حضرت معبود عزوجل کو پہچنوا دیگا جب جان چکے کہ ہمارا معبود ایسا ایسا عظمت وجلال والا پاک ہی جس نے ایسی ایسی مخلوقات پیدا کی جسمین عجیب عجیب حکمتین ہین جسکی ایک پتی بھی کوئی نہین پیدا کرسکتا ہی اور یہ سب ہمارے ہی واسطے ہی اُسنے اپنے فائدہ کیلئے کچھ نہین پیدا کیا کیونکہ وہ پاک ہی وہان کسی احتیاج کو دخل نہین ہی پس ہم پر واجب ہی کہ اسکا شکریہ ادا کرین جو اُسنے ہم کو اس خوبی وعقل کیساتھ پیدا کیا مگر یہ معلوم کہ اسکے شکریہ کیلئے کوئی چیز کہان سے لادین بلکہ انھین ہاتھ پاؤن زبان ودل سے ادا کرینگے پھر بھلا شکریہ کیا ادا ہوگا لیکن اسکی رحمت ہی کہ اسکو قبول کیا پھر یہ بھی ہم سے نہین ممکن کہ ہر آتی جاتی سانس پر شکریہ ادا کرسکین اسپر اور زیادتی یہ کہ صحت وسلامتی وعافیت ورزق وغیرہ ہزارون نعمتین دین جن کا شمار نہین ہوسکتا تو کن کن نعمتون کا شکریہ کیسے ادا ہو آخر ضرور اقرار ہوا کہ الٰہی ہم عاجز ہین ہم سے کہان شکریہ ادا ہوسکتا ہی اسپر مزید رحمت دیکھو کہ جنت ونعمت دینے کا وعدہ فرمایا الٰہی تیری رحمت کا کون پار پائے لک الحمد حمدا کثیرا طیبا مبارکا فیہ تیرے ہی واسطے بندگی کرنا واجب ہی پس رسول پاک نے سکھلایا کہ اللہ تعالیٰ کی بندگی دل وجان سے خوش ہوکر اسطرح ادا کرو اور اسکا

یہ طریقہ ہے اور زنا و چوری و دغابازی و ظلم و فساد وغیرہ ایسی ایسی بُری باتوں سے باز رہو اور عفت و امانت و دیانت و عدل و امن و خیر خواہی وغیرہ عمدہ اخلاق سے آراستہ ہو کر دنیا کی چند روزہ زندگی بسر کرلو کہ مرتے ہی اس قید خانہ سے چھوٹ کر راحت و آرام میں پہونچو اللھم توفنی مسلما و مومنا وانت ارحم الراحمین۔ پس جسکو واسطہ مقرر کیا اُسپر اللہ تعالیٰ کا بڑا فضل ہو کہ اسکے واسطے سے ہم پر یہ فضل فرمایا اگرچہ واسطہ کو خود یہ اختیار نہیں کہ یہ فضل جسکو چاہے اسکو عطا فرماوے بلکہ ہدایت و توفیق حضرت باری تعالیٰ عزوجل کے اختیار میں ہو وہی قادر مختار ہو جو کرتا ہو عین حکمت ہو کسی بندہ کی مجال نہیں کہ اس حکمت کو پہونچ سکے۔ لہٰذا جس بندے نے اپنے خالق معبود کو پہچانا وہ صدق دل سے اقرار کرتا ہو کہ اللہ تعالیٰ نے جو کیا وہ عین عدل و سراسر حکمت ہو اور کسی بندے کا دامن کچھ دعویٰ نہیں اور کسی زاہد و عابد کا جو شب و روز عبادت ہی میں رہا ہو کچھ استحقاق نہیں چنانچہ اوپر بیان ہو گیا لیکن اسکا فضل ہو کہ نہ شکریہ ادا ہوا اور نہ عبادت مگر اپنے فضل سے جنت دی اسمین کوئی سبب و استحقاق نہ تھا۔ والحمد للہ رب العالمین و العاقبۃ للمتقین و الصلوٰۃ والسلام علی عبادہ الصالحین پھر جسکو رسول و واسطہ کیا وہ ادب سکھلانے میں واسطہ ہو اور اللہ تعالیٰ سے قرب و مقبول کرنے میں واسطہ نہیں ہو پھر حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو سب سے افضل کیا اور اسکو گنہگاروں کا شفیع بنایا و لیکن کسی معاملہ ہدایات میں شریک نہیں کیا اور یہ ہو ہی نہیں سکتا پس اسکی طرف گمان ہی نہیں۔ پھر قولہ بالہدیٰ و دین الحق۔ میں ہدیٰ تو قرآن نورانی ہو اور دین الحق حقائق شریعت ہیں اور بعض مشائخ نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے رسولوں کو اپنی درگاہ تک پہونچنے کی راہ بنایا کہ وے راہ مستقیم پر علامات ہیں اور اس اندھیرے گھر میں نور ہیں جن کے پیچھے پیچھے چلنے والا اس درگاہ عظمت و جلال تک پہونچ جاویگا۔ **قال المترجم** واضح ہے کہ راہ بہت باریک ہے اسمین لوگوں کی عقل ٹکراتی پھرتی ہو اور ہرگز اسپر اعتماد نہیں اسی واسطے کرم فرما کر رسول بھیجدے پس علماء کا اجماع ہو کہ جو شخص کھاتے پیتے سوتے اُٹھتے بیٹھتے بسر کرنے میں آخر دم تک ہر ہر بات میں وہی طریقہ برتے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا تھا تو عین ثواب ہو اور نیت صادقہ سے وہ ٹھیک راہ مستقیم پر ہو پھر اس سے نیچے وہ جو فرائض و واجبات و سنن موکدہ میں مستقیم ہو پھر جو فرائض و واجبات میں مضبوط و سنن قریب بواجب میں ثابت ہو علیٰ ہذا القیاس واللہ اعلم۔ پھر اہل کتاب کے سرگروہ لوگوں کا شر و فساد بیان کیا۔ بقولہ تعالےٰ

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِنَّ كَثِيرًا مِنَ الْأَحْبَارِ وَالرُّهْبَانِ لَيَأْكُلُونَ أَمْوَالَ النَّاسِ بِالْبَاطِلِ

اے ایمان والو بہت عالم اور درویش اہل کتاب کے کھاتے ہیں مال لوگوں کے ناحق

وَيَصُدُّونَ عَنْ سَبِيلِ اللَّهِ ۗ وَالَّذِينَ يَكْنِزُونَ الذَّهَبَ وَالْفِضَّةَ وَلَا يُنْفِقُونَهَا فِي

اور اٹکتے ہیں اللہ کی راہ سے اور جو لوگ گاڑ رکھتے ہیں سونا اور روپہ اور خرچ نہیں کرتے

سَبِيلِ اللَّهِ فَبَشِّرْهُمْ بِعَذَابٍ أَلِيمٍ ۝ يَوْمَ يُحْمَىٰ عَلَيْهَا فِي نَارِ جَهَنَّمَ فَتُكْوَىٰ بِهَا

اللہ کی راہ میں سو اُن کو خوشخبری سنا دُکھ والی مار کی جسدن آگ دہکا دینگے اسپر دوزخ میں پھر داغیں گے اس سے

جِبَاهُهُمْ وَجُنُوبُهُمْ وَظُهُورُهُمْ ۖ هَٰذَا مَا كَنَزْتُمْ لِأَنْفُسِكُمْ فَذُوقُوا

اُن کے ماتھے اور کروٹیں اور پیٹھیں یہ ہو جو تم گاڑتے تھے اپنے واسطے اب چکھو مزہ

مَا كُنْتُمْ تَكْنِزُونَ ۝

اپنے گاڑنے کا

اللہ تعالیٰ نے احبار و رہبان کی پیروی کرنیوالوں کا حال تو اوپر بیان کردیا کہ کمال حماقت سے انکو ارباب بنالیا اور حکم اللہ تعالیٰ و رسول

کو معطل چھوڑ دیا اور شرک و ضلالت مین پڑ گئے اب احبار و رہبان کا حال کہ کیسے دنیا مین منہمک و دین مین مفسد ہین بیان فرمایا بقولہ تعالےٰ
یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا ۔ اے ایمان والو تم آگاہ ہو کہ اِنَّ كَثِیْرًا مِّنَ الْاَحْبَارِ وَ الرُّهْبَانِ ۔ احبار و رہبان مین سے
بہتیرے ۔ لَیَاْكُلُوْنَ اَمْوَالَ النَّاسِ بِالْبَاطِلِ البتہ کھا جاتے ہین اموال لوگون کے بباطل ۔ ضحاک رح نے کہا کہ احبار سے
علماء یہود اور رہبان سے علماء نصاریٰ مراد ہین مشہور یہ کہ راہب وہ نصرانی جو ہجرا بنکر صومعہ مین عبادت کیلئے تنہا بیٹھا ہو اور شاید
اکثر انہین کے علماء ایسا کرتے ہون گے اور قولہ کثیرا من الاحبار سے معلوم ہوا کہ قلیل ان مین سے ایسے نہ تھے بلکہ وہ تقویٰ رکھتے تھے اور
بدون تحریف و تبدیل کے اصل کتاب الٰہی کی پابندی کرتے تھے کذا قیل اور مترجم کہتا ہے کہ قید کثیر سے یہ بات نہین نکلتی کہ متقی اور اصل
دین پر تھے بلکہ اتنا ثابت ہوا کہ بعضے لوگ باطل طور پر مال کھانے والے نہ تھے اور یہ معلوم نہین کہ تحریف و تبدیل کرتے تھے یا نہین
مگر احبار یہود مین سے مانند عبد اللہ بن سلام رض وغیرہ کے متقی تھے اگرچہ ان کی کتابین تو مدت سے تحریف ہو گئی تھین لہٰذا اصل کو تحریف سے
تمیز کر لینے مین انکو خود پریشانی تھی بہر حال مومنون کو ان کی بد افعالی و حرکات سے بیدار کر دیا تاکہ ان کو عالم سمجھکر انکے فریب سے دھوکا
نہ کھائین اور ان کو مایۂ فساد سمجھکر بندگان خدا کو ان کے دام تزویر سے بچاوین اور خود اپنے درمیان انکے مانند حرکات سے حفاظت رکھین
اور الناس سے ظاہر ان لوگون کے معتقد و متبع مراد ہین اور شاید عموماً ہو یعنی ان کی بد دیانتی یہ ہے کہ باطل سے عام لوگون کا مال کھا جانا
چاہتے ہین اور کھا جانے سے یہ مراد کر لیتے ہین اور محاورہ کے طور پر اس کو کھانے سے تعبیر کیا کیونکہ مال لینے کا بڑا نفع یہی ہے کہ کھایا جاوے
و بالباطل لے باطل کے معاوضہ مین چنانچہ یہودی اپنے ہاتھون کتابین لکھتے اور اسمین احکام کی تحریف کرتے اور کہتے کہ توریت یہی ہے اور
بعض مفسرین نے کہا کہ بالباطل لے بالتوجہ الباطل یعنی باطل وجہ و ذریعہ سے جو حلال نہین ہے جیسے احکام مین رشوت لینا وغیرہ اور یہی قول
اوجہ ہے اور یہود و نصاریٰ سب کو اور جملہ وجوہ کو شامل ہے اور حاصل آنکہ احبار و رہبان کا یہ حال ہے کہ باطل وجوہ سے لوگون کے مال لیتے
ہین ۔ بعض نے کہا کہ عوام کے سامنے یہ دعویٰ کرتے کہ اللہ تعالیٰ کی رضامندی بدون اس کے حاصل نہین ہو سکتی کہ احبار و رہبان کو راضی
رکھو اور جان و مال سے ان کی خدمت کرو اور علاوہ ازین چند مشہور باتین جانتے تھے کہ جو کوئی اللہ تعالیٰ و اسکے رسول کے احکام مانے اور جو باتین شرع
مین منع ہین انسے باز رہے تو اللہ تعالیٰ اس سے راضی ہوگا لیکن احبار و رہبان کے ایسے متبع تھے کہ جو وہ کہتے اسی کو لیتے جیسے قوم ہنود مین برہمنون
کیلئے قواعد مقرر تھے یا جیسے غیر ملک دین سے واقف نہونے کیلئے یہ قاعدہ مقرر کیا تھا کہ جو کوئی دریائے اٹک پار اترے وہ دھرم سے جاتا
رہا اور عوام انھین باتون پر مانند قطعی احکام کے یقین و عمل کرتے تھے بعض مفسرین نے کہا کہ توریت مین بعثت محمد صلعم و فضل و خاتمیت کی
آیات تھین تو ان مین تحریف کر کے حضرت موسیٰ ع کو خاتم الانبیاء و دین یہود کو باقی قرار دیتے تھے اور ان حرکتون سے مال تحصیل کرتے
اور بسا اوقات اس دین کو باقی قرار دیکر اسکی تقویت کیلئے عوام پر مال واجب کرتے بالجملہ فریب مکر کے جتنے شیطان سے سیکھ کر دین کے
پیرایہ مین دین فروشی کر کے دنیا کماتے تھے ۔ امام رازی رح نے تفسیر کبیر مین ان کے ہتھکنڈون کو مشرح بیان کر کے لکھا کہ یہی سب جتنے
مکر و فریب کے ہمارے زمانہ مین بھی موجود ہین کہ اکثر مکار دنیادار دین فروش عالم و فقیر ایسے ہین کہ انھین طریقون سے جاہل احمقون کے مال
کھاتے ہین اور لکھا کہ اگر تو ہمارے زمانہ کے شیخی بگھارنے والے عالمون کو اور بکار پیر فقیرون کو تامل نظر سے دیکھے یعنی براہ سنت شرع مقدس پر انکی
آزمایش کرے تو اسلام و توحید سے کہین دور پاویگا اور تجھے یہ نظر آویگا کہ گویا یہ آیات انھین عالمون و پیرون کی شان مین اتری ہین اور انھین کا
تفصیلی حال ان آیات مین بیان ہوا ہے ۔ ذرا غور سے دیکھو تو بعضے پیر فقیرون کا یہ حال ہے کہ دعویٰ تو یہ کہ دنیا کی طرف مجھے التفات نہین اور کسی

مخلوق کی طرف میری نظر نہین بلکہ مین فقط اپنے معبود ہی کی طرف راجع ہون اور ایسی ایسی باتین کریگا کہ گویا طہارت مین ملائکہ سے ہمسر ہو گیا
پھر جب دنیا کے اُمور مین سے کوئی پیش آیا تو ایسا اوندھے منہ گرا کہ کمال حرص سے ایک ٹکڑا روٹی پر لڑ مریگا۔ ہذا حاصل کلامہ رحمہ اللہ تعالیٰ اور مترجم
کہتا ہو کہ اوپر اشارہ ہوا کہ قولہ یا ایہا الذین آمنوا مین مومنون کو خطاب کر کے احبار و رہبان کے مذموم حرکات بیان کرنے مین فوائد و اشارات
معنوی بہت بلیغ ہین از انجملہ قیامت تک کے مومنون کو افادہ دیا کہ ان مین جس وقت ایسے عالم و درویش ہون تو اُن کو یہود و نصاری کے احبار
و رہبان پر قیاس کر کے راہ توحید اسلام پر مستقیم رہین اور اُن کے فریبون مین نہ پھنسین کہ دولت برباد اور دین تباہ اور رسوائی آخرت باقی رہجائیگی
کیونکہ صرف مال ہی برباد نہوا بلکہ جب اس سے عقیدت ہوئی تو قلب تباہ ہوا جسکا انجام فسق و فجور و ضلالت و بے ایمانی پر خاتمہ ہو نعوذ باللہ منہ اسلیے کہ
وہ مکار پیر کبھی راہ راست پر نہ آنے دیگا اور دین کے پیرایہ مین جو اسنے مکر پھیلایا ہو اسی کی طرف دعوت کریگا پس راہ حق سے روک کر باز رکھیگا۔
چنانچہ احبار و رہبان کا یہی حال تھا چنانچہ حق تعالیٰ نے بطریق باطل اُن کے اموال کھانے کے ساتھ آگاہ فرمایا۔ وَيَصُدُّونَ عَنْ سَبِيلِ اللّٰهِ
اور راہ الٰہی سے روکتے ہین چنانچہ علماء یہود ڈرتے تھے کہ اگر عوام کو معلوم ہو گیا کہ توریت مین آنحضرت صلعم کا وصف جمیل و اسلام کی مدح مذکور ہی
تو اسلام مین داخل ہو کر لوگ ہم کو چھوڑ دینگے اور یہ اموال نذرانہ کے جاتے رہین گے پس باطل وجہون سے اموال کھاتے اور لوگون کو اسلام
کی حقیت اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ختم رسالت سے آگاہ نکرتے اور تحریف و تبدیل کتاب توریت مین سرگرم ہوتے اور انکی بیباکی طرح طرح
کے اخبار و آثار مین مروی ہی جسکو بخوف طوالت یہان ذکر نہین کیا جاتا اور سب کا نتیجہ یہی کہ لوگون کو دین حق سے روکتے تھے۔ ایسے ہی اسلام مین جو
عالم و درویش اسی خصلت کے ہین وہ بھی اپنے مطالب کے لئے دین کے پیرایے مین اموال جمع کرنے کیلئے خلاف شرع و خلاف سنت باتین نکالتے ہین
اور عوام جہال جو ذرا سی انوکھی بات دیکھکر کرامت و ولایت کے قائل ہو جاتے ہین اپنے پیرون و معتقدون کی باتین کیسی ہی خلاف شرع ہون
سمدگی پر محمول کر لیتے اور کہتے ہین کہ یہ بزرگ ولی ہم سے زیادہ واقف ہی جو وہ فرماتا ہو وہی ٹھیک ہی ہم کو حکم شریعت کی سمجھ نہین پس ایسے پیرون و
مریدون کا حال احبار و رہبان اور اُن کے متبعین کے حال سے خوب ہی مشابہ بلکہ بالکل یکسان بلکہ بعض خاص خاص مواقع مین بڑھا ہوا ہی
جیسے پورب کے بعضے پیر ایسے ہین کہ سجادہ نشین تو بڑے خدا اور اُن کے بھائی چھوٹے خدا کہلاتے ہین بالجملہ یہ سب دین فروشی صرف دنیا کمانے
و اموال جمع کرنے کی غرض سے ہی جسکا انجام بہت خراب ہے چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اموال جمع کرنیوالون کا حال و انجام بیان فرمایا۔ بقولہ
وَالَّذِينَ يَكْنِزُونَ الذَّهَبَ وَالْفِضَّةَ وَلَا يُنْفِقُونَهَا فِي سَبِيلِ اللّٰهِ اور وہ لوگ جو کنز کرتے یعنی
خزانہ کا گھڑا جمع کرتے ہین سونے چاندی کا اور اسکو راہ الٰہی مین خرچ نہین کرتے ہین۔ فَبَشِّرْهُمْ بِعَذَابٍ أَلِيمٍ پس تو اُنکو
عذاب الیم کی بشارت سنادے۔ یہ بطریق تہکم ہی یعنی نتیجہ ان اموال پر پھولنے کا یہ کہ عذاب الیم سے مزہ چکھین اور وہ انھین اموال سے حاصل
ہوگا چنانچہ تفصیل آتی ہی۔ واضح ہو کہ قولہ والذین مبتدا متضمن معنی شرط اور قولہ فبشرہم الخ اسکی خبر ہے۔ پھر علماء تفسیر کے یہان اقوال ہین
اول آنکہ والذین گویا عطف تفسیری انھین احبار و رہبان کا ہی یعنی اسم موصول سے وہی مراد ہین اور اوپر یہ بیان ہوا تھا کہ باطل وجوہ
سے لوگون کے اموال لیتے ہین اور اس سے بطور مبالغہ ان کا حال قبیح بیان کیا کہ مال جمع کرنے پر حریص ہین اور اسمین کمال بخیلی کرتے ہین۔ یہ قول
معاویہ بن ابی سفیان سے مروی ہی۔ دوم آنکہ مسلمانون مین سے ایسا کرنیوالے مراد ہین۔ یہ ابن عباس رض سے مروی ہی اور یہی سدی رح نے کہا کہ
مسلمانون مین سے وہ مراد ہین جو زکوۃ نہ نکالین بیضاوی رح نے کہا کہ اُن کو اہل کتاب کے رشوت خوارون سے قریب کر کے بیان کرنا بغرض تغلیظ
ہے یعنی اشعار ہی کہ کنز جمع کرنیوالے بہت بُرے ہین کہ اُنکو اہل کتاب کے رشوت خوارون سے ملا کر بیان فرمایا اور اسی قول دوم پر دلالت کرتا ہے

کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو مسلمانوں پر یہ امر بہت بھاری معلوم ہوا تو عمر رضی اللہ عنہ نے آنحضرت صلعم کے سامنے ذکر کیا پس آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ
نے تم پر زکوٰۃ اسی واسطے فرض کردی ہے کہ اسکو نکال کر مابقی مال کو پاک کردے۔ قول سوم آنکہ اہل کتاب و مسلمانوں دونوں کے حق میں نازل ہوئی ہے
اور یہی حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے اور حق یہ ہے کہ عموم لفظ سے ہر وہ شخص مراد ہے جو مال جمع کرے اور اسمیں سے حق شرعی نہ نکالے خواہ یہودی
و نصرانی ہو یا اور کوئی ہو کذا قیل مترجم کہتا ہے کہ والذین مبتدا متضمن معنی شرط ہے بدلیل دخول فا بر خبر یعنی قولہ فبشرہم۔ پس حاصل یہ ہوا کہ جو ایسا
کرے اسکی جزا یہ ہے۔ اور یہ ہر ایسے صفت والے کو شامل ہوگا کیونکہ مبتدا السبب معنی شرطیہ کے محصل نہ رہا کہ قوم معین ہو کما تقرر فی موضعہ پھر بنا بر
قول ائمہ حنفیہ کے کفار مکلف بفروع نہیں ہیں لہذا مذمت کی راہ سے ان کا بیان ہوگا اور یہ تشریع ان پر نہیں ہے تاکہ شمول انکا از راہ تشریع ہو کیونکہ
محصل اسکا یہ ہے کہ جو کوئی اپنے مال کی زکوٰۃ نہ دے وہ دوزخ کے عذاب بطریق خاص میں گرفتار ہوگا اور ظاہر ہے کہ یہود و نصاریٰ وغیرہ کی
حالت کفر میں زکوٰۃ دینے کا کچھ اعتبار نہیں ہے پس حق حکم میں صرف مسلمان باقی رہے ان مذمت کے حق میں اہل کتاب نظیر و تمثیل ہیں اور اس
تقریر سے ظاہر ہو گیا کہ اقوال سلف جو اسکی تفسیر میں وارد ہوئے ہیں کچھ مختلف نہیں ہیں۔ فالحمد للہ علی ذلک۔ اب رہا بیان اس کا کہ کنز
کس کو کہتے ہیں تو حضرت ابوذر وغیرہ سے مروی ہے کہ حاجت سے زائد جو جمع کرے وہ کنز ہے اگرچہ اسمیں سے زکوٰۃ دیوے اور دیگر علماء رح نے
کہا کہ جس مال کی زکوٰۃ دیجائے وہ کنز نہیں اگرچہ حاجت سے زائد کتنا ہی خزانہ ہو یہی حضرت عمر و ابن عمر و ابن عباس و جابر و ابوہریرہ رضی اللہ
عنہم و عمر بن عبد العزیز وغیرہ رحمہم اللہ سے مروی ہے اور یہی صحیح ہے چنانچہ ابن عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ قولہ والذین یکنزون الذہب الآیۃ۔ زکوٰۃ
نازل ہونے سے پہلے یہ حکم تھا پھر جب زکوٰۃ نازل ہوئی تو اللہ تعالیٰ نے اسکو مالوں کے واسطے پاک کرنیوالی کردیا سو اگر میرے پاس احد پہاڑ
برابر سونا ہو تو مجھے کچھ ڈر نہیں ہے میں اس کی زکوٰۃ دیدونگا اور اس کو طاعت الٰہی میں خرچ کرونگا۔ رواہ عنہ البخاری واحمد والبیہقی وغیرہم۔ اور ایک
حدیث مرفوع میں ثابت ہے کہ جس مال کی زکوٰۃ دیدی جاوے وہ کنز نہیں ہے۔ یعنی لغت و عرف کی راہ سے وہ کنز ہو لیکن شرع میں جس کنز پر عذاب کی
وعید آئی ہے ویسا کنز نہیں رہتا ہے۔ وقال البیضاوی رح اور یہ جو حدیث میں آیا کہ جس نے سونا چاندی چھوڑا اسکو اسی سے جہنم میں داغ دیا
جائیگا تو اس سے مراد ایسا مال ہے جسکی اسنے زکوٰۃ و حق شرعی نہیں دیا ہے بدلیل حدیث دیگر جو ابوہریرہ رض کی روایت سے ہے کہ جو کوئی سونے
یا چاندی کا مالک کہ وہ اسکی زکوٰۃ نہیں نکالتا تھا اسکا یہ مال مذکور بستر کرکے آتش دوزخ سے تاب دیکر داغ دیا جائیگا پس اس کی پیشانی
و دونوں پہلو و پیٹھ داغی جاویگی اس دن کہ وہ پچاس ہزار برس کا ہوگا یہاں تک کہ لوگوں کا فیصلہ ہو پھر وہ اپنی بابت راہ پاوے یا دوزخ کی طرف
یا جنت کی طرف۔ والحدیث رواہ البخاری و مسلم وغیرہما اور اس سے معلوم ہوا کہ قولہ ولا ینفقونہا فی سبیل اللہ سے مراد انفاق بطریق زکوٰۃ اور
حق واجبی ہے یعنی زکوٰۃ نہیں دیتے اور جو حقوق شرعی ان پر واجب ہیں ان میں خرچ نہیں کرتے ہیں اور مترجم کہتا ہے کہ زکوٰۃ سے تخصیص کرنا وقت
سے خالی نہیں ہے اسواسطے کہ مال میں عام حق شرعی زکوٰۃ ہے اور دیگر حقوق واجبہ بخصوصیت بھی ہوتے ہیں مثلاً کسی پر اسکے اقارب کا نفقہ واجب
ہے یا جوار میں کوئی عاجز مسلمان ہے کہ کوئی اور اسکو نفقہ دینے والا نہیں ہے وہہنا بحث لا یسعہ المقام۔ اگر کہا جاوے کہ ضمیر لا ینفقونہا مفرد ہے اور
مرجع ماقبل تثنیہ ہے تو جواب یہ ہے کہ ضمیر از راہ معنی راجع ہے نہ از راہ لفظ کیونکہ ذہب و فضہ میں سے فضہ کا لفظ بھی مؤنث ہے اور ذہب کا لفظ
مذکر ہے ولیکن کنز و خزانہ کی صورت میں از راہ معنی کے ہر ایک بتعداد کثیر و مجموعہ وافیہ ہوکر بسبب جماعت کے ضمیر مؤنث سے تعبیر ہوا اور چونکہ
مجموعہ خزانہ ہونے میں دونوں یکساں ہیں لہذا ضمیر واحد کافی ہے اور مترجم کہتا ہے کہ ذہب و فضہ ادہر مذکور ہونے سے ہر ایک کا مفرد اعتبار نہیں یعنی
مقصود نہیں ہے کہ ذہب کو خزانہ کرتے اور فضہ کو خزانہ کرتے ہیں تاکہ لا ینفقونہا۔ کی ضمیر میں لا ینفقونہما بضمیر تثنیہ ہونے کا سوال پیش ہو کیونکہ

مقصود اس سے یہ کہ خزانہ جمع کرتے ہین اور جس چیز سے جمع کرتے ہین وہ بیان کر دی کہ ذہب و فضہ سے کیونکہ خزانہ جمع کرنے مین خصوصیت روپیہ یا اشرفی کی مقصود نہین ہوتی بلکہ اکثر مخلوط جمع کرتے ہین ہان بیان مین انھین دونون کی خصوصیت کی حالانکہ فلوس وغیرہ اموال کثیرہ اگر جمع کرے اور زکوٰۃ و حقوق واجبہ نہ نکالے تو وہ بھی کنز ہو جائینگے تو خصوصیت ذکر میں اسوجہ سے کہ تمام تفصیل و تطویل سے احتراز ہوا اور مقصود جملہ اموال ہین پس خزانہ رکھنے مین۔ چونکہ یہی دونون اشرف سمجھے جاتے ہین اور انھین سے خزانہ کرنا معروف ہے لہذا انھی دونون کے بیان پر اکتفا کیا اور مقصود یہ کہ جو لوگ کنز و خزانہ جمع کرتے ہین اور اسکو اللہ تعالیٰ کے مقرر کئے ہوئے حقوق واجبہ مین خرچ نہین کرتے اُن کو عذاب الیم کی بشارت دیدے بشارت کا لفظ بطریق تہکم ہے۔ پھر عذاب الیم کی بشارت کس دن کے واسطے اور کیونکر ہے تو بیان فرمایا۔ يَوْمَ يُحْمَىٰ عَلَيْهَا فِي نَارِ جَهَنَّمَ۔ اس دن کہ تاب دیا جائیگا ان کنوز پر جہنم کی آگ مین یعنی پچاس ہزار برس لے دن مین یہ خزانے دوزخ مین جھونک کر تپائے جائینگے۔ فَتُكْوَىٰ بِهَا جِبَاهُهُمْ وَجُنُوبُهُمْ وَظُهُورُهُمْ۔ پھر داغ دی جائینگی اس سے اُن لوگون کی پیشانیان و پہلو و پیٹھین۔ ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ دینار پر دینار یا درم پر درم نہین رکھا جائے گا بلکہ اُن کی کھال چوڑی کر کے ہر درم و دینار آتش دوزخ سے تپا ہوا علیحدہ رکھا جائیگا۔ ابوبکر الوراق رح سے پوچھا گیا کہ پیشانی و پہلو و پیٹھ کی خصوصیت مین کیا حکمت ہے۔ کہا کہ کنز جمع کرنیوالا حقدار فقیر محتاج کو دیکھکر بجائے ترحم کے اس سے چین بجبین ہو کر اس سے پہلو تہی کرتا اور پیٹھ پھیر لیتا ہے۔ بعض نے کہا کہ ان مقامات کے ذکر سے مقصود یہ کہ داغ دینے مین ہر چہار طرف سے احاطہ کیا جائے گا چنانچہ پیشانی سے اگلی جہت اور پیٹھ سے پچھلی طرف اور دونون پہلو سے دائین بائین طرف سے احاطہ مراد ہے۔ حدیث ابوہریرہؓ مین ہے کہ جو کوئی اپنے مال کی زکوٰۃ نہین دیتا قیامت مین اُس کے عذاب کیلئے آگ کے پتر کر کے اسکی پیشانی و دونون پہلو و پیٹھ داغی جائے گی اس دن کہ مقدار اسکی پچاس ہزار برس ہوگی پس برابر اسپر عذاب ہوتا رہیگا یہان تک کہ بندون کا حساب کتاب فیصلہ پا وے پس یہ شخص بھی اپنی راہ دیکھے خواہ جنت کی طرف یا دوزخ کی طرف۔ رواہ مسلم۔ پھر اگر دوزخی ہوا تو دوزخ کے عذاب کا حال معلوم ہے اللہ تعالیٰ اس سے محفوظ رکھے۔ اس حدیث سے نکلا کہ یہ عذاب قبل فیصلہ حساب کتاب کے میدان حشر ہی مین زکوٰۃ نہ دینے والے پر طاری ہوگا۔ اس سے نکلا کہ زکوٰۃ کا فرض بھی بڑے مرتبہ کا ہے کیون نہین کہ اللہ تعالیٰ نے اسکو جا بجا نماز کے ساتھ ملا کر يقيمون الصلوٰة و يؤتون الزكوٰة فرمایا ہے۔ ابن عمرو ابن عباسؓ حضرت عمرؓ و جابرؓ و ابوہریرہ وغیرہم سے مرفوع و موقوف روایت ہے کہ جس مال کی زکوٰۃ ادا کر دیجاوے وہ کنز نہین رہتا یعنی یہ کنز جس پر عذاب کا حکم ہے نہین رہتا اگرچہ زمین کے نیچے مدفون ہو اور جس مال کی زکوٰۃ بند کی جاوے وہ کنز ہے اگرچہ دفینہ نہ ہو بلکہ اوپر ہی رکھا ہو پس قیامت کے روز آتش دوزخ سے تاب دیکر اس سے مالک کو بطور مذکور داغ دیا جائیگا۔ هَٰذَا مَا كَنَزْتُمْ لِأَنفُسِكُمْ۔ اے یقال لہم او قائلا لہم ذلک۔ یعنی بطور مذکور داغ دیئے جاوینگے در حالیکہ اُن سے یہ قول کہا جاتا ہو گا کہ یہ وہی ہے جو تم نے اپنے واسطے کنز کیا تھا کہ فقیرون محتاجون پر ترس نہ کھایا اور حقوق واجبہ کو چھوڑا اور ان مالون کو بہت پیار سے خزانہ کر کے اپنے نفع کیلئے رکھا یہ نہین سمجھے کہ ایسے برتاؤ سے یہ تمھارے لئے عین مضرت و سبب عذاب ہے۔ فَذُوقُوا مَا كُنتُمْ تَكْنِزُونَ۔ پس اب چکھو جسکو تم کنز کرتے رہے یعنی اب اُس کے وبال و بد انجامی کو چکھو مالی کو اس طور سے جمع کرنیوالون کے حق مین مال کا انجام یہ ہوگا جو بیان ہوا اور اُن سے یہ مزہ چکھنے کو کہنا بطریق تہکم و ملامت ہے۔ جیسے احبار و رہبان کو عذاب الیم کی بشارت دینے کا حکم بھی اسی معنی مین ہے اور محصل اسکا یہی ہے کہ دنیا کی چیزین جو مخلوق الٰہی ہین ان مین جب ایک مخلوق بخل کر کے بر خلاف حکم و رضا خالق کے اپنے تصرف مین لاوے اور ظلم و فساد کرے تو وہی چیزین اُسکے حق مین وبال و عذاب

ہین اگرچہ فی الحال ظاہری صورت سے اُسکو اپنا انجام نظر نہ آوے بلکہ فریب نفس سے ان چیزون کو منفعت سمجھے ہیین سے حکمار ربانی نے کہا کہ جس چیز کو آدمی محبوب کرکے طاعت الٰہی پر مقدم کرتا ہو اسی سے عذاب اُٹھاتا ہو۔ آیت کریمہ مین اللہ تعالیٰ نے احبار و رہبان کی مذمت مخصوص کرکے بیان فرمائی حالانکہ کوئی آدمی ہو جب ایسا کریگا عذاب پاویگا تو اس وجہ سے کہ عام لوگ تین قسم کے لوگون کے عیال ہوتے ہین۔ ایک بادشاہ کے دوم علمار کے اور سوم درویش لوگون کے پس جب یہ تین فریق بگڑے تو سب لوگ خراب برباد ہو جاتے ہین اور ظاہر الفظ احبار جو غالباً علمار یہود پر بولا جاتا ہو اس آیت کریمہ مین علمار نصاریٰ کو بھی شامل ہو اگرچہ علیحدہ اطلاق مین عالم نصاریٰ کو قسّ و قسّیس کہتے ہین جیسے اُن کے درویشون و عابدون کو راہب کہتے ہین۔ اور مقصود اس بیان سے یہ کہ گمراہ اور گمراہ کرنیوالے عالمون پیرون سے پرہیز کرین ورنہ پیروی کرنیوالے بھی برباد ہونگے چنانچہ یہود و نصاریٰ نے پرہیز نہ کیا بلکہ احبار و رہبان کو ارباب بنایا تو دین سے بالکل اندھے ہوگئے اور دینی عقل گم ہوگئی حالانکہ اُن کے علماء و درویش آخرت سے منہ موڑے دنیا کے اموال جمع کرنے پر حریص و بخیل ہورہے تھے اور چونکہ آخر اسلام مین بھی یہی حالت ہونیوالی تھی لہذا مومنون کو اس سے تحذیر فرمائی اور حدیث صحیح مین ہو کہ واللہ تم لوگ بھی اپنے سے اگلی اُمتون کی چال قدم بقدم چلوگے سفیان بن عیینہؒ نے کہا کہ ہمارے علماء مین سے جو بگڑا اسمین احبار یہود کی مشابہت ہوجاتی ہو اور ہمارے زاہدون عابدون مین سے جو بگڑا اسمین راہب نصاریٰ کی مشابہت ہوتی ہو حاصل تحذیر یون ہو کہ اُن کے احبار و رہبان کا یہ خراب چال تھا کہ بطریق باطل وہ لوگون کے مال لینے اور دنیاوی ریاست چاہنے اور دین فروشی کرنے اور خود بخیل و مال جمع کرنے پر حریص تھے اور انھین مالون کے لالچ سے راہ توحید کو بگاڑا لہذا ان اموال کے سبب سے جو اُن کو راہ حق سے زیادہ محبوب تھے داغ دیئے جانے کا عذاب پایا اور آیت اگرچہ احبار و رہبان کی مذمت مین منصوص ہو لیکن آیندہ جو کوئی ان احبار و رہبان کے اقوال و افعال مین مشابہ ہو اُسکو شامل ہے جیسا کہ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ وغیرہ سے یہ امر منصوص مروی ہوا ہو اور حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سوائے قدر نفقہ کے زائد مال کو کنز کہتے تھے اگرچہ اُسکی زکوٰۃ دیدی جائے اور سیدناؒ نے اپنی تفسیر مین ابوامامہ رضؓ سے روایت کی کہ تلوارون کا حلیہ یعنی اُن پر چڑھی ہوئی چاندی جو بطور زیور کے ہوتی ہو وہ بھی کنز ہو اور علی رضی اللہ عنہ سے ایک اثر غریب مروی ہو کہ چار ہزار تک تو نفقہ ہو اور اس سے زائد کنز ہے ولیکن ابن عمر رضی اللہ عنہ وغیرہ سے صحیح ہوا کہ یہ قبل نزول زکوٰۃ تھا اور بعد زکوٰۃ کے اللہ تعالیٰ نے زکوٰۃ کو مالون کے لئے پاکی کر دیا ہو ہان اشرفی و روپیہ کے حق مین تقلیل کرنے کی تعریف اور تکثیر کرنے کی مذمت بہت احادیث مین وارد ہو۔ حافظ ابن کثیرؒ نے چند احادیث کو بیان وارد کیا جسکی تلخیص یہ ہو کہ علی رضی اللہ عنہ نے آنحضرت صلعم کا فرمان نقل کیا کہ برباد ہو چاندی کو یعنی چاندی کو بطور کنز جمع کرنیوالے کو اور برباد ہو سونا جمع کرنیوالے کو۔ اس بات کو تین مرتبہ کہا تو آنحضرت صلعم کے صحابہ رضی اللہ عنہم پر یہ امر دشوار گذرا انھون نے عرض کی کہ پھر ہم کون چیز ذخیرہ کرین تو فرمایا کہ ایسی زبان جو اللہ تعالیٰ کا ذکر کرے اور ایسا دل جو شکر کرے اور ایسی جورو جو آخرت کے واسطے مددگار ہو۔ اور ابو داؤد وغیرہ نے روایت کی کہ جب یہ آیت اُتری والذین یکنزون الذہب والفضۃ الخ تو آنحضرت صلعم کے صحابہ پر یہ امر دشوار ہوا پس عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ مین آنحضرت صلعم سے پوچھتا ہون پس جاکر پوچھا تو آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے زکوٰۃ اسی واسطے فرض فرمائی ہو کہ تمھارے اموال پاک ہو جاوین۔ الحدیث۔ شداد بن اوس رضؓ کی حدیث مین ہو کہ مین نے رسول اللہ صلعم سے سنا کہ جب لوگ سونا چاندی بطور کنز جمع کرین تو تم ان کلمات دعا کو ذخیرہ جمع کرو وہ یہ اَللّٰھُمَّ اِنِّی اَسْئَلُکَ الثَّبَاتَ فِی الْاَمْرِ وَالْعَزِیْمَۃَ عَلَی الرُّشْدِ وَاَسْئَلُکَ شُکْرَ نِعْمَتِکَ وَاَسْئَلُکَ حُسْنَ عِبَادَتِکَ وَاَسْئَلُکَ قَلْبًا سَلِیْمًا وَّاَسْئَلُکَ لِسَانًا صَادِقًا وَّاَسْئَلُکَ مِنْ خَیْرِ مَا تَعْلَمُ وَاَعُوْذُبِکَ مِنْ شَرِّ مَا تَعْلَمُ وَاَسْتَغْفِرُکَ بِمَا تَعْلَمُ اِنَّکَ اَنْتَ عَلَّامُ الْغُیُوْبِ۔ اور صحیحین کی حدیث ابوذر رضی اللہ عنہ

ہیں ہی کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ قسم ہی رب کعبہ کی کہ وہی لوگ زیادہ خسارے میں ہیں۔ میں نے عرض کی کہ میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں یہ کون لوگ ہیں فرمایا کہ بہت مال والے لوگ ہیں مگر وہ جس نے یوں ریل دیا اور یوں ریل دیا الی آخرہ یعنی بہت مالداروں میں سے وہ مستثنیٰ ہیں جنھوں نے راہ خدا میں آگے پیچھے داہنے بائیں ہر طرف بھرپور خرچ کیا اور ایسے لوگ تھوڑے ہیں۔ اسی واسطے ابوذر رضی اللہ عنہ آیت کریمہ کو اگلے احبار و رہبان کے ساتھ مسلمانوں کے حق میں بھی کہتے تھے اور ابن عباسؓ و سدی رح سے مروی ہی کہ آیت عامہ ہی یعنی کچھ احبار و رہبان کی خصوصیت مقصود نہیں بلکہ اُن کے بد افعال کے بیان سے یہ مقصود ہی کہ جو کوئی ایسا کریگا اُس کا یہی حال ہوگا علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہی کہ اصحاب الصفہ میں سے ایک شخص مرا جسکے پاس ایک دینار نکلا تو آنحضرت صلعم نے نماز نہ پڑھی اور فرمایا کہ ایک داغ ہی۔ فافہم۔ واللہ تعالیٰ اعلم ف فی العرائس قولہ والذین یکنزون الذہب والفضۃ ولا ینفقونہا الخ اللہ تعالیٰ نے بخیلوں کو راہ خدا میں مال نہ خرچ کرنے پر ملامت فرمائی ہی اور یہ خصلت بسبب شائبہ نفاق ہی کے ہوتی ہی بعض نے کہا کہ جس نے اپنے ملک کی چیز میں سے قلیل کے ساتھ بھی بخل کیا اُسنے اپنی نجات کا دروازہ بند کر کے ہلاکت کا دروازہ کھول لیا مترجم کہتا ہی کہ بخل کی مذمت احادیث میں بکثرت وارد ہی اور صحیح حدیث میں ہی کہ دوزخ سے اپنے آپ کو بچاؤ اگرچہ ایک چھوارے کے ٹکڑے سے ہو۔ واضح ہو کہ شرع کے موافق خرچ کرنا محمود ہی اور اگر خلاف شرع کوئی شخص خرچ کرتا ہو تو وہ بخیل کا بھائی مسرف ہے۔ نعوذ باللہ منہما۔

إِنَّ عِدَّةَ الشُّهُورِ عِندَ اللَّهِ اثْنَا عَشَرَ شَهْرًا فِي كِتَابِ اللَّهِ يَوْمَ خَلَقَ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ

مہینوں کی گنتی اللہ کے پاس بارہ مہینے ہیں اللہ کے حکم میں جس دن پیدا کئے آسمان و زمین

مِنْهَا أَرْبَعَةٌ حُرُمٌ ۚ ذَٰلِكَ الدِّينُ الْقَيِّمُ ۚ فَلَا تَظْلِمُوا فِيهِنَّ أَنفُسَكُمْ ۚ وَقَاتِلُوا الْمُشْرِكِينَ

اُن میں چار ہیں ادب کے یہی ہے سیدھا دین سو اُنمیں ظلم نہ کرو اپنے اوپر اور لڑو مشرکوں سے

كَافَّةً كَمَا يُقَاتِلُونَكُمْ كَافَّةً ۚ وَاعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ مَعَ الْمُتَّقِينَ ۝ إِنَّمَا النَّسِيءُ زِيَادَةٌ

ہر حال جیسے وہ لڑتے ہیں تم سے ہر حال اور جانو کہ اللہ ساتھ ہے ڈر والوں کے یہ جو مہینہ ہٹا دینا ہے سو بڑھائی بات ہے

فِي الْكُفْرِ ۖ يُضَلُّ بِهِ الَّذِينَ كَفَرُوا يُحِلُّونَهُ عَامًا وَيُحَرِّمُونَهُ عَامًا لِّيُوَاطِئُوا عِدَّةَ مَا حَرَّمَ

کفر کے عہد میں گمراہی میں پڑتے ہیں اس سے کافر حلال گنتے ہیں اسکو ایک برس اور ادب کا گنتے ہیں ایک برس کہ پوری کرلیں گنتی جو اللہ نے رکھی ادب کی

اللَّهُ فَيُحِلُّوا مَا حَرَّمَ اللَّهُ ۚ زُيِّنَ لَهُمْ سُوءُ أَعْمَالِهِمْ ۗ وَاللَّهُ لَا يَهْدِي

پھر حلال کرتے ہیں جو منع کیا اللہ نے بھلے دکھائے ہیں اُنکو اُن کے بُرے کام اور اللہ راہ نہیں دیتا

الْقَوْمَ الْكَافِرِينَ ؏

مُنکر قوم کو

یہاں سے اللہ تعالیٰ نے کلام کو مشرکین کے ایک قبیح حرکت ایجاد کرنے کے بیان اور اظہار راہ مستقیم کے لئے شروع کیا بقولہ إِنَّ عِدَّةَ الشُّهُورِ۔ عدۃ مصدر بمعنی شمار یا مراد مفعول ہی اے معدود اور معنی یہ کہ شمار مہینوں کا جو سال کے لئے ہیں۔ عِندَ اللَّهِ اللہ تعالیٰ کے نزدیک۔ اِثْنَا عَشَرَ شَهْرًا بارہ مہینہ ہیں فِي كِتَابِ اللَّهِ اللہ تعالیٰ کی کتاب میں۔ یہ صفت اثنا عشر واقع ہے اور کتاب اللہ سے مراد لوح محفوظ ہی یا کتاب مصدر بمعنی حکم ہی یعنی حکم الٰہی میں۔ يَوْمَ خَلَقَ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ جس دن کہ

آسمانوں وزمین کو پیدا کیا ظرف متعلق بمعنی ثبوت ہی یا متعلق بکتاب ہو اگر مصدر قرار دیا جائے اور معنی یہ کہ یہ بات فی نفس الامر ثابت ہی جب سے اللہ تعالیٰ نے
اجرام وازمنہ کو پیدا کیا۔ اور ان مہینوں کے نام عربی میں محرم۔ صفر۔ ربیع الاول۔ ربیع الثانی۔ جمادی الاول۔ جمادی الثانی۔ رجب۔ شعبان
شہر رمضان۔ شوال۔ ذو القعدہ۔ ذو الحجہ۔ ہیں۔ سال کے یہ مہینے قمری ہیں جو چاند کی سیر کے حساب سے ہیں اور اہل اسلام انھیں مہینوں کے شمار
سے صوم و حج و دیگر امور احکام و حیض و نفاس کا برتاؤ کرتے ہیں اور خطیبؒ وغیرہ نے لکھا کہ اس حساب سے سال کے تین سو چپن دن ہوتے ہیں
اور فتاوی ہندیہ وغیرہ کتب فقہ میں ہو کہ تین سو چون دن اور تیس جزو کے گیارہ جزو ہوتے اور ایام سال شمسی کے جو آفتاب کے پورے دورے
کے حساب سے ہی تین سو پینسٹھ یوم و چہارم یوم ہی بس اختلاف سال شمسی تو موسم گرمی و سردی کے حساب سے یکساں ہیں لہذا ہر فصل اپنے مہینوں میں واقع
ہوگی اور چونکہ سال قمری بہ نسبت سال شمسی کے دس دن کے قریب کم ہوتا ہی لہذا ہر تین سال میں ایک مہینہ کامل کم ہوگا اسی لئے ہندی لوگ ایک
مہینہ لوند لگاتے ہیں تاکہ فصل شمسی کا حساب ٹھیک ہی اور لوند کچھ اعتقاد ہنود سے متعلق نہیں جیساکہ عوام زعم کرکے پھر اپنے تئیں شک میں
ڈالتے ہیں چنانچہ انگریزی مہینہ میں یہ کمی بیشی کردیجا دے جیسے انگریزی و رومی مہینہ میں تیس و اکتیس سے کردی گئی ہی کہ لوند کی کچھ ضرورت نہیں
ہوتی ہی یہیں سے معلوم ہوا کہ سال شمسی موافق فصول ہی اور سال قمری نہیں اسی لئے کبھی رمضان جاڑوں میں اور کبھی برسات اور کبھی گرمی
میں واقع ہوتا ہی اور ہر حال میں بندے حکم الٰہی پر امتحان کرلئے جاتے ہیں اور اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں بیان فرمایا کہ ابتدائے خلق اجرام وازمنہ
سے اللہ تعالیٰ نے سال کا شمار انھیں مہینوں سے حکم تعبدی قرار دیا اور اسی کو انبیاء و رسل علیہم السلام لائے ہیں اور اسی شمار پر کتب آسمانی نازل
ہوئی ہیں حتی کہ حیض و نفاس کے احکام شمسی سے متعلق نہیں ہوسکتے کیونکہ واسطہ اسمیں چاند کا عروج ہی جیساکہ کتب فنون میں مصرح ہی پس
اس سے یہ حکم نکل آیا کہ قبطی و رومی و انگریزی مہینوں کا احکام تعبدی میں کچھ اعتبار نہیں ہی بلکہ قمری مہینوں کو معتبر رکھو کہ انھیں کو اللہ تعالیٰ
نے روز پیدائش اجرام وازمنہ سے ثابت فرمایا ہی مِنْهَا أَرْبَعَةٌ حُرُمٌ ان بارہ مہینوں قمریہ میں سے چار حرم ہیں حرم جمع حرام یعنی
محترم ہیں جنمیں سے تین پے درپے ہیں یعنی ذو القعدہ و ذو الحجہ و المحرم۔ اور ایک فرد ہی اور وہ رجب ہی۔ اسی ترتیب سے مفسر نے ذکر کرکے اشارہ
کیا کہ دو برس میں سے چار دن ہیں اور آنحضرت صلعم نے بھی خطبہ حجۃ الوداع میں فرمایا کہ الا ان الزمان قد استدار کہیئۃ یوم خلق السموات والارض
السنة اثنا عشر شهرا منها اربعة حرم ثلث متواليات ذو القعدة وذو الحجة والمحرم ورجب مضر الذي بين جمادى وشعبان یعنی آگاہ رہو کہ زمانہ
گھوما جیسے آسمانوں وزمین پیدا ہونے کے روز تھا سال بارہ مہینہ کا اسمیں سے چار ماہ حرام ہیں تین پے درپے ذو القعدہ و ذو الحجہ و المحرم اور
ایک رجب جو قبیلہ مضر کا رجب کہلاتا ہی جو جمادی الثانی و شعبان کے بیچ میں پڑتا ہی ابن کثیرؒ نے کہا کہ قولہ علیہ السلام الا ان الزمان قد استدار
کہیئتہ الخ کے معنی یہ ہیں کہ ابتدائے خلقت میں یہ امر جس طرح اللہ تعالیٰ نے رکھا اسی کو ثابت و مقرر فرمایا اور اسی پر ثابت رہنے کی تاکید کی
اس طرح کہ اسمیں کوئی تقدیم و تاخیر و زیادتی و نقصان و نسی و تبدیل مت کرو جیسے جاہلیت والے نسی سے تغیر کرتے تھے اور بعض مفسرین
و متکلمین نے اس حدیث میں کہا کہ اتفاق سے اس سال آنحضرت صلعم کا حجۃ الوداع ماہ ذی الحجہ میں واقع ہوا تھا حالانکہ عرب اہل جاہلیت میں نسی
کرنے کے سبب سے اکثر سوائے ذی الحجہ کے دوسرے مہینہ میں حج کرتے تھے اور ان لوگوں نے زعم کیا کہ ابوبکرؓ نے سال گذشتہ میں یعنی نویں سال
ہجرت کے جو بحکم آنحضرت صلعم حج کیا تھا وہ بھی ماہ ذو القعدہ میں واقع ہوا تھا لیکن یہ زعم صحیح نہیں ہی چنانچہ آیت النسی کی تفسیر میں آگے
آویگا اور اغرب قول وہ ہی جو طبرانی نے بعض سلف سے روایت کیا کہ سال حجۃ الوداع میں اتفاق سے مشرکوں و یہود و نصاری سب کا
حج مومنوں سے متفق واقع ہوا تھا۔ وفیہ نظر ایضا۔ بالجملہ بشہادت حدیث کے بھی یہی ثابت ہوتا ہی کہ چاروں ماہ حرام دو سال کے اندر

آتے ہین اور کوفیون نے اُن کو محرم ورجب ذوالقعدہ و ذوالحجہ سے شمار کر کے ایک ہی سال مین قرار دیا ہو ولیکن نووی رح نے شرح صحیح مسلم مین
ترتیب اول ہی کو بدلالت حدیث کے صواب قرار دیا ہو اور ابن المنیر رح نے اپنی تفسیر مین اعتراض کیا کہ یہ سب اس بنا پر ہوگا کہ پہلا مہینہ ماہ محرم
سے شمار کیا جاوے حالانکہ یہ امر زمانہ حضرت عمر رض مین بمشورت صحابہ رضی اللہ عنہ قرار پایا ورنہ سابق مین عرب نے عام الفیل سے تاریخ شمار کرتے
اور ابتدائے اسلام مین ربیع الاول سے ابتدا لیتے تھے۔ فلیتامل۔ خطیب رح نے کہا کہ المحرم بالف لام ہی سے لئے اور مہینون کے اسلئے کہ وہ اول ماہ
ہے گویا الف لام سے اشعار ہو کہ اسی مہینہ سے ابتداء سال ہو اور محرم اسواسطے کہتے ہین کہ اسمین قتال حرام جانتے تھے اور ابتداء اسلام مین بھی
یہ حکم مستقر رہا اور بعض نے کہا کہ محرم اسلئے کہ اسی مہینہ مین ابلیس پر جنت حرام ہوئی اور نکالا گیا۔ رجب از ترجیب بمعنی تعظیم ہو اور ذوالقعدہ اسلئے کہ
عرب اس مہینہ مین قعود کرتے یعنی قتال سے بیٹھ رہتے تھے اور ذوالحجہ بکسر الحاء بسبب ابتداء حج کے کہلاتا تھا وقد اطال السخاوی رح فی الکلام علی ذلک
فی رسالته فی الایام والشہور۔ بالجملہ اسمین اختلاف ہو کہ ترتیب ان چار ماہ حرام کی اسطرح ہو کہ دو سال مین پڑتے ہین یا اسطرح کہ ایک ہی سال
مین آتے ہین۔ ابن دحیہ وغیرہ نے کہا کہ اس اختلاف کا فائدہ جب ظاہر ہوگا کہ کسی نے قسم کھائی کہ ترتیب وار ماہہائے حرام کے روزے رکھونگا
تو قول اول پر ذوالقعدہ سے اور دوم پر محرم سے شروع کریگا۔ خطیب رح نے کہا کہ حدیث استدارۃ کے معنی یہ ہین کہ مہینے اپنے اپنے موقع پر قائم ہوگئے
جیسے ابتداء خلقت مین تھے اور حج اپنے مہینہ ذوالحجہ مین لازم ہوگیا اور نسی وغیرہ زمانہ جاہلیت کی تبدیل جس سے کبھی حج ذی الحجہ مین اور کبھی ذوالقعدہ
اور کبھی محرم وغیرہ مین پڑا کرتا تھا باطل ہوئی۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ ذٰلِكَ الدِّيْنُ الْقَيِّمُ یہ دین قیم ہو یعنی مہینون کا باعتبار قمر ہونا
اور اُن مین سے چار کا ماہہائے حرام ہونا یہی دین مستقیم دین ابراہیم و اسمٰعیل ہو جو عرب نے میراث پایا ہو۔ بعض نے کہا کہ دین از دان یدین
بمعنی حساب ہو کما فی الحدیث الکیس من دان نفسہ یعنی دانا و پختہ کار وہ ہو جسنے اپنے نفس سے محاسبہ رکھا اور غفلت کر کے اپنی خواہشون پر چلنے
کیلئے عاجز نہ ہوا پس معنی یہ کہ یہی حساب مستقیم ہو اور بعض تابعین نے کہا کہ دین قیم وہ دین ہو جو متغیر و متبدل و زائل نہ ہو۔ اگر کہا جاوے کہ چار ہی
مہینون کو محترم رکھنا کیا معنی ہین جواب یہ کہ معصیت سے ان کی ہتک حرمت نکرے اور طاعت مین سرگرم رہے۔ اگر کہا جاوے کہ کیا تمام باقی
سال مین اسکی اجازت ہو جواب یہ کہ نہین بلکہ یہ مطلب ہو کہ ان مہینون مین معصیت کا گناہ بہت بڑھکر ہو جیسے اُن مین ثواب طاعت بھی بڑھا ہوا
ہے اور عرب بھی ان مہینون کو معظم و مکرم رکھتے اور یہ علم اُن کو بمیراث نبوت خلیل و اسمٰعیل علیہما السلام ہو پہنچا تھا حتی کہ آدمی اپنے باپ کے قاتل کو پاتا مگر
احترام ماہ سے اسکو کچھ نہ چھیڑتا تھا اگرچہ عرب اپنی جہالت سے خصوص ان مہینون کے ایام پر قائم نہ رہتے بلکہ چار مہینہ کی اوقات کو استیفا کر لیتے
کہین سے ہون چنانچہ آگے آتا ہو اگر کہا جاوے کہ اجزاء زمانہ تو باہم متشابہ ہین پھر اس امتیاز کا کیا سبب ہو جواب یہ کہ علم الٰہی ان حقائق کو محیط ہے
آدمی تو صرف ظاہر صورت کو دیکھتا ہو اور عقل باعتبار ثواب و عقاب کی حالت کے یہان استقلال نہین رکھتی چنانچہ آخر ماہ رمضان جسدن چاند
ہوگا روزہ صوم ہو اور ثواب اسکا مفروض معلوم ہو حالانکہ چاندرات کی صبح کا روزہ جو روز عید ہو حرام ہو پس شرائع متقررہ بحکمت بالغہ الٰہی عزوجل
ہین اُن مین عقل کی تاب نہین چنانچہ دیکھو اللہ تعالیٰ نے دیگر بلاد سے بلد الحرام کو متمیز کیا اور دیگر ایام ہفتہ سے روز جمعہ کو اور دیگر ایام سال
سے روز عرفہ کو اور دیگر ماہہائے سال سے ماہ رمضان کو باعتبار جہات حرمت کے متمیز کیا حتی کہ شب و روز کے بعض ساعات متمیز ہین اور یہ تمیز
باعتبار کسی حقیقت معنوی کے ٹھیک ہو اگرچہ عقل بسبب اسکے کنہ ماہیت سے جاہل ہے اسکو نہ جانے حالانکہ اپنے جسم و شخص مین قلب کی
فضیلت بدون حقیقت بیان کرنے کے جانتا ہو اور خود معلوم کہ اشخاص مین سے انبیاء علیہم السلام مخصوص ہین اور خود مشہور معلوم کہ باوجود
ظاہری مشابہت جسم کے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے بدن مبارک سے نہایت لطیف خوشبو کہ عطر گلاب بصرہ اسکے سامنے ہستی نہین رکھتا ہو

مہکتی رہتی تھی اور آپکے پیشاب کو ایک صحابی نے دھوکے سے پی لیا تھا عمر بھر اُسکے بدن سے عطر گلاب کے مانند خوشبو آتی رہی پس باوجود عقلی دلائل و ان مشاہدات نقلی کے ایام و شہور کے امتیاز مین تامل کرنا محض نادانی و عقل کا بھدا پن ہے بلکہ عقل سلیم جب حکمت بالغہ الٰہی پر ایمان لائی اور یقین کیا کہ اوتعالیٰ سب چیز پر قادر ہے خود مختار ہے ہر چیز کی حقیقت اسی کی خلقت ہے تو جو اُس نے حکم دیا وہ مین صواب ہے لہٰذا ایمان فرمایا کہ شمار ماہہائے قمریہ اور اُن مین سے چار ماہ محرم رکھنا یہی دین مستقیم ہے۔ **فَلَا تَظْلِمُوا فِيهِنَّ أَنفُسَكُمْ** پس تم لوگ ان مہینون مین اپنی جانون پر ظلم نہ کرو اور مظلمہ اپنی گردنون پر مت لادو۔ ضمیر فیہن راجع بجانب اربعہ حرم ہے یعنی ماہہائے حرام مین معاصی مت کرو جن کا وبال تمھاری جانون پر ہوگا پس تم اپنی جانون پر ظلم کرنیوالے مت ہو کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ان مہینون کو اختصاص دیا ہے پس اُن مین کوئی معصیت کرنا زیادہ وبال کی موجب ہے چنانچہ دوسری آیت مین فرمایا۔ الحج اشہر معلومات[سلہ] فمن فرض فیہن الحج فلا رفث ولا فسوق ولا جدال فی الحج۔ حالانکہ رفث و فسوق و جدال ہر وقت مین گناہ ہے لیکن ماہہائے حج مین منع فرمانے سے تاکید مقصود ہے جس سے تنبیہ ہے کہ ان ایام مین طاعت حج وغیرہ موجب مزید ثواب معصیت رفث وغیرہ مستوجب مزید عقاب ہے پس یہ ایام مشرف و ممیز ہین۔ ابن عباس رض نے کہا کہ ضمیر مذکور راجع بماہہائے اثنا عشر ہے یعنی بارھون مہینون مین گناہ مت کرو اور مقصود یہ کہ اپنی عمر قلیل کو طاعت مین بسر کرو اور معصیت و فساد سے ظلم کا وبال اپنے اوپر مت لادو۔ فراء رح وغیرہ نے کہا کہ قول اول اولیٰ ہے اسلئے کہ نظم کلام بزبان عرب ہے اور عرب تین سے دس تک لفظ فیہن لاتے اور اس سے زائد کی طرف فیہا بولتے ہین اور اصل یہ کہ جمع قلت کی طرف جماعت مؤنث کی لفظ سے کنایہ کرتے اور جمع کثرت کی طرف واحدہ مؤنث سے کنایہ کرتے ہین پس اگر اثنا عشر کی طرف ضمیر ہوتی تو فیہا ہوتا لہٰذا فیہن بجانب اربعہ حرم ہے۔ اگر کہا جائے کہ علیٰ ہذا قول اول ہی صواب ہے پھر اولیٰ کیون کہا تو جواب یہ ہے کہ گو اصل یہی ہے کہ جو فراء رح نے ذکر فرمائی لیکن استعمال مین کبھی ایک کو دوسرے کی جگہ بھی لاتے ہین جیسے شعر النابغہ ع ولا عیب[سلہ] فیہم غیران سیوفہم ٭ بہن فلول من قراع الکتائب ٭ فیہن ضمیر بجانب سیوف ہے باوجودیکہ وہ جمع کثرت ہے۔ اختلاف ہے کہ ظلم سے معنی عموم مراد ہین جو اُن سے قتال وغیرہ کو شامل ہین یا فقط نسی سے ممانعت ہے۔ قول اول ظاہر آیت ہے۔ وقتادہ رح نے کہا کہ ماہہائے حرام مین ظلم کا گناہ بہت بھاری ہے بہ نسبت دیگر ازمنہ کے اگرچہ ظلم ہر حال مین بھاری گناہ ہے ولیکن اللہ تعالیٰ اپنے امر مین جسکو چاہتا ہے عظیم کر دیتا ہے اور اللہ تعالیٰ نے مخلوق مین سے انواع و اقسام سے برگزیدہ فرمایا چنانچہ ملائکہ سے رسول اور بنی آدم سے رسول برگزیدہ کئے اور کلام مین سے اپنا ذکر یعنی قرآن برگزیدہ فرمایا اور زمین مین سے مواضع مساجد کو اور مہینون مین سے رمضان و ماہہائے حرام کو اور ایام مین سے جمعہ کو اور راتون مین سے شب قدر کو برگزیدہ کر دیا پس جسکو اللہ تعالیٰ نے برگزیدہ کیا تم بھی اس کی تعظیم رکھو کیونکہ اہل عقل و اہل فہم کے نزدیک مخلوقات مین سے کسی کی تعظیم کچھ نہین مگر یون ہی کہ جن کو اللہ تعالیٰ نے معظم کیا ہے اُن کی تعظیم بواسطہ حکم الٰہی کے ثابت رکھو۔ اور قول دوم یعنی مخصوص نسی سے ممانعت بقرینہ مقام ہے خطیب رح نے کہا کہ سبب نزول اس آیت کا مشرکین کی نسی واقع ہوئی جس کو مشرکین عمل مین لاتے تھے جس سے حج کبھی ذی الحجہ مین اور کبھی پہلے اور کبھی پیچھے آجاتا تھا۔ اور رہا قتال تو اسلام مین سوائے جہاد کے ہر قتال جو معصیت ہو بالضرور مانند اور معصیات کے ماہہائے حرام مین بتاکید ممنوع ہے اور جہاد مین اختلاف ہے عطاء رح سے منصوص ہے کہ حرم یا ماہہائے حرام مین جہاد کرنا حلال نہین ہے اور یہی ایک جماعت اہل علم کا مذہب ہے اور جمہور نے کہا کہ ماہہائے حرام مین قتال کی ممانعت منسوخ ہے اور ناسخ اسکی آیۃ السیف ہے جو ابتداء سورہ مین گذری اور نیز آنحضرت صلعم نے حنین مین ہوازن پر ماہ شوال مین جہاد کیا اور طائف کو ذو القعدہ مین محاصرہ کیا تھا اور نیز استدلال لیتے ہین بقولہ تعالیٰ۔ وَقَاتِلُوا

سلہ حج گنتی کے چند ماہ معلوم ہین سو جس نے ان مین حج لازم کیا تو رفث نہین یعنی فحش گفتگو نہین ہے اور نہ فسوق یعنی نہ بدفعل ہے اور نہ جھگڑا ہے ۱۲ م سلہ اور نہین ہے ان مین عیب سوائے اسکے کہ انکی تلوارون کی باڑھ کری ہوئی ہین سبب بلانے لشکرون کے ۱۲ م

الْمُشْرِكِيْنَ كَآفَّةً لے جیمعًا یعنی مقاتلہ کرو مشرکین سے سب سے۔ كَمَا يُقَاتِلُوْنَكُمْ كَآفَّةً۔ جیسے وہ تم سے مقاتلہ کرتے ہیں
سب کے سب۔ پس ثابت ہوا کہ تمام مہینوں میں اُن سے قتال جائز ہے کیونکہ عموم اشخاص مستلزم ہے عموم احوال و ازمنہ کو یعنی جب عموماً مشرکین
سے قتال کا حکم دیا تو ضرور ہوا کہ ہر حال میں اور ہر وقت جائز ہوتا کہ ہر فریق مشرک سے جس حال و جسوقت میں ہو مقاتلہ کر سکیں۔ ابن کثیرؒ
نے لکھا کہ ظاہر کلام و سیاق اسی کو مشعر ہے کہ یہ حکم عام طور پر ہے اور اگر ماہہائے حرام میں قتال حرام ہوتا تو اُن کے گزرنے کی قید ہوتی اور فعل رسول اللہ
صلعم اسکا بیان ہو گیا کہ شوال میں ہوازن کو شکست دی اور جب اُن کے بھاگے ہوئے طائف میں محصور ہوئے تو چالیس روز تک اُن کا محاصرہ کیا اور
بدون فتح کے واپس ہوئے پس ثابت ہوا کہ ماہہائے حرام میں سے ذوالقعدہ میں محاصرہ کیا پھر لکھا کہ قول اول کے جو لوگ قائل ہیں کہ ماہہائے حرام
میں قتال نہیں روا ہے اُن کے قول کے موافق کہا جائے گا کہ ماہہائے حرام میں قتال شروع کرنا حرام ہے اور حرمت اُن کی منسوخ نہیں بدلیل
قولہ تعالیٰ یا ایہا الذین آمنوا لاتحلوا شعائر اللہ ولا الشہر الحرام۔ اور بدلیل قولہ الشہر الحرام بالشہر الحرام والحرمات قصاص فمن اعتدیٰ علیکم فاعتدوا علیہ بمثل ما اعتدیٰ علیکم۔ وبدلیل قولہ فاذا انسلخ الاشہر الحرم فاقتلوا المشرکین۔ اور دو قول میں سے ایک قول کے موافق یہ اشہر الحرم جن کے
انسلاخ کی قید ہے یہی چاروں ماہہائے حرام ہیں نہ وہ چار مہینہ جن کی مہلت دی گئی تھی بقولہ فسیحوا فی الارض اربعۃ اشہر الآیۃ۔ اور قولہ تعالیٰ
قاتلوا المشرکین کافۃ الخ میں ماہہائے حرام کے اندر قتال کی حلت منصوص نہیں بلکہ احتمال ہے کہ یہ حکم اپنے ماقبل سے منقطع ہو اور جملہ مستانفہ
اس مقصود کیواسطے ہو کہ مومنوں کو آمادگی و جوش حاصل ہو یعنی جیسے مشرکین تمھارے واسطے مجتمع ہوتے ہیں ویسے ہی تم بھی اُن کے واسطے متفق
و مجتمع ہو اور نیز یہ بھی احتمال ہے کہ مومنوں کو ماہہائے حرام میں مشرکین کے ساتھ قتال حلال ہونے کی اجازت ایک قید کے ساتھ دیگئی یعنے
کما یقاتلونکم کافۃ یعنی ان ماہہائے حرام میں جب وہ ابتدا کر کے تم سے قتال شروع کرتے ہیں تو تم کو بھی اجازت ہے کہ اُن سے مقاتلہ کرو
جیسے قولہ الشہر الحرام بالشہر الحرام والحرمات قصاص۔ میں ہے یا جیسے قولہ لاتقاتلوہم عند المسجد الحرام حتی یقاتلوکم فیہ فان قاتلوکم فاقتلوہم
الآیہ۔ میں مشرکوں کی طرف سے ابتدا ہونے کی صورت میں اجازت ہے۔ ایسا ہی جواب آنحضرت صلعم کے حصار کرنے کا بھی ہو سکتا ہے کیونکہ
ہوازن نے ابتدا کر کے لوگ جمع کئے اور سامان مہیا کیا تھا تب ہی آپنے اُنکی طرف قصد کیا اور بعد شکست دینے کے طائف کا محاصرہ
کرنا اسی کا تتمہ تھا کیونکہ طائف والے قوم ثقیف انھیں ہوازن کے ہم سوگند تھے اور ہوازن بھاگے ہوئے بھی اُن کے ساتھ متفق ہو گئے
تھے پس اُنکو محاصرہ کیا یہانتک کہ ماہ حرام آگیا حالانکہ ابتدا اسکی حلال مہینہ سے ہوئی تھی اور ایک امر کی حالت بقاء میں بعض ایسے اُمور جائز
ہو جاتے ہیں جو حالت ابتداء میں جائز نہ تھی اور شرع میں اُسکے نظائر بہت ہیں۔ مترجم کہتا ہے کہ مثلاً ہبہ میں اگر ابتداءً شیوع ہو مثلاً
نصف مکان شائع غیر مقسوم ہبہ کیا تو امام ابو حنیفہ کے قول پر روا نہیں حالانکہ تمام ہبہ کرنے کے بعد اگر نصف کا کوئی مستحق نکلا اور شیوع
ہو گیا تو برداشت کر لیا جائیگا اور ایسے ہی نکاح و بیوع و اجارات وغیرہ میں بہت سے مسائل ہیں جو اُسکی نظیر ہیں کہ حالت بقاء میں بعض
وہ اُمور برداشت ہو جاتے ہیں جو ابتداء میں جائز نہیں ہوتے ہیں۔ بالجملہ اس کلام سے ظاہر ہوا کہ قول اول پر آیات و احادیث میں اتفاق
ہو جاتا ہے جبکہ قول اول کے یہ معنی لئے جاویں کہ ماہہائے حرام میں ابتدا کرنا قتال کے ساتھ روا نہیں ہے اور منسوخ کہنے کی حاجت نہیں
ہوتی ہے۔ واللہ اعلم لہذا محققین علماء کا میلان اسی طرف ہے کیونکہ تعظیم حرمات الٰہی اسمیں زیادہ ہے اور وہ اقرب بتقویٰ ہے فافہم۔ وَاعْلَمُوْٓا
اَنَّ اللّٰهَ مَعَ الْمُتَّقِيْنَ۔ اور جان رکھو کہ اللہ تعالیٰ ساتھ ہے متقیوں کے۔ ساتھ ہونا قرب وغیرہ کے طور پر نہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ
کمیات وغیرہ مخلوقات کی مشابہت سے بھی پاک و برتر ہے پس اسکا وہم بھی نہ ہوگا بلکہ مراد یہ کہ اللہ تعالیٰ کی مدد و نصرت اور جسطرح معیت

اس کی شان پاک کے لائق ہو اس طرح ساتھ ہے اور ظاہرا یہان بقرینہ جہاد کے مدد و نصرت الٰہی کا ساتھ ہونا مراد ہو پس نصرت الٰہی جس کے ساتھ ہو وہ ضرور مظفر و منصور ہو گا لہذا لازم ہے کہ نافرمانی سے پرہیز کر کے طاعت پر قائم ہو کر متقی رہیں۔ تاکہ نصرت کے مستحق ہوں۔ واضح ہو کہ مہینے حرام جب مومنوں پر محترم کئے گئے تو مومنین ان مہینوں میں قتال نہیں کر سکتے تھے بخلاف مشرکین کے کہ ان مہینوں کو اگرچہ وہ بھی محترم جانتے تھے لیکن انھوں نے نسی کا ایک قاعدہ نکال رکھا تھا کہ ایک مہینہ کو اپنی جگہ سے ٹال کر دوسرے مہینہ کی جگہ لیجاتے تھے پس وہ لوگ اس اختراعی طریقہ سے ماہ حرام میں مومنوں سے لڑنے پر آمادہ ہو سکتے تھے پس جب مومنوں کو بھی اجازت دی کہ اگر ماہ حرام میں وہ تم سے ابتدا کریں اور چھیڑیں تو مارو تو اب مومنوں پر کوئی مشکل باقی نہ رہی۔ پھر اللہ تعالیٰ نے کافروں کے قاعدۂ نسی کی مذمت فرمائی تاکہ مومنین بھی اُس سے بچتے رہیں۔ بقولہ تعالیٰ إِنَّمَا النَّسِيءُ زِيَادَةٌ فِي الْكُفْرِ مشرکوں نے نسی میں کئی وجہ سے کفر کیا ازانجملہ یہ کہ اللہ تعالیٰ کی شرع مقرر میں اپنی رائے سے تغیر کیا اور ازانجملہ یہ کہ جس چیز کو اللہ تعالیٰ نے حرام کیا تھا اُسکو حلال کر لیا اور جسکو حلال کیا تھا اُسکو حرام کر دیا۔ ازانجملہ یہ کہ مخصوص معین کو مفہوم مردود کر ڈالا۔ اور بیان اسکا یہ ہو کہ نسی خواہ نافع کی قراۃ پر بتشدید یا رہو بایں طور کہ آخری حرف ہمزہ کو یا سے بدل کر یا اول میں ادغام کیا گیا یا آخر ہمزہ اپنی اصل پر موافق جمہور کے رہو معنی اُسکے تاخیر ہیں اور جوہری رحمہ نے کہا کہ فعیل بمعنی مفعول ہے لیے منسوء پھر تحویل کر کے نسی ہوا جیسے مقتول سے قتیل ہوا ولیکن اس تقدیر سے زیادہ کا حمل مجاز ہو گا بتقدیر ذو یعنی انما النسی ذو زیادۃ۔ اور اظہر یہ ہو کہ مصدر ہو ماخوذ از انسا بمعنی آخر جیسے نذیر از انذر اور نکیر از انکر اور بریں تقدیر احتیاج حذف نہیں اور قرأت نسی و نساء وغیرہ مصادر سے اسکی مؤید ہیں۔ اہل عرب زمانہ جاہلیت میں ان مہینوں کو جو مہینے حرام مذکور ہوئے ہیں حرام رکھتے ولیکن چونکہ اکثر ان کی اوقات لوٹ مار و قتل و غارت وغیرہ میں بسر ہوتی تھی لہذا پے در پے تین ماہ کے حرام رہنے سے کلفت اُٹھاتے اسلئے جب قتل و غارت کی احتیاج پڑتی تو ان ماہ حرام میں بھی قتال کر ڈالتے اور بجائے اسکے سال کے کسی دوسرے مہینے کو جو اسکے بعد ہو بجائے اسکے حرام کر لیتے تاکہ چار مہینہ کی تعداد باقی رہے اور خصوصیت کو چھوڑ دیتے پس یہ زمانہ جاہلیت کی نسی تھی جسکی نسبت اللہ عزوجل نے فرمایا کہ النَّسِيءُ زِيَادَةٌ فِي الْكُفْرِ یعنی ماہ حرام کی تاخیر کر دینا کفر پر اور زیادتی ہے کیونکہ جو مہینہ اللہ تعالیٰ نے حرام کیا تھا اسکو حلال کر کے اور جو حلال کیا تھا اسکو حرام کر کے اپنے کفر پر اور کفر بڑھایا اور اللہ تعالیٰ نے حرمت کیلئے اوقات مخصوص کر دیئے تھے اس خصوصیت کو ترک کر کے چار کی گنتی پوری کر لی چنانچہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ يُضَلُّ بِهِ الَّذِينَ كَفَرُوا یضل بضم اول بر بناء مجہول قراۃ حمزہ و کسائی و حفص و ابوعمرو ہے یعنی گمراہ کئے جاتے ہیں بسبب اسکے وہ لوگ جو کافر ہوئے ہیں۔ باقیوں کی قراۃ میں یضل بفتح اول بر بناء معروف ہے یعنی گمراہ ہوتے ہیں بسبب اسکے وہ لوگ جو کافر بنے ہیں اور یعقوب کی قراۃ میں یُضِل از اضلال بصیغہ معروف ہے پس فاعل اللہ تعالیٰ اور موصول اسکا مفعول ہو یعنی اللہ تعالیٰ اُسکے ساتھ کافروں کو گمراہی دیتا ہے۔ يُحِلُّونَهُ عَامًا درحالیکہ کافر لوگ حلال رکھتے ہیں اس نسی کو ایک سال۔ وَيُحَرِّمُونَهُ عَامًا اور حرام رکھتے ہیں دوسرے سال۔ لِيُوَاطِئُوا عِدَّةَ مَا حَرَّمَ اللَّهُ تاکہ موافقت رکھیں شمار اس چیز کا جسکو اللہ تعالیٰ نے حرام فرمایا یعنی ایک مہینہ کو حلال کر کے بجائے اسکے دوسرے کو حرام قرار دینے سے اُن کی غرض یہ ہوتی کہ چار ماہ جو اللہ تعالیٰ نے حرام کر دیئے ہیں اُن کا شمار باقی رہے۔ اسوجہ بیان میں اشارت ہو کہ تحلیل و تحریم کی پابندی مقصود نہ تھی بلکہ گویا جدید شرع نکالنے میں اللہ تعالیٰ کی تحریم سے موافقت کرنا مقصود تھی اگر کہا جائے کہ ایک سال میں تحلیل اور ایک سال میں تحریم بیان کی حالانکہ مہینوں کی نسبت ایسا کرتے تھے تو جواب یہ کہ نسی کو عمل میں لانا

بیان کر دیا کہ ایک سال میں جب ضرورت ہوتی ماہ حرام کو حلال کر لیتے اور دوسرے سال جب ضرورت نہ ہوتی تو اپنے حال پر حرام رکھتے اور تعداد میں موافقت اور ترک خصوصیت سے نسی کرتے۔ فَيُحِلُّوا مَا حَرَّمَ اللَّهُ۔ پس جو اللہ تعالیٰ نے حرام کیا اسکو حلال کر لیتے تھے۔ ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلعم نے جمرۂ عقبہ پر خطبہ پڑھا اور بعد حمد و ثنا کے فرمایا کہ اے لوگو نسی کرنا فعل شیطانی اور کفر میں زیادتی ہے کافر اس فعل سے گمراہی میں ڈھلے جاتے ہیں کہ ایک سال میں ماہ حرام کو حلال اور دوسرے سال حرام کرتے ہیں محرم کو کسی سال حلال کر لیتے اور بجائے اسکے صفر کو حرام کرتے اور کسی سال حرام رکھتے تھے اور یہی نسی ہے۔ رواہ ابن ابی حاتم۔ مفسرین نے اختلاف کیا کہ پہلے پہل کس نے نسی کو نکالا پس ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا کہ وہ جنادہ بن عمرو بن امیۃ الکنانی ہے اور بعض نے کہا کہ عمرو بن لحیی ہے جسنے پہلے پہل سانڈ چھوڑنا نکالا اور بعض نے کہا کہ بنی کنانہ میں سے نعیم بن ثعلبہ ہے۔ ابن کثیرؒ نے کہا کہ یہاں محمد بن اسحاقؒ کا کلام جید مفید ہے کہ جنہوں کی بابت نسی جسنے پہلے اہل عرب کے واسطے نکالی اور حلال کو حرام اور حرام کو حلال کیا وہ قلمس حذیفہ بن عبد فقیم بن عدی بن عامر بن ثعلبہ بن الحارث بن مالک بن کنانہ بن خزیمہ ہے۔ اسکے بعد اسکا بیٹا عباد بجائے اسکے قائم ہوا پھر اسکا بیٹا قلع بن عباد پھر امیہ بن قلع پھر عوف بن امیہ پھر ابو ثمامہ جنادہ بن عوف قائم ہوا پس زمانہ اسلام آیا۔ ابن عباس و مجاہد وغیرہ نے کیفیت بیان کی کہ جنادہ بن عوف جسکو ابو ثمامہ کہتے تھے اپنے گدھے پر سوار ہو کر مجمع حجاج میں کہتا کہ اے لوگو مجھے عیب نہیں لگایا جاتا اور میرا جواب نہیں دیا جاتا اور جو کہتا ہوں رد نہیں کیا جاتا۔ اے لوگو تمہارے الٰہہ یعنی بتوں نے امسال محرم کو حلال کیا اور صفر تک نسئ کر کے صفر کو حرام کیا پھر سال آیندہ میں صفر کو حلال اور محرم کو حرام کرتا تھا اور لوگ اپنے کفر میں ان اعمال کو اچھا سمجھے اور اسی کی پابندی کرتے تھے اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ زُيِّنَ لَهُمْ سُوءُ أَعْمَالِهِمْ ان کے بد اعمال انکی نظروں میں زینت دیئے گئے پس یہ اعمال قبیح ان کو اچھے نظر آتے تھے۔ وَاللَّهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْكَافِرِينَ اور اللہ تعالیٰ قوم کافرین کو راہ نہیں دیتا ہے یعنی جو لوگ کفر پر اڑے رہے وہ راہ صواب پر نہیں پہونچتے ہیں اور اس راہ کا دکھلانا و بتانا اور اُس کی طرف رہنمائی تو اللہ تعالیٰ نے تمام بندوں کے لئے رسولوں کے بھیجنے و دلائل توحید سے قائم کر دی ہے پس جو نیک ہیں وہ رہنمائی سے راہ پر آ جاتے ہیں اور جو سرکش کافر مفسد و خود رائے ہیں وہ راہ پر نہیں آتے ہیں۔ شیخ ابن کثیرؒ نے نسی کفار کی کئی تفسیریں روایت کیں۔ مجاہدؒ نے مرد کنانی کا قول بیان کیا کہ لوگوں سے آکر کہتا کہ ہم نے محرم کو حرام کیا اور صفر کو مؤخر کیا پھر دوسرے سال آکر کہتا کہ ہم نے صفر کو حرام اور محرم کو مؤخر کیا پس یہی اللہ تعالیٰ نے ذکر کیا بقولہ لیواطئوا عدۃ ما حرم اللہ یعنی چار کا شمار باقی رکھتے اور تاخیر سے حرام کو حلال اور حلال کو حرام کر لیتے تھے۔ اور ایسا ہی ابو وائل و ضحاک و قتادہ سے مروی ہے۔ قال المترجم یہی صورت نسی کی اوپر مذکور ہوئی ہے اور بعض نے کہا کہ جس سال صفر تک تاخیر کی ہے اگر بعد محرم کو حلال کرنے کے بھی ضرورت قتال باقی رہے تو صفر کو ربیع الاول تک تاخیر کر دیتے حتیٰ کہ سال کے تمام مہینوں پر نسی پھیلا جاتی تھی ولیکن ظاہر بعض اقوال صرف محرم کی تاخیر کو مشعر ہیں اور محمل اُن کا یہ ہے کہ صورت تاخیر بیان کرنے میں بطور مثال ہیں۔ عبد الرحمن بن زید بن اسلم نے کہا کہ قلمس مذکور ان پر محرم کو حلال کرتا اس شرط سے کہ سال آیندہ میں محرم و صفر دونوں حرام کریں۔ ابن کثیرؒ نے اعتراض کیا کہ اگر یہ تفسیر صحیح ہو تو لازم آویگا کہ اول سال انھوں نے فقط تین ہی مہینہ حرام رکھے اور سال آیندہ میں پانچ حرام کئے پس مواطاۃ عدۃ ما حرم اللہ تعالیٰ نہیں باقی رہی۔ مجاہدؒ سے ایک اور صورت نسی کی ذکر کی کہ مہینوں کے نام میں تاخیر و تبدیل کرتے پس ذی الحجہ ایک سال محرم کے وقت کو کہتے اور دوسرے سال عود کر کے ذی القعدہ کو ذی الحجہ کہتے پس ہر مہینہ دو سال حج کرتے تھے چنانچہ نویں سال ہجرت میں حج ابو بکر رضی اللہ عنہ ذی القعدہ میں واقع ہوا پھر آنحضرت صلعم کا حجۃ الوداع دوسرے سال ذی الحجہ میں واقع ہوا اور یہی حضرت صلعم نے اپنے خطبہ میں فرمایا ہے۔ الا ان الزمان قد استدار کھیئتہ یوم خلق السموات الخ۔ ابن کثیرؒ نے اس تفسیر کو بھی ضعیف قرار دیا اور کہا کہ

لہ [illegible] ۱۲

اس صورت مین حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کا حج کیونکر صحیح ہوتا جبکہ مہینہ درحقیقت ذوالقعدہ کا تھا حالانکہ اللہ تعالیٰ نے اسی حج کی نسبت فرمایا ہے
اذان من اللہ ورسولہ یوم الحج الاکبر ان اللہ بری من المشرکین ورسولہ الآیۃ۔ کیونکہ یہ ندا اسی حج ابی بکرؓ مین واقع ہوئی۔ پس فی الحجہ مین نہ ہوتا
تو حج اکبر نہ ہوتا اور نسی اس امر پر موقوف نہین ہو جو دوران سال دہر مہینہ دو سال حج کرنے کی ذکر کی ہو کیونکہ بدون اسکے حاصل ہو کہ محرم
کو حلال کیا اور اسکی حرمت کو صفر تک تاخیر دی حالانکہ سال اپنے نظام پر موجود ہو اور سال آئندہ مین محرم کو اپنی حرمت پر باقی رکھا۔ لیکن
شے لوگ کبھی تو متوالی تینون ماہ حرام مین سے تیسری کی تحریم کو مقدم کرتے یعنی محرم کو اور کبھی تاخیر دیکر صفر پر ڈالتے تھے۔ فافہم واللہ اعلم
ف۔ فی العرائس قولہ تعالیٰ ان عدۃ الشھور عند اللہ اثنا عشر شھرا الخ۔ اللہ تعالیٰ نے ایام فراق کو معدود کر دیا اور ایام وصال کو بلا حساب
و بلا انقطاع کر دیا کما قال تعالیٰ لا مقطوعۃ ولا ممنوعۃ۔ اور ایام عبادت کیلئے ایک مقطع قرار دیا حالانکہ اسکی جزاء و ثواب کیلئے جو مشاہدہ ہے
کوئی مقطع نہین رکھا۔ کما قال تعالیٰ انما یوفی الصابرون اجرھم بغیر حساب۔ اس سے اہل اشتیاق کو جوش شوق مین ڈالا کہ دوام وصال کے
تعہد سے قلیل ایام فراق کو صبر کے ساتھ گزارین گے۔ کتاب اللہ نے ان ایام عبودیت کیواسطے انحصار ہو چکا اور وہی زمانہ امتحان ہو اور یہ اوصاف
ممکنات سے ہو پھر جب مکان ممکنات سے باہر ہوا تو پھر بلا مکان کے سوائے انوار رحمن کے اور کچھ نہین باقی۔ ہتا اور وہان نہ رات ہو نہ دن ہو۔ نہ
انقلاب دوران اور نہ حدود مکان اور نہ زمانہ کا نام و نشان بلکہ فقط کشف جمال ازل بہاے جلال ابد و بالعکس ہو نہ وہان شام غروب فنا ہو اور
نہ صبح علل ابتداء لیس ثمت۔ عارف کشف جمال مین تت ثانی نہین بلکہ ہر قدم مین دوام و سرمدیت باز وئے بقاء سے طیران در فضاء
ابدیت ہو ایسے بندون پر طوارق زمانیہ وعلل حدثانیہ سے کچھ جاری نہین ہوتا۔ مبارک ایام وصال جنکو نصیب ہون ــــ طوبی لاعین
قوم انت بینہم ☆ فمن فی نعمۃ من وجھک الحسن ☆ خوشوقت اس قوم کی آنکھین جنمین تو موجود ہو کیونکہ ان آنکھون کو تیرے چہرہ پاک حسن سے نعمت
خیر مترقبہ حاصل ہے قولہ یوم خلق السموات والارض۔ اسمین اشارت مرور قضاء و قدر پر تجلی ازلی کے ساتھ کشف اوقات سرمدیہ کا اشارہ
ہے۔ یوم تو آفتاب کے طلوع سے غروب تک کے وقت کو کہتے ہین اور معلوم ہو چکا کہ کشف جمال وجلال قدم مین نہ طلوع ہو نہ غروب۔ بلکہ ازل
وابد ہی اور تمام ازل و ابد و دہر سب اللہ تعالیٰ کے قدیم ہونے مین فانی ہین۔ عدم سے ایک وقت بقدر یوم کے ایجاد کر کے اسمین مخلوق
کو پیدا کیا۔ قال المترجم یوم بعد ہفتہ و ہفتہ بنام یوم سبب تعبیر کے لائق ہو۔ فافہم قولہ۔ منہا اربعۃ حرم۔ کرم و رحمت سے ماہہائے قرب پیدا
کر دیئے جنمین مناسک عبادات و کشف مقامات سے مزید شرف لکھا گیا پس دنیاوی تمتع و عیش سے انہین منع کر کے تعفف کا حکم دیا اور انہین
مہینون مین اُن کو سامان کر کے جوار رحمت و کنار عطوفت کی طرف جانے کا حکم دیا پس بصورت عشاق ہر چیز سے منقطع ہو کر جوار خانہ مراد کو
جاتے ہین اور ماسوائے ان ایام کے اہل انس کو رفاہیت اور تمتع کی اجازت دی پھر اس حکم کو مؤکد فرمایا بقولہ ذلک الدین القیم۔ یعنی
راہ راست بجانب حق سبحانہ تعالیٰ ومشاہدہ وصال و کشف جمال ہی پھر ان اوقات مین مخالفت سے پرہیز کرنے کی تاکید فرمائی۔ بقولہ فلا تظلموا
فیہن انفسکم یعنی نفوس پر ظلم اسطرح مت کرو کہ مجاہدات سے ان کو روکو اور مشاہدات کی طلب سے باز رہو بلکہ حظوظ شہوات اُن کو دیدو۔ بعض نے
کہا کہ اپنے نفس کا ظالم وہ ہو جو نفس کو اسکی مرادات و اتباع شہوات مین مطلق العنان چھوڑ دے کہ وہ بدکاریان کرتا پھرے اور محارم پر قدم
دھرتا پھرے۔ اور اُن سے تجاوز کرے۔ پھر جو لوگ اپنے نفوس کی اتباع پر مستقیم اور درحقیقت ان افعال سے نفوس پر ظلم کرنیوالے
ہین اُنکا حال فرمایا۔ بقولہ زین لہم سوء اعمالہم۔ یہ اُنکی مذمت ہو کہ باطل طریقہ جو اُن کی فاسد رائے سے نکلے اور یہ رائے اُن کے
خیالات شیطانیہ سے پیدا ہوئے اور یہ خیالات شیطانی اُن کے نفوس کے مطلق العنان ہونے سے پیدا ہوئے ہین وہ اپنی جہالت

سے اُن کو اپنے نزدیک یعنی نفوس کی آنکھون سے پسندیدہ دیکھتے ہین کیونکہ سنت آلہیہ نہین پہچانتے اور اس سے اندھے ہین۔ واسطی نے
کہا کہ اللہ تعالیٰ نے بقولہ زین لہم سوء اعمالہم۔ اُن کو عذاب نہین کیا بلکہ ایسی راہ پر چھوڑا جسمین اُن کی ہلاکت ہے۔ جعفر صادق نے ریاکاری کو بھی
سوء اعمال مین شمار کیا پھر اللہ تعالیٰ نے مومنون کو ترک لذات دنیا و مرادات نفس پر آمادہ اور رجوع آخرت و رضاء حق تعالیٰ پر برانگیختہ کیا بقولہ تعالیٰ

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَا لَكُمْ اِذَا قِيْلَ لَكُمُ انْفِرُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ
اے ایمان والو کیا ہوا ہے تم کو جب کہیے کوچ کرو اللہ کی راہ مین

اثَّاقَلْتُمْ اِلَى الْاَرْضِ ؕ اَرَضِيْتُمْ بِالْحَيٰوةِ الدُّنْيَا مِنَ الْاٰخِرَةِ ۚ فَمَا مَتَاعُ
ڈہیے جاتے ہو زمین پر کیا ریجھے دنیا کی زندگی پر آخرت چھوڑ کر سو کچھ نہین

الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا فِي الْاٰخِرَةِ اِلَّا قَلِيْلٌ ۝ اِلَّا تَنْفِرُوْا يُعَذِّبْكُمْ عَذَابًا اَلِيْمًا ۙ وَّيَسْتَبْدِلْ
دنیا کا برتنا آخرت کے حساب مین مگر تھوڑا اگر نہ نکلوگے تم کو دیگا دکھ کی مار اور بدل لاویگا

قَوْمًا غَيْرَكُمْ وَلَا تَضُرُّوْهُ شَيْـًٔا ؕ وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ۝ اِلَّا تَنْصُرُوْهُ
اور لوگ تمہارے سوائے اور کچھ نہ بگاڑوگے اُس کا اور اللہ سب چیز پر قادر ہے اگر تم نہ مدد کروگے رسول کی

فَقَدْ نَصَرَهُ اللّٰهُ اِذْ اَخْرَجَهُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ثَانِيَ اثْنَيْنِ اِذْ هُمَا فِي الْغَارِ
تو اس کی مدد کی ہے اللہ نے جسوقت اسکو نکالا تھا کافرون نے دو جان سے جب وہ دونون تھے غار مین

اِذْ يَقُوْلُ لِصَاحِبِهٖ لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا ۚ فَاَنْزَلَ اللّٰهُ سَكِيْنَتَهٗ عَلَيْهِ وَاَيَّدَهٗ
جب کہنے لگا اپنے رفیق کو تو غم نہ کھا اللہ ہمارے ساتھ ہے پھر اللہ نے اُتاری اپنی طرف سے تسکین اُسپر اور مدد اسکی ہو بھیجین

بِجُنُوْدٍ لَّمْ تَرَوْهَا وَجَعَلَ كَلِمَةَ الَّذِيْنَ كَفَرُوا السُّفْلٰى ؕ وَكَلِمَةُ اللّٰهِ هِيَ الْعُلْيَا ؕ وَاللّٰهُ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ۝
وہ فوجین کہ تم نے نہین دیکھین اور نیچے ڈالی بات کافرون کی اور اللہ کی بات ہمیشہ اوپر ہے اور اللہ زبردست ہے حکمت والا

شیخ جلال رحمہ اللہ نے ذکر کیا کہ آنحضرت صلعم نے جب لوگون کو غزوہ تبوک کے واسطے چلنے کو بلایا اور وہ زمانہ تنگی و سخت گرمی کا تھا
اور مدینہ کے باغون مین پھل پکنے کا وقت تھا پس لوگون پر اسوقت مین سفر جہاد گران گزرا تب یہ کلام نازل ہوا۔ و قال الحافظ رح
وغیرہما اللہ تعالیٰ نے ان لوگون پر عتاب شروع کیا جو غزوہ تبوک سے پیچھے رہے تھے ۔ مترجم کہتا ہے کہ مفسرین مین اختلاف نہین کہ یہ کلام غزوہ تبوک
سے متعلق ہے۔ تبوک بفتح تا و ضم با و بار موحدہ ایک مقام ہے قریب شام کے مدینہ سے دس مرحلہ دور ہے آنحضرت صلعم نے غزوہ طائف سے واپس ہو کر ان
نصاریٰ پر جہاد کا قصد کیا بعض علماء نے کہا کہ باعث عزم مذکور قولہ تعالیٰ قاتلوا الذین لا یومنون باللہ ولا بالیوم الآخر الآیہ واقع ہوا بالجملہ صحیحین وغیرہ سے ثابت
ہے کہ اکثر غزوات مین جہان کا قصد ہوتا اسکے سوائے دوسرے غزوہ کی طرف توریہ فرماتے تھے مگر غزوہ تبوک مین صریح فرما کر لوگون کو آگاہ کر دیا تاکہ
سامان سفر درست کرین کیونکہ سفر دور و دراز تھا اور حالت یہ کچھ تھی جو مذکور ہوئی۔ پس لوگون پر گران گزرا چنانچہ بعضے پیچھے رہے اور اس غزوہ مین عجائب
معجزات بہت واقع ہوئے چنانچہ آخر تک اسکے بیان مین بعض بعض مذکور ہونگے اور شروع کلام شاید کہ لوگون پر عموماً عتاب ہے بسبب اسکے کہ
اُن پر ایسے وقت مین سفر گران گزرا اور شاید جو لوگ پیچھے رہے تھے انہین پر عتاب ہے تو یٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَا لَكُمْ اِذَا
قِيْلَ لَكُمُ انْفِرُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اثَّاقَلْتُمْ اِلَى الْاَرْضِ ۔ واضح ہو کہ اگر پیچھے رہنے والون پر عتاب ہے تو سب نہین

پیچھے رہے تھے اور ایسے ہی گران گزرنا بھی ظاہر اسب پر نہین ہوا ولیکن موافق عادت قرآنی کے خطاب عام فرمایا۔ آکر استفہام توبیخ وملامت ہے اور نفر ایک جگہ سے دوسری جگہ کو بسبب کسی حادثہ کے حرکت کر جانے کو کہتے ہین۔ واستنفر الامام۔ امام نے استنفار کیا یعنی جہاد کیلئے نقل حرکت کرنے پر آمادہ کیا وفی الحدیث اذا استنفرتم فانفروا یعنی جب تم سے نفر کو یعنی جہاد کے واسطے نکلنے کو کہا جاوے تو فوراً تعمیل کرو۔ اسم اس سے نفیر آتا ہے اور آیت مین نفر بمعنی لغوی ہے بسبب قولہ فی سبیل اللہ۔ اگرچہ عرف اسلام مین نفر واسطے جہاد کے نکلنے مین حقیقت ہو گیا اور شاید بر وجہ تجرید ہو۔ اثاقلتم۔ دراصل تثاقلتم تھا پھر تا رفوقیہ کو ثا مثلثہ کرکے بعد ادغام کے ہمزہ وصل سے اثاقلتم کیا گیا اور معنی اسکے بوجھل ہونا اور مراد لازم ہے یعنی درنگی و توقف کیونکہ گران بار آدمی جلدی نہین کرتا۔ اور یہ لازمی ہے الیٰ سے متعدی نہین ہوتا الا بتضمین معنی فعل دیگر لہذا اثاقلتم الی الارض۔ مین کہا گیا کہ متضمن معنی میل ہے لے بتأ ملتم وملتم عن الجہاد الی الارض یعنی سستی و درنگی کرکے مائل ہوئے جہاد سے طرف زمین کے یعنی طرف بیٹھ رہنے اپنے وطن کے۔ المعنی۔ اے ایمان والو کیا ہے تم کو کہ جب تم سے کہا گیا کہ جہاد کے واسطے نکلو تو تم بوجھل ہو کر جہاد سے بے رغبتی کرکے اپنے وطن مین بیٹھ رہے و توقف کرنے کی طرف مائل ہوئے۔ اَرَضِيتُم بِالْحَيٰوةِ الدُّنْيَا مِنَ الْاٰخِرَةِ ہمزہ استفہام انکاری و تعجب لانے کو ہے یعنی کیا تم راضی ہو گئے زندگانی دنیا و اس کی لذات کے ساتھ بدلے آخرت و اسکی نعمتون کے۔ تم کو ایسا نہین چاہیئے۔ جو عرفان ویقین سے حیات دنیا کو فانی و آخرت کو باقی جان چکا پھر اس سے عجب ہے کہ دنیا پر راضی ہو۔ چونکہ حقیقی مومنین مین یہان باعث توقف یہ نہین تھا بلکہ تنگی و مشقت سفر و شدت گرمی وکثرت دشمن و بے سامانی کا باعث تھا لہذا قطعاً نہین فرمایا کہ تم ایسے ہی ہو گئے ہو ولیکن امور توقف چونکہ از جانب نفس بمقابلہ حکم اللہ تعالیٰ و رسول صلعم تھے لہذا بحسب صورت و ظاہر کے اُن کو تنبیہ کر دیا کہ حیات دنیا پر نظر مت کرو اور آخرت باقی کی طالب ہو۔ فَمَا مَتَاعُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا فِي الْاٰخِرَةِ اِلَّا قَلِيْلٌ۔ نہین متاع زندگانی دنیا بمقابلہ آخرت مگر قلیل۔ یعنی آخرت و اسکی نعمتون باقیہ کے پلہ مین متاع حیات دنیا بہت قلیل ہے حدیث مین اسکی مثال یون آئی ہے کہ سمندر مین کوئی انگلی ڈبو دے تو بھلا اسین کسقدر آیا بس یہی مثال ہے کہ نعیم آخرت بمنزلہ سمندر کے اور متاع دنیا جسقدر انگلی مین لگا بعض نے کہا کہ قلیل سے معدوم بھی مراد ہو سکتا ہے کیونکہ نعمت آخرت باقیہ غیر متناہی ہین اور متاع دنیا بہی متناہی اور دونون مین کچھ نسبت نہین ہے ولیکن اول اظہر ہے کیونکہ نسبت معدوم ہونے سے متاع دنیا کا عدم لازم نہین ہان ایسا ہے کہ گویا معدوم ہے بس حاصل آنکہ جہاد پر کمر باندھو اور درنگ مت کرو۔ یہین سے کہا گیا کہ آیت مین دلیل ہے کہ جہاد ہر حال و ہر وقت مین واجب ہے۔ قال ابن کثیرؒ کہا گیا کہ یہ آیت اور قولہ تعالیٰ انفروا خفافا وثقالا وجاہدوا الآیۃ۔ اور قولہ ما کان لاہل المدینۃ ومن حولہم من الاعراب ان یتخلفوا عن رسول اللہ الآیۃ۔ یہ آیات منسوخ ہین بقولہ تعالیٰ وما کان المومنون لینفروا کافۃ فلولا نفر من کل فرقۃ طائفۃ منہم۔ لہذا جہاد فرض کفایہ ہے کہ سب ترک کرین تو گنہگار ہین اور اگر بعض اسپر قائم رہین تو کافی ہے اور قول نسخ بھی ابن عباس و عکرمہ و حسن و زید بن اسلم سے مروی ہے ولیکن شیخ ابن جریرؒ نے اسکو رد کر دیا اسطرح کہ خود جہاد کے قصد کرنے مین یہ نہ چاہیئے کہ تمام مومنین ملک خالی کرکے چلے جاوین۔ اور یہ آیت و مانند اس کے ان مومنون کے حق مین ہین جنکو آنحضرت صلعم نے جہاد پر چلنے کا حکم دیا پس اُن پر متعین ہو گیا کہ وہ ضرور چلین گے چنانچہ اگر تعمیل نہ کرین گے تو مستوجب عذاب ہین لہذا اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ اِلَّا تَنْفِرُوْا يُعَذِّبْكُمْ عَذَابًا اَلِيْمًا۔ الا۔ دراصل ان لا۔ ہے نون حرف شرط کو لام مین ادغام کیا گیا یعنی اگر تم نفر نہ کروگے یعنی جہاد کیلئے رسول اللہ صلعم کے کہنے کے موافق ساتھ ہو کر نہ نکلوگے تو عذاب الیم سے تم کو اللہ تعالیٰ معذب فرمادیگا۔ وَيَسْتَبْدِلْ قَوْمًا غَيْرَكُمْ۔ اور سوائے تمہارے اور قوم کو تمہاری جگہ بدلیگا۔ بعض نے کہا کہ یہ قوم اہل یمن ہین اور شاید مراد اشعری لوگ ہین اور بعض نے کہا

کہ اہل فارس ہین یعنی قوم سلمان فارسی رضی اللہ عنہ۔ اور حق یہ ہی کہ علما تفسیر نے بنظر قرائن وصلاحیت کے اقوام کو بیان کیا ورنہ آیت کریمہ کی تفسیر کسی قوم سے نہین ہوسکتی کہ وہ مراد ہو اسلئے کہ آیت جملہ شرطیہ ہی یعنی اگر تم ایسا نہ کرو گے تو ایسا ہوگا پس جملہ متصلہ نہین ہی تاکہ کسی قوم کی تعیین ہو اور حاصل کلام یہ ہی کہ اللہ تعالی نے سخت تہدید فرمائی کہ اگر تم لوگ آنحضرت صلعم کے استنفار کو قبول نہ کروگے تو تم پر عذاب الیم نازل کرکے بجائے تمھارے اور قوم کو لادیگا جو مطیع ومنقاد ہون اور اللہ تعالی ہر بات پر قادر ہی۔ جیسے قوم وجیسے بندے چاہے پیدا فرمائے بلکہ جس قوم کو چاہے جیسا کردے لہذا فرمایا۔ وَلَا تَضُرُّوهُ شَيْئًا وَاللَّهُ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ۔ ضمیر تضروہ۔ راجع بجانب الہی عز وجل یا بجانب رسول اللہ صلعم یعنی تم اللہ تعالی کی مملکت مین کچھ بھی ضرر نہین پہونچا سکتے اور اللہ تعالی ہر چیز پر قادر ہے یا تم لوگ آنحضرت صلعم کی معاونت چھوڑنے سے اس کا کچھ ضرر نہین کرسکتے کیونکہ تمھارا مددگار ہونا فتح ونصرت کیلئے ضروری نہین اگرچہ تمھارے لئے ہی مفید ہی کیونکہ اللہ تعالی اپنے حکم سے اپنے رسول واسلام کو غالب کریگا اور وہ ہر چیز پر قادر ہی۔ چونکہ نفس انسانی ان مقامات مین وساوس شیطانی کی وجہ سے متزلزل ہوتا ہی لہذا ارشاد بیان فرمایا بقولہ۔ إِلَّا تَنصُرُوهُ فَقَدْ نَصَرَهُ اللَّهُ۔ ان لا تنصروہ لم یحتج الیکم فانہ قد نصرہ اللہ۔ اگر تم اسکی نصرت نکرو تو تمھاری مددگاری امر ضروری نہین ہی۔ البتہ اللہ تعالی نے اپنے رسول کو نصرت عطا فرمائی ہی جبکہ سوائے ایک آدمی کے اُس کے ساتھ کوئی نہ تھا۔ إِذْ أَخْرَجَهُ الَّذِينَ كَفَرُوا۔ جبکہ اُسکو کافرون نے نکالا۔ یعنی مکہ سے ہجرت کرنے پر مجبور کیا۔ نہ آنکہ خود باہر کردیا کیونکہ خود تو تلاش مین تھے کہ پاوین تو سب کے سب موافق مشورہ دار الندوہ کے ایکبارگی ٹوٹ پڑین وقتل کرڈالین جیسا اوپر قصہ گزر چکا پس مراد آنکہ کافرون کے حرکات نے اُسکو نکل جانے پر مجبور کیا پس وہ نکلا۔ ثَانِيَ اثْنَيْنِ در حالیکہ وہ دو مین سے ایک تھا یعنی ایک ابو بکر الصدیق رضی اللہ عنہ آنحضرت صلعم کے ساتھ تھے۔ اگر کہا جائے کہ ثانی جب آنحضرت صلعم ہوے تو اول ابو بکر الصدیق ہوئے حالانکہ مرتبہ صدیق خود مؤخر ہی تو جواب یہ کہ عرب کی زبان مین ایسی ترکیب مین رتبہ وغیرہ کا لحاظ کچھ نہین ہوتا بلکہ مراد یہ ہوتی ہی کہ ان اعداد مین سے ایک عدد پس تثنیہ یہ کہ دو مین سے ایک آنحضرت صلعم تھے اور فائدہ یہ نکلا کہ کل دو ہی تھے وقد قال تعالی ومامن نجوی ثلثۃ الا ہو رابعہم۔ اپنی ذات پاک کو چہارم فرمایا یعنی تین مشورہ کرنیوالون کے ساتھ چوتھا علم الہی ہوتا ہی بس رتبہ یہان مراد نہین کیونکہ ممکن ہی نہین ہی اس لئے کہ خالق کو مخلوق سے کچھ نسبت نہین ہی پس مقصود یہ کہ نصرت دی اپنے رسول کو مکہ سے نکلنے کے وقت در حالیکہ ہمگی دو عدد مین سے ایک وہ تھا۔ إِذْ هُمَا فِي الْغَارِ جبکہ یہ دونون غار مین تھے اس غار سے جبل ثور کا غار مراد ہی جسمین آنحضرت صلعم مع ابو بکر رض کے تین روز پوشیدہ رہے تھے تاکہ کافر لوگ راستون سے ڈھونڈ تھککر واپس آوین اور اس مدت تک حضرت صدیق کے غلام کھانا پانی پہونچاتے اور حضرت صدیق کی چھوٹی بیٹی اسمار بنت ابی بکر بھی متعہد ہوتی تھین اور یہ قصہ بخاری کی حدیث کیفیت ہجرت وغیرہ مین مفصل مذکور ہی اور آیت مین ابو بکر رض کی بڑی فضیلت ہی اور دلیل ہی کہ معیت ابو بکر رض کی ازبسکہ مستفیض اس درجہ پر تھی کہ تعبیر بلفظ ثانی اثنین اذ ہما فی الغار۔ کافی تھی اور امت کا بھی اجماع ہی کہ ثانی حضرت صدیق رضی اللہ عنہ تھے۔ کشاف مین کہا کہ علمائے فرمایا کہ جس نے حضرت صدیق رض کے مصاحب ہونے سے انکار کیا وہ کافر ہوا کیونکہ اُس نے نص قرآنی کا انکار کیا کیونکہ اللہ تعالی فرماتا ہی۔ إِذْ يَقُولُ لِصَاحِبِهِ جبکہ رسول اللہ صلعم کہتا تھا اپنے مصاحب سے لَا تَحْزَنْ إِنَّ اللَّهَ مَعَنَا۔ تو کچھ غم نہ کھا کہ اللہ تعالی ہمارے ساتھ ہی۔ خفاجی رح نے کہا کہ ساتھ ہونے سے ایک خصوصیت کا ساتھ ہونا مراد ہی ورنہ عموما اللہ تعالی اپنے علم وغیرہ سے ہر بندہ کے ساتھ ہے اگر کہا جائے کہ ابو بکر رضی اللہ عنہ تو مرتبہ صدیقیت پر تھے پھر کیونکر غمگین ہوئے جیسا کہ آیت سے نکلتا ہی جواب یہ کہ آنحضرت صلعم پر نظر کرکے گھبرائے تھے اور اپنی ذات کیواسطے کچھ غمگین نہ تھے روایت ہی کہ آنحضرت صلعم

بعد مغرب کے حجرہ شریف میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو لٹا کر باہر آئے اور جماعت کفار کو گھیرے کھڑا دیکھکر سورہ یٰسین تا قولہ فہم لا یبصرون پڑھکر مشت خاک اُن کی آنکھوں پر پھونک کر اُن کے روبرو سے نکلے ہوئے چلے گئے ۔ اور کفار اندھوں کی طرح کھڑے رہے صبح کو کف افسوس مل کر لوگ دوڑائے اور دیدبان بٹھائے ۔ آنحضرت صلعم نکل کر حضرت ابوبکر کے یہاں تشریف لائے اور ہجرت کے حکم سے آگاہ کیا ۔ ابوبکرؓ نے ساتھ ہونے کی اجازت چاہی آپنے فرمایا کہ ہاں پس ساتھ لئے ہوئے جبل ثور کی طرف روانہ ہوئے ۔ روایت ہو کہ ابوبکرؓ کبھی آگے ہو لیتے اور کبھی پیچھے تو آپنے پوچھا ۔ ابوبکرؓ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ جب مجھے دیدبانوں کا خیال ہوتا ہو تو آگے ہو لیتا ہوں اور جب در پئے طلب کافروں کا خیال آتا ہو تو پیچھے ہو لیتا ہوں یہانتک کہ غار مذکور تک پہونچے تو عرض کیا کہ یا رسول اللہ ذرا توقف فرمائے کہ میں غار کو پاک کر دوں پھر کانٹے وغیرہ سے پاک کر کے عرض کیا کہ آپ اندر آ جائیے ۔ عمر رضی اللہ عنہ یہ قصہ روایت کر کے کہتے کہ واللہ یہ رات ابوبکرؓ کیواسطے ساتھ ہونے کے عمر و اسکی اولاد سے بہتر تھی ۔ ابوبکر رضی اللہ عنہ کا غم صرف اس امر پر تھا کہ کافر لوگ درپے طلب میں ایسا نہو کہ آنحضرت صلعم کو کچھ اذیت پہونچے اور اس سے یہ لازم نہیں کہ دین اسلام پھیلنے اور نصرت رسول اللہ صلعم کا وعدہ دیا گیا ہو اسکے خلاف کیوں غم ہوا اسلئے کہ اذیت پہونچنا اسکے منافی نہیں جیسے جنگ احد میں ہوا تھا ۔ انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہو کہ حضرت ابوبکرؓ نے خود یہ قصہ بیان فرمایا کہ جب ہم غار میں تھے تو میں نے رسول اللہ صلعم سے کہا کہ یا رسول اللہ کافر لوگ یعنی جو غار پر ادھر اُدھر ڈھونڈھ رہے ہیں اگر اُن میں سے کوئی نیچی نظر کرے تو ہم کو اپنے قدموں کے نیچے دیکھ لے آپنے فرمایا کہ اے ابوبکر تیرا گمان کیا ہے ایسے دو آدمیوں کے ساتھ جن کا تیسرا اللہ تعالیٰ ہے ۔ والحدیث فی الصحیحین ۔ پس اللہ تعالیٰ نے کافروں کو غار سے اندھا کر دیا پس وے لوگ اسکے گرداگرد پھرتے رہے مگر کسی نے ہم کو نہ دیکھا زاد الطبرانی والبیہقی عنہ ۔ نووی نے کہا کہ اسمیں آنحضرت کے توکل عظیم کا بیان اور حضرت صدیق کی کمال فضیلت پر تنصیص ہے شعبیؒ نے فرمایا کہ اللہ عزوجل نے اس آیت میں تمام اہل زمین کو عتاب فرمایا سوائے ابوبکر رضی اللہ عنہ کے ۔ ابن عمرؓ سے روایت ہو کہ آنحضرت صلعم نے ابوبکرؓ کو فرمایا کہ تو حوض کوثر پر میرا صاحب تو غار میں میرا صاحب ہو ۔ رواہ الترمذی قال حسن صحیح غریب ۔ اہل علم نے اس آیت سے بہت سے وجوہ افضلیت ابوبکر الصدیق رضی اللہ عنہ کی استنباط کئے ہیں ۔ حاصل کلام آنکہ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کو اسوقت مدد دی جبکہ غار میں اپنے ساتھی سے کہتا تھا کہ تو کچھ غم مت کر ہمارے ساتھ اللہ تعالیٰ ہو یعنی نصرت الٰہی ہمارے ساتھ ہو ۔ فَاَنْزَلَ اللّٰہُ سَکِیْنَتَہٗ عَلَیْہِ پس اللہ تعالیٰ نے اپنی طمانینت اسپر نازل فرمائی ۔ ضمیر علیہ میں علماء کے دو قول ہیں ایک یہ کہ حضرت ابوبکرؓ کی طرف راجع ہو کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تو برابر سکینت و وقار پر تھے پس معنی یہ کہ اللہ تعالیٰ نے ابوبکرؓ پر اپنی طمانینت نازل فرمائی جس سے اُن کے دل کو تسکین ہو گئی کہ نصرت الٰہی شامل حال ہو آنحضرت صلعم کو کچھ اذیت نہیں پہونچ سکتی ہو ۔ بعض نے لکھا کہ ابن عباسؓ و اکثر مفسرین کا یہی قول ہو ۔ قول دوم یہ کہ ضمیر مذکور راجع با آنحضرت صلعم ہے اور فا در قولہ فانزل فا تعقیب نہیں ہو یعنی یہ معنی نہیں کہ اسکے بعد اللہ تعالیٰ نے اپنی طمانینت نازل فرمائی بلکہ سیاق کلام سے اثبات نصرت ہو پس جب اس حالت میں آنحضرت صلعم نے اپنے ساتھی کو تسکین دی تو ثابت ہو گیا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول پر طمانینت نازل فرمائی تھی اور بعض نے کہا کہ سکینت سے مراد ایسی عصمت ہو کہ اس کے ہوتے ہوئے کوئی خوف کسی سبب سے نہ آئے بلکہ ہمہ تن مسبب الاسباب پر نظر رہے ۔ ابن کثیرؒ نے لکھا کہ قولہ فانزل اللہ سکینتہ علیہ ۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی تائید و نصرت اُتاری اور اسی کا مؤید ہے قولہ تعالیٰ ۔ وَاَیَّدَہٗ بِجُنُوْدٍ لَّمْ تَرَوْھَا اور تائید دی اسکو یعنی آنحضرت صلعم کو ایسے لشکروں سے جنکو تم نے نہ دیکھا اگر پوچھا جائے کہ یہ کہاں تک مدینے کا بیان ہو تو معالم وغیرہ میں لکھا کہ حالت مذکورہ یعنی غار میں اور دیگر اوقات

حالت جہاد وغیرہ میں پس غار میں تائید ملائکہ بایں معنی تھی کہ کافروں کے رخ کو غار سے پھیرتے اور آنکھیں اسمیں نظر کرنیسے اندھی کرتے یعنی بینائیاں خیرہ کرتے تھے اور جنگ بدر وغیرہ میں تائید ملائکہ معروف ہے اور ظاہر یہ ہے کہ بعد اخراج کے مواطن جنگ میں تائید کا بیان ہے اور معنی یہ کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کو اسوقت تائید وسکینت دی جبکہ ہجرت کے وقت غار میں اپنے ساتھی سمیت تھا اور بعد اس کے مواطن قتال میں ملائکہ کے گروہوں سے تائید کی جنکو تم نے نہ دیکھا۔ وَجَعَلَ كَلِمَةَ الَّذِينَ كَفَرُوا السُّفْلَىٰ اور اللہ تعالیٰ نے کافروں کے کلمہ کو پست کردیا یعنی دعوت شرک کو مغلوب کردیا جسکی گردن بڑھ چلی تھی وَكَلِمَةُ اللَّهِ هِيَ الْعُلْيَا اور کلمۃ اللہ یعنی کلمہ توحید لا الٰہ الا اللہ و محمد رسول اللہ ہی غالب ہے۔ ضمیر ہی فاصل ہے قطعاً جملہ اسمیہ کردیا اور مفاد یہ کہ کلمہ الٰہی کسی حال میں پست نہ تھا کہ اب غالب ہو بلکہ وہ ہر حال میں غالب ہے ہاں لوگ البتہ اس سے محروم تھے کیونکہ کلمہ توحید سے اللہ تعالیٰ کی وحدانیت والوہیت کا بیان ہے اور وہ ہر حال میں ظاہر وباہر ہے اور ہر چیز اُسکی قدرت وحکم میں مسخر ہے۔ وَاللَّهُ عَزِيزٌ حَكِيمٌ۔ اور اللہ تعالیٰ اپنی سلطنت و ملک میں غالب ہے اپنی صنع میں حکیم ہے جو کچھ جسوقت جس حال سے جاری ہے سب اُسی کے قبضۂ قدرت میں مسخر اور اسی کی حکمت بالغہ سے جاری ہے جس کا پار کوئی نہیں پا سکتا

ف۔ اللہ تعالیٰ نے مومنوں کو رضاء الٰہی ومشاہدۂ پاک باقی حاصل کرنے کیلئے دنیا واسکی لذات چھوڑنے پر آمادگی دلائی بقولہ ارضیتم بالحیوۃ الدنیا من الآخرۃ۔ اور اسمیں اہل طریقت کو اشارت ہے کہ کرامات کو مشاہدہ پرست اختیار کرو۔ مترجم کہتا ہے کہ اکابر اولیاء اللہ صدور کرامات کو آدمی کیواسطے نقص سمجھتے تھے کیونکہ یہ توجہ بجانب عالم ہے اور غفلت از مشاہدہ خالق عزوجل۔ اور قاضی ثناء اللہ رحمہ اللہ وغیرہ نے اسکو مصرح بیان کردیا ہے اور حاصل اشارت یہ ہے کہ کرامات اگرچہ صاحب کرامت کے بزرگ ہونے کی دلیل ہیں لیکن چونکہ امر باقی نہیں لہذا اُنکی خواہش جو موجب غفلت از مشاہدہ ہے نہیں چاہتے۔ ہاں اللہ تعالیٰ اپنی مشیت سے جس سے صادر فرمادے اُس کے حق میں چونکہ اُسی راہ سے تجلی بھی ہوگی کچھ نقصان نہیں۔ فافہم واللہ اعلم۔ یحییٰ بن معاذ رح نے فرمایا کہ دنیا میں لوگ باہم نصیحت میں خوف کرکے آخرت کی فضیحت میں گرفتار ہوتے ہیں۔ پھر اللہ تعالیٰ نے دنیا کو قلیل و خوار اور آخرت کو مشرف و پائدار فرمایا بقولہ فما متاع الحیوۃ الدنیا فی الآخرۃ الا قلیل۔ اور اسمیں اشارت ہے کہ عارف صادق نے دنیا میں جو کچھ قرب و معرفت ووجد وحالت وفضل وکرامت پائی ہے وہ درگاہ کبریائی میں حاضر ہونیکی نعمتوں سے جو آخرت میں ملینگی بہت کم ہیں کیونکہ وصال حق وکشف جمال کے مقابلہ میں تمام نعمتیں فانی و ہیچ ہیں جیسے بحر زخار کے مقابلہ میں ایک قطرہ حباب ناپائدار ہے۔ شیخ نہرجوری رح نے فرمایا کہ دنیا ایک سمندر ہے اور آخرت اُسکا کنارہ ہے اور جس چیز پر سوار ہو کر پار ہو وہ ایک ہی چیز ہے یعنی تقویٰ اور لوگ اس سمندر سے پار ہونیکے مسافر ہیں۔ مترجم کہتا ہے کہ دنیا آب بلکہ سراب ہے اگر ہفت سمندر سے دامن تر ہو اس سراب سے دامن اُٹھائے گذرنا ضرور ہے۔ قولہ تعالیٰ الا تنصروہ فقد نصرہ اللہ اذ اخرجہ الذین کفروا ثانی اثنین الخ۔ جو بندہ ازلی تائید سے سرفراز ہوا اُسکو کسی نصرت ومدد کی حاجت نہیں جیسے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم۔ پھر جس بندہ کو اللہ تعالیٰ نے معزز کیا اسکو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا مددگار بنایا حالانکہ آنحضرت اُسکی مدد ونصرت سے مستغنی ہیں بلکہ مددگار کو خود اس نصرت کی توفیق پانے سے شرف حاصل ہے کیونکہ نصرت حق عزوجل اسکے پیرایہ سے اسپر ظاہر ہوئی جو بندہ اپنے مولیٰ عزوجل کی طرف منقطع ہوجائے اللہ تعالیٰ ہر حال میں اُسکی اعانت فرماتا ہے اور ہر نعمت اسکو پہونچاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کی نصرت کو اس طرح بیان فرمایا کہ جب غار میں اپنے ساتھی سمیت داخل ہوا تو اُسپر کشف جمال سے اور اُسکے ساتھی پر ظہور انوار جمال سے طمانینت نازل کی اور حاصل یہ کہ تمہاری نصرت کی کیا حاجت ہے جسکو اُس کے مولیٰ نے نصرت دی جبکہ وہ مکڑی کے جالے کے اندر مخفی تھا اور دشمنوں نے اسکے ساتھ کچھ قابو نہ پایا۔ مترجم کہتا ہے کہ مشہور ہے کہ جب حضرت صلعم غار میں داخل ہوئے تو اوپر سے مکڑی نے

جالا تانا چنانچہ کافروں نے کہا کہ اگر اس غار میں جاتے تو مکڑی کا جالا باقی نہ رہتا حالانکہ ابوبکر رضی اللہ عنہ اندر سے مشرکوں کے پاؤں دیکھتے تھے یہی شیخ نے اشارہ کیا۔ اور نیز اس کلام میں بیان ہو کہ رسول کو کسی کی نصرت کی حاجت نہیں جبکہ اللہ تعالیٰ نے اسکو نصرت ازلی اور رعایت رسالت و نبوت سے منصور فرمایا پس وہ تمام خلائق پر غالب ہے۔ مترجم کہتا ہو کہ اللہ تعالیٰ نے اس امر کو عموماً آیات سے آنکھوں دکھلایا چنانچہ بدر میں ایک مٹھی خاک سے لشکر بھاگا اور حنین میں بھی جب آپ تنہا رہ گئے اور ایک مٹھی خاک کافروں پر پھونک دی اور فرمایا کہ خوار ہوں یہ چہرے بھاگو پھر جب دیکھو تو تمام لشکر کفر دہل گیا اور انکے دل ان کے سینوں میں اچھلنے لگے اور آنکھیں منہ و ناک سب کنکریوں وغیرہ سے بھر گئے اور نہایت مضطرب ہو کر بھاگنا شروع کیا اور یہ بیان بھی عوام کی تسکین کیواسطے ہو ورنہ امر حقیقت اس سے بھی اعلیٰ و اجل ہو پس واللہ ثم باللہ کہ مرد عارف یقین جانتا ہو کہ نصرت الٰہی کسی سبب پر موقوف نہیں اور تن تنہا حضرت صلعم تمام عالم کے مقابلہ میں کافی تھے۔ ارے یہ نہیں جانتے کہ اللہ تعالیٰ قادر ہو کہ تمام کافر و تمام خلائق کو ایک دم میں ہلاک کرے ایک دم میں عاجز و مطیع کرے سب کے سب ہاتھ باندھ کر حاضر ہوں یہ قد قال تعالیٰ (قل فمن یملک لکم من اللہ شیئا ان اراد ان یہلک المسیح ابن مریم وامہ ومن فی الارض جمیعا۔ اور آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ ان القلوب بین اصبعین من اصابع الرحمن الحدیث۔ پس بالیقین نصرت الٰہی کی حاجت ہو اور کسی شخص کی مددگاری امر محتاج الیہ نہیں بلکہ مددگار کے حق میں شرف ہو فافہم

شیخ نے لکھا کہ بعض نے کہا کہ قولہ فقد نصرہ اللہ۔ اللہ تعالیٰ نے اسکو منصور فرمایا چنانچہ بقولہ واللہ یعصمک من الناس۔ سب کی نصرت سے بے پروا کر دیا اور بجز بندہ کہ میدان عصمت میں مشرف ہو وہ تمام مخلوق کی نصرت سے بے پرواہ ہو۔ مترجم کہتا ہو کہ ابتدا میں رات کو صحابہ رضی اللہ عنہم میں سے بعض بعض آپ کی چوکیداری و حراست کیا کرتے تھے اور اوقات بھر مسلح ہو کر گرد گھومتے پس جب یہ آیت اتری تو آپنے حجرہ کے سے سر نکال کر فرمایا کہ اب تم جاؤ آرام کرو اللہ تعالیٰ نے مجھے عصمت میں کر دیا یعنی کوئی قتل نہیں کر سکتا۔ شیخ نے لکھا کہ قولہ ثانی اثنین اذ ہما فی الغار میں حبیب کی صحبت میں صدیق رضی اللہ عنہ کی خاصیت کا اشارہ ہو یعنی آنحضرت صلعم کی صحبت کیواسطے صدیق رضی اللہ عنہ کو مخصوص فرمایا تھا کیونکہ آنحضرت صلعم کیساتھ ہونیکے واسطے صدیق میں ایک خاص خصوصیت تھی کیونکہ مقام قرب منزلت میں باتحاد مشرب معیت ہو اور مشرب صدیق کا بجز نبوت و رسالت سے تھا اور یہ تقدیر قدیم تھی پس اگر یہ امر نہ ہوتا تو آنحضرت صلعم کی صحبت و معیت کیلئے مخصوص نہ ہوتے اور صدیق ایسی منزل میں تھے کہ وہاں ظہور وحدت تھا الغرض درمیان سے صدیق و نبی سب مرتفع تھے اور اعلیٰ مرتبہ اس مقام کا مقام نبوت ہو پس انتہا مرتبہ صدیق ابتدا مرتبہ نبی ہو اور وہ ایسا مقام ہے کہ وہاں اللہ تعالیٰ کے سوائے کچھ نہیں ہو پس اسی نور قدس سے دونوں نکلے اور اسی کے ساتھ غار میں داخل ہوئے۔ حبیب علیہ السلام نے صدیق کو اپنے ساتھ ہونیکے خصائص پہنچائے جبکہ صدیق پر طوارق امتحان کا ظہور ہوا کما قال تعالیٰ اذ یقول لصاحبہ لا تحزن ان اللہ معنا یعنی کبھی اس خیال سے غمگین مت ہو کہ ازلی برگزیدگی وحدت میں تغیر آ دیگا ایسا نہیں ہو سکتا بلکہ وہ پاک پروردگار اگرچہ فرد صمد غنی پاک ہو لیکن فضل سے ہم کو سرفراز کیا پس وہ ابد وہ ہمارے ساتھ ہے بایں معنی کہ اسکی قدرت و عنایت ازلی و اس کا علم قدیم اور اسکا ظہور مشاہدہ اندراہ قلب روح و عقل بوصف قرب مناجات یکساں ہمارے ساتھ ہو۔ ابن عطاء رح نے قولہ اذ ہما فی الغار میں کہا کہ محل قرب کے غار الغلافی میں تھے اور کہا کہ قولہ لا تحزن یا آنکہ جو کوئی ایسا ہو کہ اللہ تعالیٰ اسکے ساتھ ہو اسکو غمگین نہ ہونا چاہیے۔ شبلی رح نے قولہ ثانی اثنین میں کہا کہ شخص میں تو دو تھے اور قلب کی راہ سے اپنے مولیٰ کے ساتھ واحد تھے۔ ابن عطاء رح نے قولہ ان اللہ معنا میں کہا کہ معیت الٰہی ہمارے ساتھ ازل میں ہو چکی چنانچہ ہم میں وصل دیدیا اور ساتھ کر دیا پس فصل و جدائی کا رنج مت کرو۔ بعض نے کہا کہ صدیق رض کو خوف اس امر کا تھا کہ آنحضرت صلعم کو کچھ اذیت لاحق نہ ہو اور بعض نے کہا کہ اس جہت سے کہ ایسا نہ ہو کہ کوئی ایسا امر پیش آوے جس سے اسلام میں ضعیف ہو جائے۔ مترجم کہتا ہو کہ شان الٰہی سبحانہ اعلیٰ و اجل ہو اسکی عظمت و کبریائی

جب یہ رتبہ کمال حاصل ہو تو وہ مرتبہ نبوت ہے اور درجہ بدرجہ کمی سے مرتبہ انسانی مین نقص ہوتا ہے اور اسی قدر اپنی رفتار مین قصور ہوتا ہے پس یہ بات
بعید نہین کہ بندہ برگزیدہ کسی مکروہ مین گرفتار ہو چنانچہ آنحضرت صلعم ابتدا مین عرب قریش کے ہاتھون اذیت مین آئے لہٰذا صدیق کو ایسا خوف
وغم ہونا بنظر عظمت کبریا الٰہی کے بجائے خود تھا تا آنکہ بوحی الٰہی و کلام نبوت یہ امر ظاہر ہوا کہ اس واقعہ مین معیت الٰہی ہے یعنی ظہور تجلی افضال
و طلوع آفتاب ترقی و کمال ہے پس اسلام روز بروز قوی ہوگا اور ایسا نہ ہوگا کہ جیسے بعض انبیا رسابقین کو اللہ تعالیٰ نے قوم کے ملعون ہاتھون سے
قتل کرکے اٹھا لیا اور مقام قرب منزلت مین بلا لیا اور اس قوم ملعون کو طغیان و گمراہی مین چھوڑ دیا۔ فافہم۔ فارس رح نے کہا کہ حزن سے اسلئے منع کیا
کہ حزن ایک علت ہے پس معرفت دیدی کہ اس مقام پر حزن لائق نہین ہے کیونکہ مقام قرب مین اس سے اعلیٰ مقام ہے بعض نے کہا کہ دونون مقام مشاہدہ
مین تھے پس غیرت حق نے انکو چشم خلائق سے غار مین پوشیدہ کیا اور یہ ایک تجلی خاص ہے تو نہین دیکھتا کہ حضرت صلعم نے فرمایا کہ اے ابوبکر تیرا ایسے
دو آدمیون کیساتھ کیا گمان ہے جنکا تیسرا اللہ تعالیٰ ہے یعنی مشاہدہ و نصرت و مدد سے تیسرا وہ پاک پروردگار ہے۔ یعنی وہی انکا ناصر و معین ہے۔ بعض نے کہا کہ قولہ
فقد نصرہ اللہ۔ یہ نصرت عجیب فضل و کرامت تھی کہ کسی کو میسر نہین ہوئی کیونکہ وہان کشف مقامات سے وہ اعلیٰ مشاہدات تھے جو حبس بدن سے نجات ہوکر
حاصل ہوتے ہین جیسے دیدار حق سبحانہ تعالیٰ بعد فنا جسم و جسمانیات کے بعد ایجاد خاص کے حاصل ہوتی ہے نہ ان آنکھون جیسا کہ سابق مین تحقیق ہو چکا پس
اگر اس حالت مین یہ نصرت خاصہ نہ ہوتی تو سطوات عظمت و کشف مشاہدہ خاصہ مین متلاشی ہو جاتے۔ اسرار صوفیہ مین کہا جاتا ہے کہ قطعات زمین
و مقامات کیلئے جو خصوصیات بیان ہوتے ہین صحیح ہین اگرچہ وہ خیالات پر مبنی نہین کیونکہ کون جانتا تھا کہ یہ غار ایسے سردار بنی آدم و اشرف عالم
کا ٹھکانا ہوگا ولیکن اللہ تعالیٰ نے جیسے اپنی رحمت سے جسکو چاہا مخصوص فرمایا اسی طرح جسکی قسمت مین جو فضل چاہا تقسیم کر دیا۔ بعض کہتے ہین کہ
بعضے لوگون کے دل عرش سے متعلق ہین وہ اللہ تعالیٰ کو وہان طلب کرتے ہین حالانکہ او تعالیٰ فرماتا ہے۔ اذ یقول لصاحبہ لا تحزن ان اللہ معنا یہ تو
یقینی بات ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر زبان و مکان سے پاک منزہ ہے لیکن اس خطاب مین اہل دل کیلئے حیات اسرار ہے۔ شیخ نے لکھا کہ مجھے یہان ایک
نکتہ عجیب کشف ہوا کہ قولہ ثانی اثنین اذ ہما فی الغار اذ یقول لصاحبہ لا تحزن ان اللہ معنا۔ مین نفی اتحاد بوحدانیت ہے جیسے عیسیٰ و اسکی ماں سے
نفی فرمائی جبکہ نصاریٰ نے یہ زعم کیا۔ کہ ان اللہ ثالث ثلٰثۃ۔ پس رد کر دیا کہ ما من الٰہ الا الٰہ واحد۔ پس عیسیٰ و اُن کی ماں سے الوہیت کی نفی فرمائی
ایسے ہی یہان بھی سید المرسلین و سید الصدیقین سے اُن کی نفی فرمائی تا کہ کوئی احمق یہ گمان نہ کرے کہ عرش سے ثریٰ تک ساحت کبریا و ازلیت مین
اثر نہ تھا اسواسطے کہ الوہیت قدیمہ تو انقسام و افتراق و اجتماع وغیرہ سے ممتنع ہے اور قولہ ان اللہ معنا سے اسکی تحقیق کر دی اور اسمین تلویح
ہے کہ اتحاد محال ہے اور جو اشارہ بیان ہوا اس کی دلیل اس قول سے ہے کہ لا تحزن۔ اس طرح کہ ابوبکر الصدیق رضی اللہ عنہ کے طلب مین حزن کا
اثبات فرمایا اور یہ حزن ادراک حال و وقت ہے کہ اسمین تغیر نہ آوے اور فوت نہ ہو جاوے حالانکہ زمانہ امتحان کا ہے پس آنحضرت علیہ السلام نے
آگاہ فرمایا کہ یہ وقت و حال ہم سے فوت نہین ہو سکتا کیونکہ او تعالیٰ کشف وقت و حال کے فضل فرمانے سے ہمارے ساتھ ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ
نے اس کشف حال مین مزید فرمایا بقولہ فانزل اللہ سکینتہ علیہ۔ کیونکہ صدیق رض کو اسی سے غمگینی تھی۔ اسمین اشارت یہ ہے کہ سکینت مذکور پہلے
قلب محمد صلعم پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل ہوئی اور یہ کشف و قرب مین وضوح کے واسطے تھی اگرچہ آنحضرت صلعم ہر حال مین مستقیم
تھے اور کبھی آپکو اس حال و وقت کے گم ہو جانے کا خوف نہین ہوا ولیکن ان کے قلب پر اس سکینت کا نزول بغرض زیادتی استقامت قلب صدیق
رضی اللہ عنہ کے تھا کہ اُن کے دل سے بالکل حزن و اندوہ جاتا رہے تاکہ رسول اللہ صلعم کے جمال سے منور ہو جاوے اور اگر بدون واسطہ آنحضرت صلعم
کے صدیق رض کے قلب پر اسکا نزول ہوتا تو انوار قدم کے اشراق سے وہ فانی ہو جاتے کیونکہ ایسے اوقات مین اُسکے نزول کو سوائے انبیاء

ومرسلین اولی العزم کے دیگر انبیاء ورسول بھی نہیں اٹھا سکتے ہیں پس گویا کلام یہ فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے اس سکینت کو جو ابوبکرؓ کیلئے تھی محمد صلعم پر نازل فرمایا۔ اور یہ بھی احتمال ہے کہ بوجہ قوت معرفت حضرت صدیق کے جو ایسے رسول افضل واکرم کے صدیق تھے ابتداءً یہ سکینت صدیقؓ پر نازل ہوئی ہو کیونکہ آنحضرت صلعم پر یہ سکینت اول ہی سے تھی اور بعض نے کہا کہ نزول سکینت کا قلب ابوبکر رضی اللہ عنہ پر از جانب آنحضرت اس طرح ہوا کہ محمد صلعم نے صدیقؓ سے فرمایا کہ تیرا گمان ایسے دو کی طرف کیا ہے جن کا تیسرا اللہ تعالیٰ ہے پس سکون وطمانینت حاصل ہو گئی۔ مترجم کہتا ہے کہ واضح ہو کہ ہر کلام وخطاب کے ساتھ انوار توفیق ومعرفت از جانب حق عز وجل ہوا کرتے ہیں اور جو شخص توفیق یافتہ ہوتا ہے اُسی کو حاصل ہوتے ہیں۔ اسی واسطے جب کلام مجید کی تعلیم وتعلم کی تاکید فرمائی اور بعض نے عرض کیا کہ ہم آپ پڑھتے اور اولاد کو پڑھاتے ہیں پھر آپ کچھ خوف نہ فرمائیں تو آنحضرت صلعم نے بطریق استعجاب فرمایا کہ میں تجھے فقیہ جانتا تھا ارے تو نہیں دیکھتا کہ آسمانی کتابیں توریت وانجیل ان یہود ونصاریٰ کی بغل میں تھیں مگر اُن کو کچھ فائدہ نہ ہوا یعنی توفیق جاتی رہی آخر اُنھوں نے اُن میں تحریف کر دی کہ اب اصلی توریت وانجیل کا پتہ بھی نہیں ملتا ہے۔ جب یہ معلوم ہو گیا تو تجھکو یہ اشارہ بھی مفہوم ہوگا کہ آنحضرت صلعم کا یہ فرمانا کہ اللہ تعالیٰ ساتھ ہے حضرت صدیق کیلئے حصول طمانینت میں کافی ہو گیا۔ فافہم۔ رہا کلام طمانینت میں تو شیخ نے ذکر کیا کہ بعض نے فرمایا کہ امور تقدیری اپنے مقدرہ طور پر جاری ہونے کی حالت میں قلب کو سکون رہنا طمانینت ہے۔

ابن عطاءؒ نے کہا کہ یہ بھی احتمال ہے کہ ابوبکرؓ کو حزن نہ ہو ولیکن آنحضرت صلعم نے از راہ شفقت کے متنبہ کر دیا کہ ایسے حال میں جو آدمی پر حزن طاری ہوتا ہے تو اس سے بچنا۔ مترجم کہتا ہے کہ اس تقدیر پر قولہ لاتحزن کے یہ معنی کہ خبردار محزون نہ ہونا۔ اگر کہا جاوے کہ یہ مجاز ہے اور حقیقت کو چھوڑ کر مجاز کی طرف مرجع نہیں ہو سکتا تو جواب یہ کہ بات یہی ہے ولیکن احتمال تو باقی ہے۔ فافہم۔ ابن طاہرؒ نے کہا کہ اس آیت میں آنحضرت صلعم نے ان اللہ معنا کہا یعنی اسم ذات کو لیا اور کسی اسم صفتی کو نہیں کہا اور اسم ذات کو مقدم کیا اور اپنا ذکر مؤخر کیا۔ اور موسیٰ علیہ السلام پر جب اُسکے مانند وقت پیش آیا تو اُنھوں نے یوں کہا۔ ان معی ربی سیھدین۔ پس اپنا ذکر مقدم کیا اور اسم رب۔ یعنی اسم صفت سے دعا کی حالانکہ اسم ذات اسم خاص ہے اور اسم رب بمعنی تربیت وپرورش کرنیوالا اسم عام ہے پس آنحضرت صلعم کی دعا از مرتبہ ادب میں اعلیٰ وارفع ہے اسی واسطے امت محمد صلعم شرک سے محفوظ رہی اور امت موسیٰ علیہ السلام گوسالہ کی عبادت میں پڑ گئی۔ نیز اس مقام پر کہا گیا کہ موسیٰ علیہ السلام نے مرتبہ حضرت میں کسی غیر کو درمیان میں نہ دیکھا۔ اور نبی صلعم بسبب مشاہدہ کے عبرت سے مستغنی تھے اور موسیٰ علیہ السلام مشاہدہ کے مفتقر تھے پس اُنھوں نے ان معی ربی۔ کہا اور حبیب علیہ السلام نے ان اللہ معنا۔ کہا پس موسیٰ علیہ السلام رویت صفات میں پڑے چنانچہ اُنھوں نے تربیت رب سے التجا کی اور آنحضرت صلعم دیدار ذات میں تھے لہٰذا اسم ذات سے جو عین الجمع ہے دعا کی۔ پھر اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلعم پر مزید نعمت کو بیان فرمایا بقولہ وایدہ بجنود لم تروھا۔ ان جنود سے لشکر ملائکہ کی تفسیر گذر چکی اور باطنی طمانینت سے جو اشارات بیان ہوئے ہیں اُسکے موافق بیان جمال ازل کی تجلیات ہیں جو آنحضرت صلعم کے اسرار پر خاصۃً نازل ہوئے کیونکہ ان خاصہ تجلیات بلکہ اخص الخاص کا برداشت کرنیوالا سوائے آنحضرت صلعم کے اسرار کے اور کوئی نہ تھا۔ جعفرؒ نے کہا کہ اللہ تعالیٰ پر وثوق وتوکل ویقین کے لشکر ہیں کہ ان امور میں بھی آنحضرت صلعم بدرجہ کمال تھے۔ بعض کا قول ہے کہ ظاہری صورت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ثانی اثنین تھے ولیکن باطن میں ثانی الواحد تھے۔

پھر اللہ عز وجل نے سب پر یہ احسان بیان کیا کہ اُسنے طبیعتوں کی تاریکی دور فرمائی اور شرک کی روشنی پھیلائی بقولہ تعالیٰ وجعل کلمۃ الذین کفروا السفلیٰ وکلمۃ اللہ ھی العلیا۔ اسمیں اشارت ہے کہ جتنی باطل باتیں وجھوٹے دعوے ہیں سب توحید وحقیقت کے تحت میں فانی ونابود ہیں اور باقی وہی کلمہ توحید ہے۔ اور معنی کلمۃ اللہ کے اسکا انفراد اپنی فردانیت سے اور اسکی توحید بوحدت اور اُسکا تنزہ وتقدس از گمان واوہام خلائق ہے

یعنی کلمہ لا الٰہ الا اللہ پس سو عزیز بعزت کبریائی ہو اور حکیم اپنے افعال میں ہو یہ اسکی حکمت ہو کہ اپنے اولیاء کو کشف بقا سے اختصاص دیا پھر اللہ عز وجل نے سب کو امادگی دلائی کہ راہ حق میں ارواح واشباح قربان کرنے میں جلدی کریں تاکہ میدان حدت میں ہو نچکر اسکے کشف جمال وادراک وصال سے سرفراز ہوں۔ بقولہ تعالیٰ

اِنْفِرُوْا خِفَافًا وَّثِقَالًا وَّجَاهِدُوْا بِاَمْوَالِكُمْ وَاَنْفُسِكُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۭ ذٰلِكُمْ

نکلو ہلکے اور بوجھل اور لڑو اللہ کی راہ میں اپنے مال سے اور جان سے یہ

خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ۝ لَوْ كَانَ عَرَضًا قَرِيْبًا وَّسَفَرًا قَاصِدًا لَّاتَّبَعُوْكَ

بہتر ہے تمہارے حق میں اگر تم کو سمجھ ہے اگر کچھ مال ہوتا نزدیک اور سفر ہلکا تو تیرے ساتھ چلتے

وَلٰكِنْۢ بَعُدَتْ عَلَيْهِمُ الشُّقَّةُ ۭ وَسَيَحْلِفُوْنَ بِاللّٰهِ لَوِ اسْتَطَعْنَا لَخَرَجْنَا

لیکن دور نظر آئی انکو طرف اور اب قسمیں کھاوینگے اللہ کی کہ ہم مقدور رکھتے تو نکلتے

مَعَكُمْ ۚ يُهْلِكُوْنَ اَنْفُسَهُمْ ۚ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ اِنَّهُمْ لَكٰذِبُوْنَ ۝

تمہارے ساتھ وبال میں ڈالتے ہیں اپنی جان اور اللہ جانتا ہے وہ جھوٹے ہیں

ع ۱۲

سفیان الثوری رح نے ابو الضحیٰ رح سے روایت کی کہ سورۂ براءۃ میں یہ آیت سب سے پہلے نازل ہوئی۔ اِنْفِرُوْا خِفَافًا وَّثِقَالًا یعنی جہاد کیواسطے نکلو درحالیکہ خفاف ہو یا ثقال ہو۔ ظاہر امراد ابو الضحیٰ کی یہ ہو کہ اس سورہ میں احکام جہاد سے متعلق اول آیت نازل ہوئی ہو اور معنی حالت خفاف کے یہ ہیں کہ ایسی حالت ہو کہ اس حالت میں آدمی پر جہاد آسان وسبک ہو اور ثقال سے یہ مراد کہ اس حالت میں جہاد اسپر گران ہو۔ اور یہ تفسیر اعم واشمل ہو اور شیخ ابن کثیر رح نے لکھا کہ جب آنحضرت صلعم نے کفار روم پر جہاد کیلئے تبوک کا قصد کیا تو آپکے ساتھ ہونے کیلئے اللہ تعالیٰ نے آیت میں نفیر عام کا حکم دیا کہ جو لوگ بلوغ وآزادی کے ساتھ مکلف بجہاد ہیں وہ جس حال میں ہوں آپکا ساتھ دیں۔ خواہ حالت نشاط ہو یا حالت اکراہ اور خواہ حالت تنگدستی ہو یا فراخی۔ وابن عباس وعکرمہ وابو صالح وحسن بصری وشمر بن عطیہ ومقاتل وشعبی وزید بن اسلم نے کہا کہ قولہ انفروا خفافا وثقالا یعنی جوان ہوں یا بوڑھے۔ اور مجاہد رح نے کہا کہ جوان ہوں یا بوڑھے وتوانگر ہوں یا مسکین ایسا ہی ابو صالح وغیرہ سے بھی مروی ہو اور حکم بن عتیبہ رح نے کہا کہ مشغول ہوں یا غیر مشغول عوفی نے ابن عباس سے روایت کی کہ نشاط ہوں یا بغیر نشاط۔ مترجم کہتا ہو کہ نشاط بالضم نون وتشدید معجمہ جمع ناشط یعنی بصفت نشاط بکسر نون بدون تشدید معجمہ یہی قتادہ رح کا قول ہو اور ابن ابی نجیح نے مجاہد سے روایت کی کہ لوگوں نے عرض کیا تھا کہ ہم میں ثقیل وحاجتمند پیشہ ور اور شغل میں پھنسے ہوئے وغیرہ لوگ بھی ہیں تو اللہ تعالیٰ نے قولہ انفروا خفافا وثقالا۔ نازل فرمایا کہ کسی کا عذر نہیں قبول کیا یعنی جس حال پر ہوں جہاد کو نکلیں اور یہی قول شیخ ابن جریر رح نے اختیار کیا کہ مراد عموم حالت ہی یعنی خواہ ایسی حالت ہو کہ اسمیں جہاد آسان ہو یا ایسی حالت کہ گران ہو پس دیگر تفاسیر جو مروی ہوئی ہیں یعنی نشاط وغیر نشاط یا قوی وضعیف یا جوان بوڑھے یا فقیر و توانگر وغیرہ ہر ایک اس عموم کی بعض صورتوں سے تفسیر کی اور سب اس عموم میں داخل ہیں پس تفاسیر ائمہ سلف میں کچھ اختلاف نہیں ہی اور یہ بات اصول میں قرار پائی کہ جب تک عموم مقتضائے لفظ پر محمول کرنا ممکن ہو تب تک خصوص پر اقتصار نہ کیا جائیگا اور حاصل اسکا یہ ہوا کہ جہاد کیلئے عموما ہر شخص پر نکلنا فرض کر دیا جائے بکسی حال میں ہو۔ اگر کہا جاوے کہ بچہ وغلام بھی داخل ہو جاوینگے۔ جواب یہ کہ مکلف ہونیکی اہلیت پائی جائیگی بعد تعمیم ہی یعنی مرد بالغ آزاد ہو تب اسپر جہاد کا حکم متوجہ ہوتا ہی۔ پھر مترجم کہتا ہو کہ یہاں چند مقامات ہیں اول آنکہ یہ تعمیم خاص غزوہ تبوک کیواسطے تھی یا عموما حکم ہی۔ اور ظاہر آیت اسی امر کو مقتضی ہی کہ حکم عام ہی اگرچہ نزول اسکا استنفار غزوہ تبوک میں ہوا ابن کثیر رح نے لکھا کہ ابو طلحہ رض جب سورۂ براءۃ کی قراۃ میں اس آیت تک

جہاد کی طرف بلایا جانا ۱۲

پہونچے تو کہا کہ مین دیکھتا ہون کہ اللہ تعالیٰ نے ہم سب کو خواہ بوڑھے ہون یا جوان ہون جہاد کیلئے نکلنے کا حکم دیا ہی اے میرے بیٹو میرے لئے سفر جہاد کا سامان درست کر دو۔ ان کے بیٹون نے کہا کہ آپنے آنحضرت صلعم کے ساتھ ہو کر جہاد کیا پھر حضرت ابوبکر کی خلافت مین پھر حضرت عمر کیساتھ ہو کر جہاد کیا اللہ تعالیٰ آپ پر رحم فرمائے اب ہم آپکی طرف سے جہاد کرینگے مگر انھون نے اس سے انکار کیا پس سمندر کی راہ سے جہاد کیا اور اسی سفر مین انتقال کیا اور کوئی جزیرہ نہ ملا جسمین اُن کو دفن کرتے یہان تک کہ نو دن کے بعد ایک جزیرہ ملا جسمین اُن کو دفن کیا حالانکہ اُن کی لاش مین کچھ تغیر نہین ہوا تھا۔ ابن جریرؒ نے ابوایوب رضی اللہ عنہ سے بھی یہ قول روایت کیا کہ اللہ تعالیٰ نے حکم دیا کہ انفروا خفافا و ثقالاً۔ پس مین خفیف ہونگا یا ثقیل ہونگا یعنی دو حال سے خالی نہین۔ پس بہر حال مجھ پر جہاد کیلئے نکلنا لازم ہی۔ اور مقداد بن الاسود رضی اللہ عنہ سے بھی روایت کی کہ جہاد مین جانا چاہتے تھے تو بعض نے کہا کہ اب آپکو اللہ تعالیٰ نے معذور رکھا ہی۔ فرمایا کہ سورۂ بعوث مین ہمپر قولہ انفروا خفافا و ثقالا۔ کا حکم اترا ہی پس یہ روایات و مانند اُن کے دلالت کرتی ہین کہ حکم عام ہی اور غزوہ تبوک کیساتھ یا فقط صحابہ رضی اللہ عنہم کے ساتھ مخصوص نہین۔ ولیکن اس صورت مین وارد ہوگا کہ بیمار و لنجا و اپاہج کوئی معذور نہو تو بعض نے زعم کیا کہ آیت مین امر انفروا خفافاً۔ وجوب کے لئے نہین ہے اور یہ زعم بہت ضعیف ہی اور بعض نے زعم کیا کہ آیت مین امر نفر بوجہ مذکور انھین لوگون سے مخصوص ہی جن کو آنحضرت صلعم نے جہاد کیلئے نکلنے کو کہا تھا اور یہ بھی ضعیف ہی اور بعض نے کہا کہ اندھے و لنجے وغیرہ کو شامل نہین جیسے مجنون و طفل کو نہین شامل ہی۔ سدی رح نے فرمایا کہ قولہ انفروا خفافا و ثقالاً یعنی جہاد کیلئے نکلو خواہ غنی ہو یا فقیر ہو۔ اور خواہ قوی ہو یا ضعیف ہو۔ آنحضرت صلعم کے پاس ایک مرد نے آکر عرض کیا کہ مین موٹاپے سے بہت بھاری ہون اور شکوہ کر کے اجازت چاہی کہ ساتھ نجائے پس یہ کلام نازل ہوا۔ پس لوگون پر بہت شاق گذرا پس اللہ تعالیٰ نے اس کو منسوخ فرمایا بقولہ لیس علی الضعفاء ولا علی المرضی ولا علی الذین لا یجدون ما ینفقون حرج اذا نصحوا للہ و رسولہ۔ بعض فقہائنے کہا کہ ظاہرا نسخ سے مراد تخصیص ہی فافہم۔ ابن عباسؓ و محمد بن کعبؒ و عطاء خراسانی وغیرہم سے مروی ہی کہ یہ آیت منسوخ ہی بقولہ فلولا نفر من کل فرقۃ منہم طائفۃ الآیۃ۔ اور کلام اسمین عنقریب انشاء اللہ تعالیٰ آویگا۔ اور ظاہر یہ کہ نسخ نہین ہی اور اندھے و ضعیف و مریض وغیرہ جن پر خطاب متوجہ نہین وہ اس عموم مین داخل ہی نہین اور یہ معلوم ہی کہ آیت کریمہ غزوہ تبوک مین نازل ہوئی حالانکہ اس جہاد مین آنحضرت صلعم نے عورتون و بعض مردون کو مدینہ مین چھوڑ دیا تھا پس یہ دلیل ہی کہ جہاد فرض کفایہ ہی اور ہر ہر فرد پر معین نہین ہی ولیکن بعض محققین کے نزدیک امام جن لوگون کو استنفار کرے اُن پر متعین ہو جاتا ہی کہ نکلین پھر اللہ تعالیٰ نے تخصیص تاکید فرمائی بقولہ۔ وَجَاهِدُوا بِأَمْوَالِكُمْ وَأَنفُسِكُمْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ اور جہاد کرو اپنے مالون و جانون سے اللہ تعالیٰ کی راہ مین۔ کل افراد پر دونون امر جمع کرنا مقصود نہین بلکہ محتاج لوگ اپنی جان سے جہاد کرینگے اور تونگر لوگ جان و مال دونون سے جہاد کرینگے۔ ذَٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ اے ذلک المذکور من النفر و الجہاد بالاموال و الانفس خیر لکم۔ یعنی یہ جو حکم مذکور ہوا کہ خفاف و ثقال ہر حال مین جہاد کو نکلو اور اپنے مالون و جانون سے جہاد کرو یہ تمھارے لئے بہتر ہے یعنی یہ امر جو تم پر فرض کیا گیا تو جب تم اسمین غور و تامل سے دیکھو اور نفس کے خطرات دفع کرو تو تمھارے لئے بہتر معلوم ہوگا اسی واسطے فرمایا۔ إِن كُنتُمْ تَعْلَمُونَ اگر تم علم رکھتے ہو کیونکہ اسکا بہتر ہونا بعد تامل کے ظاہر ہوتا ہے ورنہ ابتدا مین نفس پر گران گزرتا ہی اور بعض نے کہا کہ خیر لکم بمعنی خاص لکم۔ ہی یعنی یہ امر تمھارے واسطے مخصوص ہی پس یہ وہم نہین ہوتا کہ اس سے اس حکم کی فرضیت نہین نکلتی بلکہ بہتر ہونا ثابت ہوتا ہی اور جزاء شرط بقرینہ ما قبل کے محذوف ہی یعنی ان کنتم تعلمون انہ خیر فاعملوا اگر تم جانتے ہو کہ یہ بات تمھارے لئے بہتر ہی تو اسکو عمل مین لاؤ۔ اور ظاہر یہ ہی کہ خیر جو افعل التفضیل ہی اپنے معنی پر ہی اور بہتر ہونا بہ نسبت نہ نکلنے کے ہی

یعنی انہ خیر لکم من القعود۔ جہاد کیواسطے نکلنا تمہارے لئے نہ نکلنے سے بہتر ہے اسیواسطے تم پر مفروض ہوا ما نند قولہ تعالیٰ کتب علیکم القتال وھو کرہ لکم وعسیٰ ان تکرھوا شیئاً وھو خیر لکم الآیۃ۔ اور ایک شخص نے چاہا تھا کہ کن اعمال سے آدمی جہاد کرنیوالوں کے درجہ کو پہونچ سکتا ہے تو آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ بھلا تجھ سے یہ ہو سکتا ہے کہ برابر تو رات و دن نماز میں کھڑا رہا اور کبھی روزہ افطار نہ کرے تو اس نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ مجھ ضعیف سے یہ نہیں ہو سکتا فرمایا کہ اگر تو اسکو ادا بھی کرتا تب بھی جہاد کرنیوالوں کے درجہ کو نہ پہونچتا۔ اس حدیث سے کسقدر بہتر ہونا ظاہر ہوا شیخ ابن کثیرؒ نے لکھا کہ قولہ ذٰلکم خیر لکم یعنی یہ امر تمہارے لئے دنیا و آخرت میں بہتر ہے کیونکہ تم جہاد میں تھوڑا خرچ کرو گے اور اللہ تعالیٰ تم کو دنیا میں کافروں کے اموال کو غنیمت دیگا اور اسکے ساتھ آخرت میں ثواب کثیر تمہارے لئے ذخیرہ ہوگا اور حدیث میں ہے کہ جہاد کرنیوالے کیلئے اللہ تعالیٰ نے کفالت فرمائی کہ یا اسکو شہادت و وفات دیکر جنت میں داخل فرما دیگا اور یا اُسکے لئے ثواب آخرت ذخیرہ کرکے غنیمت کے مالوں سے بھرا ہوا اسکے ٹھکانے واپس کریگا کسی مرکی بہتری بیان کرنا اُس کی فرضیت کے منافی نہیں ہے جیساکہ قولہ کتب علیکم القتال وھو کرہ لکم وعسیٰ ان تکرھوا شیئاً وھو خیر لکم سے ظاہر ہے اور ثلاثیات امام احمد میں انسؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلعم نے ایک شخص کو فرمایا کہ تو اسلام لا اُس نے کہا کہ میں کراہت و شاق رکھتا ہوں تو فرمایا کہ اسلام میں داخل ہو اگرچہ تو کراہت رکھتا ہو یعنی وہ فی نفسہ بہتر ہے پس تیرے نفس کی بالفعل کراہت کا کچھ اعتبار نہیں جب تو جان جائیگا تو تجھ پر اسکی بہتری کھل جائے گی فافہم۔ واضح ہو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس سفر میں جماعت اسلام کیساتھ روانہ ہوئے اور اس راہ سے گزرے جہاں قوم ثمود کی بستی تھی اور لوگوں کو ناقۂ صالح علیہ السلام کے پانی پینے کا گھاٹ اور اُسکی آمد و رفت کا رستہ دکھلایا اور جو لوگ ان کے کھنڈروں میں جاکر سیر کرتے تھے انکو منع کیا کہ اللہ تعالیٰ غنی بے پروا ہے تم لوگ وہاں مت جاؤ شاید تم پر بھی عذاب آئے مگر انکو روتے ہوئے خوفناک حالت میں ہو تو مضائقہ نہیں ہے پھر قوم ثمود کے کنوؤں سے جن لوگوں نے پانی لیا تھا وہ سب پھنکوا دیا اور روانہ ہوکر آگے ایک کنوئیں پر منزل فرمائی جس سے اہل ایمان قوم صالح کے پانی پیتے تھے جیساکہ سابق میں قصۂ ثمود میں بیان ہو چکا ہے پھر مقام تبوک میں پہونچکر وہاں کے قیام کے بعد واپس ہوئے تو راہ میں منافقین کے حق میں آیات نازل ہوئی ہیں اور حال یہ تھا کہ بہت سے منافقین مدینہ میں پچھڑ رہے تھے اور انہیں نفاق سے تین آدمی اہل ایمان سے بھی رہ گئے تھے چنانچہ انکا قصہ بھی آگے آویگا پس منافقین کے حق میں اللہ تعالیٰ نے نازل فرمایا۔ لَوْ كَانَ ما ندعوہم الیہ۔ عَرَضًا قَرِيبًا متاعا من الدنیا سہلۃ المأخذ۔ وَسَفَرًا قَاصِدًا وسفرا وسطا یعنی اگر ہوتا یہ امر جس کی طرف تو نے اُن کو بلایا تھا اسباب دنیاوی کہ قریب سہل طور پر مل سکتا اور ہوتا سفر درمیانی لَّاتَّبَعُوكَ تو البتہ وے لوگ تیرے پیچھے ہو لیتے۔ عرض بفتحتین ما یعترض اور وہ متاع دنیا ہے اور کبھی سوائے درم و دینار کے جملہ اسباب کو عرض کرتے ہیں اور یہاں معنی اول مراد ہیں اور بولتے ہیں کہ الدنیا کلہا عرض حاضر یاکل منہ البر والفاجر۔ یعنی تمام دنیا ایک عرض حاضر ہے جس سے نیکوکار و بدکار سبھی کھاتے ہیں حاصل آنکہ منافقوں کا جو آخرت پر یقین نہیں رکھتے بلکہ دنیا ہی کی ہوس میں پڑے ہیں انکا یہ حال ہے کہ جس بات کی طرف تو نے اُنکو بلایا تھا اگر دنیا کے متاع و منافع میں سے کوئی سہل الحصول بات ہوتی اور وہ درمیانی درجہ کے سفر سے بدون مشقت کے حاصل ہوتی تو البتہ تیرے ساتھ ہو لیتے۔ وَلَٰكِن بَعُدَتْ عَلَيْهِمُ الشُّقَّةُ۔ شقۃ بالضم دور کا سفر جو مشقت سے قطع ہو اور مراد سفر تبوک ہے کیونکہ سفر دور اور موسم گرمی و شدت کا تھا یعنی اُن منافقوں پر یہ سفر قریب ہونے بلکہ دور اور مشقت ہونے سے گران و شاق ہوا۔ پس پھر رہے۔ وَسَيَحْلِفُونَ بِاللَّهِ اور غزوہ تبوک سے پھرنیوالے عنقریب اللہ تعالیٰ کی قسم کھا دیں گے بطور اعتذار کے کہ لَوِ اسْتَطَعْنَا لَخَرَجْنَا مَعَكُمْ۔ اگر ہم کو ساتھ سفر کرنے کی قدرت حاصل ہوتی تو ہم تمہارے ساتھ نکلتے یعنی اگر ہمارے پاس اس سفر کی ضروری چیزیں

مہیا ہو گئی ہوتین تو ساتھ ہو گئے ہوتے۔ استطاعت کسی امر کی یہ کہ جو اسباب و وسائط ظاہری اس امر کیلئے درکار ہین وہ مہیا ہو جاوین اور بعض لوگون نے موٹا ہونا عذر قرار دیا تھا جیسا کہ مذکور ہوا۔ بالجملہ اللہ تعالیٰ نے واقع ہونے سے پہلے غیب کی خبر دی کہ جب آنحضرت صلعم مدینہ پہونچین گے تو یہ منافقین حاضر ہو کر اللہ تعالیٰ کی قسم کھاوین گے کہ ہم کو استطاعت نہ تھی اگر ہوتی تو ہم ضرور ساتھ ہوئے ہوتے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا یُهْلِكُونَ أَنفُسَهُمْ جملہ بدل از قولہ سیحلفون باللہ ہے یعنی قسم کھانیوالے اپنے آپ کو ہلاک کرینگے۔ وَاللَّهُ يَعْلَمُ إِنَّهُمْ لَكَاذِبُونَ۔ اور اللہ تعالیٰ جانتا ہے کہ وے قسم مین جھوٹے ہین پس جو شخص جھوٹی قسم کھاوے اُسنے آپ کو ہلاک کیا کیونکہ سخت گناہ مین اپنے نفس کو ڈالدیا۔ حدیث مین ہے کہ جھوٹی قسمین بستیون کو اُجاڑ کر چھوڑتی ہین۔ واضح ہو کہ گذشتہ بات پر جان بوجھ کر جھوٹی قسم کھانا نہایت سخت ہے اور یہی یمین غموس کہلاتی ہے ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک اسمین کفارہ نہین کیونکہ ایسا بڑا کبیرہ گناہ ہے کہ کفارہ سے عفو نہین بلکہ توبہ و استغفار کرے۔ ف فی العرائس قولہ تعالیٰ انفروا خفافا وثقالا یعنی ابواب دل تنگ خفاف بعقول قدسیہ اور ثقال بقلوب ملکوتیہ جاؤ۔ نیز خفاف بارواح روحانیہ وثقال بقلوب سماویہ حاضر ہو اور نیز خفاف بارادت صادقہ وثقال بمحبت مفرطہ ہو۔ نیز خفاف بایمان اور ثقال بایقان ہو۔ نیز خفاف بانس وثقال بقدس ہو۔ نیز خفاف بانوار مودت اور ثقال بامانت معرفت ہو۔ اور نیز خفاف بتجرید از حدوث اور ثقال بانوار توحید ہو۔ نیز خفاف اسطرح ہو کہ اپنے تئیکو محتاج و فقیر جانو اور مولیٰ عزوجل کو غنی جان کر ثقال ہو۔ اور نیز خفاف بقناعت ہو اور ثقال بتوکل ہو اور نیز خفاف ببسط اور ثقال بانقباض ہو۔ ابن عطار رحمہ اللہ نے کہا کہ خفاف بقلب اور ثقال باجسام و ابدان ہو۔ ابو عثمان رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ خفاف وثقال بوقت نشاط و کراہیت ہو کیونکہ اس سے بیعت ممکن ہے چنانچہ جریر بن عبداللہ البجلی سے روایت ہے کہ ہم نے رسول اللہ صلعم سے بیعت کر لی کہ ہم ہر حال مین خواہ بحال نشاط ہون یا مکروہ ہون متبع رہین گے۔ بعض نے کہا کہ خفاف تو طاعات کی طرف یعنی طاعات ادا کرنے مین ہلکے پھلکے سبک جاوینگے اور ثقال بجانب معصیت ہون گے یعنی گناہ کرنے مین سست و گران ہونگے۔ بعض نے کہا کہ اموال سے جہاد یہ کہ فقیرون کو دیدو اور کسی حال مین اُن سے مت روکو اور اپنے نفوس سے جہاد کرو تا کہ تم پر شیطان غالب نہو جاوین فافہم۔ پھر اللہ عزوجل نے رسول اللہ صلعم کو خطاب کر کے فرمایا:

عَفَا اللَّهُ عَنكَ لِمَ أَذِنتَ لَهُمْ حَتَّىٰ يَتَبَيَّنَ لَكَ الَّذِينَ صَدَقُوا وَتَعْلَمَ

اللہ بخشے تجکو۔ کیون رخصت دی تو نے اُنکو جبتک معلوم ہوتے تجھ پر جنھون نے سچ کہا اور جانتا تو

الْكَاذِبِينَ ۝ لَا يَسْتَأْذِنُكَ الَّذِينَ يُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ

جھوٹون کو۔ نہین رخصت مانگتے تجھسے جو لوگ یقین رکھتے ہین اللہ پر اور پچھلے دن پر

أَن يُجَاهِدُوا بِأَمْوَالِهِمْ وَأَنفُسِهِمْ ۗ وَاللَّهُ عَلِيمٌ بِالْمُتَّقِينَ ۝

اس سے کہ لڑین اپنے مالون اور جانون سے اور اللہ خوب جانتا ہے ڈروالون کو

مفسرینؒ نے لکھا کہ آنحضرت صلعم نے ایک جماعت کو یہ اجازت دیدی تھی کہ سفر تبوک مین ساتھ ہونے سے بچھڑ رہے پس یہ کلام نازل ہوا اور اسمین عفو کو مقدم کر دیا تا کہ آنحضرت صلعم کا دل مطمئن رہے عَفَا اللَّهُ عَنكَ اللہ تعالیٰ بخشے اے محمد صلعم عفو فرما دے لِمَ أَذِنتَ لَهُمْ تو نے اُن کو کیون اجازت دیدی کہ تجھسے بچھڑ کر اپنے وطن مین رہین اور کیون تو نے اُن کو اپنے حال پر نہ چھوڑا۔ حَتَّىٰ يَتَبَيَّنَ لَكَ الَّذِينَ صَدَقُوا تا کہ تجھے کھل جاتے ایسے لوگ جو تجھ سے سچ بولے وَتَعْلَمَ الْكَاذِبِينَ اور تجھے جھوٹے لوگ یعنی منافق لوگ معلوم ہو جاتے۔ استفہام قولہ لم اذنت لہم۔ انکاری ہے معنی یہ کہ اللہ تعالیٰ تجھے عفو کرے یہ بات تجھے نہ چاہیے تھی کہ تو نے متخلفین کو

اجازت دیدی قبل اسکے کہ تجھ پر مومن یا منافق ظاہر ہون۔ مفسرینؒ نے یہی قول اختیار کیا کہ آیت مین آنحضرت صلعم کو عتاب ہے عونؒ سے روایت ہے کہ
اپنے شاگردون سے کہتے تھے کہ بھلا تم نے اس سے بہتر کوئی معاتبت دیکھی کہ عفو کرنے کو پہلے ہی فرما دیا پھر عتاب کیا۔ ایسا ہی مورق عجلی وغیرہ سے منقول
ہے۔ قتادہ رح نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلعم کو جیسے تم دیکھتے ہو عتاب فرمایا پھر سورۂ نور مین اجازت و اختیار دیا کہ جسکو چاہو اجازت دیدو لقولہ
فاذا استاذنوک لبعض شانہم فاذن لمن شئت منہم۔ اور ایسا ہی عطاء خراسانی سے مروی ہے اور مجاہد رح نے کہا کہ یہ آیت چند منافقون کے
حق مین اُتری جنہون نے آپس مین کہا تھا کہ جاؤ تم آنحضرت صلعم سے جھوٹ سچ طور پر اجازت لیلو پس اگر اجازت دین تو خیر ورنہ اپنے گھرون مین
بیٹھ رہنا۔ اسی واسطے اللہ تعالیٰ نے کہا کہ حتی یتبین لک آخر کھل جاتا کہ عذر لانیوالون مین سے کون سچا اور کون جھوٹا ہے بعض نے کہا کہ منافقون کو
بیٹھ رہنے کی اجازت دینے پر عتاب نہین بلکہ ساتھ نکلنے کی اجازت پر عتاب ہے ولیکن قول اول ارجح ہے بدلالت کلام مابعد۔ اور خطیبؒ نے ذکر کیا کہ
مفسرین نے اختلاف کیا ہے کہ اسمین آنحضرت صلعم کو عتاب ہے یا نہین ہے پس عمرو بن میمون نے کہا کہ دو باتین آنحضرت صلعم نے بلا اجازت کین ایک تو اہل بدر کا
فدیہ لینا اور دوم منافقون کو تخلف کرنیکی اجازت دینا پس اللہ تعالیٰ نے عتاب فرمایا سفیان بن عیینہ نے کہا کہ اس لطف کو دیکھو کہ اللہ تعالیٰ نے عتاب سے پہلے
عفو کو بیان فرما دیا پس عتاب مشمول لطف ہے۔ قاضی عیاضؒ نے شفاء مین کہا کہ منافقون کو تخلف کی اجازت دینے یا نہ دینے کے بارے مین اللہ تعالیٰ
کی طرف سے کوئی امر مقدم نہین ہوا تھا اور اس امر سے کوئی نہی نہین آئی تھی تاکہ یہ معصیت شمار ہو اور اللہ تعالیٰ نے اسکو معصیت نہین شمار کیا بلکہ اہل علم
نے اس خطاب کو بھی عتاب نہین شمار کیا ہے اور بعضے لوگ جو اس طرف گئے ہین کہ یہ عتاب ہے تو اہل علم نے اُن کی غلطی بیان کی ہے اور بات یہ ہے کہ آیت
مین عفا بمعنی غفر نہین ہے بلکہ ایسا ہی جیسے آنحضرت صلعم نے کہا کہ عفا اللہ لکم عن صدقۃ الخیل والرقیق یعنی خیل و رقیق کی زکوٰۃ سے اللہ تعالیٰ نے تم کو
عفو کیا۔ حالانکہ گھوڑون و مملوکون پر زکوٰۃ واجب ہی نہین ہوئی ہے اور معنی یہ کہ تم پر یہ لازم نہین ہے اور قشیریؒ نے ایسی ہی کلام کے بعد کہا کہ جو شخص یہ
کہتا ہے کہ عفو کا لفظ عرب مین سوائے گناہ کے نہین مستعمل ہوتا تو یہ شخص زبان عرب سے واقف نہین اور مکی رح نے کہا کہ یہ استفتاح کلام ہے جیسے بولتے ہین
اصلحک اللہ۔ اعزک اللہ سمرقندی رح نے کہا کہ عفا اللہ بمعنی عافاک اللہ ہے یعنی اللہ تعالیٰ تجھے عافیت دے۔ مترجم کہتا ہے کہ قاضی عیاض نے جو کچھ
بیان کیا زبان عرب کے عرف و بلاغت سے اسی بات کو مفید ہے جو قشیری رح نے ذکر کی اور کوئی شک نہین کہ یہی ابلغ و ارجح و اصوب ہے۔ امام رازیؒ
نے کہا کہ اس کلام مین دلیل ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے بندۂ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی تکریم و توقیر وغیرہ مین مبالغہ کر دیا جیسے اپنے بادشاہ سے آدمی کہتا ہے
کہ اصلحک اللہ الامیر انہ قد کان کذا یعنی ہمارا رب تعالیٰ بادشاہ کو اچھا رکھے کہ بات یہ ہوئی۔ ایسے ہی اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ عفا اللہ عنک لم اذنت لہم الآیۃ
ابن عباسؓ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اسوقت مین منافقون کو نہین پہچانتے تھے یہانتک کہ سورۂ براءۃ نازل ہوئی۔ پھر اللہ تعالیٰ نے اہل صدق
کے حال کو بیان فرمایا لقولہ لَا يَسْتَأْذِنُكَ الَّذِينَ يُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ یعنی نہین اجازت
مانگتے تجھ سے قعود کی اور جہاد سے بچھڑنے کی وہ لوگ جو ایمان لائے اللہ تعالیٰ و روز آخرت پر۔ أَنْ يُجَاهِدُوا اے فی ان یجاہدوا
بِأَمْوَالِهِمْ وَأَنْفُسِهِمْ۔ اس بات مین کہ جہاد کرین اپنے مالون و جانون کے ساتھ خطیبؒ نے لکھا کہ ان یجاہدوا پر سے فی کا
حذف بسبب ظہور کے مستحسن ہے اور حاصل آنکہ جو لوگ اللہ تعالیٰ پر ایمان لائے اور روز آخرت کا یقین کیا کہ وہ جزا و ثواب کا دن ہے وہ تجھ سے
پیچھے رہنے کی اجازت جھوٹے طور پر بے رغبتی جہاد کی وجہ سے نہین مانگتے بلکہ تیرے اشارہ پر جہاد کی طرف مبادرت کرتے ہین چنانچہ مہاجرین
و انصار رضی اللہ عنہم کا یہ قول تھا کہ ہم اجازت نہین لیتے کیونکہ بار بار اللہ تعالیٰ نے جہاد کی طرف ندب فرمایا ہے بلکہ یہ حال تھا کہ جس کسی کو مصلحت و ضرورت
مدینہ مین چھوڑتے اسپر بہت گران گزرتا تھا چنانچہ حضرت علیؓ سے اسی غزوۂ تبوک مین جب مدینہ مین رہنے کو کہا تو اُن پر بہت شاق ہوا اور رضی

نہ ہوئے یہانتک کہ یون فرمایا کہ کیا تو راضی نہین کہ میری نسبت ایسا ہو جیسے ہارون علیہ السلام بہ نسبت موسیٰ علیہ السلام کے تھے۔ بعض نے لکھا کہ قولہ ان یجاہدوا محل نصب مین مفعول لہ ہی اے کراہتہ ان یجاہدوا یعنی جان ومال سے جہاد کرنے کو مکروہ رکھنے کی وجہ سے تخلف کی اجازت نہین چاہتے۔ بالجملہ سورۂ نور مین جو اجازت مذکور ہی کہ فاذا استاذنوک لبعض شانہم فاذن لمن شئت منہم۔ یہ استیذان اگر عموماً ہو حتی کہ اہل ایمان کو شامل ہے تو دونون آیتون مین کچھ منافات نہین اسلئے کہ اجازت بوجہ کراہیت جہاد نہین مانگتے اور سورۂ نور کی آیت مین بعض دیگر ضرورتون میں انھی سے اجازت مانگنے کا حکم مذکور ہی علاوہ برین وہ جملہ شرطیہ ہی وقوع لازمی نہین فافہم۔ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌۢ بِالْمُتَّقِيْنَ۔ اور اللہ تعالیٰ جانتا ہے ان لوگون کو جو مخالفت ومعصیت سے تقویٰ رکھتے اور طاعت کی طرف جلدی کرتے ہین۔ یہ پہچان تو اہل صدق وایقان کی تھی۔

پھر منافقون کی شناخت فرمائی بقولہ تعالیٰ۔

اِنَّمَا يَسْتَاْذِنُكَ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَارْتَابَتْ قُلُوْبُهُمْ فَهُمْ

رخصت وہی مانگتے ہین تجھ سے جو نہین یقین رکھتے اللہ پر اور پچھلے دن پر اور شک مین پڑے ہین دل اُن کے سو وہ

فِيْ رَيْبِهِمْ يَتَرَدَّدُوْنَ ۝ وَلَوْ اَرَادُوا الْخُرُوْجَ لَاَعَدُّوْا لَهٗ عُدَّةً وَّلٰكِنْ

اپنے شک ہی مین بھٹکتے ہین اور اگر چاہتے نکلنا تو طیار کرتے کچھ اسباب اُسکا و لیکن

كَرِهَ اللّٰهُ انْۢبِعَاثَهُمْ فَثَبَّطَهُمْ وَقِيْلَ اقْعُدُوْا مَعَ الْقٰعِدِيْنَ ۝

خوش نہ لگا اللہ کو اُنکا اُٹھنا سو بوجھل کر دیا اُنکو اور حکم ہوا کہ بیٹھو ساتھ بیٹھنے والون کے

اِنَّمَا يَسْتَاْذِنُكَ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ یعنی جہاد سے پیچھے رہنے مین وہی لوگ تجھ سے بلاعذر اجازت مانگتے ہین جو نہین ایمان لائے اللہ تعالیٰ وروز قیامت پر۔ یہی منافقین انتالیس آدمی تھے۔ بیضاوی رح نے لکھا کہ اللہ تعالےٰ وروز قیامت دونون کی تخصیص ایمان مین وعدم ایمان مین یعنی دونون فریق کی پہچان مین اس اشعار کیلئے کہ جہاد پر باعث انھین دونون پر ایمان ہے اور جہاد سے متخلف انھین دونون پر عدم ایمان ہی پس منافقین چونکہ روز آخرت کی جزا وثواب پر یقین نہ رکھتے تھے اور عذاب سے خوف نکرتے لہذا نفاق مین پڑے۔ وَارْتَابَتْ قُلُوْبُهُمْ اور شک قبول کیا اُن کے دلون نے۔ شک کی اضافت دلون کی طرف اسلئے کہ وہی معرفت وایمان کا مقام ہی پس جب ایقان نہ تھا بلکہ اسمین شک داخل ہوا۔ فَهُمْ فِيْ رَيْبِهِمْ يَتَرَدَّدُوْنَ۔ پس وہ اپنے شک مین متحیر ہین یعنی اُن کے دلون کے قبول نے یہ نتیجہ دیا کہ وے شک مین متحیر ہین نہ مومنون کے ساتھ اور نہ کافرون کے ساتھ پھر اُن کی تقدیری خواری کا بیان فرمایا بقولہ۔ وَلَوْ اَرَادُوا الْخُرُوْجَ لَاَعَدُّوْا لَهٗ عُدَّةً اور اگر وہ لوگ جہاد مین نکلنا چاہتے تو البتہ اس کے لئے سامان جمع کرتے یعنی پہلے سے اطلاع دیگئی تھی تو چلنے کے وقت تک اگر چاہتے تو بہت سامان جمع ہو سکتا تھا۔ وَلٰكِنْ كَرِهَ اللّٰهُ انْۢبِعَاثَهُمْ یہ استدراک از مفہوم سابق ہی کیونکہ لو ارادوا الخروج سے نکلا کہ وے لوگ نکلے نہین اور نہ سامان کیا پس اس سے استدراک کیا۔ گویا یون کہا گیا کہ نکلے نہین بلکہ توقف مین ڈالے گئے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ان کا اتباع مکروہ رکھا۔ فَثَبَّطَهُمْ پس نامردی اور کسل کی وجہ سے ان کو توقف ڈال دیا حاصل آنکہ رضائے الٰہی نہ تھی کہ منافق لوگ جہاد مین نکلین پس اُنکو ممنوع کر دیا۔ وَقِيْلَ اقْعُدُوْا مَعَ الْقٰعِدِيْنَ۔ اور ان سے کہا گیا کہ بیٹھنے والون کے ساتھ بیٹھے رہو۔ بعض نے کہا کہ کہنے والا شیطان تھا اُسنے بطور وسوسہ اُن کے دل مین ڈالا اور بعض نے کہا کہ آپس مین انھون نے یہ باتین کہی تھین بعض نے کہا کہ حضرت صلعم نے اُنکی اجازت مانگنے کے وقت ایسا کہا تھا۔ اور شیخ مفسرؒ وغیرہ نے کہا کہ یہ قول تقدیری ہی یعنی

اللہ تعالیٰ نے اُن کے حق مین ایسا مقدر کیا ہو۔ و بیضاوی ؒ مین ہو کہ قیل سے فی الحقیقۃ صیغہ امر کا وقوع مراد نہین ہو بلکہ اُن کے دلون مین جہاد کی کراہت
ڈلے جانے کی مثال ہو۔ اور قاعدین مین احتمال ہو کہ معذور لوگ ہون یا غیر معذور ہون اور بہرحال ان لوگون کے حق مین مذمت سے خالی نہین ہے
کیونکہ عورتین لڑکے اور لنجے اپاہج مراد ہین تو ان تندرست لوگون سے معذورون کا ساتھ دینا اُن کے حق مین عیب ہو اور اگر ایسے لوگ مراد ہون
جو بلا عذر بیٹھ رہے تو جو اُن کے ساتھ بیٹھ رہے وہ انھین کا مقتدی ہے اگر کہا جاوے کہ منافقون کا آنحضرت صلعم کے ساتھ نکلنا دو حال سے خالی
نہین یا تو اسمین مصلحت ہوگی یا مفسدہ ہوگا پس اگر مصلحت ہو تو اللہ تعالیٰ نے قولہ ولکن کرہ اللہ انبعاثہم آلخ کیون فرمایا اور اگر مفسدہ تھا تو آنحضرت صلعم کو
کیون فرمایا کہ لم اذنت لہم لا آیۃ۔ جواب دیا گیا کہ قولہ عفا اللہ عنک لم اذنت لہم۔ مین آنحضرت صلعم کو عتاب نہین بلکہ تلطف تھا جیسا کہ مذکور ہو چکا
اور منافقون کے وہان نکلنے مین بڑا سخت فساد تھا چنانچہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔

لَوْ خَرَجُوْا فِيْكُمْ مَّا زَادُوْكُمْ اِلَّا خَبَالًا وَّلَاَاوْضَعُوْا خِلٰلَكُمْ يَبْغُوْنَكُمُ الْفِتْنَةَ ۚ

اگر نکلتے تم مین کچھ نہ بڑھاتے تمھارا مگر خرابی اور گھوڑے دوڑاتے تمھارے اندر بگاڑ کروانے کی تلاش

وَفِيْكُمْ سَمّٰعُوْنَ لَهُمْ ۭ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌۢ بِالظّٰلِمِيْنَ ۝ لَقَدِ ابْتَغَوُا الْفِتْنَةَ مِنْ قَبْلُ

اور تم مین بعضے جاسوس ہین اُنکے اور اللہ خوب جانتا ہے بے انصافون کو کرتے رہے ہین تلاش بگاڑ کی آگے سے

وَقَلَّبُوْا لَكَ الْاُمُوْرَ حَتّٰى جَاۗءَ الْحَقُّ وَظَهَرَ اَمْرُ اللّٰهِ وَهُمْ كٰرِهُوْنَ ۝

اور اُلٹتے رہے ہین تیرے کام جبتک آپہونچا سچا وعدہ اور غالب ہوا حکم اللہ کا اور وہ ناخوش ہی رہے

لَوْ خَرَجُوْا فِيْكُمْ اور اگر یہ منافق نکلتے تو تم مین یعنی تمھاری جماعت مین یا فیکم بمعنی معکم ہے یعنی تمھارے ساتھ ہین۔ مَّا زَادُوْكُمْ اِلَّا خَبَالًا
تو نہ زیادہ کرتے تمھارے لیے مگر خبال یعنی شر و فساد بڑھاتے۔ اس استثنار مین دو قول ہین اول آنکہ استثنار منقطع ہو یعنی الا بمعنی لکن ہو تقدیر یہ کہ
ما زادوکم قوۃ ولکن طلبوا لکم الخبال یعنی اُن سے تم کو کوئی قوت نہ بڑھتی ولیکن تمھارے بیچ مین وے فساد پھیلانا چاہتے۔ اعتراض کیا گیا کہ استثنار
منقطع تو مفرغ نہین ہوتا حالانکہ یہان مستثنیٰ منہ مذکور نہین پس استثنار منقطع نہین۔ کذا قال الکشاف والبیضاوی وابو السعودؒ وغیرہم اور خفاجیؒ
نے کہا کہ اسمین بحث ہو اسواسطے کہ جب قرینہ دلالت کرتا ہو تو منقطع کے مفرغ ہونے مین مضائقہ نہین ہو جیسے کسی سے کہا جاوے کہ ما انیسک
فی البادیہ۔ جنگل مین تمھارا کون انیس ہو اور وہ جواب دیوے کہ۔ مالی بہا الا الیعافیر۔ سوائے یعافیر کے میرا کوئی انیس نہین ہو تو یہ روا ہو حالانکہ مستثنیٰ منہ
مذکور نہین ہو اور مترجم کہتا ہو کہ مثال مذکور کا استثنار منقطع ہونا غیر مسلم ہو پس بدون شاہد کے محض منع وا اعتراض متوجہ نہین فافہم۔ واضح ہو کہ باعث
اس تکلف کا یہ وہم واقع ہوا کہ ما زادوکم الا خبالا۔ مین اگر ان لوگون نے فساد کو صرف زیادہ کیا تو کیا اصلی فساد انہین پہلے سے موجود تھا حالانکہ یہ صحیح
نہین ہو اور بیضاوی وغیرہ نے قول دوم اختیار کیا کہ استثنار مذکور متصل ہے اور اس سے یہ لازم نہین آتا کہ خبال اُن مین موجود ہوتی کہ اگر منافق
ساتھ نکلتے تو اسکو بڑھا دیتے کیونکہ زیادتی تو باعتبار اعم العام کے ہو اور وہ لفظ شے ہے لہٰذا ما زادوکم بخروجہم شیئًا الا خبالا۔ یعنی نہ زیادہ کرتے
تمھارے لیے اپنے نکلنے مین کچھ بھی مگر خبال۔ وَّلَاَاوْضَعُوْا خِلٰلَكُمْ اے ولاسرعوا ایمشون بینکم بالنمیمۃ۔ یعنی چغلی ولگائی بجھائی کے گھوڑے
تمھارے درمیان تیز دوڑاتے۔ الایضاع تیز رفتاری۔ وضع البعیر وضعًا۔ اونٹ تیز چلایا اور یہان مومنون کے درمیان فساد کی باتین پھیلانا مراد
ہے یا اسطرح کہ شکست کھا کر بھاگتے تو تم مین رعب و فساد ڈالتے۔ يَبْغُوْنَكُمُ الْفِتْنَةَ جملہ حال از ضمیر اوضعوا۔ ہو یعنی تمھارے لیے
فتنہ چاہتے ہین بایں طور کہ تم مین پھوٹ ڈالین یا تمھارے دلون مین رعب ڈالین۔ وَفِيْكُمْ سَمّٰعُوْنَ لَهُمْ ۔ اور تم مین بعضے اُن کی

باتین سننے والے ہین یعنی بعضے اُن کی بات ماننے والے ہین یعنی ضعیف مسلمان جو اُن کی باتین سُنکر اُنکی اطاعت کرتے تھے یا چغلخور جو تمھاری باتین سُنکر اُن سے نقل کرتے تھے۔ ابن کثیرؒ نے لکھا کہ قولہ فیکم سماعون لہم۔ یعنی اُن کے مطیع اور اُن کی باتون کی تحسین کرنے اور کلام کی تعریف کرنیوالے ہین پس وہ لوگ مسلمانون و کافرون سے بالفعل عداوت ڈالنا چاہتے ہین۔ مجاہد و زید بن اسلم نے کہا کہ تم مین جاسوس ہین کہ تمھارے اخبار نقل کر دیتے لیکن اس تقدیر پر منافقون کیساتھ نکلنے کی کوئی خصوصیت نہین ہے اور معنی اول اظہر اور قتادہؒ و ایک جماعت کثیر سے مروی ہے اور محمد بن اسحاق نے ذکر کیا کہ عبد اللہ بن ابی بن سلول۔ وغیرہ اپنی قوم مین اشراف تھے اور اسکی دوستی مین شک جاتا تھا اور اس قوم مین کچھ لوگ اُنکی محبت و طاعت بتلاتے تھے جو اُن کے اقوال مین اُن کی پیروی کرتے تھے۔ وَاللّٰهُ عَلِيمٌ بِالظّٰلِمِينَ۔ اور اللہ تعالیٰ ظالمون سے خوب آگاہ ہے پس جو لوگ مخالفت احکام الٰہی و معصیت سے اپنے اوپر ظلم کرتے ہین اللہ تعالیٰ اُن کو خوب جانتا ہے۔ لَقَدِ ابْتَغَوُا الْفِتْنَةَ مِن قَبْلُ۔ البتہ انھون نے اس سے پہلے فتنہ چاہا یعنی احد کے روز بھی منافقون کی جماعت لوٹ کر پھر گئے۔ اور ابن جریج سے روایت ہے کہ بارہ منافق تبوک سے واپس ہوتے وقت رات تاریک مین عقبہ پر جمع ہوئے تاکہ آنحضرت صلعم سے فریب کرین پس جبریل علیہ السلام نے آکر آگاہ فرمایا۔ اور اول اولیٰ ہے۔ وَقَلَّبُوا لَكَ الْأُمُورَ۔ اور تقلیب کیا تیرے لئے امور کو۔ ایسی تدبیرین نکالین اور رائین دوڑائین و حیلے نکالے کہ تیرے امر کو اور تیرے ساتھیون کو متفرق کرین۔ اول جب آپ مدینہ تشریف لائے تو یہود و منافق سب دشمن تھے۔ پھر جب اللہ تعالیٰ نے بدر کے روز ایسی کھلی فتح دی تو عبد اللہ بن ابی منافق نے لوگون سے کہا کہ یہ کام تو چلا پس مصلحت یہ ہے کہ اُن مین شریک ہو جاؤ پس ظاہر مین داخل اسلام ہو گئے ولیکن جب کوئی امر ایسا ہوا جو شوکت اسلام کا باعث ہے تو اُن کو غیظ و ملال ہوا۔ حَتّٰى جَاءَ الْحَقُّ۔ یہانتک کہ آئی تائید و نصرت الٰہی۔ وَظَهَرَ أَمْرُ اللّٰهِ۔ اور ظاہر ہوا امر اللہ کا یعنی دین اللہ تعالیٰ کا۔ وَهُمْ كٰرِهُونَ۔ حالانکہ یہ منافق لوگ کراہت کرتے رہے۔ قال البیضاویؒ وغیرہ دونون آیتین آنحضرت صلعم و مومنون کی تسلی کے لئے ہین کہ اُن کے بچھڑنے سے تمھارا کچھ نقصان نہین ہے اور بیان اُن کے توقف و وجہ کراہت خروج کا اور اُن کی پردہ دری ہے ف ــــ فی العرائس قولہ تعالیٰ عفا اللہ عنک لم اذنت لہم۔ اللہ تعالیٰ کی سنت مین سے ہے کہ جب غرائب علم اور نوال قرب و لطائف وصل سے کوئی خزانہ اپنے کسی حبیب و صفی و نبی پر کھولنا چاہتا ہے تو ایک بندہ ہو یا کئی ہون ان کو محل امتحان مین ڈالکر اس سے کوئی ایسی لغزش جو شان ممکنات سے ہے جاری کر دیتا ہے تاکہ غیبت کی وجہ سے اس کا سینہ تنگ ہو اور اُس کے قلب کو فراق کی تلخی پہونچے اور ندامت سے اُس کی روح پگھل جائے اور خوف عتاب سے اُسکی عقل کو حیرانی ہو اور پردۂ حجاب سے بدن سوختہ ہو پس اسکے بعد اسکے مطلع قلب سے آفتاب عزت و جلال کا طلوع ہوتا ہے اور اُس کے مشرقستان روح سے صبح وصال چمکنا شروع ہوتی ہے اور انوار صفات وزن اسرار سے ظاہر ہوتے ہین اور ارض فواد مین سبحات ذات کی روشنی ملتی ہے اور انوار افعال سے مجمع عقل منور ہوتا ہے پس بعد قبض سابق کے بندہ حالت بسط مین مشاہدہ بدیہیہ و صلت ابدیہ و خطاب سرمدیہ دیکھتا سنتا ہے پس اُسکے انوار کیساتھ ازل و ابد کے میدان مین بازوئے نور سے اڑتا ہے اور جو ذلت اسکو حاصل ہوئی تھی وہ اب عزت ہو گئی اور جو گناہ تصور کیا گیا تھا وہ اب کشف وصال ہو گیا اور اللہ تعالیٰ سبحانہ اسکے گناہ کو تمام جہان کی نیکیون سے مقابلہ فرماتا ہے کیونکہ یہ بندہ تو ازل مین اسکی محبت کے ساتھ سرفراز تھا اور قدم مین اُس کے قرب سے مختار تھا اسکے سیئات بھی حسنات ہین اور اسی کو سیئہ تو باعتبار اسکے مرتبہ کے کہتے ہین پس اسکی لغزشین سب قربات ہین کیونکہ زمین مین وہ اللہ تعالیٰ کا برگزیدہ بندہ ہے۔ مترجم کہتا ہے کہ ہر عارف اپنے عرفان کے لائق آداب مین ماخوذ ہے پس اگر بندہ عام ہے تو اللہ تعالیٰ کی ثنا و صفات معلوم کر کے یقین کرکے اسی پاک معبود کی عبادت کرے اور یقین کامل رکھے پھر اُس سے اللہ تعالیٰ کسی وقت اونچے درجہ پر پہونچائے تب یہ شخص

زیادہ ادب کے مقام مین ہے پس اگر وہان بھی زبانی ذکر کرے یا نماز مین بالکل دل سے حاضر نہ ہو تو بہت بعید ہوگا اگرچہ اسوقت مین اس کا زبانی ذکر کرنا درحقیقت گناہ نہین ہے لیکن اُسکے رتبہ کے موافق گناہ ہے۔ پس اُسکو یاد رکھنا چاہیے پس ہی شیخ نے لکھا کہ اُس کے سیئات نیکیان ہوتی ہین وہ تمام بندون مین اللہ تعالی کا برگزیدہ بندہ ہے۔ اسکی سب حرکتین پسندیدہ واقع ہوتی ہین اور اُس کے سب افعال اللہ تعالی کے نزدیک مستحسن ہوتے ہین اور یہی شان حبابِ محب مین جاری ہے کیونکہ جو خود محبوب و معشوق ہے جو کوئی امر اُسکی طرف سے ظاہر ہو وہ بھی اچھا ہوگا ؎ فان لطفت جارت بکل ملاحة ؛ وان سکنت جارت بکل جمیل ؛ اسکی ملاحت و حسن صورت ہر گناہ کے واسطے شافع ہے جو کچھ کرے سب دل سے محو ہے اور جو خوبی ہے سب اُسکی طرف سے دل مین ثابت ہے کسی ملامت کرنیوالے کا کلام مؤثر نہین اور کسی عتاب کرنیوالے کا حکم نہین بلکہ اس سے اور بھی آتش عشق دونی ہوجاتی ہے اسیواسطے آنحضرت صلعم پر عتاب سے پہلے عفو کو بیان فرمایا۔ اور حکمت ہے کہ خطاب عتاب کے جلال مین بسبب ہیبت و عظمت کے فنا نہ ہوجاوے پہلے عفو سے تلطف فرمایا اور یہ اسی کے واسطے ہے جسکی معرفت کامل ہو کیا نہین دیکھتا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ انا اعرفکم باللہ واخوفکم منہ۔ یعنی تم مین سے مین سب سے زیادہ عارف بحق تعالی اور سب سے زیادہ اس سے خوف کرنیوالا ہون۔ بعض مشائخ نے کہا کہ اللہ تعالی جب انبیاء و اولیاء مین سے کسی کو معتوب فرماتا ہے تو کلام عتاب سے پہلے یا اس کے پیچھے ایک نیک فعل کا ذکر فرماتا ہے جیسے یہان فرمایا عفا اللہ عنک شیخ حسین بن منصور رح نے کہا کہ اہل بسط اپنی اپنی مقدار و اختلاف مقامات مین ہے اور ہر ایک اپنے خط کو بطاعت الٰہی حاصل کرتا ہے اور ادب کو حضور مین بجالاتا ہے اور جو نہین استعمال مین لاتا وہ ادب دیا جاتا ہے پس بعض کو ادب دینے سے پہلے انس دیا گیا اور بعض کو ادب دینے کے بعد انس دیا گیا اور یہ امر ہر ایک کے مختلف مقامات کے لحاظ سے ہے اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو قبل تادیب کے انس عطا ہوا کیونکہ اگر بعد تادیب کے انس عطا ہوتا تو قرب حق کے سبب سے خطور مین ہوتا اور یہ بات یون ہے کہ اللہ تعالی نے حکم دیا کہ جسکو چاہو اجازت دیدو۔ کمافی سورۂ نور۔ فاذن لمن شئت منہم۔ پھر اسی پر ادب دینے کے طور پر فرمایا عفا اللہ عنک پس اگر امر مذکور نہ ہوتا تو البتہ از خود فانی ہوجاتے۔ حضرت نوح علیہ السلام سے حکایت فرمائی کہ اپنے بیٹے کی نسبت دعا مین کہا کہ میرا بیٹا میرے اہل مین سے ہے یعنی جبکہ وہ طوفان مین غرق ہونے لگا۔ پھر نوح علیہ السلام کو بہت ادب دینے کے طور پر فرمایا کہ انہ لیس من اہلک۔ وہ تیرے اہل مین سے نہین ہے الی قولہ انی اعظک ان تکون من الجاہلین۔ پس اگر بعد تادیب کے انس نہ دیا جاتا تو خطور مین پڑجاتے اور یہ نوح علیہ السلام کا مقام ہے اور جس کسی کو فضیلت نظر آتی ہے درحقیقت اسمین قصور نہین بلکہ ہر ایک کیلیے ایک مرتبہ خاص ہے۔ شیخ نے لکھا کہ یہان عجائب خطاب مین سے مجھے ایک نکتہ لطیف ظاہر ہوا کہ مسامحہ و انس کا لفظ جو جاری ہوا ہے وہ فعل ماضی پر ہے اور فعل مستقبل پر نہین ہے اور کلام الٰہی ازلی ہے پس ثابت ہوا کہ عفا اللہ عنک فی الازل قبل وجود العمل یعنی اللہ تعالی نے ازل مین قبل وجود عمل کے عفو فرمایا۔ پس آپکے فوائد کو اس سے کس قدر فرحت ہوئی ہوگی او تعالی نے اپنے فضل سے سابق سے عفو فرمادیا ہے پھر اُسکے ساتھ انبساط کا استعمال فرمایا بموضع استفہام از امر بطریق بسط و استیناس کے پس فرمایا عفا اللہ عنک لم اذنت لہم۔ اور اگر بجاے اسکے یون ہوتا کہ ان اللہ یعفو عنک۔ تو موقع خطاب مین بہت متوحش ہوتے کیونکہ جسکی امید ہے وہ ایسا نہین ہوتا جیسے پایا ہوا۔ مترجم کہتا ہے کہ حاصل یہ ہے کہ صیغہ مستقبل مین اُمید ہے اور اسمین فی الحال نفس کو اسقدر وثوق نہین ہے جسقدر زمانہ ماضی پر ہے لہذا عفا اللہ عنک۔ مین زیادہ استیناس ہے بہ نسبت ان اللہ یعفو عنک کے۔ کیونکہ پھر اسمین نفس کو کسی قدر اضطراب ہے اور قولہ تعالی لا یستاذنک الذین یؤمنون اللہ تعالی نے صاف بیان فرمادیا کہ ولایت و نبوت گویا ایک چیز کے شگاف دیے ہوئے دو ٹکڑے کیے ہوئے ہین پس غیب سے جو امر واقع ہوتا ہے اُسکو ولی و نبی تو اپنے یقین و عرفان سے قبول کرلیتے ہین اور کوئی ولی کسی حال مین نبی سے مخالف نہین ہوسکتا اور کیونکر مخالف ہوسکتا ہے کیونکہ سر الہامی مین ولی کو نبی کی متابعت کا حکم دیا گیا ہے پس وہ کسی حال مین اُسکے مخالف نہین ہوسکتا شاملہ

بعض امور ایسے ہین کہ اُنکے کنہ تک عوام کی رسائی نہ ہوسکے ولیکن کوئی ولی ہو اپنے نبی سے مخالف ہو تو جھوٹا ہی یعنی کوئی ولی اس سے مخالف نہین
سکتا ہی۔ واسطی رح نے فرمایا کہ قولہ لا یستاذنک الذین یومنون باللہ۔ جو بندہ کہ اجازت دادہ شدہ اجازت تام پاسے ہوئے ہی پس وہ کیونکر
اجازت مانگے گا۔ اگر کھڑا ہوا تو اجازت سے کھڑا ہوا اور اگر بیٹھا تو اجازت سے بیٹھا پس جو حرکات اسپر جاری ہوتے ہین یہ وہی ہین جن کے
حق مین اسکو سابق اجازت ہو چکی ہی۔ مترجم کہتا ہی کہ حاصل اس کلام کا یہ ہی کہ ازل کے علم محیط و علم تقدیر مین ہر ایک بندہ جن اعمال و حرکات کو
یہان بجالاتا ہی۔ انھین سے مامور ہو گیا ہی یعنی یہی اس کے حق مین مقدر ہو چکے ہین اور وہ قبضۂ قضا و قدر مین مسخر ہو چکا ہی پس اہل ایمان
جن اعمال کے پابند تھے اُن کے جملہ حرکات آمد و رفت و اٹھنا بیٹھنا وغیرہ سب بحکم تقدیر ازلی اور دین کی اجازت سے تھے پس اب بے کیا
اجازت چاہین گے کیونکہ سابقہ ازل مین تمام فضل و کرم سے قبل اُن کے وجود کے اُن کو اجازت ان افعال کی حاصل ہو گئی جو کرتے ہین
اور جو نہین کرتے اُن کی اجازت نہین ہی۔ فافہم قولہ تعالی ولو ارادوا الخروج لاعدوا لہ عدۃ۔ اسمین اللہ تعالی نے بیان فرمایا کہ بندون
کا ارادہ واقع نہین ہوتا جب تک ارادۂ الٰہی متعلق نہ ہو کیونکہ فرمایا ولکن کرہ اللہ انبعاثہم ان منافقون سے صدق ارادت کی نفی فرمائی
اور اگر ارادت مین صادق ہوتے تو جہان تک ممکن تھا اپنے آپ کو قربان کرنے سے قبول کر لیتے اور جب قبول نہ کیا اور بسبب طاقت بہانہ جوئی
کی تو معلوم ہوا کہ ارادے سچ نہ ہوئے تھے بلکہ سقیم تھے پس اتنے نہ ہوئے کہ اپنے ارادون کے موافق جہاد کے لیے باہر ہو جاوین بلکہ اسی طرف
پھر گئے۔ واضح ہو کہ اگر اسی طرح تیری طرف سے ہوا و ہوس کا زور ہو تو تجھے حیلہ و فریب کی راہین کھل جاوین۔ جیسے ان منافقون نے تمام
وہ سب حیلے کیے اور باہر نہ نکلے۔ جعفر صادق رح نے کہا کہ اگر وے لوگ اللہ تعالی کی معرفت رکھتے ہوتے تو شرما کر اپنی جان و مال سے اُسکے واسطے
خالص ہو جاتے اور ایک ہی حکم کے واسطے بالکل قربان ہو جاتے۔ بعض مشائخ نے فرمایا کہ اگر وے لوگ توکل چاہتے تو اللہ تعالی ہی پر بھروسا کر کے
راہ اختیار کرتے کیونکہ اسکی طرف یہی راہ ہی۔ قولہ ولکن کرہ اللہ انبعاثہم الخ ما اہل نفاق جن کو قہر کے سانپ نے ڈسا اور تریاق کا وجود نہین ہے
اُنکا حال بیان فرمایا کہ اللہ تعالی نے انکا نکلنا مکروہ رکھا پس زبان حکم سے اُن کو عبودیت کی طرف دعوت فرمائی اور سابق احکام ازلیہ
مین اُن پر شقاوت جاری کی پس بدون کشف جمال ربوبیت کے وہ لوگ احکام عبودیت سے خائف تھے۔ امر سے اُن کا امتحان کیا اور
حکم سے اُن کو درگاہ کبریائی سے راندہ کیا۔ اعمال ادا کرنے کا حکم دیا اور احوال سے ممنوع فرمایا وہ پاک ہی جو چاہے کرے سب اسی کی مخلوق
ہے۔ جعفر صادق رح نے کہا کہ بندون سے حق کا مطالبہ کیا اور انکو اسکی اہلیت نہین دی پھر اُن کو معذور نہین فرمایا بلکہ اسپر ملامت کی۔ تو نہین دیکھتا
کہ ان کا مقولہ نقل فرمایا کہ وقالوا لا تنفروا فی الحر قل نار جہنم اشد حرا۔ شیخ ابن العربی نے کہا کہ مثل اسکی ایسی ہی کہ ایک ہی پانی برسا اور اُسنے اقسام
شجر کو سیراب کیا مگر اُن کے پھل پھول مختلف ہین اور اگر گلاب کو پیشاب سے سینچا جائے تو بھی اس سے وہی خوشبو آویگی اور تھوہڑ کو اگر گلاب سے سینچین
تو وہی تلخ پھل ہاتھ آوینگے یہ وہی لطیفہ ہی جسپر توفیق قبولیت اور تردید لعنت جاری ہی۔ قولہ لقد ابتغوا الفتنۃ من قبل وقلبوا لک الامور الخ منافقون
کا حال بیان فرمایا کہ حسد اُن مین سمایا ہوا اور معرفت نہایت قلیل بلکہ نادار رسول اللہ تعالی کے برگزیدہ بندون کی شناخت سے محروم ہو کر چاہتے
تھے کہ انکو اللہ تعالی کی راہ سے باز رکھین اور اسمین کامیابی کی اُمید رکھتے تھے پھر جب انبیاء و اولیاء کو راہ راست مین مستقیم پایا تو ظلمات کفر
و حسد مین جل گئے۔ شیخ سوسی رح نے کہا کہ اُنھون نے چاہا تھا کہ تو دنیا کی جستجو مین پڑ جائے اور اسی طرف مائل ہو لیکن فضل الٰہی سے یہ نہوا بلکہ
اللہ تعالی نے اپنے فضل سے تیرے سر باطن کو جملہ اشیاء کی طرف میل کرنے سے پاک کر کے اپنی ہی طرف متوجہ کر دیا پس حق کھل گیا۔ اللہ تعالی
نے تیرے لیے زمین کے خزانہ تجھپر کشادہ کر دیے مگر تو نے ان چیزون سے سکون حاصل کرنے سے انکار کیا حالانکہ منافق تیری اس حرکت سے کراہت

رکھتے تھے بکذا فی العرائس۔ پھر اللہ عزوجل نے منافقین کی جبلت مذمومہ کو تمام تفصیل بیان فرمایا جس سے دنیا میں بھی خوار و رسوا ہوئے

وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّقُولُ ائْذَنْ لِّي وَلَا تَفْتِنِّي ۚ أَلَا فِي الْفِتْنَةِ سَقَطُوا ۗ وَإِنَّ جَهَنَّمَ

اور بعضے اُن میں کہتے ہیں مجکو رخصت دے اور گمراہی میں نہ ڈال سنتا ہے وہ تو گمراہی میں پڑے ہیں اور دوزخ

لَمُحِيطَةٌ بِالْكَافِرِينَ ۝ إِنْ تُصِبْكَ حَسَنَةٌ تَسُؤْهُمْ ۖ وَإِنْ تُصِبْكَ مُصِيبَةٌ

گھیر رہی ہے منکروں کو اگر تجکو پہونچے کچھ خوبی وہ بُری لگے اُن کو اور اگر پہونچے سختی

يَقُولُوا قَدْ أَخَذْنَا أَمْرَنَا مِنْ قَبْلُ وَيَتَوَلَّوا وَّهُمْ فَرِحُونَ ۝ قُلْ لَّنْ يُّصِيبَنَا

کہیں ہم نے سنبھال لیا تھا اپنا کام آگے ہی اور پھر کر جاویں خوشیاں کرتے تو کہہ ہم کو نہ پہونچے گا

إِلَّا مَا كَتَبَ اللَّهُ لَنَا ۚ هُوَ مَوْلَانَا ۚ وَعَلَى اللَّهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُونَ ۝

مگر وہی جو لکھدیا اللہ نے ہم کو وہی ہے صاحب ہمارا اور اللہ ہی پر چاہیے بھروسا کریں مسلمان

وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّقُولُ ائْذَنْ لِّي وَلَا تَفْتِنِّي اور منافقوں میں سے بعض وہ شخص ہے کہ کہتا ہو کہ اجازت دیدیجیے اے محمد صلعم مجکو یعنی مدینہ میں تخلف کرنے کی اور ساتھ نہ جانے کی اور مجھے فتنہ میں نہ ڈالیے۔ جب آنحضرت صلعم نے غزوہ تبوک کے واسطے سامان کیا تو ایک روز جد بن قیس سے کہا کہ اے ابو وہب تجھے جلاد بنی الاصفر کی رغبت ہو اُس نے جوابدیا کہ یا رسول اللہ میری قوم والے جانتے ہیں کہ میں عورتوں کا بہت حریص و فریفتہ ہوں اور مجھے خوف ہو کہ میں بنو الاصفر کی لڑکیاں دیکھکر بے صبر ہو جاؤں پس آپ مجھے اجازت دیدیں کہ میں یہیں رہ جاؤں اور مجھے فتنہ میں نہ ڈالیے اور میں اپنے مال سے جہاد میں اعانت کروں گا پس اسی کے حق میں یہ آیت نازل ہوئی۔ ایسا ہی ابن عباس رض و مجاہد رح وبہت سے ائمہ تفسیر سے مروی ہو کہ یہ شخص جد بن قیس تھا۔ ابن عباس رض نے کہا کہ اس شخص نے یہ علت نکالی حالانکہ سوائے نفاق کے اسمیں کچھ علت نہ تھی۔ جد بفتح جیم۔ ایک شخص اشراف بنو سلمہ سے منافق تھا اور صحیح میں ہو کہ آنحضرت صلعم نے بنو سلمہ کو فرمایا کہ تمہارا کون سردار ہو بولے کہ جد بن قیس لیکن ہم اُسکو بخیل جانتے ہیں تو فرمایا کہ بخل سے بدتر کون بیماری ہو تمہارا سردار یہ گورا چٹا گھونگروالا بشر بن البراء بن معرور ہے۔ جلاد بکسر جیم از جلد یعنی شمشیر زنی کرنا یقال جلدتہ بالسیف و بالسوط یعنی میں نے اسکو تلوار ماری و کوڑا مارا۔ اور یہاں مراد مجالدۃ از باب مفاعلت ہو یعنی رومیوں سے جہاد کی لڑائی کرنا۔ بنو الاصفر۔ اہل روم ہیں منسوب باصفر بن روم بن اسحاق بعض نے کہا کہ روم کا رنگ زردی مائل تھا اسلیے بنو الاصفر کہلائے بعض نے کہا کہ روم نے بادشاہ حبشہ کی دختر سے نکاح کیا تو اولاد گورے و کالے سے مل کر درمیانی رنگ کی پیدا ہوئی اور بعض نے کہا کہ ایک مرتبہ لشکر حبش نے غالب ہو کر رومی عورتوں سے اولاد جنائی وہی بنو الاصفر ہیں۔ کما فی مجمع البحار والقاموس و غیرہما۔ ابو وہب کنیت جد بن قیس مذکور ہو جس نے نفاق کا جواب دیا پس اللہ تعالیٰ نے رد فرمایا۔ أَلَا فِي الْفِتْنَةِ سَقَطُوا آگاہ رہو کہ ایسے منافق لوگ فتنہ میں گر پڑے یعنی جو فتنہ اُسنے بیان کیا وہ تو بنایا ہوا تھا مگر خبردار ہو کہ فتنہ یہی ہو جسمیں یہ شخص اور اُسکے مثل لوگ گرے یعنی جہاد میں آنحضرت صلعم کے ساتھ دینے سے بچھڑنا اور نفاق کا ظاہر ہونا پھر وعید فرمائی۔ وَإِنَّ جَهَنَّمَ لَمُحِيطَةٌ بِالْكَافِرِينَ اور البتہ جہنم ضرور کافروں کو محیط ہو۔ جملہ اسمیہ کو اتنی تاکیدات سے بسبب اقتضائے مقام بیان فرمایا اور جہنم کا محیط ہونا یعنی کافروں کا مجمع ہونا کہ جس سے اُن کو چھٹکارا نہ ہوگا اگرچہ آخرت میں ہوگا لیکن ایسا تعلق الوقوع ہو کہ جملہ اسمیہ سے جو مشعر دوام ہو بیان فرمایا اور اسمیں اشارہ ہو کہ ہمیشہ اسی میں مگر سے پڑے رہیں گے اور احتمال ہو کہ یہ معنی ہوں کہ جہنم کے محیط ہونے کے اسباب یعنی خواہش نفس کی پابندی و شہوات کی پیروی

ان لوگون سے ظہور مین آتی ہی لہذا جہنم گویا ابھی اُن کو محیط ہی اور بالکافرین سے اشعار ہی کہ کفر اسکی علت ہی اور اشارہ ہی کہ اُن کے ایسے حرکات
یہ کفر ہین اور اُمید باقی رکھی کہ اگر کفر ترک کرین اور اُسپر نہ مرین تو نجات ہو سکتی ہی پھر ان کے نفاق و حسد کا حال بیان فرمایا۔ اِنْ تُصِبْكَ
حَسَنَةٌ تَسُؤْهُمْ۔ اگر تجکو اے محمد صلعم بعض جہاد مین کچھ بھلائی پہونچتی ہی یعنی فتح و غنیمت وغیرہ اگرچہ تھوڑی سی بھلائی ہو وہ
انکو دُکھ دیتی ہی اور ناگوار ہوتی ہی اُن کے دلی حسد و نفاق کا یہان تک مرتبہ پہونچا ہوا ہو۔ وَاِنْ تُصِبْكَ مُصِيْبَةٌ اور اگر تجکو کچھ
مصیبت پہونچتی ہی یعنی بعض جہاد مین کوئی سختی پیش آتی ہی اگرچہ تھوڑی ہو جیسے اُحد مین واقع ہوا پس یہ امر بمقتضائے حکمت بالغہ الٰہی ہے
جیسے ہرقل بادشاہ روم نے آنحضرت صلعم کا حال ابوسفیان سے پوچھتے وقت کہا تھا کہ انبیا کے جہاد مین یہی ہوتا ہی کہ کسی وقت تک کبھی
مومنون کی فتح اور کبھی کفار کا غلبہ رہتا ہی آخر کار کامل غلبہ اسلام کو ہو جاتا ہی ولیکن بد اعتقاد منافقون کا یہ حال ہی کہ جب اہل اسلام کو کچھ سختی
پیش آئی یعنی ظاہر نظر مین اگرچہ باطن مین شہادت وغیرہ سے اُنکی کرامت ہوتی ہی تاہم منافقون کا یہ مقولہ ہی کہ يَقُوْلُوْا قَدْ اَخَذْنَا
اَمْرَنَا۔ خوشی مین بھرے ہوئے اپنی رائے پر بھروسا کرتے ہوئے کہتے ہین کہ ہم نے تو اپنا امر لے لیا تھا یعنی جہاد سے بیٹھ رہے اور بچاؤ کر لیا
تھا مِنْ قَبْلُ اس واقعہ سے پہلے ہی وَيَتَوَلَّوْا وَّهُمْ فَرِحُوْنَ اور منہ موڑتے ہین درحالیکہ فرحناک ہین یعنی تم لوگون کے ادنیٰ ادنیٰ مصیبت سے بھی خوش ہوتے
ہین۔ اس کلام مین بشارت ہی کہ دین اسلام یا اہل اسلام کی مصیبت پر خوش ہونا اس امر سے نفاق ہی اور کلام معرض مذمت مین مشعر ہی کہ امر مقدر
کسی احتیاط سے نہین رُکتا پس خلاف شرع اُسکی تدبیر کرنا مذموم ہی اور عقل جزوی و تدبیر پر بھروسا کرنا شرک ہی پس جہان عقل کو کام مین لانا
جہان تک مطابق شرع ہو وہ ایک امر ہی کہ انسان پر لازم کیا گیا تھی کہ زہر نہ کھائے اور شیر کے منہ مین خود نہ جاوے ولیکن تدبیر پر اعتماد نہین ہے
اور تمام اعتماد اللہ تعالیٰ پر ہی لہذا فرمایا۔ قُلْ لَّنْ يُّصِيْبَنَآ اِلَّا مَا كَتَبَ اللّٰهُ لَنَا۔ تو کہدے اے محمد صلعم کہ ہرگز نہ پہونچے گا ہم کو مگر
وہی جو اللہ تعالیٰ نے ہمارے واسطے لکھ دیا۔ هُوَ مَوْلٰىنَا وہی ہمارا ناصر و حافظ ہی وہی ہماری جانون سے بھی ہمارے لئے اولیٰ ہی۔ حاصل آنکہ
ہر نیکی و بدی جو انسان کو پہونچنے والی ہی سب اللہ تعالیٰ نے لوح محفوظ مین مکتوب مقدر کر دی ہی اور وہ خالق اپنے مخلوق پر زیادہ مہربان ہے
جو اسنے لکھا سب عین حکمت ہی پس وہ ضرور انسان کو پہونچے گی کسی تدبیر سے نہ کوئی نفع اُس کے خلاف مل سکتا ہی اور نہ کوئی ضرر دفع ہو سکتا
ہے پس خلاف شرع تدبیر مذموم ہی اور اعتماد کسی تدبیر پر جائز نہین۔ وَعَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ۔ اور اللہ تعالیٰ ہی پر
مومنون کو توکل کرنا چاہیئے۔ سبھی پر فرض ہی کہ اسی پر توکل کرین لیکن کافر تو مشرک کافر ہین وہ اور چیزون پر اعتماد کر کے شرک کرتے اور احکام
الٰہی سے کفر کرتے ہین لہذا مطیع بندون مومنون کو ارشاد ہوا کہ اللہ تعالیٰ ہی پر بھروسا کرین کیونکہ یہی لوگ توفیق سے سرفراز ہین ف

فی العرائس قولہ تعالیٰ قل لن یصیبنا الا ما کتب اللہ لنا۔ ازل مین انبیاء و اولیا کے لئے یہی لکھا گیا کہ سعادت ولایت اور شرف نبوت و حقیقت
وصل و لطائف علوم مشاہدہ اُنکو حاصل ہون اور جو اُمور کہ بظاہر بصورت بلیات اُن کو پہونچتے ہین وہ اُن کے احوال کی ترقی ہین کیونکہ اللہ تعالیٰ
نے اُن کے دلون کو نور رضا سے منور فرمایا ہی پس جو امر اُسکی طرف سے پہونچا اُسکو عین رضامندی سے قبول کر کے مقام قرب مین بلند درجہ
پایا پس ہر امر خواہ مکروہ ہو یا گوارہ ہو اُن کیلئے بہتر ہے مترجم نے کہا کہ حدیث مین ہی کہ مومن کا حال بہت خوب ہی کہ اُسکی ہر بات اُس کے
حق مین بہتر ہی چنانچہ امر گوارا پہونچا و اُسنے شکر کیا تو بھلائی ملی اور امر ناگوار پہونچا و اُسنے صبر کیا تو بھلائی ملی پس ہر طرح بھلائی پائی اور یہ سوائے
مومن کے اور کسی کے واسطے نہین ہی رواہ الحدیث فی السنن ہو الصحیح۔ بالجملہ یہ بندے اس معاملہ مین بنصرت الٰہی محفوظ ہین اور اسی پر متوکل و راضی ہین
اور جیسے حق تعالیٰ نے فرمایا یقین کرتے ہین کہ ہو مولٰنا یعنی وہی ہمارا مولیٰ ہی اور اس محبت مین جو امر کہ دوسرون پر ناگوار ہی وہ محبت ایمانی ان پر

گوارا ہو اور مومن کی یہی شان ہو لہذا فرمایا۔ وعلی اللہ فلیتوکل المومنون۔ بعض مشائخ نے کہا کہ مومن عارف ہوتا ہو اور عارف وہ ہو جس پر قضا و قدر سے جو امور وقتاً فوقتاً جاری ہوں ان میں اسکو سکون ہو اور کسی بات سے ترشرو نہ ہو۔ پھر اللہ تعالیٰ نے منافق و کافر جاہلوں کو ایسے پسندیدہ طور سے متنبہ کرنے کا حکم دیا جس سے سمجھ لیں کہ بندہ مطیع ہر حال میں بفوز عظیم ہو جیسے غیر مطیع و منافق ہر حال میں فی الواقع خائب خاسر ہو بقولہ تعالیٰ

قُلْ هَلْ تَرَبَّصُوْنَ بِنَآ اِلَّآ اِحْدَى الْحُسْنَيَيْنِ ۭ وَنَحْنُ نَتَرَبَّصُ بِكُمْ اَنْ يُّصِيْبَكُمُ اللّٰهُ

تو کہہ تم کیا چیتوگے ہمارے حق میں مگر دو خوبی میں سے ایک اور ہم اُمیدوار ہیں تمہارے حق میں کہ ڈالے تم پر اللہ

بِعَذَابٍ مِّنْ عِنْدِهٖٓ اَوْ بِاَيْدِيْنَا ڮ فَتَرَبَّصُوْٓا اِنَّا مَعَكُمْ مُّتَرَبِّصُوْنَ ○

کچھ عذاب اپنے پاس سے یا ہمارے ہاتھوں سو منتظر رہو ہم بھی تمہارے ساتھ منتظر ہیں

قُلْ هَلْ تَرَبَّصُوْنَ ایہا المنافقون ان یقع۔ بِنَآ اِلَّآ اِحْدَى الْحُسْنَيَيْنِ۔ تربصون صیغہ خطاب ہو دراصل تتربصون بدو تا تھا جسمیں سے ایک تا حذف ہوئی جیسا کہ باب تفعل میں مطرد ہو اور معنی اُسکے تنتظرون۔ اے تم انتظار کرتے ہو۔ قولہ بنا متعلق بفعل محذوف اے ان یقع بنا۔ یہ کہ ہمارے ساتھ واقع ہو۔ استفہام توبیخی ہو۔ الحسنیین تثنیہ حسنی تانیث احسن ہو۔ یعنی بہت بھلی بات باعتبار انجام کے اور دونوں بھلی باتوں کی تفسیر ابن عباسؓ و مجاہدؒ وغیرہ سے ہمارے نصرت و شہادت مروی ہو۔ المعنی تو کہدے اے محمد صلعم کہ کیا تم انتظار کرتے ہو اے منافقو یہ کہ واقع ہو ہمارے ساتھ کوئی امر سوائے ایک کے دو بہت بھلائیوں سے۔ خواہ تم پر و کافروں پر فتحمندی یا ہمارے لئے شہادت کیونکہ مسلمان جب اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کو گیا تو دو حال سے خالی نہیں یا تو اسکو ثواب و مال غنیمت ملیگا اور یا شہید ہو کر جنت پا دیگا جو کہ سب سے نیک انجام ہو حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مرفوع روایت ہو کہ اللہ تعالیٰ نے کفالت فرمائی ایسے بندہ کے لئے جو اسکی راہ میں جہاد کو نکلا درحالیکہ راہ الٰہی میں جہاد و تصدیق کلمہ کے سوائے کسی امر نے اسکو اسکے گھر سے نہیں نکالا ہو اس بات کی کفالت کہ اُسکو جنت میں داخل کر دیگا یا جہاں سے نکلا تھا وہیں اسکو واپس کر دے گا اجر و غنیمت کیساتھ کما فی الصحاح۔ حاصل آنکہ منافقوں کو ملامت ہو کہ اہل ایمان کے حق میں انھیں دو باتوں میں سے ایک کا انتظار کرتے ہیں اُسکے سوائے اور کیا انتظار کرتے ہیں حالانکہ یہ ہر ایک بات بہت بھلی ہو کیونکہ انجام بہت نیک ہو پھر خود منافقوں کی حکمت عملی کا انجام بتلایا کہ وَنَحْنُ نَتَرَبَّصُ بِكُمْ اور ہم تمہارے حق میں انتظار کرتے ہیں دو باتوں میں سے ایک بات کے وقوع کا۔ اَنْ يُّصِيْبَكُمُ اللّٰهُ بِعَذَابٍ مِّنْ عِنْدِهٖٓ ایک یہ کہ پہونچاوے تم کو اللہ تعالیٰ اپنے پاس سے کوئی عذاب یعنی آسمان سے کوئی عذاب تم پر آوے جسمیں ہمارا لگاؤ نہ ہو جیسے صیحہ و پتھر برسنا وغیرہ کا عذاب اگلی اُمتوں کے نافرمانوں پر آیا۔ اَوْ بِاَيْدِيْنَا یا تم کو ہمارے ہاتھوں سے عذاب پہونچاوے مثلاً اسطرح کہ ہم کو منافقوں کے قتل کا حکم دیدے پس ہم اسکی طاعت میں تم کو قتل و قید و غارت کریں۔ حاصل آنکہ تمہارا انجام انھیں دونوں باتوں میں سے ایک بات کی طرف ہو پس معلوم ہوا کہ تمہارا برتاؤ بہت خراب ہو جسکا انجام ایسا خراب ہو۔ فَتَرَبَّصُوْٓا پس تم انتظار کرو ہمارے حق میں اس امر کا جو مذکور ہوا۔ اِنَّا مَعَكُمْ مُّتَرَبِّصُوْنَ۔ ہم بھی تمہارے ساتھ منتظر ہیں یعنی تمہارے انجام کار کے منتظر ہیں۔ فتربصوا میں فا فصیحہ ہے اور صیغہ امر سے امتثال مقصود نہیں بلکہ تہدید ہے یعنی اپنے بد انجام کو سنکر اگر یہ برتاؤ نہیں چھوڑتے ہو تو اچھا ہمارے لیے منتظر نیک انجام دیکھو اور ہم بھی منتظر ہیں کہ ناچار تمہارا بد انجام دیکھیں کیونکہ جو ہر ایک کا انجام مذکور ہوا اُس سے تجاوز نہیں ہو سکتا پھر منافقوں کی نماز روزہ وغیرہ اعمال بدنی اور جہاد میں مال خرچ کرنے کی مدد وغیرہ کا جو نفاق سے بدون صدق یقین کے کرتے تھے قبول نہ ہونا بیان فرمایا۔ بقولہ تعالیٰ۔

قُلْ اَنْفِقُوْا طَوْعًا اَوْ كَرْهًا لَّنْ يُّتَقَبَّلَ مِنْكُمْ ۭ اِنَّكُمْ كُنْتُمْ قَوْمًا فٰسِقِيْنَ ○

تو کہہ مال خرچ کرو خوشی سے یا ناخوشی سے ہرگز قبول نہ ہوگا تم سے تحقیق تم ہوئے ہو لوگ بے حکم

وَمَا مَنَعَهُمْ اَنْ تُقْبَلَ مِنْهُمْ نَفَقٰتُهُمْ اِلَّآ اَنَّهُمْ كَفَرُوْا بِاللّٰهِ وَبِرَسُوْلِهٖ وَلَا يَاْتُوْنَ الصَّلٰوةَ

اور موقوف نہیں ہوا قبول ہونا اُن کے خرچ کا مگر اسی پر کہ وہ منکر ہوئے اللہ سے اور اسکے رسول سے اور نہیں آتے نماز کو

اِلَّا وَهُمْ كُسَالٰى وَلَا يُنْفِقُوْنَ اِلَّا وَهُمْ كٰرِهُوْنَ ○ فَلَا تُعْجِبْكَ اَمْوَالُهُمْ وَلَآ اَوْلَادُهُمْ ۭ

مگر جی ہارے اور خرچ نہیں کرتے مگر بُرے دل سے سو تو تعجب نہ کر اُن کے مال اور اولاد سے

اِنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ بِهَا فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَتَزْهَقَ اَنْفُسُهُمْ وَهُمْ كٰفِرُوْنَ ○

یہی چاہتا ہے اللہ کہ اُن کو عذاب کرے اُن چیزوں سے دنیا کے جیتے اور نکلے اُن کی جان جبتک وہ کافر ہی رہیں

قُلْ اَنْفِقُوْا - فی طاعۃ اللہ - طَوْعًا اَوْ كَرْهًا - طائعین او کارہین - لَنْ يُّتَقَبَّلَ مِنْكُمْ - انفقتموہ - کہدے اے محمد صلعم کہ خرچ کرو اے منافقو طاعت الٰہی میں طوعاً یا کرہاً یعنی درحالیکہ تم طائع ہو یا کارہ ہو ہرگز تم سے قبول نہ کیا جائیگا جو کچھ تم نے خرچ کیا - اگر کہا جاوے کہ منافق کب بطوع و رغبت خرچ کرتے تھے کیونکہ ہمیشہ کراہت سے خرچ کرتے بدلیل قولہ ولاینفقون الا وہم کارہون - پھر یہاں کیونکر اس کو طوع سے خرچ کرنیکا حکم دیا - تو جواب یہ ہے کہ طوع سے خرچ کرنا باعتبار ظاہر کے کیونکہ منافق لوگ نفاق سے ظاہر میں ایسے خرچ کرتے کہ بطوع و رغبت معلوم ہوتا اور آگے جو اللہ تعالیٰ نے خبر فرمائی کہ ولاینفقون الا وہم کارہون - تو یہ واقعی حقیقت کا بیان ہے یعنی درحقیقت تو کراہت ہی سے خرچ کرتے تھے اور بعض نے جواب دیا کہ طوع بمعنی رغبت نہیں بلکہ طوع سے وہ خرچ جو بدون اللہ تعالیٰ و رسول کے لازم کرنے کے ریاکاری و دکھلانے کو ہووے - اور کرہاً جو اللہ تعالیٰ و رسول کے لازم کرنے پر ہو - یعنی قولہ انفقوا طوعاً او کرہاً - خرچ کرو تم بدون اللہ تعالیٰ و رسول کے لازم کرنے کے یا دونوں کے لازم کرنے سے - پس لازم کرنے کو کرہ اسواسطے کہا کہ یہ لوگ منافق تھے پس خرچ کرنا ان پر لازم کرنا ایسا شاق تھا جیسے کسی پر اکراہ و زبردستی کی جاتی ہے - اور بعض نے جواب دیا کہ طوعاً سے وہ خرچ جو منافقوں کے سرداروں کی طرف سے بلا اکراہ ہو - اور کرہاً جو اُن کے سرداروں کی اکراہ سے ہو کیونکہ سردار نفاق مصلحت دیکھکر تابع منافقوں کو مال خرچ کرنے پر اکراہ کرتے یعنی خرچ کرو چاہو بدون اکراہ اپنے سرداروں کے یا اُن کے اکراہ کرنے سے بہرحال تم سے ہرگز متقبول نہ ہوگا - سوال ہوا کہ انفقوا طوعاً - میں طوع کا اعراب کیونکر ہے جواب کہ طوع و کرہ ہر دو مصدر بمعنی اسم فاعل ہیں اور نصب بوجہ حال ہونے کے یعنی انفقوا طائعین او کارہین - تم لوگ خرچ کرو درحالیکہ طائع ہو یا کارہ ہو - سوال ہوا کہ انفقوا صیغہ امر سے خرچ کرنے کا حکم دیا پھر لن یتقبل سے کیوں عدم قبول فرمایا - جواب دیا گیا کہ معنی اُس کے شرط و جزا ہیں یعنی اگر تم خرچ کرو تو قبول نہ ہوگا - مترجم کہتا ہے کہ یہ جواب ضعیف ہے کیونکہ عدم قبولیت کا انفاق سے مشروط ہونا مرتبط نہیں ہے اور صحیح جواب بیضاوی رح مفسر و غیرہ کا ہے کہ یہ امر بمعنی خبر ہے یعنی تمہارے نفقات قبول نہیں خواہ طوعاً خرچ کرو یا کرہاً - بیضاوی رح نے کہا کہ اسکا فائدہ یہ کہ قبول نہونے میں ہر دو انفاق کے مساوات ظاہر ہوگئی گویا اُن کو حکم ہوا کہ امتحان کرو خرچ کرکے دیکھو بھلا قبول ہوتا ہے یا نہیں پس ہرگز قبول نہوگا - اور یہ کلام پاک جواب ہے جد بن قیس منافق کا جس نے آنحضرت صلعم کے استنفار کے وقت کہا تھا کہ مجھے فتنہ میں نہ ڈالیے یعنی رومی عورتیں دیکھنے سے (جہاد کیلئے نکلنے کو مراد ہے ۱۲) اور میں اپنے مال سے آپ کی مدد کرونگا - قبول نہ ہونا دو باتوں کو محتمل ہے ایک یہ کہ منافق اگر مال لاویں تو اُن سے امام نہ لیوے اور دوسرا یہ کہ منافقوں کو ثواب نہ ملے گا پھر قبول نہ ہونے کی وجہ بیان فرمائی بطریق استیناف کے بقولہ - اِنَّكُمْ كُنْتُمْ قَوْمًا فٰسِقِيْنَ - سلے لانکم کنتم کافرین - یعنی تمہارا النفاق

کسی طرح ہو قبول نہ ہونا اس لئے کہ تم قوم کافر تھے اور کافر کی کوئی طاعت قبول نہیں بدین معنی کہ آخرت مین اسپر ثواب نہ پاویگا۔ لہذا علمار کا اجماع ہو کہ عبادات صحیح و ثواب مترتب ہونے کے واسطے ایمان اولی تصدیق ضروری ہو اور علما حنفیہ نے کہا کہ کفار فروع اعمال شرع سے مکلف و مخاطب نہیں بلکہ ایمان لانے سے مکلف ہین اور شافعیہ نے کہا کہ مکلف ہین اور فائدہ یہ کہ عذاب مین زیادتی ہو اور بعد تامل کے کفار کا ایمان نہ لانا متضمن ترک جمیع حسنات ہو پس عذاب ضعیف بحکم قولہ تعالی لکل منکم ضعف الآیۃ ہر کافر کے لئے ثابت ہو۔ اس تفسیر سے واضح ہوا کہ فاسق سے مراد کافر ہے چنانچہ کلام مابعد جو اس جملہ کے لئے بیان و توضیح ہو اُسپر دلالت کرتا ہو یعنی قولہ وَمَا مَنَعَهُمْ أَنْ تُقْبَلَ مِنْهُمْ نَفَقَاتُهُمْ لے ما منعہم قبول نفقاتہم یہین بتا، فوقیہ قراۃ حفص و اکثر اور بیار تحتیہ قراۃ حمزہ و کسائی کیونکہ فاعل مؤنث حقیقی نہین یعنی۔ محروم رکھا اُنکو اُنکے نفقات مقبول ہونے سے۔ إِلَّا أَنَّهُمْ كَفَرُوا بِاللَّهِ وَبِرَسُولِهِ۔ الا کفرہم بہا مگر ان باتون نے جنین سے اول یہ کہ اُنھون نے اللہ تعالی کے ساتھ و اُسکے رسول برحق محمد صلعم کے ساتھ کفر کیا یعنی درحقیقت کفر کیا۔ اگرچہ ظاہر مین اقرار کرتے تھے پس زبانی اقرار کچھ مفید نہین ہو۔ سوال ہوا کہ اللہ تعالی کے قائل تھے جواب یہ کہ حدیث وفد عبد القیس مین ہو کہ آنحضرت صلعم نے توحید کی یہ تفسیر فرمائی کہ گواہی دے کہ لا آلہ الا اللہ و محمد رسول اللہ۔ لہذا علمار کا اتفاق ہے کہ بدون صادق اقرار نبوت آنحضرت صلعم کے توحید پوری نہین ہو بھید یہ کہ اللہ تعالی پر ایمان اسکے صفات کمالیہ عظمت و جلال کی معرفت سے ہو کیونکہ حقیقت اسکی برتر از خیال و قیاس و گمان و عقل جزوی ہو اور بدون ارشاد و ہدایت نبوت کے آدمی ایسے اُمور کا جناب باری تعالی و تقدس مین گمان کریگا جو لائق نہین پس وہ اللہ تعالی کا قائل ہوگا بلکہ اپنے مظنون کا معتقد و اُسی پر مومن ہوگا اسی واسطے مشرکین مکہ باوجودیکہ اللہ تعالی کو خالق آسمان و زمین کہتے تھے مشرک ہوئے کہ بتون کا اشراک جائز جانتے تھے حالانکہ اللہ تعالی سبحانہ وہ ہو کہ وہان کسی شرک کو دخل نہین پس درحقیقت اللہ تعالی سے منکر و کافر ہوئے ایسا ہی اہل کتاب یہود و نصاری کو جو بیٹا وغیرہ نعوذ باللہ من ذلک ثابت کرتے تھے کافر فرمایا بقولہ قاتلوا الذین لا یومنون باللہ ولا بالیوم الآخر الآیۃ۔ اور بہت سے نادان آدمیون نے زعم کیا کہ اللہ تعالی کے واحد ہونے کے یہ معنی کہ ایک ہی لہذا بدین معنی واحد کے قائل ہوا اور بعضے ہنود کو موحد کہنے لگتے ہین حالانکہ یہ خود بڑی جہالت ہو لہذا فقہ اکبر وغیرہ مین صاف مصرح لکھ دیا کہ توحید کے معنی یہ ہین کہ لا آلہ الا اللہ و محمد رسول اللہ اسکا کوئی شریک نہین کسی امر مین۔ اور یہ معنی نہین کہ واحد بمعنی معروض وحدت ہو فافہم۔ وتدبر۔ الحاصل ان باتون سے منافق قبول نفقات سے محروم ہوئے ان مین سے اول تو اعتقادی یہ بات کہ اللہ تعالی و رسول سے منکر ہین اور دوم عملی یہ کہ وَلَا يَأْتُونَ الصَّلَاةَ إِلَّا وَهُمْ كُسَالَىٰ۔ اے انہم لا یصلون فی حال من الاحوال الا فی حال الکسل والتثاقل یعنی تمام حالتون مین سے کسی حال مین وے نماز نہین پڑھتے مگر ایک حالت مین جو کہ حالت کسل و گرانی ہو۔ اسکی وجہ یہ کہ اُن کو ادا کرنے پر ثواب ملنے کا اعتقاد نہین اور نہ چھوڑ دینے پر عذاب کا خوف تھا بلکہ خالی دکھلانے اور اسلام ظاہر کرنے کو کسل و بوجھل ہو کر پڑھ لیتے تھے۔ وَلَا يُنْفِقُونَ إِلَّا وَهُمْ كَارِهُونَ۔ اور نہین خرچ کرتے کوئی نفقہ خواہ واجب ہو یا نفل ہو مگر اس حال مین کہ وے کراہت رکھنے والے ہوتے ہین اگرچہ اپنی کراہت کو ظاہر نہین کرتے۔ پس قولہ قل انفقوا طوعا۔ مین بطوع خرچ کرنا بلحاظ ظاہر کے ہو اور یہان اُن کی حقیقت کا بیان ہو یعنی درحقیقت ہمیشہ کراہت کے ساتھ خرچ کرتے ہین۔ حاصل یہ کہ کسی کار خیر مین بسبب بے ایمانی کے اُن کی سچی نیت و ہمت نہین ہو بہذا اللہ تعالی قبول نہین فرماتا۔ حدیث مین ہو کہ آدمی جب تک خوشی و نشاط مین ہو نوافل نماز وغیرہ ادا کرے اور کسل و ماندگی تک نوبت نہ پہونچا دے کیونکہ اللہ تعالی کو ثواب دینے مین ملالت نہ ہوگی تم خود ہی عبادت سے ماندہ ہو جاؤگے اور حدیث مین فرمایا کہ اللہ تعالی طیب ہو وہ طیب ہی قبول فرماتا ہو اسیواسطے ان منافقون سے کوئی نفقہ قبول نہ فرمایا بقولہ

انما یتقبل اللہ من المتقین ۔ یعنی اللہ تعالیٰ انھین بندون سے قبول فرماتا ہی جو متقی ہین ۔ اگر کہا جائے کہ قبول نہ ہونے کے واسطے اُن کا کافر ہونا کافی سبب ہی پھر کراہت وکسل وغیرہ کا سبب کیون فرمایا کیونکہ مستقل سبب ہوتے ہوئے اور کا اثر نہین رہتا تو جواب یہ ہی کہ اہل سنت کے نزدیک جملہ سبب خالی معرّف ہین کچھ موجب نہین ہین پس ایک ہی امر کے واسطے چند معرّف کا جمع ہونا جائز ہی ۔ فافہم ۔ فَلَا تُعْجِبْكَ أَمْوَالُهُمْ وَلَا أَوْلَادُهُمْ ۔ یعنی جب منافقون کی حالت معلوم ہو گئی تو اے محمد صلعم نہ اعجاب مین ڈالین تجکو اُن کے اموال اور نہ اُنکی اولاد ۔ یہ خطاب اگرچہ آنحضرت صلعم کو ہی لیکن جملہ مومنین اسمین شامل ہین ۔ اعجاب کسی چیز سے مسرور و اُسکی خوبی پر راضی ہونا اور بعض نے کہا کہ اُسکے ساتھ کچھ فخر و یہ اعتقاد بھی ہو کہ ایسے اور دن پاس نہین ہی اور یہ معنی اپنے مال و اولاد پر اعجاب ہونے کے مناسب ہین اور یہان تو غیر کے مال و اولاد پر اعجاب ہی پس اعجاب بمعنی استحسان ہی یعنی اُنکے اموال و اولاد کو مستحسن مت جان ۔ خطیب رح نے اموال سے وہ مال لیا جو اُنھون نے جہاد مین خرچ کرنے کو دیا پس معنی یہ ہو سکتے ہین کہ جو اموال اُنھون نے جہاد مین خرچ کو دیا اور اُنکی اولاد جو بظاہر اہل اسلام کی اولاد ہی بھیجے مستحسن معلوم نہو کیونکہ یہ بلا ثواب نامقبول ہی اور بعض نے کہا کہ معنی یہ ہین کہ ان کے اموال و اولاد کی نسبت مستحسن و محمود ہونا مت بیان کر اسلئے کہ یہ اُن کیلئے وبال و استدراج ہی کما قال تعالیٰ ۔ إِنَّمَا يُرِيدُ اللَّهُ لِيُعَذِّبَهُمْ ۔ ان یعذبہم ۔ بِهَا فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا ۔ یہی اللہ تعالیٰ چاہتا ہی کہ اُنکو عذاب کرے ان چیزون سے دنیا کی زندگی مین ۔ کیونکہ ان کے جمع کرنے و حفاظت مین مشقت و تکلیف اُٹھاوین اور بطریق نفاق کے مومنون کو دینے و زکوٰۃ نکالنے مین خرچ کرنے پر غم کھاوین اور نقصان اولاد مین مصیبت پاوین ۔ اگر کہا جاوے کہ یہ بات منافقون کے ساتھ مخصوص نہین بلکہ مومن کو بھی نقصان مال و اولاد کی مصیبت پہونچتی ہی تو جواب یہ ہی کہ مومن کو اعتقاد ہی کہ وہ آخرت ہی کیواسطے مخلوق ہی اور اُسکو جو مصیبت پہونچے وہ انا للہ وانا الیہ راجعون کہتا ہی اور جانتا ہے کہ آخرت مین اُسکے لئے اس سے بہتر ثواب حاصل ہی پس مال و اولاد اُسکے حق مین وبال و عذاب نہوئے بخلاف منافق کے کہ اسکا یہ اعتقاد نہین پس مال و اولاد پر جو غم و رنج و مشقت اُسکو پہونچی وہ دنیا مین اُسپر عذاب ہوئی لہذا فرمایا کہ منافقون کے حق مین مال و اولاد سے اللہ تعالیٰ یہی چاہتا ہی کہ حیات دنیاوی مین اُن کو عذاب دے ۔ وَتَزْهَقَ أَنفُسُهُمْ وَهُمْ كَافِرُونَ ۔ زہوق مشقت سے نکلنا اور عطف ہی لیعذبہم پر یعنی اور اُن کے اجسام سے اُنکی ارواح نکلین اس حال مین کہ وے کافر ہین ۔ پس آخرت مین اُنکو دائمی سخت عذاب دیوے ۔ زمخشری رح نے کہا کہ قولہ انما یرید اللہ ۔ سے مراد استدراج ہی یعنی باوجود معصیت کے اُن کو نعمت پر نعمت دینا جسمین مشغول رہین یہانتک کہ مرین گویا یون فرمایا کہ اللہ تعالیٰ منافقون کے حق مین یہی چاہتا ہی کہ برابر اُنکو اپنی نعمتون سے بھرا رکھے یہان تک کہ اُنکی موت آئے اس حال مین کہ وے کافر ہون اور آخرت سے نظر پھیرے ہوئے انھین نعمتون کی طرف مشغول ہون ۔ پس آخرت مین عذاب شدید اُٹھاوین خطیب رح نے لکھا کہ جس کسی کو مال و اولاد کی کثرت ملی حالانکہ وہ سرور و افتخار و کفران نعمت مین گرفتار ہی اُس کے حق مین وبال و عذاب سمجھنا چاہئے کیونکہ ایسی حالت مین دلالت ہی کہ نفس اسمین مستغرق اور اللہ تعالیٰ سے منقطع ہی اور حدیث مین ہی کہ تین باتین ہلاک کرنیوالی ہین ۔ ایک یہ کہ شح مطاع ہو یعنی بخل کی اطاعت کی جاوے ۔ دوم خواہش نفس کی پیروی کی جاوے ۔ اور سوم اپنے اوپر آدمی اعجاب کیے اور حدیث مین ہی کہ مکثرین تباہ ہوئے یعنی مال مین اکثار کرنے والون کی عاقبت اکثر خراب ہوتی ہی اور حدیث مین ہی کہ آدمی اپنا مال گنتا رہتا ہی اُس کا مال کیا ہی سوائے اسکے کہ کھا کر فنا کر ڈالا یا پہنکر پھاڑ ڈالا یا صدقہ دیکر عاقبت کیلئے باقی رکھ لیا ۔ اور اس باب مین روایات بہت ہین اور مقصود کلام یہ کہ دنیا کے اسباب اسپر افتخار و اُسکی محبت سے زجر فرمایا کیونکہ آدمی دنیا کے واسطے نہین پیدا ہوا بلکہ آخرت ہی کیلئے مخلوق ہی

پس دنیا سے اسکو احجاب ہے اسکی طرف میلان نچاہیئے بلکہ اصلی گھر کی طرف راغب ہو اور وہ آخرت ہے۔ فی العرائس قولہ تعالی ولا یاتون الصلوٰۃ الا وہم کسالی۔ حق تعالی نے ایسے بندون کا حال بیان فرمایا جو اُسکے جلال سے جاہل اور اُسکے مشاہدۂ جمال سے محجوب ہین اور اُن کو اپنے خالق کی عبودیت سے طعم وصال نہین اور اگر اُن کو نماز مین مناجات الٰہی سے ذوق ہوتا اور نماز مین آنکھون کی ٹھنڈک حاصل ہوتی تو اُن کا وہ حال ہوتا جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سچے نمازی کا حال بیان فرمایا کہ وہ اپنے پروردگار سے مناجات کرتا ہے اور جو اپنا حال بیان فرمایا بقولہ جعلت قرۃ عینی فی الصلوٰۃ میری دونون آنکھون کی ٹھنڈک نماز مین رکھی گئی ہے لیکن یہ مرتبہ بزرگ انھین بندون کیواسطے مخصوص ہے جو عظمت جلال الٰہی کے سامنے خشوع وخضوع رکھتے ہین کما قال تعالی وانہا لکبیرۃ الا علی الخاشعین الآیۃ۔ اور اُن کا وصف فرمایا بقولہ الذین ہم فی صلوٰتہم خاشعون۔ شیخ محمد بن الفضل نے کہا کہ جسنے امر الٰہی کو نہ پہچانا وہ کسل کے ساتھ کھڑا ہوتا ہے اور جسنے پہچانا وہ عین رغبت سے قیام کرتا ہے قولہ تعالی فلا تعجبک اموالہم ولا اولادہم۔ اس مین اللہ تعالی نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب فرما کر مومنون کو تحذیر فرمائی کہ دنیا دارون کے ساتھ جو اموال و اولاد ہین جنکو وہ حیات دنیاوی کی زینت جانتے ہین ان چیزون کو بنظر استحسان نہ دیکھین کیونکہ اس سے آخرت و اُسکے کامون سے باز رہین گے اسلئے کہ دنیا کو بنظر شہوت وخواہش نفس دیکھنے والا اُسی وہم ملک ملکوت و انوار جبروت سے گر جاتا ہے اور اللہ تعالی نے بیان فرمادیا کہ اموال دنیا منافقون کیلئے اللہ تعالی کی طرف سے حجاب ہین اور دنیا مین موجب عذاب ہین کیونکہ دنیا جب ابتر ہو جاتی ہے تو خواہ مخواہ حرام و شبہات سے خالی نہین ہوتی اور جسنے حرام و شبہات کے مال کھائے وہ باطنی اندھے پن مین گرفتار ہو کر مکاشفۂ آخرت سے محروم ہو جاتا ہے چنانچہ وارد ہوا کہ دنیا کے حلال مین حساب ہوگا اور جو حرام ہے وہ تو بالکل عذاب ہے بعض مشائخ نے اس کلام پاک کے معنی مین کہا کہ لوگ جن اموال و غلام و خدام سے زینت کرتے اور اُسی کی کثرت چاہتے ہین اور بطور استدراج اُنکو ملتی ہین تجکو اس سے اعجاب نہو کیونکہ ان اموال و اولاد سے اللہ تعالی کو یہی منظور ہے کہ دنیاوی زندگی مین اُن کو عذاب ہو یعنی اُسکے جمع کرنے مین اور اُسکے حفاظت کرنے مین مشقت اور اُسکی محبت مین اور اُسپر بخل کرنے مین اور اُسکے خرچ پر غمگین ہونے مین عذاب اُٹھاوین اور یہ سب عذاب تو اپنی خوشی خاطر سمیٹا اور برابر اُنپر طاری رہا یہانتک کہ کافر مرنے سے عذاب آخرت مین پھنسے۔ نعوذ باللہ منہ۔ جب اللہ تعالی نے بیان کردیا کہ منافقین جملہ مضرت دنیا و آخرت کے جامع اور جملہ منافع دارین سے خالی ہین تو پھر اُن کے فضائح و قبائح کو ذکر کیا ازانجملہ یہ ہے کہ نفاق و بیباکی سے جھوٹی قسمین کھاتے ہین چنانچہ فرمایا۔

وَيَحْلِفُونَ بِاللّٰهِ إِنَّهُمْ لَمِنْكُمْ وَمَا هُمْ مِّنْكُمْ وَلٰكِنَّهُمْ قَوْمٌ يَّفْرَقُونَ ۝ لَوْ يَجِدُونَ

اور قسمین کھاتے ہین اللہ کی کہ وہ بیشک تم مین ہین اور وہ تم مین نہین ولیکن وہ لوگ ڈرتے ہین اگر پاوین کہین

مَلْجَأً أَوْ مَغٰرٰتٍ أَوْ مُدَّخَلًا لَّوَلَّوْا إِلَيْهِ وَهُمْ يَجْمَحُونَ ۝

بچاؤ یا کوئی گڑھے یا سر گھسانے کو جگہ تو اُلٹے بھاگین اسی طرف رسّیان توڑاتے

وَيَحْلِفُونَ بِاللّٰهِ إِنَّهُمْ لَمِنْكُمْ اور قسم کھاتے ہین منافق لوگ اللہ تعالی کی کہ البتہ وہ لوگ تم مین سے ہین یعنی منجملہ مومنون کے ہین۔ جملہ انہم لمنکم یہی مقسم بہ ہے اور لام تاکید ہے حاصل آنکہ ایسی تاکید کے ساتھ اللہ تعالی کی جھوٹی قسم کھاتے ہین کہ وہ بھی اہل ایمان مین سے ہین یعنی توحید الٰہی و رسالت محمد صلعم و قرآن و دار آخرت وغیرہ پر صدق دل سے مومن ہین۔ منافق لوگ جب اہل ایمان سے ملتے تو بیباکی کے ساتھ اللہ تعالی کے نام پاک کی اسطرح جھوٹی قسم کھاتے۔ چنانچہ حق تعالی نے رد فرمایا۔ وَمَا هُمْ مِّنْكُمْ اور حال یہ ہے کہ یہ لوگ تم سے نہین ہین یعنی مومن نہین ہین۔ اللہ تعالی نے بھی جملہ اسمیہ سے اُنکے مومن ہونیکی نفی فرمائی جیسے اُنھون نے موکد قسم کھائی تھی۔ وَلٰكِنَّهُمْ

قَوْمٌ یَّفْرَقُوْنَ ۔ ولیکن یہ لوگ ایسی قوم ہین کہ تم سے ڈرتے ہین کہ تم قتل وقید وغیرہ کا وہ برتاؤ اُن کے ساتھ نہ کرو جو مشرکون کیساتھ کرتے ہو۔ فرق یفرق فرقًا از سمع یسمع ترس وخوف کرنا۔ حاصل آنکہ منافقون کے دل مین اسلام کا کچھ اعتقاد نہین بلکہ دکھلانے ہی کو ظاہر مین ارکان اسلام ادا کرتے ہین اور بمارے خوف کے جھوٹی قسم بہت تاکید کیساتھ کھا جاتے ہین کہ ہم بھی مسلمان ہین اور تقیہ کرتے ہین۔ حدیث مین ہو کہ جھوٹی قسم جان بوجھکر کھانا بستی اُجاڑ دیتا ہو۔ منافق کی پہچان حدیث مین ہو کہ جھوٹ بات بولتا ہو۔ حدیث مین ہو کہ شرالناس اللہ تعالیٰ کے نزدیک ذوالوجہین ہو یعنی جو آدمی کہ اُس سے ملکر کچھ کہے اور دوسرے کے پاس اُسکے خلاف کہے وہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک بڑا بد ہو۔ پھر اللہ تعالیٰ نے منافقون کی فضیحت بڑھائی کہ مومنون سے ظاہر مین اسطرح قسم کھاتے ہین اور باطن مین اُنکے دشمن اور اُنسے گریز چاہتے ہین چنانچہ فرمایا۔ لَوْ یَجِدُوْنَ مَلْجَاً اگر پاتے وہ لوگ کوئی ملجا۔ پناہ کی جگہ خواہ اونچی ہو یا نیچی یا کوئی گروہ آدمیون وغیرہ کا ہو یا اسکے مانند کوئی چیز ایسی ہو۔ اَوْ مَغٰرٰتٍ یا مغارات۔ جمع مغارہ جسمین انسان گھس جاوے اور زمین مین پست مقام و سرداب یعنی تہ خانہ وغیرہ۔ اَوْ مُدَّخَلًا۔ یا مُدّخلا۔ بمادہ ادغام کے مدخل ہوا۔ وہ جگہ جسمین داخل ہو جاوین بعض نے کہا کہ ملجا مام ہو اونچی یا نیچی کہین کسی طرح کی جائے پناہ ہو مغارات۔ وہ غار جو پہاڑون مین ہون اور مدخل وہ جو زمین مین ہون۔ ابن عباسؓ و مجاہد و قتادہؒ نے کہا کہ ملجا قلعہ و گڑھی وغیرہ جسمین متحصن ہون اور جائے حرز جسمین متحرز ہون مغارات۔ پہاڑون کے غار۔ مدخل وہ سرب جو زمین مین ہو یعنی تہ خانہ و پل وغیرہ۔ حاصل آنکہ منافقین اگر اوپر یا نیچے یا کہین کوئی ٹھکانا پاتے۔ لَّوَلَّوْا اِلَیْهِ تو اسکی طرف متوجہ ہو کر اُسمین گھس جاتے۔ وَهُمْ یَجْمَحُوْنَ۔ درحالیکہ اس کام مین تیزی و جلدی کرنیوالے ہوتے کوئی چیز اُنکو اس سے باز نہ رکھتی۔ یجمحون از جموح۔ فرس جموح وہ گھوڑا کہ باگ سے ہرگز نہ رُکے۔ حاصل معنی یہ کہ منافقون کا حال تم سے عداوت و نفرت کا یہانتک ہو کہ ملجا و مغارات و مدخل تینون ٹھکانون مین سے اگر کوئی ٹھکانا پاتے باوجودیکہ یہ انسان کیلئے بندش و ضیق کے بُرے ٹھکانے ہین تو بھی منافق اُنکی طرف متوجہ ہوتے نہایت تیزی سے کہ جیسے جموح گھوڑے کو باگ نہین روک سکتی ہو اُنکو بھی کوئی چیز مانع نہو سکتی اور بہت جلدی اُسمین گھس جاتے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے منافقون کے باطنی قبائح کے آثار مین سے ایک نوع دیگر کو یعنی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی شان مین صدقات کی تقسیم وغیرہ کی نسبت طعن کرنے کو ذکر فرمایا بقولہ تعالیٰ

وَمِنْهُمْ مَّنْ یَّلْمِزُكَ فِی الصَّدَقٰتِ فَاِنْ اُعْطُوْا مِنْهَا رَضُوْا وَاِنْ لَّمْ یُعْطَوْا مِنْهَآ

اور بعضے اُنمین ہین کہ تجکو طعن دیتے ہین زکات بانٹنے مین سو اگر انکو ملے اُسمین سے تو راضی ہون اور اگر نہ ملے

اِذَا هُمْ یَسْخَطُوْنَ ۝ وَلَوْ اَنَّهُمْ رَضُوْا مَآ اٰتٰهُمُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ وَقَالُوْا حَسْبُنَا اللّٰهُ

تبہی وہ ناخوش ہو جاوین اور کیا خوب تھا اگر وہ راضی ہوتے جو دیا اُن کو اللہ نے اور اُسکے رسول نے اور کہتے بس ہے ہمکو اللہ

سَیُؤْتِیْنَا اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ وَرَسُوْلُهٗٓ اِنَّآ اِلَى اللّٰهِ رٰغِبُوْنَ ۝

دے رہے گا ہم کو اللہ اپنے فضل سے اور اُس کا رسول ہم کو اللہ ہی چاہیے۔

ع ۷
۱۳

مفسرین کے اقوال اس آیت کے سبب نزول مین مختلف ہین جیسا کہ خطیبؒ نے کہا ولیکن مترجم کے نزدیک اقوال متفق ہین صرف تفصیل و اجمال کا اور اسباب نزول و عموم دخول کا فرق ہو پس سبب اول کو بخاری رح و نسائی و ابن جریر و ابن المنذر و ابوالشیخ و ابن مردویہؒ نے ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ رسول اللہ صلعم مال غنیمت تقسیم کرتے تھے کہ اتنے مین ذوالخویصرہ کا بیٹا (جسکا نام حرقوص تھا) آیا اور کہا کہ یارسول اللہ انصاف سے تقسیم کرو آپنے فرمایا کہ تیری خرابی ہو پھر کون عدل کریگا اگر مین ہی عدل نہین کرتا ہون عمر بن الخطابؓ نے عرض کیا کہ یارسول اللہ مجھے اجازت دیجئے کہ مین اس بے ادب کی گردن مار دون۔ آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ اسکو چھوڑ دے کہ اس کے ایسے لوگ ہونگے جنکی نمازون کے سامنے تم مین کا آدمی اپنی نماز کو اور اُن کے روزون کے سامنے اپنے روزہ کو حقیر دیکھے گا حالانکہ یہ لوگ دین اسلام سے ایسے باہر ہونگے جیسے کمان سے تیر نکل جاتا ہو سو اُن کو جہان کہین تم پاؤ قتل کر ڈالنا کہ آسمان کے نیچے بدتنے

مقتول ہون سب سے یہ مقتول بدتر ہون گے۔ الی آخر الحدیث۔ اور اس پوری حدیث کو ابو سعیدؓ نے روایت کرکے فرمایا کہ اسی ذوالخویصرہ والے و اس کے ساتھیون کے حق مین یہ آیت نازل ہوئی ہے۔ ابن مردویہ نے حضرت ابن مسعودؓ سے روایت کی کہ جب آنحضرت صلعم نے غنیمت حنین کو تقسیم فرمایا تو ایک مرد کو مین نے کہتے سُنا کہ یہ تقسیم رضائے اللہ تعالیٰ کیواسطے نہین ہوئی پس مین نے آنحضرت صلعم سے عرض کیا تو آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ عزوجل اپنے پیغمبر موسیٰ پر رحم فرمائے کہ موسیٰ کو اس سے زیادہ ایذا پہونچائی گئی اور اُسنے صبر کیا پھر یہ آیت نازل ہوئی شیخ ابن کثیرؒ نے قتادہ رحمہ اللہ سے ذکر کیا کہ ہم سے بیان کیا گیا ہے کہ آنحضرت صلعم ایک غنیمت تقسیم کرتے تھے کہ ناگاہ ایک نو مسلم اعرابی جنگلی آیا اور کہا کہ اے محمد اگر تم کو عدل کرنیکا حکم دیا گیا ہے تو واللہ تم نے عدل نہین کیا پس حضرت صلعم نے فرمایا کہ خرابی ہو تیری پھر میرے سوائے کون تجھ پر عدل کریگا۔ پھر حضرت صلعم نے کہا کہ اے لوگو اس شخص و ایسون سے پرہیز رکھنا کہ میری اُمت مین ایسے اور لوگ ہونگے کہ قرآن کی تلاوت کرینگے مگر اُن کے ترقوہ سے نیچے نہ اُتریگا سو جب یہ لوگ خروج کرین تو اُن کو قتل کر ڈالنا۔ اس حکم کو تین بار فرمایا۔ شیخ ابن کثیرؒ نے کہا کہ قتادہ رح کا بیان مشابہ اس روایت شیخین کے ہے جسمین ذوالخویصرہ کا حال مذکور ہوا۔ واضح ہو کہ آنحضرت صلعم نے غنائم حنین تقسیم کرنے مین اہل مکہ کو زیادہ زیادہ دیکر اُن کی تالیف قلوب فرمائی تھی جسپر دنیا کے بندے ذوالخویصرہ کے مانند بیدین منافقون نے اعتراض کیا کلبیؒ نے کہا کہ اس تقسیم پر جواظ نامی منافق بولا کہ اپنے سردار کو دیکھو کہ بکری چرانے والون مین غنیمت بانٹتا اور عدل کا دعویٰ کرتا ہے تو آنحضرت صلعم نے کہا کہ اوبے پدر کیا موسیٰ چرواہا نہ تھا اور کیا داؤد چرواہا نہ تھا۔ ابن زیدؒ نے کہا کہ منافق کہنے لگے کہ محمد اس مال غنیمت کو جسے چاہتے ہین دیتے ہین اور اپنی خواہش کی پابندی کرتے ہین تب یہ آیت نازل ہوئی۔ کما ذکرہ الخطیب ابو بکر الاصم نے اپنی تفسیر مین روایت کی کہ آنحضرت صلعم نے اپنے ایک صحابی سے فرمایا کہ تو فلان شخص سے واقف ہے اُسنے عرض کیا کہ مجھے اتنا معلوم ہے کہ آپ اُسکو اپنی مجلس مین تقرب دیتے اور بہت کچھ مال عطا فرماتے ہین آپنے فرمایا کہ ہان وہ منافق ہے اُسکے نفاق دور ہونے کیلئے مدارات کرتا ہون اور اس لئے کہ اور ون کے دلون مین فساد نہ ڈالے تو صحابی نے عرض کیا کہ پھر آپ فلان مرد کو بھی عطا فرمایا کرین۔ آپنے فرمایا کہ وہ تو پکا پورا مومن ہے اور یہ البتہ منافق ہے جسکا فساد مٹانے کو مال عطیہ بخشتا ہون۔ بالجملہ یہ آیت منافقون بے ایمانون کی حالت قبیحہ کے بیان مین ہے چنانچہ فرمایا۔ وَمِنْهُم مَّن يَلْمِزُكَ فِي الصَّدَقَاتِ۔ لمز آخر زا معجمہ اصل مین آنکھ وغیرہ سے اشارہ کرنا اور مستعمل بمعنی عیب لگانا پس لمز مین اشارہ بروجہ عیب ہونا ضرور ہے بخلاف غمز بغین و زاہر دو نقطہ دار کے کہ وہ عام ہے خواہ یہ اشارہ آنکھ وغیرہ کا بروجہ عیب ہو یا نہو۔ اور یلمز مضارع بروزن یضرب یضرب دونون آیا اور ایک قرأۃ بروزن یصرف شاذ تفعیل ہے۔ والحاصل یلمزک ای یعیبک۔ فارسی رح نے کہا کہ تقدیر یہ فی تقسیم الصدقات ہے اور بعض نے کہا فی امر الصدقات۔ یہ اولیٰ ہے کیونکہ تقسیم وغیرہ سب امر کو جنمین منافقین عیب گیری کرتے تھے شامل ہے پس حاصل یہ کہ ومن المنافقین من یعیبک فی امر الصدقات۔ منافقون مین سے بعض ایسے ہین کہ تجھکو اے محمد صلعم دربارہ صدقات کے عیب لگاتے ہین۔ صدقات عام ہے خواہ مفروضہ ہو یعنی زکوٰۃ یا غیر مفروضہ جیسے تطوعات و غنائم وغیرہ پس منافقون کی غایت ہمت اموال حقیرہ دنیاوی پر مقصور تھی۔ فَإِنْ أُعْطُوا مِنْهَا رَضُوا۔ ضمیر اعطوا راجع بجانب مَن موصولہ بحسب المعنی ہے لے فان اعطوا ہولاء اہل النفاق من الصدقات بقدر ما یریدون و تشتہی انفسہم رضوا عنک بما رفع منک یعنی اگر ان منافقون کو دیا گیا صدقات مین سے اتنا کہ جسقدر بخواہش نفسانی چاہتے تھے تو جو کچھ تو نے کیا اسپر تجھ سے راضی ہو جاتے ہین کیونکہ یہی اُن کا غایت مقصود تھا اور دین و ثواب آخرت کے تو معتقد ہی نہین ہین لہذا فرمایا۔ وَإِن لَّمْ يُعْطَوْا مِنْهَا إِذَا هُمْ يَسْخَطُونَ۔ اے وان لم یعطوا من الصدقات بقدر ما تشتہی انفسہم اذا ہم یسخطون۔ اور اگر اُن کو صدقات سے بقدر اُنکی خواہش نفسانی کے نہ دیا گیا تو ناگاہ وے سخط و خشم مین ہوتے ہین۔ اذا حرف مفاجات ہے اور فائدہ یہ کہ شرط پائی جاتے ہی جزاء مذکور کا ہجوم ہوتا ہے کیونکہ مقصود بحطام دنیاوی کا فوت ہونا بے درنگ تامل کے اُن کو سخط مین گرفتار کر لیتا ہے علماء معانی نے کہا کہ یہ آیت کریمہ دلالت کرتی ہے کہ منافقین بڑے

مال ۱۲

فرمایہ وہ دنی تھے کہ صدقات لینے پر انکی حرص کی نوبت یہان تک پہونچی کہ بانٹنے مین آنحضرت صلعم کو عیب لگایا باوجودیکہ آنحضرت صلعم تمام مخلوق
سے بڑھکر عادل اور جور و ظلم سے دور تھے ہرگز دنیا کی طرف مائل نہ تھے ضحاک ہونے کہا کہ آنحضرت صلعم بحکم حق تعالیٰ تقسیم کرتے سو منافقون کو اگر بہت مل گیا تو
خوش ہوگئے اور تھوڑا ملا تو ناراض ہوکر عیب لگانے لگے اللہ تعالیٰ فرماتا ہی۔ وَلَوْ اَنَّهُمْ رَضُوْا مَآ اٰتٰىهُمُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ ۔ اے
ولو انهم اخذوا بالرضا ما آتاهم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بفرض اللہ تعالیٰ وقسمته لهم۔ اور بعض نے کہا کہ اللہ تعالیٰ کا نام پاک درمیان مین تعظیم کیلئے
اور اس تنبیہ کیلئے ہی کہ رسول اللہ صلعم کا فعل بحکم الٰہی ہوتا ہی و بنا بر قول اول کے اعطاء الٰہی بدین معنی کہ ان کو دینے کا حکم رسول پر بھیجا اور عطاء رسول
آنکا انکو حقیقتاً دیا و معنی یہ کہ اور اگر منافقین رضامندی سے لے لیتے اسقدر جو انکو رسول اللہ صلعم نے اللہ تعالیٰ کے فرض کرنے و بانٹنے سے دیا۔ وَقَالُوْا
حَسْبُنَا اللّٰهُ ۔ اور کہتے کہ اللہ تعالیٰ ہم کو کافی ہی وہی ہمارا الکفایت فرمانیوالا ہی۔ سَيُؤْتِيْنَا اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ وَرَسُوْلُهٗٓ ۔ سیعطینا
اللہ تعالیٰ من فضله بان یامر رسوله باعطائنا و سیعطینا رسوله و یوصلنا من غنیمة اخری عنقریب ہمکو عطا فرمادیگا اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے باین طور
کہ اپنے رسول کو حکم دیگا کہ وہ ہم کو دیوے اور عنقریب اس حکم کے موافق رسول اللہ صلعم ہم کو عطا فرمادیگا یعنی دوسری غنیمت وغیرہ مین سے۔ اِنَّآ
اِلَى اللّٰهِ رٰغِبُوْنَ ۔ ہم اپنے اللہ تعالیٰ کی طرف راغب ہین۔ یہ دونون جملہ گویا حسبنا اللہ کی تفسیر ہین یعنی ہم کو تو اپنے اللہ تعالیٰ کی طرف رغبت
ہے وہی ہمارے واسطے دنیا مین بہتری و آخرت مین بھلائی دیگا بس وہی ہمارا کافی ہو اسی واسطے درمیان مین حرف عطف نہین ہی قالہ الکرخی۔
اور جواب لو محذوف ہی اے ولو انهم رضوا بذلك قالوا كذلك لكان خيرا لهم یعنی اگر وہ لوگ اللہ تعالیٰ و رسول کے دیئے پر راضی ہوتے اور اسطرح
کہتے کہ قالوا حسبنا اللہ الخ تو اُن کے حق مین بہتر ہوتا یا اگر وہ ایسا کرتے اور کہتے تو سچے ایمانوالون کے انعام مین شامل ہوتے بالجملہ جزاء محذوف
اسی کے مانند ظاہر ہو اسی وجہ سے حذف ہوئی۔ ف۔ سچے ایمان کا نشان ہی کہ حسبی اللہ ونعم الوکیل۔ پر یقین و اللہ تعالیٰ ہی کی طرف رغبت ہو
اور دیگر امور کو اصلی مقصود یعنی رغبت الٰہی کے حصول سے کبھی مانع نہ ہونے دیوے اور ہمیشہ قضائے الٰہی پر راضی ہو اور حدیث مین یہ مضمون ثابت
ہے کہ حق تعالیٰ فرماتا ہی کہ جو میرے حکم قضا پر راضی نہ ہو وہ میری بادشاہت سے نکل جاوے۔ نیک بخت سمجھ جائیگا کہ جب ہم اور سب اُسکی
ملک و خلق و بندے ہین اور وہی سب کا مالک خالق ہی تو ناراضی کیسی فافہم۔ ف۔ **فی العرائس** قوله تعالیٰ ولو انهم رضوا ما آتاهم اللہ و رسوله
یہ ایسی مخلوق کا حال ہی جو مقام رضا کے لائق نہین کیونکہ اللہ تعالیٰ و رسول اور حقائق دین کے علم و معرفت سے محروم ہین اور اگر اُن کو معرفت
ہوتی تو جس امر مین حق تعالیٰ انکو مبتلا کرتا اسپر راضی ہوتے کیونکہ رضا بتقضاء معرفت پر ہی۔ جو بندہ مقام رضا مین آیا اُسکی حالت یہ ہوتی ہی کہ جو بلاء اُسکے
سامنے آئی اور جس امتحان مین اُسکا قلب مبتلا ہوا اسمین خوش رہتا بلکہ لذت عجیب پاتا ہی کیونکہ اسکی نظر اس بلاء کے دینے والے پر ہوتی ہی اور وہ
انوار معرفت سے مالامال ہو جاتا ہی جسکا نظیر دنیا و ما فیہا بلکہ تمام عالم مین نہین ہی اسیواسطے جو تقدیر اسپر جاری ہوئی اسکو دیکھو تو کیسی آسانی سے
برداشت فرماتا ہی۔ حدیث مین ہی کہ مصیبت پہونچنے پر جسنے کہا کہ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ یعنی ہم تو اللہ تعالیٰ کے ہین اور اسی کی طرف لوٹنے
والے ہین ہمارے پاک پروردگار تو ہم کو اس سے بہتر بجائے اسکے عطا فرمائے تو اللہ تعالیٰ اسکو اس سے بہتر دیتا ہی چنانچہ یہان بھی فرمایا کہ جو مقام
رضا مین ثابت قدم ہی اللہ تعالیٰ ہر زندگی و موت وغیرہ مین بفضل عظیم اسکی خلافت فرماتا ہی کیونکہ فرمایا۔ وقالوا حسبنا اللہ الی آخرہ۔ اور ظاہر ہی
کہ اللہ تعالیٰ جسکا کافی ہو اُسکی اعلیٰ اُجرت یہ کہ اس کافی پاک کا مشاہدہ پاوے اور نعمت زائل شدہ کا بدلا تو ادنیٰ ہی اور فرمایا۔ سیؤتینا اللہ
من فضله و رسوله۔ اللہ تعالیٰ ہمکو اپنے فضل سے عطا فرمادیگا۔ فضل عطاء یہ کہ قرب مشاہدہ نصیب کریگا اور اُسکا رسول پاک فوائد غیب اسوقت
ظاہر کریگا اور حقائق ادب سے آراستہ کردیگا تاکہ لائق درگاہ کبریائی ہون۔ انا الی اللہ راغبون۔ ہمکو تو اپنے اللہ تعالیٰ کی ہی طرف حقیقت مین رغبت ہی

اور کسی چیز کی طرف نہین پس رغبت یہ کہ اسکے جمال پاک کا شوق ہو۔ اس آیت مین حق تعالیٰ نے صادقین - عارفین - مریدین کو رضا کے دعا کے آداب سکھلائے ہین۔ ابراہیم بن ادہم نے کہا کہ جو شخص تقدیر الٰہی پر راضی ہو اوہ کبھی غمگین نہین ہوتا۔ فضیل رحمہ اللہ نے کہا کہ جو راضی بتقدیر ہو اوہ اپنی منزلت سے بڑھکر تمنا نہین کرتا۔ مترجم کہتا ہو کہ آگے جو آیت کریمہ آتی ہو اُسکے معنوی اشارتی تعلق کو شیخ نے اس طرح ذکر کیا کہ منافقین واہل دنیا جو زکوۃ وغیرہ سے حصہ مانگتے و دعوے ایمان و معرفت مین جھوٹے تھے اُن کے منہ مین دروغ کی خاک جھونک کر بیان فرمایا کہ صدقہ مشاہدہ جمال و انوار وصال جسکو منافقین کذاب مانگتے ہین وہ اُنکے لائق نہین بلکہ مخصوص باہل مقامات و بندگان ربانی وروحانی ہو اور حق تعالیٰ نے خود اسکو تقسیم فرمایا۔ مترجم کہتا ہو کہ تفسیر کلام کے مفسرین نے فرمایا کہ جب منافقون نے رسول اللہ صلعم پر تقسیم صدقات کے بارہ مین اپنی ناپاک زبان درازی کی تو اللہ تعالیٰ نے ان کے طعن دور کرنے کو بذات پاک اسکا مصرف بیان فرمایا بقولہ

إِنَّمَا الصَّدَقَٰتُ لِلْفُقَرَآءِ وَالْمَسَٰكِينِ وَالْعَٰمِلِينَ عَلَيْهَا وَالْمُؤَلَّفَةِ قُلُوبُهُمْ وَفِي الرِّقَابِ

زکوۃ جو ہے سو حق ہے مفلسون کا اور محتاجون کا اور اُس کام پر جانیوالون کا اور جسکا دل پرچانا ہو اور گردنین چھڑانے مین

وَالْغَٰرِمِينَ وَفِي سَبِيلِ اللَّهِ وَابْنِ السَّبِيلِ ۖ فَرِيضَةً مِّنَ اللَّهِ ۗ وَاللَّهُ عَلِيمٌ حَكِيمٌ

اور جو تاوان بھرین اور اللہ کی راہ مین اور راہ کے مسافر کو ٹھہرا دیا ہے اللہ کا اور اللہ سب جانتا ہو حکمت والا

آیت کریمہ مین حرف انما حصر کیلئے ہو یعنی مصرف زکوۃ انھین آٹھون اصناف مذکورہ مین منحصر ہو پس اُن کے سوائے کسی اور کو دینا جائز نہین مین کہتا ہون کہ اس پر اجماع و اتفاق ہو پھر مفسر رحہ نے بنابر مذہب شافعی رحہ کے کہا کہ اُن مین سے کسی صنف کو محروم کرنا بھی جبکہ موجود ہو روا جائز نہین ہو پس امام المسلمین ان سب اصناف پر مساوی تقسیم کرے اور اسکو یہ بھی اختیار ہو کہ کسی صنف کو دوسری صنف سے زیادہ دے اگرچہ دوسری کو بالکل محروم نہین کرسکتا۔ مترجم کہتا ہو کہ اسمین اختلاف ہو و عنقریب تفسیر مین تفصیل آویگی۔ پھر مفسر رحہ نے کہا کہ حرف الف لام جو للفقراء وغیرہ پر ہو اُسنے افادہ دیا کہ ہر صنف کے تمام افراد کا استغراق واجب ہو یعنی ہر صنف کے تمام افراد کو دینا چاہیئے ولیکن چونکہ یہ امر متعذر ہو لہذا زکوۃ تقسیم کنندہ سے یہ وجوب ساقط ہوا اور اسقدر پر کفایت کی گئی کہ ہر صنف مین سے تین فرد کو دیدے اگر تین سے بھی کم کیے تو روا نہین ہو کیونکہ صیغۂ جمع کم سے کم تین فرد پر صادق ہوگا۔ والحاصل جب صیغۂ جمع پر الف لام داخل ہوا تو معنی جمعیت کے ساقط ہو کر استغراق ہو گیا تھا لیکن جب استغراق پر عمل متعذر ہوا تو پھر مفاد صیغہ جمع پر عمل ضروری رہا پس تین سے کم کو دینا کافی نہ ہوگا پھر آیت مین اجمال تھا کہ فقراء مثلاً مسلمان و کافر وغیرہ سب کو شامل ہو یا خاص مراد ہو تو سنت نے بیان فرمادیا کہ جس کو صدقہ مین سے دیا جائے ان اصناف مین سے وہ ضرور ہو کہ مسلمان ہو اور ہاشمی یا مطلبی نہ ہو۔ بدلیل حدیث صحیح کہ بنو ہاشم و بنو المطلب بمنزلہ واحد ہین اور ایک روایت مین ہو کہ بنو المطلب نے زمانہ جاہلیت یا اسلام مین کبھی بنو ہاشم سے مفارقت نہین کی پس جیسے ہاشمی کو بالاتفاق نہ دیا جائے ویسے ہی بدلیل مذکور بنو المطلب کو بھی نہ دیا جائے گا اور یہی امام احمد کا قول بھی ایک روایت مین مروی ہو اور ائمہ حنفیہ نے اسمین خلاف کیا اور واضح ہو کہ ہاشمی کا غلام بھی نہونا شرط ہو کیونکہ جب غلام کی ملک مین مولی کی ہو تو گویا مولی ہاشمی کو دیا پس جائز نہین۔ جب یہ معلوم ہو گیا تو اب تفسیر کی طرف رجوع کرتا ہون پس لفظ فقراء و مساکین وغیرہ کی تفسیر بیان ہوگی اور یہ امر کہ حرف انما سے انحصار اس امر کا مقصود ہو کہ صدقہ کا مصرف ان اصناف سے خارج نہین یا اس امر کا کہ صدقہ ان سب مین تقسیم کر دینا واجب ہو اور یہ امر کہ اس زمانہ مین جملہ اصناف مذکورہ باقی ہین یعنی ان سب کو دیا جائیگا یا بعض ساقط ہو گئے ہین اور نیز یہ امر کہ ہاشمی کے حق مین اب کیا فتویٰ ہو۔ واضح ہو کہ اللہ تعالیٰ نے صدقات کا مصرف بیان فرمایا بقولہ إِنَّمَا الصَّدَقَٰتُ تا بہ لِلْفُقَرَآءِ یعنی صدقات کا استحقاق تو انھین اصناف کیلئے

ہے جو آگے مذکور ہیں مفسرینؒ نے کہا کہ صدقات سے زکوٰۃ یعنی اموال زکوٰۃ مراد ہیں اور یہ ظاہر ہے کیونکہ منجملہ اموال بیت المال کے خراج وغیرہ ہے اور بالاتفاق اسکا مصرف انہیں اصناف میں منحصر نہیں اور حرف انما انہیں اصناف پر مصرف مقصور ہونے کیلئے ہے پس ان سے متجاوز کہیں صرف نہیں ہو سکتا اور رسول اللہ صلعم کو یہ اختیار نہیں کہ منافق وغیرہ جس کسی کو چاہیں دیدیں اور خود آنحضرت صلعم نے اپنے اہل وعیال کے لئے کبھی اس مال میں سے جو لوگوں کا میل کچیل ہے نہیں لیا بلکہ پانچویں حصہ غنیمت پر اکتفاء فرماتے تھے چنانچہ فرمایا۔ انما ہی من اوساخ الناس فلا تحل لمحمد ولا لآل محمد۔ اور سبطین کریمین میں سے ایک نے بمقتضائے بچپن ایک چھوارا منہ میں ڈال لیا تھا تو کخ کخ کہکر تھکوا دیا کہ یہ لوگوں کا میل کچیل ہے پس اس آیت سے طعن کرنے والے منافقون حریصون کی امید ٹوٹ گئی کہ جب صدقہ انہیں اصناف میں منحصر ہوا تو وہ کمبخت خواہ مخواہ اس میل سے محروم و افسوس کرتے رہے۔ پس جب انحصار کے معنی ہیں جو مذکور ہوئے تو امام المسلمین یا صدقہ دینے والے کو اختیار ہے کہ چاہے ان آٹھوں صنفوں کو تقسیم کر دے یا بعض اصناف کو سب دیدے اور بعض کو محروم چھوڑے اور یہی حضرت عمر و حذیفہ و ابن عباس رضی اللہ عنہم و ابو العالیہ و سعید بن جبیر و میمون وغیرہم کا قول اور یہی ابو حنیفہ و مالکؒ و احمد کا مذہب ہے و ابن جریرؒ نے کہا کہ یہی عامہ اہل علم کا قول ہے اور امام مالکؒ نے کہا کہ اسی پر اجماع ہے اور ابن عبد البرؒ نے کہا کہ مراد اجماع صحابہ ہے کہ کوئی اسکے مخالف نہیں معلوم ہوا پس شافعیؒ و ایک جماعت نے جو کہا کہ آٹھوں اصناف کا استیعاب واجب اور کسی کو محروم نہیں کر سکتا ضعیف ہے اسلئے کہ انحصار انما۔ اسلئے نہیں کہ تقسیم ان اصناف پر باستیعاب واجب ہے وتمام الکلام فی الفقہ۔ پھر قولہ لِلْفُقَرَآءِ وَالْمَسٰكِيْنِ لام اشارہ ہے للفقراء آہ او مصروفۃ لہم یعنی اموال زکوٰۃ ثابت ہیں یا پھیرے گئے ہیں واسطے فقراء کے اور واسطے مساکین کے الخ۔ اور حدیث میں ہے۔ لا تحل الصدقۃ لغنی ولا لذی مرۃ سوی۔ یعنی حلال نہیں صدقہ کسی غنی کو اور نہ کسی کمائی کی قوت رکھنے والے تندرست کو۔ رواہ احمد و اہل السنن پس تونگر کو حلال نہیں اور حدیث میں ہے کہ امرت ان آخذ الصدقۃ من اغنیائکم وارد ہا علی فقرائکم۔ یعنی مجھے حکم ہے کہ تمھارے تونگروں سے صدقہ لیکر تمھارے فقیروں پر رد کر دوں۔ یعنی تمھارے فقیروں پر تقسیم کر دوں۔ اس حدیث میں بھی اشارہ ہے کہ استیعاب جملہ اصناف واجب نہیں اور نیز ظاہر ہوا کہ مسلمانوں ہی کے فقیروں وغیرہ کو دینا لازم ہے پس جیسے کافر سے صدقہ لیا نہ جائے ویسے ہی کافر فقیروں کو دیا بھی نہ جائے گا ابن کثیرؒ وغیرہ نے لکھا کہ فقراء کو مقدم کیا اسلئے کہ شدت محتاجی میں انکا حال باقیوں کے بہ نسبت زیادہ پریشان ہوتا ہے اور یہ توجیہ چاہتی ہے کہ احتیاج کی ترتیب سے ان اصناف کو ذکر فرمایا ہو واللہ اعلم ولیکن علماءؒ نے اختلاف کیا کہ فقیر زیادہ تباہ حال ہوتا ہے یا مسکین پس یعقوب بن السکیت و قتیبی و یونس بن حبیب نے کہا کہ فقیر کے پاس قدر کفایت میں سے کچھ ہوتا ہے تو وہ بہ نسبت مسکین کے جسکے پاس کچھ نہیں ہوتا اچھا ہے اور یہی ابو حنیفہ و احمد و بعض اہل فقہ کا قول ہے اور اصمعی وغیرہ اہل لغت نے کہا کہ مسکین اس سے اچھا ہوتا ہے کیونکہ حق تعالیٰ نے کہا کہ اما السفینۃ فکانت لمساکین یعملون فی البحر۔ پس مالکان کشتی کو مساکین فرمایا حالانکہ وہ اکثر بیش قیمت ہوتی ہے اور اسی قول کو طحاوی نے کوفیونؒ سے حکایت کیا اور یہی شافعی کے دو قول میں سے ایک اور یہی اکثر اصحاب شافعی کا قول ہے اور بعض علماء نے کہا کہ دونوں کا حال محتاجی میں برابر ہے اور یہی شافعی کا دوسرا قول ہے اور یہی ابو یوسف و اصحاب مالک کا قول ہے اور ابن عباس و حسن و عکرمہ و مجاہد سے مروی ہے کہ محتاج متعفف تو فقیر ہے اور محتاج سائل کو مسکین کہتے ہیں۔ اور یہی ابن جریرؒ و بہتیروں نے اختیار کیا۔ ولیکن حدیث لا تحل الصدقۃ لغنی آہ سے نکلتا ہے کہ فقیر ایسا محتاج ہے جو کمانے پر قادر نہ ہو اور شاید یہیں سے قتادہ نے کہا کہ فقیر وہ ہے جو اپاہج ہو۔ اور حدیث میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مسکین یہ لوگوں کے پاس پھیرے لگانیوالا نہیں کہ اسکو لقمہ دو لقمہ یا چھوارا دو چھوارے دیکر ٹال دیتے ہیں تو صحابہؓ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ پھر کون مسکین ہے فرمایا کہ جو بقدر کفایت نہیں پاتا کہ اسکو بے پروا کرے اور اسکے حال سے آگاہی بھی نہیں ہوتی کہ کوئی اسکو صدقہ دیدے اور وہ خود لوگوں سے مانگتا نہیں ہے۔ الحدیث فی الصحیحین وغیرہما۔ اور

مسکین کی اس تفسیر پر قولہ اما السفینۃ فکانت لمساکین الآیۃ سے منافات نہین اور اسی کو ترجیح دیگئی ہو اور یہی کہ مفسر رحمہ اللہ نے اختیار کیا اور کہا کہ فقیر وہ ہی جو اسقدر نہ پاوے کہ اسکے موقع کفایت مین واقع ہو اور کمالین مین کہا کہ مراد یہ ہو کہ جسکے پاس بالکل مال نہو کہ اسکی حاجت روائی مین کام آوے قولہ۔ وَالْعَامِلِيْنَ عَلَيْهَا لے للذین یعملون علی الصدقات۔ اور صدقات ان لوگون کے واسطے ہین جو صدقات پر عامل مقرر ہون۔ وفی السراج پس عامل کو صدقہ مین سے دیا جاوے اگرچہ وہ تونگر ہو اور لفظ عامل مین ساعی و کاتب و عاشر و عریف و حاسب و حافظ اموال و معدن و پیمانہ کنندہ وغیرہ سب داخل ہین اور ساعی وہ ہو جسکو امام بغرض قبضۂ صدقات روانہ کرے اور عریف جو ارباب استحقاق کو پہچانے اور جو لوگ کہ زکوٰۃ کو مال سے ممیز کرین اور جمع کرین اُن کی اُجرت بذمہ مالک ہے اور شرط یہ ہو کہ عامل ہاشمی نہو اور بنابر قول شافعی رح کے مطلبی بھی نہو۔ وَالْمُؤَلَّفَةِ قُلُوبُهُمْ۔ اے وللذین یألف قلوبہم۔ اور صدقات ان لوگون کے لیے ہین جنکے دلون کی تالیف کی جاوے اور وہ چند اقسام ہین بعض وہ اشراف کا فر کہ جن کو اسواسطے دیا جاوے کہ وہ مسلمان ہو جاوین جیسے آنحضرت صلعم نے صفوان بن اُمیہ کو غنائم حنین سے دیا حالانکہ اسوقت مشرک تھا چنانچہ خود صفوان نے روایت کی کہ حنین کے روز آنحضرت صلعم نے مجھے عطیہ دیا حالانکہ آپ مجھے سب سے زیادہ مبغوض تھے پھر برابر دیا کئے یہان تک کہ مجھے سب لوگون سے زیادہ محبوب ہو گئے۔ رواہ مسلم وغیرہ اور بیضاوی رح نے کہا کہ اصح یہ کہ ایسے کافرون کو آپ اپنے مخصوص پانچوین حصہ مین سے جو خمس غنیمت مین سے ہوتا تھا عطا کرتے تھے اور بعض وہ کہ جن کے اسلام مین ضعف ہو دیا جاوے تاکہ اسکا اسلام خوب ثابت ہو جاوے جیسے طلقاء قریش کو بروز حنین سو سو اونٹ دیے اور حدیث مین ہو کہ مین بعض آدمی کو دیتا ہون حالانکہ دوسرا بہ نسبت اُس کے مجھے زیادہ محبوب ہوتا ہو بدین خوف کہ اللہ تعالیٰ اُسکو اوندھے منہ جہنم مین نہ ڈالے اور بعض وہ کہ جن کے دینے سے اُن کے ہمسرون کے مسلمان ہو جانے کی اُمید ہو اسی واسطے آنحضرت صلعم نے عیینہ بن حصن و عباس بن مرداس و اقرع بن حابس عطار بن تمیم کو دیا۔ وفی ذلک قال عباس ہذا۔ اتجعل نہبی ونہب العبید۔ بین عیینۃ والاقرع ؎ الی آخرہ علی ما فی صحیح مسلم۔ اور بعض وہ کہ دار الاسلام سے ڈانڈ ملے ہوئے کفار کی شرارت ہم سے دور رکھے یا زکوٰۃ دینے سے انکار کرنیوالون سے رستی پر لاکر زکوٰۃ وصول کرلاوے۔ کیونکہ لشکر بھیجنے سے یہ آسان ہو۔ سراج مین کہا کہ کافرون کے اسلام لانے کی ترغیب کیلئے اب دیا جائیگا نہ زکوٰۃ مین سے اور نہ کسی مال مین سے کیونکہ نہ دینے پر اجماع ہو گیا اور اسلئے کہ اللہ تعالیٰ نے اسلام کو عزت دیدی اور اہل اسلام کو تالیف کی حاجت نہین رہی۔ شیخ ابن کثیر رح نے لکھا کہ بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے کافرون کو اسلام کی تالیف کیلئے دیا جاوے یا نہین تو اس مسئلہ مین اختلاف ہو چنانچہ عمر رض و عامر شعبی و ایک جماعت سے مروی ہو کہ اب نہین دیا جائیگا کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اسلام و اہل اسلام کو قوت و عزت دیکر بے پروا کر دیا اور یہی مشہور مذہب امام مالک و امام ابو حنیفہ رح کا ہو حتیٰ کہ بعض حنفیہ نے اسپر اجماع صحابہ کا دعویٰ کیا اور یہی رویانی رح و ایک جماعت کا قول ہو پھر ابن کثیر رح نے لکھا کہ دیگر علماء نے کہا کہ اب بھی دیے جاوین کیونکہ آنحضرت صلعم نے بعد فتح مکہ و شکست ہوازن کے اُن کو دیا۔ قال المفسر رح اقسام مؤلفۃ القلوب مین سے ایک وہ قسم کہ اُن کو اس غرض سے دیا جاوے کہ اسلام لے آوین اور ایک وہ قسم کہ اہل اسلام سے پڑوسی کافرون کا ضرر دفع کرین ان دونوں کو امام شافعی رح کے نزدیک دیا جاوے اور باقی دو قسم کو ایک کہ اسلام پر ثابت قدم رہیں اور دوم وہ کہ اُنکی دیکھا دیکھی انکے ہمسر اسلام لاوین بنابر صحیح قول کے دیا جاوے بعض نے کہا کہ یہی ظاہر آیت کے موافق ہو کہ مؤلفۃ القلوب کا حصہ اب بھی باقی ہو کیونکہ یہ لہر ایسا ہو کہ کبھی اسکی ضرورت پڑتی ہو اور عمر رض نے بوقت کچھ عزت دیکھی اسلئے انکا حصہ قطع کر دیا اور زہری رح سے روایت ہو کہ مجھے اس کا منسوخ ہونا نہین معلوم ہوا۔ اور اسی پر مادردی رح نے فتویٰ دیا ہو۔ قال المترجم امام ابو حنیفہ و مالک کے نزدیک مؤلفۃ القلوب کا حصہ مطلقاً ساقط ہو اور شافعی رح کے نزدیک اُسکے اقسام چہارگانہ مین سے دو ساقط و دو باقی ہین و مآل یہ کہ اُن کے نزدیک ساقط نہین ہو پھر بنابر قول اول کے جب اُن کا حصہ ساقط ہوا تو یہ حصہ بھی باقی اصناف کی طرف پھیرا جاوے یعنی اموال صدقات اب جملہ سات اصناف کیلئے منحصر ہین جنمین سے فقراء و مساکین و عاملین کا ذکر

لہ کیا آپ میرے جہاد کو اور میرے گھوڑے عبید نامی کے جہاد کو عیینہ و اقرع کے درمیان قرار دیتے ہین یعنی ان دونوں سے کم۔ حالانکہ نہ مین ان دونوں سے کم ہون نہ میرا باپ ان کے باپ سے کم تھا۔ ۱۲

ہو چکا اور چہارم مؤلفۃ القلوب ساقط ہوئے اور باقی یہ ہیں یعنی پنجم۔ قولہ۔ وَفِي الرِّقَابِ یعنی فی فک الرقاب۔ گردنیں آزاد کرنے میں یعنی جن باندی و غلاموں کو اُن کے مالکوں نے مکاتب کر دیا ہو اسطرح کہ اُن کو تحریر لکھدی کہ تم اسقدر مال خواہ یکمشت یا اقساط وار ادا کرو تو تم آزاد ہو جاؤ پس مال صدقات سے اُن کی گردنیں آزاد ہونے کیلئے دینا چاہیئے اور یہ مخصوص مسلمان باندی و غلام مکاتب کے حق میں ہو جیسا کہ پہلے معلوم ہو چکا واللہ اعلم اور یہی تفسیر حسن بصری اور مقاتل بن حیان و عمر بن عبد العزیز و سعید بن جبیر و نخعی و زہری و ابن زید وغیرہم سے مروی اور ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے بھی ایسا ہی مروی ہو اور یہی مذہب امام ابو حنیفہ و شافعی و لیث بن سعد و اکثر فقہاء کا اور ایک روایت مالک سے ہو اور قولہ تعالیٰ وآتوہم من مال اللہ الذی آتاکم۔ بھی اسی پر دلالت کرتا ہو بعض نے یہ تفسیر بیان کی کہ باندی غلام خرید کر آزاد کر دیا جائے اور کہا کہ یہی ابن عباسؓ و ابن عمرؓ سے مروی اور یہی مذہب مالکؒ و احمدؒ و اسحٰقؒ کا ہو مترجم کہتا ہو کہ ابن عباسؓ و حسن بصریؒ کا قول شیخ ابن کثیر نے یوں لکھا کہ زکوٰۃ سے مملوک خرید کر آزاد کرنے میں مضائقہ نہیں ہو اور یہ قول صریح ہو کہ فی الرقاب کا لفظ عام و شامل ہو کہ مکاتب کی آزادی میں اعانت ہو یا مستقل رقبہ خرید کر آزاد کر دیا جائے چنانچہ ابن کثیرؒ نے قول ابن عباس کے یہی معنی بیان کئے علاوہ ازین حسن بصری سے مکاتب کی اعانت کرنے کی تفسیر خود اوپر مذکور ہو چکی اور وہ دلیل ہو کہ اُن کی مراد یہ ہو کہ آیت سے ثابت ہوتا ہو کہ باوجود اعانت مکاتب کے یہ بھی روا ہو کہ مستقل رقبہ خرید کر آزاد کیا جائے پس ظاہر ہوا کہ تفسیر میں کچھ اختلاف نہیں ہے اور بیضاوی نے ایک قول دیگر نقل کیا کہ مسلمان قیدیوں کو قید کفار سے رہا کرنے میں خرچ کیا جائے۔ اگر کہا جائے کہ اوپر سے للفقراء وغیرہ لام کیساتھ تھا اور یہاں فی الرقاب فرمایا تو یہاں باقیوں میں آخر تک لام سے فی کی طرف عدول میں کیا نکتہ ہو۔ جواب دیا گیا کہ اسلئے کہ دلالت ہو کہ رقاب کیواسطے استحقاق نہیں بلکہ اس جہت کا استحقاق ہو یعنی ایسے لوگوں کو اُنکی ذات کے لحاظ سے استحقاق نہیں بلکہ فک رہائی کا استحقاق ہو پس اُنکا حصہ اُنکی رہائی میں صرف ہو اور اُنکے ہاتھوں میں نہ دیا جائے الا آنکہ وے بھی اسی کام میں صرف کریں اور اُس کو دوسرے کام میں صرف کرنیکا استحقاق نہیں ہو اور بعض نے جواب دیا کہ حرف فی واسطے ظرفیت کے ہو پس تنبیہ ہو کہ رقاب حقیقۃً زیادہ مستحق ہیں کہ صدقات انھیں میں رکھے جاویں باین طور کہ آزاد کرائے جاویں۔ صنف ششم قولہ۔ وَالْغَارِمِيْنَ اے اور مستحق صدقات کے غارمین ہیں۔ مفسر رحمہ اللہ نے کہا کہ ایسے قرضدار لوگ جنھوں نے سوائے گناہ کے کام کے اور کام مباح کیواسطے قرضہ لیا ہو یا اگر گناہ کیواسطے لیا تھا مگر اب توبہ کر چکے ہیں اور اُس کے پاس اسقدر نہیں کہ یہ قرضہ ادا کریں یا ایسے لوگ جنھوں نے مسلمانوں کے آپس کی صلاح کیلئے لیا اگرچہ وہ خود تونگر ہوں تو ان سب کو صدقات سے دیا جائے۔ غرم اہل لغت میں ایسی چیز کا لازم آنا جو نفس پر شاق ہو اسی سبب سے قرضہ کو غرم کہتے ہیں اور کبھی ہلاک سے تعبیر ہوتی ہو۔ کما فی قولہ تعالیٰ ان عذابہا کان غراما۔ سراج و معالم وغیرہ میں ہو کہ غارمین کے تین اقسام ہیں ایک وہ جس نے اپنی ذاتی مصلحت سے قرضہ لیا۔ دوم جسپر تاوان لازم آیا۔ سوم جس نے فتنہ بجھانے کو قرضہ لیا۔ پس بدون معصیت کے اپنے واسطے قرضہ لینے والے کو یا توبہ کر لینے والے کو صدقہ دیا جائے اگرچہ وہ کما کر ادا کرنے پر قادر ہو اور مکاتب کا بھی یہی حکم ہو اور جسپر قرضہ تاوان لازم آیا جیسے کسی تنگدست نے دوسرے کی ضمانت کر کے برداشت کیا اور جس نے فتنہ فرو کرنے کو لیا اگرچہ تونگر ہو اُسکو دیا جائے اور اسی طرح جسنے کسی ایسی مصلحت کیواسطے جسکا نفع عام کو پہونچے قرضہ لیا جیسے ضرورت کے وقت تعمیر مسجد یا تعمیر پل و چاہ و رہائی اسیر وغیرہ اُسکو بھی دیا جائیگا۔ حدیث میں ہے کہ آنحضرت صلعم نے قبیصہ بن مخارق کو فرمایا کہ اے قبیصہ سوال کرنا حلال نہیں مگر تین قسم کے لوگوں کو ایک وہ کہ جس نے کوئی بوجھ اُٹھایا تو اُسکو سوال کرنا حلال ہو۔ دوم وہ کہ اُسکے مال پر کوئی آفت پہونچے کہ برباد ہو گیا تو اُسکو سوال حلال ہو یہانتک کہ قوام عیش پائے اور سوم وہ کہ اُسکو فاقہ پہونچا چنانچہ اُسکی قوم کے تین آدمیوں نے کہا کہ فلانا فاقہ کرتا ہو تو اُسکو سوال حلال ہوا یہانتک کہ قوام عیش پائے اور ما سوائے اُن کے جسنے سوال سے کھایا اُسنے حرام کھایا۔ اس حدیث کو مسلم نے صحیح میں روایت کیا ہو عبد الرحمن بن ابی بکر سے روایت ہو کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ قرضدار منگوائے گا

قیامت کے روز بلاکر سامنے کھڑا کریگا اور فرمادیگا کہ اے آدمی تونے کس کام مین یہ قرضہ لیا اور کس کام مین لوگون کے حقون کو ضائع کیا وہ عرض کریگا
کہ اے پروردگار تو جانتا ہے کہ مین نے لیا سو نہ کھایا نہ پیا اور نہ ضائع کیا ولیکن آگ لگی یا چوری ہوئی یا گمی آئی پس حق تعالی فرمادیگا کہ میرا بندہ سچا ہے
اور مین تیری طرف سے ادا کرنے کا آج احق ہون پھر اللہ تعالی کچھ منگوا کر اس کے ترازو کے پلہ مین رکھوائیگا پس اسکی نیکیان اسکی برائیون پر بھاری
وجھکتی ہونگی پس اللہ تعالی کے فضل و رحمت سے جنت مین داخل ہوگا۔ رواہ احمد اور حدیث مسلم مین ابو سعید رض سے ہے کہ آنحضرت صلعم کے زمانہ مین
ایک شخص نے باغ خرما خریدا اور پھل بسبب آفت زدگی کے ضائع ہوئے تو آنحضرت صلعم نے اسکے قرضخواہون کو فرمایا کہ جو کچھ تم کو ملتا ہے وہی لیلو
اور اس سے زیادہ تمہارے واسطے کچھ نہین ہے مترجم کہتا ہے کہ علماء حنفیہ کے نزدیک جو شخص قاضی کے علم مین مفلس ٹھہرے قاضی اسکو قید نہ کریگا اور قید
کیا ہو تو رہا کردیگا جیسا کہ ادب القاضی وغیرہ کے مسائل سے واضح ہے لیکن مواخذہ آخرت سے بری نہ ہوگا مگر آنکہ آخرت مین اللہ تعالی اُس کو
عفو فرمائے واحادیث سابقہ اسپر دلالت کرتی ہین۔ فافہم۔ بالجملہ جو شخص غرم و قرض اٹھائے ہوئے ہو موافق تفصیل مذکورہ بالا کے اُس کو
صدقات سے دیا جائے۔ قسم ہفتم۔ وَفِي سَبِيلِ اللهِ لے فیمن ہو قائم فی سبیل اللہ۔ اے اُس شخص کیلئے جو اللہ تعالی کی راہ مین قائم ہو مفسر رح نے لکھا کہ
اُن لوگون کے واسطے جو جہاد کرنے پر قائم ہون منجملہ ایسے لوگون کے جنکے واسطے فی نہین اگرچہ وہ تونگر ہون یعنی دیوان مین اُن کیلئے کوئی حق مقرر نہین ہے
تو باوجود تونگر ہونے کے انکو دیا جائے اور امام ابو حنیفہ و صاحبین نے کہا کہ غازی کو صدقات مین سے جبھی ملیگا کہ جہاد سے منقطع و فقیر ہو۔ امام احمد و اسحق
نے حج کو بھی سبیل اللہ مین سے قرار دیا اور اسمین ایک حدیث بھی آئی ہے جسمین حج کا فی سبیل اللہ ہونا مذکور ہے اور ابن عمر رض نے کہا کہ وہ حاجی و عمرہ کرنیوالے
لوگ ہین بعض نے کہا کہ لفظ عام ہے پس کسی خاص پر اقتصار نہ کیا جائیگا بلکہ جملہ وجوہ خیر مانند تعمیر مساجد و پل و تکفین موتیٰ وغیرہ کے داخل ہین اور اس قول
مین نظر ہے اسلئے کہ زکوۃ مین تملیک شرط ہے اور تعمیر مساجد وغیرہ مین تملیک نہین وہذا علی اصل الحنفیۃ و اولیٰ وہ تفسیر ہے جو اول مذکور ہوئی یعنی غازی لوگ
مراد ہین کیونکہ اسپر جمہور نے اتفاق کیا ہے۔ قسم ہشتم۔ وَابْنِ السَّبِيلِ وسبیل بمعنی راہ اور ابن سبیل مسافر یعنی مسافر کو دیا جائے جسکا زاد راہ سفر مین چک گیا
ہو پس اسقدر دیا جائے کہ گھر تک پہنچ جائے اگرچہ وہ اپنے گھر سے تونگر ہو اور اگرچہ ایسے شخص کو پائے جس سے قرض لے سکتا ہو اور امام مالک نے کہا کہ
اگر قرض مل سکتا ہو تو صدقات سے نہ دیا جائے۔ فقہاء عراق نے کہا کہ ابن السبیل سے وہ حاجی مراد ہین جو سفر مین منقطع ہو گئے ہون اور یہی امام محمد رح کا قول ہے
ابو سعید خدری رض سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ صدقہ کسی تونگر کو حلال نہین ہے مگر پانچ لوگون کو حلال ہے ایک وہ کہ جو اسپر عامل مقرر ہو۔ دوم
وہ کہ جس نے اسباب صدقہ کا اپنے مال سے خریدا ہو سوم وہ کہ غارم ہو چہارم وہ کہ اللہ تعالی کی راہ مین غازی ہو پنجم وہ جسکو کسی مسکین نے جس نے صدقہ
پایا تھا ہدیہ دیدیا۔ اخرجہ ابن ابی شیبہ و ابو داؤد و ابن ماجہ و ابن المنذر و ابن مردویہ۔ اور اس حدیث سے معلوم ہوا کہ غارم کبھی مرد تونگر بھی ہوتا ہے
اور صورت اسکی یہ ہے کہ مسلمانون مین فتنہ دور کرنے یا پل و مسجد وغیرہ تعمیر کرنے کیواسطے اُسنے بوجھ اٹھایا ہو پس اگرچہ غنی ہو اُسکو اموال صدقہ مین سے دیا جاوے
چنانچہ اوپر اسکی تفسیر گذری۔ واضح ہو کہ معالم وغیرہ مین لکھا کہ جس شہر مین زکوۃ واجب ہوئی ہے جب اسمین صدقہ کے مستحق موجود ہون تو اُن کے ہوتے
ہوئے دوسرے شہر کو زکوۃ منتقل کر لیجانا مکروہ ہے اور حدیث معاذ رض وغیرہ اسی پر دال ہے کہ وہان کے تونگرون سے لیکر وہین کے فقیرون پر تقسیم کی جاوے
اور اگر سال گذرنے کیوقت جنگل مین ہو تو وہان سے جو زیادہ قریب شہر ہے اُسکے فقراء پر تقسیم کرے اور اگر مستحق لوگ لینے سے انکار کرین تو اُن سے قتال
کیا جائیگا اور یہ بناء بر قول شافعی رح کے ہے۔ اور اوپر ثابت ہو گیا کہ مراد آیت سے یہ کہ اصناف مذکورہ مصرف زکوۃ ہین یہ نہین کہ ان اصناف مین تقسیم واجب
ہے پس ائمہ ثلثہ باقیہ کے قول پر مستحقین کے انکار سے اُن سے قتال جائز نہ ہوگا اور امام رازی وغیرہ نے لکھا کہ آیت مین امام شافعی رح کے قول پر دلیل
نہین ہے کیونکہ اللہ تعالی نے جملہ صدقات کو ان اصناف کیلئے کر دیا ہے اور یہ مقصود نہین کہ مثلاً زید کی زکوۃ ان اصناف مذکورہ مین تقسیم کرنا واجب ہے چنانچہ

قولہ تعالی واعلموا انما غنمتم من شئ فان للہ خمسہ الآیۃ مین بالاتفاق پانچوان حصہ اس آیت کے مستحقین مین بطریق توزیع تقسیم کرنا واجب نہین ہو پس ایسا ہی آیۃ الصدقات مین ہو اور اوپر بیان ہو گیا کہ امام ابوحنیفہ وغیرہ کے نزدیک مؤلفۃ القلوب کا حصہ مطلقاً ساقط ہو اور دیگر علما کے نزدیک نہین۔ اگر کہا جاوے کہ للفقراء سے مؤلفۃ قلوبہم تک باللام فرمایا اور فی الرقاب سے مابعد مین بحرف فی فرمایا تو اسمین کیا نکتہ ہو۔ اس سوال کا جواب کشاف وبیضاوی وغیرہ مین دو طرح سے مذکور ہے ایک یہ کہ فی الرقاب بجائے للرقاب لاتے ہین ایذان ہو کہ رقاب و مابعد والے صدقہ کے زیادہ مستحق ہین گویا صدقات انھین مین موضوع ہین اور دوم یہ کہ اس اشعار کیلئے بجائے لام کے فی فرمایا کہ استحقاق اس جہت کا ثابت ہو نہ ان لوگون کا قطع نظر اس جہت کے یعنی فی الرقاب مین عدول لفظی سے دلالت ہو کہ فک رقبہ کی جہت سے مکاتب لوگ مستحق ہین لہذا اگر صدقات کا مال مکاتبین وغارمین وفی سبیل اللہ تعالی وابن السبیل کو دیا جاوے تو وے اسی راہ مین صرف کرین اور جائز نہین کہ جو چاہین کرین کذا قیل پھر اللہ تعالی نے فرمایا۔ فَرِيضَةً مِّنَ اللَّهِ مصدر مؤکد منصوب اپنے فعل مقدر سے ہے کیونکہ انما الصدقات للفقراء کے یہی معنی ہین کہ انما فرض اللہ الصدقات لہم۔ اللہ تعالی نے انھین کیلئے صدقات فرض کئے پس فریضۃً مفعول مطلق بحذف فعل اسی کی تاکید کرتا ہو اے فرض اللہ لہم ذلک فریضۃً من عندہ۔ اللہ تعالی نے ان لوگون کیلئے اسکو فرض کیا اپنی جانب سے فرض کرنا بدون مداخلت کسی کے اجتہاد کے پس کسی کو اسمین تجاوز از تقسیم الٰہی بطریق اجتہاد ورائے وغیرہ جائز نہین۔ وَاللَّهُ عَلِيمٌ حَكِيمٌ۔ اور اللہ تعالی علیم ہو کہ بندون مین سے ہر چیز کے مستحق کو خوب جانتا اور حکیم ہو کہ تدبیر وحکمت سے اُن کیواسطے فرض فرماتا ہو لہذا صدقات کے مستحقین کو اپنے علم وحکمت سے منحصر کر نا فرما دیا کسی کی رائے واجتہاد پر نہین چھوڑا۔ ف۔ فی العرائس قولہ تعالی انما الصدقات للفقراء۔ صدقات سے فضل ولطف خاص کی طرف اشارت ہے پس او تعالی نے بیان فرما دیا کہ یہ الطاف وافضال منحصر ہین اہل معرفت وایمان مین جن کے استحقاق کو او تعالی جانتا ہو وہی علیم وحکیم ہو چنانچہ اُسکے علم مین ہو کہ اُسکے اہل معرفت جملہ اقسام بسبب تفاوت معرفت کے اُسکی وحدانیت وفردانیت مین حیران ہین بعضے بالکل غائب ہین اور بعضے مستغرق اور بعضے والہ وبعضے ہائم ہین پس اُنکو طاقت نہین کہ ضروریات حوائج کے اکتساب مین مشغول ہون لہذا اُن کے لئے حصص مقرر کر دیئے تاکہ بقدر رزق الٰہی سے حلال طیب حاصل کرین پھر اُن کی تعداد آٹھ اقسام بیان کئے اور فقراء کو مقدم کیا جس سے ان اقسام کے سوائے اورون کی طمع کاٹ دی کہ اُسکے سوائے کسی اور کو یہ حصہ نہین مل سکتا بدلیل حرف انما کہ صدقات انھین مین منحصر ہین۔ پھر فقراء وہ لوگ ہین جو تمام عالم سے اپنے دل الگ کئے اور تن اُٹھائے ہوئے ہین اور سب صاف پاک ہین کیونکہ قدس قدم سے متصف ہو کر اپنی خودی سے خارج ہو کر مقدس منزہ ہو گئے اور اللہ تعالی کی فردانیت کے ساتھ منفرد ومجرد ہو رہے حالانکہ اپنے آپ کو مجرد ومنزہ ومقدس وغیرہ کچھ نہین جانتے اسلئے کہ خودی سے خارج ہین ورنہ جو کوئی اپنے آپ کو منزہ سمجھے وہ شرک خفی سے سخت نجس ہو پس یہ لوگ کسی چیز کے فقر ومحتاجی نہین رکھتے سوائے وصال ابدی کے کہ اسی وصال کے محتاج ہین اور مساکین وہ لوگ ہین جو جملہ انس مین نور قدم کے ساتھ سکون رکھتے اور جانون کو بندگی مین لگائے اپنی خودی سے خارج ہین اور اُن کے دل نور مین ڈوبے ہین اسیواسطے سید المرسلین صلعم نے مسکنت کو اختیار کیا کما روی عنہ اللہم احینی مسکینا وامتنی مسکینا واحشرنی فی زمرۃ المساکین۔ عاملین وہ عارف بندے ہین جن کو مرتبہ تمکین واستقامت کا مقام توحید مین حاصل اور وہ نور بقاء مین واصل ہین اُنکو بسط وانبساط کا نتیجہ ملتا ہو وہ اللہ تعالی کے جود کے خزائن اور اولیاء حق پر شفیق ہین۔ مؤلفۃ القلوب وہ مرید ہین جو نرم دلی وصفائی نیت سے اُسکی راہ چلے وشوق محبت مین جان فدا کی مگر قوی منزلت والون کی نسبت یہ ضعیف لوگ ہین پس اللہ تعالی نے اُن کو یہ تحفہ اُن کے مواسات ونشاط خاطر بعبادات کیلئے دیا ولیکن یہ نہین ہو کہ اُنھون نے بغرض حصول ثواب یا مقام کے یا کسی کشف وکرامت پر مطلع ہونے کے اپنے اوپر مشقت لی وجان فدا کی ہو بلکہ محض اللہ تعالی کے واسطے اُسی کے اوپر قربان ہونے کے لئے ایسا کیا ہو۔ فی الرقاب وہ لوگ ہین جن کے قلوب تو لذت محبت الٰہی مین مرہون اور اُن کے نفوس مجاہدہ مین محبوس ہین اور تمام وکمالی وہ مشاہدہ مین نہین پہونچے پس کبھی اتر سے

فریب کھاتے اور کبھی انوار لطف مین فنا ہو جاتے ہین پس جبتک اُن پر مجاہدہ کچھ باقی رہے یعنی لازم ہو کہ ابھی مجاہدہ بجالاوین تب تک مقام حقیقت مین نہین
پہونچین گے چنانچہ حدیث مین آیا کہ مکاتب برابر غلام رہیگا جبتک اُسپر ایک درم بھی باقی رہے۔ فارمین وہ لوگ ہین جنھون نے عبودیت مین حقوق معاملت
نہین ادا کیے اور ایقان مین حقائق ربوبیت کو نہین پایا اور وہ ہمیشہ اس قرضداری و غرامت مین پڑے رہین گے اسلیے کہ لقدان کے مانند وجدان کی انتہا
نہین ہے اور صبر کیساتھ بذل وجود کرنا جسقدر اُن سے فوت ہوا اُسکو اُنکی طرف سے ادا کریگا اور وجدان مین شکر کیساتھ حقوق کو ن ادا
کریگا پس قبل معرفت کے یہ قرضدار ہو کہ اپنا قرضہ ادا نہین کیا۔ اور فی سبیل اللہ۔ وہ لوگ ہین جو مجاہدات کیساتھ اپنے نفوس پر جہاد کیتے اور کشف مشاہدات
کیلیے شہود غیب مین قلوب کو مربوط کرتے ہین۔ ابن السبیل وہ لوگ کہ قلوب بیدار ازل مین اور ارواح سے میدان ابد مین اور عقول سے آیات کی راہ مین
اور نفوس سے اولیاء اللہ کی جستجو مین مسافرت اختیار کرتے ہین پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ فریضۃ من اللہ۔ یعنی فریضہ ہو از جانب آلٰہی عز وجل کہ اہل ایمان و ایقان
و عرفان کو اس قسمت سے مواسات فرمائی۔ واللہ علیم حکیم۔ ان بندون کے دنیا سے غائب ہونے کو جانتا ہو اور اہل عقبیٰ و اہل آخرت کی اسطرح مواسات
واجب کرنے مین حکمت الٰہی۔ بعض نے کہا کہ فقرا تین طرح کے ہوتے ہین ایک وہ کہ سوال نہین کرتا اور نہ تعریض اور نہ دینے سے لیتا ہی تو ایسا فقیر روحانیون
کے مثل ہی۔ دوم وہ کہ سوال و تعریض نہین کرتا مگر دینے سے اسی قدر لیتا ہی جسقدر کہ اُسکو حاجت ہو تو اُسپر کچھ حساب نہین ہی۔ سوم وہ کہ بقدر روزینہ کے
مانگ لیتا ہی اور اگر حاجت نہین ہوتی تو باز رہتا ہی پس ایسا فقیر حظیرۃ القدس مین ہی۔ ابراہیم خواص نے کہا کہ فقیر کی صفت یہ ہی کہ جب کچھ پاس نہو تو سکون
رکھے اور جب ہو تو خیرات و بخشش کرے اور مسکین وہ ہی جس پر ناداری کا نشان ظاہر ہو۔ اُستاد رحمہ نے کہا کہ سچا فقیر تو اہل حق کے نزدیک نہ آسمان کے نیچے نہ زمین
کے اوپر نہ کہین اسکا نشان ہوتا ہی یعنی نہ آسمان سے سایہ کا محتاج اور نہ زمین سے اپنا بوجھ اٹھانا چاہے اور نہ عبودیت مین اپنا نشان چاہے اور نہ کسی
معلوم سے اسکو شغل ہو پس وہ تو اللہ تعالیٰ ہی کیلیے اللہ تعالیٰ کا بندہ ہوتا ہی اور اُستاد رحمہ نے کہا کہ ابن السبیل ان کے نزدیک وہ بندہ ہو کہ جو امور مالوف طبیعت
مین اور جنین طبیعت کو توطن ہو اُن سے مسافر رہے پس وہ ہمیشہ اللہ تعالیٰ کا مہمان ہوتا ہی بھوک اسکا کھانا ہی اور خلوت اُسکا جلسہ ہی اور محبت اُسکا پینا ہی
اور حق تعالیٰ اسکا مشہود ہی واللہ اعلم۔ مترجم کہتا ہی کہ جب دونون طرح تجھے تفسیر اشارہ معلوم ہو چکا تو اگر تجھ سے سوال کیا جائے کہ یہان منافقون کے قبائح
و ذمائم کا بیان تھا پس اس آیت سے منافقون کے حق مین کیا تکمیل ہوئی تو جواب ہے کہ اس آیت سے جب بیان کر دیا کہ صدقات کے مستحق ایسے
اہل صدق اصناف مذکورین تو بتلا دیا کہ منافقین اہل استحقاق مین نہین پس وہ محروم ہین اور اُن کے طمع کی جڑ کاٹ دی کہ کبھی اس بارہ مین کلام نہ کرین۔ پھر
اللہ تعالیٰ نے منافقون کی اور ایک قسم کی جہالت و قباحت بیان فرمائی یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایذا دیتے اور بہتان سے عیب
لگاتے اور باتین اُڑاتے تھے۔ بقولہ تعالیٰ۔

وَمِنْهُمُ الَّذِينَ يُؤْذُونَ النَّبِيَّ وَيَقُولُونَ هُوَ أُذُنٌ ۚ قُلْ أُذُنُ خَيْرٍ لَّكُمْ يُؤْمِنُ
اور بعضے اُن مین بدگوئی کرتے ہین نبی کی اور کہتے ہین یہ شخص کان ہی تو کہہ کان ہی تمھارے بھلے کو یقین لاتا ہے

بِاللَّهِ وَيُؤْمِنُ لِلْمُؤْمِنِينَ وَرَحْمَةٌ لِّلَّذِينَ آمَنُوا مِنكُمْ ۚ وَالَّذِينَ يُؤْذُونَ
اللہ پر اور یقین کرتا ہی بات مسلمانون کی اور مہر ہے ایمان والون کے حق مین تم مین سے اور جو لوگ بدگوئی کرتے ہین

رَسُولَ اللَّهِ لَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ ۝
اللہ کے رسول کی اُن کو دکھ کی مار ہے

ومنھم اور منافقون مین سے۔ الذین یؤذون النبی۔ کچھ ایسے لوگ ہین کہ نبی صلعم کو ایذا دیتے ہین یعنی اپنے بد اقوال و افعال

اسطرح کہ مثلاً رسول اللہ صلعم کی شان مین ایسی جھوٹی باتین کہتے جو آپ کی شان کے لائق نہ تھین اور جب اُن سے منع کیا جاتا ہو کہ ایسی بات نہ کہو ایسا نہو کہ اُن کو خبر ہو پہنچے تو جواب مین ایسے کہتے ہین جو اللہ تعالیٰ نے نقل فرمایا۔ وَيَقُولُونَ هُوَ أُذُنٌ ۔ اور کہتے ہین کہ وہ تو کان ہو یعنی جو کچھ کہو وسن لیتا ہو۔ محاورہ بولتے ہین کہ فلان اذن سامعۃ یعنی سنتا ہوا کان ہو جو کچھ وسن لیتا اور سچ مان لیتا ہو۔ نزول اسکا منافقون کی ایک جماعت کے حق مین ہوا جو آنحضرت صلعم کی غیبت کرتے اور جب اُن مین سے بعض نے کہا کہ ایسی باتین نہ کرو ایسا نہو کہ اُنکو خبر ہو پہنچے تو جلاس بن سوید یا نبتل بن الحارث وغیرہ نے کہا کہ کچھ ڈر نہین جب ہم جا کر انکار کر کے قسم کھالین گے کہ ہم نے نہین کہا تو مان لین گے کیونکہ وہ نرے کان ہین۔ قُلْ أُذُنُ خَيْرٍ لَّكُمْ تو کہدے کہ تمھارے لئے بہتری و بھلائی کا سننے والا ہو نہ شر و فساد کا۔ ایک قراۃ مین اذن خیر دونون مرفوع بتنوین ہین یعنی تم سے سُنکر تمھاری تصدیق کرے یہ تمھارے لئے اس سے بہتر ہو کہ تم کو جھٹلائے اور سچ نہ مانے پھر منافقون کو جھٹلایا اور کہا کہ يُؤْمِنُ بِاللَّهِ یعنی ایسا نہین ہو بلکہ وہ ایمان رکھتا ہے اللہ تعالیٰ کے ساتھ۔ وَيُؤْمِنُ لِلْمُؤْمِنِينَ ۔ اور تصدیق کرتا ہو مومنون کی کہ انھین کی بات مانتا ہو اور منافقون کو جھوٹا جانتا ہو۔ اول مین حرف بار سے تعدیہ ہو کہ باللہ فرمایا سو وہ بمعنی تصدیق ایمانی ہو اور دوم مین لام ہو کہ للمومنین کہا اور یہ بمعنی سچا ماننا۔ وَرَحْمَةٌ لِّلَّذِينَ آمَنُوا مِنكُمْ ۔ حمزہ نے رحمۃ بالجر پڑھا اے اذن خیر و اذن رحمۃ عطف ہو خیر پر۔ اور دوسرون نے رحمۃ بالرفع پڑھا عطف اذن پر یعنی اذن خیر و رحمۃ پس اول پر یہ معنی کہ گوش رحمت ہو ان لوگون کیلئے جو تم مین سے ایمان لائے یعنی بطور نفاق کے ایمان ظاہر کیا پس بظاہر تمھارا قول قبول کرتا اور تمھارا پردہ فاش نہین کرتا ہو۔ اور قراۃ دوم پر یہ معنی معالم مین ہین کہ اہل ایمان کے لئے رحمت ہو کیونکہ مومنین کے ایمان سے مشرف ہونیکا وہی سبب ہو۔ پھر اس کلام مین بنا بر قراۃ اول کے تنبیہ ہو کہ تمھارا قول قبول کرنا کچھ اس وجہ سے نہین کہ وہ تمھارے حال سے نادان ہو بلکہ تم پر نرمی و رحمت کر کے مان لیتا ہو پس جب وہ ہر ایک کیلئے رحمت و شفقت ہو تو یہ کوئی عیب نہین پھر تم ایسی باتون سے اُسکو کیون ایذا دیتے ہو۔ وَالَّذِينَ يُؤْذُونَ رَسُولَ اللَّهِ لَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ ۔ اور اللہ تعالیٰ کے رسول کو جو لوگ ایذا دین اُن کیلئے دُکھ کی مار ہو یعنی منافقون کے خبیث و خوار ہونے کے باوجود جب وہ رحمت فرماتا ہو اور اسپر یہ خبیث اسکی بھلائی کے عوض اسکو ایذا دیتے ہین تو ضرور اُن کو عذاب اور بڑے دُکھ والا عذاب ملیگا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے ایک دوسری قسم قبائح افعال منافقین کو کہ مخلوق کی رضا کیلئے خالق عزوجل کی جھوٹی قسم کھاتے ہین ذکر فرمایا۔ بقولہ تعالیٰ

يَحْلِفُونَ بِاللَّهِ لَكُمْ لِيُرْضُوكُمْ وَاللَّهُ وَرَسُولُهُ أَحَقُّ أَن يُرْضُوهُ إِن كَانُوا مُؤْمِنِينَ ۝
قسمین کھاتے ہین اللہ کی تمھارے آگے کہ تم کو راضی کرین اور اللہ کو اور اُسکے رسول کو بہت ضرور ہو راضی کرنا اگر وہ ایمان رکھتے ہین

أَلَمْ يَعْلَمُوا أَنَّهُ مَن يُحَادِدِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ فَأَنَّ لَهُ نَارَ جَهَنَّمَ خَالِدًا فِيهَا ذَٰلِكَ الْخِزْيُ الْعَظِيمُ ۝
وہ جان نہین چکے کہ جو کوئی مقابلہ کرے اللہ اور اس کے رسول سے تو اسکو ہو دوزخ کی آگ پڑا رہے اُس مین یہی ہے بڑی رسوائی۔

ابن کثیر وغیرہ نے لکھا کہ قتادہ و سدی رح نے کہا ہم سے ذکر کیا گیا کہ منافقون کی جماعت مین سے ایک شخص جلاس بن سوید نے کہا کہ واللہ یہ ہمارے لوگ تو ہم سے بہتر و اشرف ہین اور جو کچھ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کہتے ہین اگر وہ سچ ہو تو ہم اس صورت مین گدھون سے بدتر ہون گے اُن کے ساتھ انصار کا ایک نوجوان لڑکا عامر بن قیس بیٹھا تھا اور اُسکو منافقون نے حقیر سمجھکر اُسکا کچھ لحاظ نہ کیا اور غیبت و بدگوئی کرنے لگے چنانچہ جب جلاس بن سوید اور ودیعہ بن ثابت نے وہ کلمہ کہا جو مذکور ہوا تو یہ لڑکا غضبناک ہو کر بولا کہ اللہ جو کچھ محمد صلعم کہتے ہین وہ سچ ہو اور تم لوگ بیشک گدھون سے بدتر ہو اور وہان سے آکر آنحضرت صلعم سے بیان کیا اور آپنے جب منافقون کو بلا کر پوچھا تو قسمین کھانے لگے کہ ہم نے ہرگز نہین کہا اور جس نے کہا ہو اسپر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہو پس آنحضرت صلعم نے اُنکی قسمون پر کہ اللہ تعالیٰ کا نام پاک درمیان مین لا کر قسمین کھائی تھین تسلیم کر لیا اور عامر بن قیس کی طرف التفات نہ کیا پس

عامر بن قیس کو غم ہوا اور دعا مانگی کہ اے میرے پروردگار تو سچے کو سچا اور جھوٹے کو جھوٹا ظاہر کر دے تو نازل ہوا قولہ تعالیٰ یَحْلِفُوْنَ بِاللّٰہِ قسمین
کھاتے ہین اللہ تعالیٰ کے نام کی یعنی جھوٹی قسمین۔ لَکُمْ تمھارے واسطے اے مومنو یعنی تمھارے واسطے اللہ تعالیٰ کی جھوٹی قسمون کی پروا نہین کرتے
بلکہ تمھارا لحاظ کرتے ہین۔ لِیُرْضُوْکُمْ تاکہ تم کو راضی کر لین۔ یہ بڑی سخت بات تھی کہ اپنے خالق عزوجل کی معصیت اُسکی مخلوق کے واسطے اختیار کی
تاکہ یہ مخلوق راضی رہے۔ وَاللّٰہُ وَرَسُوْلُہٗ اَحَقُّ اَنْ یُّرْضُوْہُ۔ حالانکہ سزاوار یہ تھا کہ اللہ تعالیٰ و اُس کے رسول کو راضی رکھتے۔
اِنْ کَانُوْا مُؤْمِنِیْنَ۔ لا ضرہما۔ اگر مومنین ہوتے تو اُنھین دونون کو راضی رکھتے یعنی اُنھین کی رضامندی چاہتے خواہ تمام مخلوق راضی
ہو یا ناراض ہو۔ پس مومن نہ تھے اسیواسطے اسکے برعکس کیا۔ قول حکمت از مشکوۃ نبوت ثابت ہے کہ جو کوئی کسی مخلوق کے راضی کرنے کیلئے اپنے
خالق کو ناراض کرے تو خالق عزوجل اُسی مخلوق کو اُسکے اوپر مسلط کر دیتا ہے کہ اُسکو تباہ کر دے اسمین تنبیہ ہے کہ آدمی پر فرض ہے کہ اللہ تعالیٰ و اُسکے
رسول کو راضی رکھے اور اسی رضا کو جان و مال سے ڈھونڈھے اگرچہ تمام مخلوق اس سے ناراض ہو جاوے کیونکہ جب حق تعالیٰ راضی ہے تو سبحان اللہ تعالیٰ
پھر کوئی مخلوق کیا کر سکتی ہے وہ خواہ مخواہ مطیع و مسخر ہوگی ضمیر یرضوہ۔ مین کلام کیا گیا کہ کس طرف راجع ہے بعض نے کہا کہ تقدیر کلام یون ہے واللہ احق
ان یرضوہ و رسولہ احق ان یرضوہ۔ پس دوم حذف ہوا اور بعض نے کہا کہ اول حذف ہوا اور دوم باقی ہے تاکہ مشعر ہو کہ اللہ تعالیٰ کی رضا اسی طرح سے
ہے کہ اسکے رسول صلعم کو اطاعت و فرمانبرداری سے راضی رکھین کیونکہ فرمایا و من یطع الرسول فقد اطاع اللہ۔ اور بعض نے کہا کہ اصل مین تھا۔ ان یرضوہما
پھر ضمیر مفرد کر دی گئی تاکہ مشعر ہو کہ اللہ تعالیٰ و اُسکے رسول کی رضا واحد ہے اور بعض نے کہا کہ اسم پاک اللہ کا تبرک کیلئے ہے اور مراد یہ کہ و رسولہ احق ان یرضوہ
یعنی رسول اللہ صلعم کا راضی رکھنا ہی سزاوار تھا بایں طور کہ ظاہر و باطن سے مطیع ہوتے اور کچھ خیال شیطانی نہ لاتے اور نہ زبان سے کلمہ شرارت
نکالتے سو اگر مومن ہوتے تو اُسکو احق جانتے پھر اللہ تعالیٰ نے منافقون کو ملامت فرمائی بقولہ اَلَمْ یَعْلَمُوْٓا کیا منافقون کو سمجھ نہ آئی اور نہ جانتے
باوجودیکہ برسون آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن کو دین و شریعت تعلیم فرمائی۔ اَنَّہٗ مَنْ یُّحَادِدِ اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ یہ بات کہ شان یہ ہے کہ جس نے
محادت کی اللہ تعالیٰ و اُس کے رسول سے بایں طور کہ اللہ تعالیٰ و رسول کی جو حد ہے اسکے سوائے دوسری حد پر چلا اور جو شق کہ اللہ تعالیٰ و رسول کی
ہے اُسکے سوائے دوسری شق اختیار کی یعنی اُن کی راہ کے سوائے دوسری راہ کنارا۔ فَاَنَّ لَہٗ نَارَ جَہَنَّمَ۔ لے فان نار جہنم جزاء لہ
تو جہنم کی آگ اُسکی سزا ہے۔ خَالِدًا فِیْہَا۔ اس حال سے کہ آگ مین اُس کے لئے ہمیشگی مقدر ہے جب سے داخل ہو گا۔ ذٰلِکَ الْخِزْیُ الْعَظِیْمُ
یہ سزا تو بڑی سخت خواری ہے۔ واضح ہو کہ محادت لغت مین بمعنی مخالفت اور باہمی عداوت وغیرہ مین مستعمل ہے اور معنی وہ ہین جو مذکور ہوئے اور قولہ فان لہ الخ
بفتح ان جواب شرط ہے پس جملہ ہونا چاہیے لہذا خبر مقدم قرار پائی اے فحق لہ۔ رازی نے کبیر مین کہا کہ یہ بھی احتمال ہے کہ معنی اُسکے فلہ نار جہنم ہون
اور حرف اَنَّ بغرض تاکید مکرر ہوا پھر اعتراض کیا کہ اس صورت مین موکد اور تاکید کنندہ کے درمیان اجنبی چیز سے فصل لازم آتا ہے و لیکن یہ اعتراض
کچھ نہین ہے پھر کہا کہ جواب مین محتمل ہے کہ محذوف ہوا ہے من یحادد اللہ و رسولہ یہلک فان لہ نار جہنم۔ پس جملہ فَاَنَّ تعلیل محذوف ہے یعنی جس نے اللہ تعالیٰ
و رسول کی مخالفت کی وہ ہلاک ہوگا کیونکہ اُسکے لئے آتش دوزخ سزائے دائمی ہے۔ اگر کہا جاوے کہ الم یعلموا سے منافقون کو کیونکر خطاب ہوا
اسلئے کہ علماء معانی نے کہا کہ الم تعلم کا خطاب ایسے شخص کو ہوتا ہے جو کسی بات کو جان لینے کے بعد بھول گیا یا منکر ہو گیا ہو تو اُس سے کہا جاتا ہے کہ
تو نے جانا نہین کہ بات ایسی ہے اور یہان منافق کبھی یقین نہین لائے تھے تو جواب اسکا تقریر تفسیر سے تجھے ظاہر ہو گیا ہو گا یعنی جبکہ رسول اللہ صلعم
زمانہ دراز تک لوگون مین وعظ و نصیحت فرماتے اور شرائع و دین و جزاء و سزا سکھلاتے و بتلاتے رہے تو منافقون کو خطاب کیا کہ باوجود ایسی تعلیم کے
بھی کیا ملعون نے نہ جانا کہ مخالفت اللہ تعالیٰ و رسول کی یہ سزائے سخت ہے پھر منافقون کو فضیحت و رسوائی سے ڈرایا۔ بقولہ تعالیٰ

يَحْذَرُ الْمُنٰفِقُوْنَ اَنْ تُنَزَّلَ عَلَيْهِمْ سُوْرَةٌ تُنَبِّئُهُمْ بِمَا فِيْ قُلُوْبِهِمْ قُلِ اسْتَهْزِءُوْا اِنَّ اللّٰهَ

ڈرا کرتے ہین منافق کہ نازل نہو اُن پر کوئی صورت کہ جتادے انکو جو اُن کے دل مین ہی تو کہہ ٹھٹھے کرتے ہو اللہ

مُخْرِجٌ مَّا تَحْذَرُوْنَ ۝ وَلَئِنْ سَاَلْتَهُمْ لَيَقُوْلُنَّ اِنَّمَا كُنَّا نَخُوْضُ وَنَلْعَبُ قُلْ اَبِاللّٰهِ

کھولنے والا ہے جس چیز کا تم کو ڈر ہی اور جو تو اُن سے پوچھے تو کہین ہم تو بول چال کرتے تھے اور کھیل تو کہہ کیا اللہ سے

وَاٰيٰتِهٖ وَرَسُوْلِهٖ كُنْتُمْ تَسْتَهْزِءُوْنَ ۝ لَا تَعْتَذِرُوْا قَدْ كَفَرْتُمْ بَعْدَ اِيْمَانِكُمْ اِنْ نَّعْفُ

اور اس کے کلام سے اور رسول سے ٹھٹھے کرتے تھے بہانے مت بناؤ تم کافر ہوگئے ایمان لاکر اگر ہم معاف کرینگے

عَنْ طَآئِفَةٍ مِّنْكُمْ نُعَذِّبْ طَآئِفَةًۢ بِاَنَّهُمْ كَانُوْا مُجْرِمِيْنَ ۝

تم مین بعضون کو البتہ ماربھی دینگے بعضون کو اُسپر کہ وہ گنہگار تھے

ابن عباس رض سے مروی ہو کہ اللہ تعالیٰ نے اس سورہ مین ستر منافقون کا ذکر مع اُنکے نام واُن کے باپون کے نام کے نازل کیا تھا پھر اُن کے نام ونسب کا ذکر منسوخ فرمایا اور یہ مومنون پر رحمت تھی کیونکہ اُن کی اولاد مین سچے ایمان والے پیدا ہونیوالے تھے یعنی بنظر رحمت اُن کے آبا منافقین کے نام نسخ فرمائے تاکہ عار وشرم دائمی باقی نرہے اور وقت نزول کے جو اُن کی تفضیح مقصود تھی وہ حاصل ہوگئی کہ نفاق وشک سے یقین نہین کرتے تھے کہ ہمارے اقوال ذمیمہ وافعال قبیحہ سے اللہ تعالیٰ مطلع ہو پس نام بنام ہر ایک کے خفیہ نفاق ونالائق حرکات کو بیان کرکے نفیحت کردیا اسیوجہ سے اس سورہ کا نام مبعثرہ اور مشیرہ بھی ہو کہ اُن کے قبائح کی خاک اُڑادی چنانچہ فرمایا یَحْذَرُ الْمُنٰفِقُوْنَ حذر وخوف کرتے ہین منافقین۔ اَنْ تُنَزَّلَ عَلَيْهِمْ۔ اس بات کا کہ اُتاری جائے مومنون پر۔ سُوْرَةٌ تُنَبِّئُهُمْ بِمَا فِيْ قُلُوْبِهِمْ۔ ایسے سورہ جو آگاہ وخبردار کردے مومنون کو اُن باتون سے جو منافقون کے دلون مین ہین یعنی منافقون کو جو کچھ حسد وعداوت ونفاق مومنون کے ساتھ ہو اس سے مومنون کو آگاہ کردے عجب ہو کہ منافقین اپنی شان مین قرآن کے نزول سے نفیحت ورسوائی کا خوف کرتے اور باوجود اس کے نفاق پر مستعد اور ٹھٹول پر جمے ہوئے تھے۔ اس سے ظاہر ہو کہ منافقون مین بعض ایسے تھے کہ نزول قرآن وانپی نفیحت سے ڈرتے تھے ولیکن شک اُن کے دل سے نہین جاتا تھا پس ہدایت فقط اللہ تعالیٰ ہی کی طرف سے ہو اور دلون کے بھید وہی پاک پروردگار خوب جانتا ہو اسی واسطے حضرت عائشہ صدیقہ رضنے بعد آنحضرت صلعم کے نفاق سے انکار کیا یعنی دلون کے بھید سے اللہ تعالیٰ وحی کیساتھ اپنے رسول صلعم کو آگاہ فرماتا تھا پس اب کسی پر منافق کا حقیقی اطلاق نہین ہوسکتا اور وآیت سے معلوم ہوا کہ نزول قرآن کے بالجملہ قائل تھے کیونکہ حذر اُسکو متضمن ہو اور باوجود اسکے بسبب قطعی یقین نہ لانے کے منافق ہوئے پس اللہ تعالیٰ نے حکم دیا کہ قُلِ اسْتَهْزِءُوْا۔ کہدے اے محمد صلعم ان منافقون سے کہ اچھا تم لوگ ٹھٹول کرو۔ اِنَّ اللّٰهَ مُخْرِجٌ مَّا تَحْذَرُوْنَ ضرور اللہ تعالیٰ اس بات کو ظاہر کردینے والا ہو جس سے تم حذر کرتے ہو۔ اس کلام مین اُن کی نفیحت مقدر ہونا نکلتی ہے اور یہ امر جیسا ان لوگون کے حق مین نفیحت اور صریح اُن کو ایمان لانے پر مجبور کرنیوالا تھا مومنون کے حق مین مورث مزید ایمان تھا کیونکہ آیات مورث تنویر ایمان ہین۔ کما قال تعالیٰ فاما الذین آمنوا فزادتهم ایمانا الآیۃ۔ اگر کہا جائے کہ قولہ قل استهزءوا۔ سے استہزا کرنے کا خود حکم دیا۔ جواب یہ کہ یہ امر تہدیدی ہو جیسے کسی کو کہا جائے کہ اچھا تو شراب پی دیکھ تجھے کیسے دُرّے مارے جاتے ہین۔ اور معالم وغیرہ مین ابن کیسان سے ذکر کیا جسکا حاصل یہ کہ بارہ منافقون نے تبوک سے لوٹتے ہوئے رات مین ایک گھاٹی پر توقف کیا تاکہ جب رسول اللہ صلعم یہان پہونچین تو اُن سے دغا کرین ولیکن آنحضرت صلعم کو وحی سے معلوم ہوگیا آپنے حضرت حذیفہ رض کو حکم دیا اُنھون نے مار کر منافقون کے اونٹ راہ سے ہٹا دیئے اور کسی کو نہ پہچانا پھر حضرت صلعم نے

تام بنام ایک ایک کو بتلا دیا اور کہا انکو قتل مت کرو کہ خلاف اخلاق و بدنامی ہی اللہ تعالی اُن کو دبیل کی بیماری سے ہلاک کریگا۔ حدیث مسلم مین ہی
کہ میری اُمت مین بارہ منافق ہین کہ جنت کی خوشبو بھی نہ پاوینگے جنمین سے آٹھ کے دونون شانون کے بیچ شعلۂ آگ کے مانند دبیل نکل کر انکے
سینہ سے پھوٹے گا۔ قال تعالی۔ وَلَئِنْ سَأَلْتَهُمْ اور جب تو اُن سے پوچھے کہ تم میرا اور قرآن کا ذکر کرکے اُس سے ٹھٹھول کرتے جاتے ہو
یعنی تبوک کو جاتے ہوئے۔ لَيَقُولُنَّ إِنَّمَا كُنَّا نَخُوضُ وَنَلْعَبُ۔ تو تجھے جواب دینگے کہ ہم تو خوض ولعب کرتے تھے یعنی راستہ کاٹنے
کیلئے دل لگی کی باتین کرتے تھے کچھ ٹھٹھول کرنا ہمارا قصد نہ تھا۔ قُلْ أَبِاللَّهِ وَآيَاتِهِ وَرَسُولِهِ كُنْتُمْ تَسْتَهْزِئُونَ۔ تو کہیو
کہ بھلا کیا تم لوگ اللہ تعالی واسکی آیات اور اسکے رسول سے ٹھٹھا کرتے تھے۔ ابن کثیر رح نے ذکر کیا کہ عبد اللہ بن عمر رض نے کہا کہ بتوک جاتے ہوئے ایک شخص
نے کہا کہ مین نے تو اپنے ان قاریون کے مانند کوئی نہین دیکھا کہ کھانے مین سب سے بڑھکر پیٹو اور بولنے مین سب سے زیادہ جھوٹے اور لڑائی مین
بڑے بودے ہیں۔ پس اسکو ایک ایماندار نے جواب دیا کہ تو بڑا مفتری اور منافق معلوم ہوتا ہی جو ایسی جھوٹی باتین بناتا ہی۔ مین جاکر رسول اللہ صلعم کو
خبر دونگا۔ پس قرآن نازل ہوا۔ عبد اللہ رض کہتے ہین کہ مین نے اس منافق کو دیکھا کہ رسول اللہ صلعم کے ناقہ کے آگے آگے پتھرون سے ٹھوکر کھاتا دوڑتا
چلتا اور کہتا جاتا ہی کہ ہم تو راہ کاٹنے کو دل لگی کی باتین کرتے تھے اور حضرت صلعم فرماتے کہ ابا للہ وآیاتہ ورسولہ کنتم تستہزؤن۔ یعنی منافقون کے
انکار کرنے کو نہ مانا بلکہ ایسا استہزار واقع ہونے کو ثابت کیا پھر بطریق استفہام توبیخی کے انکار کیا یعنی تم پر ملامت ہی کہ تم ایسا کرتے تھے۔ لَا تَعْتَذِرُوا
اعتذار لغت مین محو اثر و انقطاع ہی کما فی قولہم اعتذر المنزل یعنی حویلی کا نشان مٹ گیا و اعتذرت المیاہ۔ پانی منقطع ہو گیا۔ اعتذار کرنیوالا بھی
چاہتا ہی کہ جو گناہ کیا اُسکا نشان مٹا دے۔ پس اللہ تعالی نے منافقون کو منع فرمایا کہ مت اعتذار کرو کیونکہ جھوٹے عذر قبول نہ ہونگے۔ قَدْ كَفَرْتُمْ
بَعْدَ إِيمَانِكُمْ۔ البتہ تم نے ایمان کے بعد کفر کیا یعنی ایمان ظاہر کرنے کے بعد خواہ دل مین بالکل یقین نہ تھا یا مذبذب تھے اب کفر ظاہر کردیا
اصلی کہ قرآن کلام الٰہی کو کہا کہ محمد صلعم اپنی طرف سے بتلاتے ہین اور اللہ تعالی کے آیات و رسول سے استہزار کیا۔ مسئلہ جو کوئی کسی آیت پر یا آنحضرت صلعم
کا کلام جان کر حدیث پر یا مسئلہ شرعی پر اس ادعا سے کہ حکم شرعی ہی یا آنحضرت صلعم پر استہزار کرے یا استخفاف کرے یا عیب لگادے وہ کافر ہی اور اگر دل ہی مین
رکھے زبان سے نہ کہے تو وہ منافق حقیقی ہی اور اگر اسکے دل مین شیطان نے ان باتون کے ساتھ وسوسہ ڈالا اور اُسنے ایسا وسوسہ بہت برا اور شیطانی
دھوکا جانا تو وہ مومن ہی اور استغفار و اعوذ باللہ کرنے پر ثواب پاویگا۔ غور کرو کہ منافقون کی جھوٹی قسم پر آنحضرت صلعم خاموش ہوتے اور عذر قبول کرتے
تو درحقیقت یہ رحمت و نرمی تھی مگر منافق کمبخت عیب لگاتے اور کہتے کہ وہ تو نرے کان ہی کان ہین اب یہان منافقون کی باتون کو قبول نہ کیا و صاف
صاف کھول دیا اور حق تعالی نے حکم بھیجدیا کہ لاتعتذروا قد کفرتم آہ۔ یعنی مت جھوٹے عذر کرو والبتہ تم نے استہزار وغیرہ باتون سے ایمان ظاہر کرنے و کفر
دل ہی مین رکھنے کے بعد اب زبان سے بھی کفر ظاہر کردیا۔ محمد بن اسحاق نے روایت کیا کہ جب رسول اللہ صلعم تبوک کو جاتے تھے تو منافقون کی
ایک جماعت بھی ذرا دور ساتھ ساتھ چلی جاتی تھی جنمین سے ودیعہ بن ثابت و مخشی بن حمیر بھی تھے انھون نے آپس مین اہل اسلام و ایمان کے
ڈرانے کو کہنا شروع کیا کہ کیا تم لوگ دشمن کی دلیری و جوانمردی ایسی ہی سمجھے ہو جیسے عرب آپس مین لڑتے ہین [illegible] ۱۲ واللہ مین تو دیکھتا ہون کہ گویا تم کل کے
روز اُن کی لڑائی مین زنجیرون سے جکڑے پڑے ہو یعنی شکست کھا کر قید ہو گئے ہو۔ تو مخشی بن حمیر جسکا یہ حال تھا کہ منافقون کی باتون سے چپکا چپکا
رہا کرتا اور انکے مسخرہ پن و استہزار پر خالی ہنس دیتا تھا خود کبھی کچھ نہین کہتا وہ اسوقت بولا کہ مجھے خوف ہی کہ تمہاری اس گفتگو پر قرآن نازل ہو اور
مجھے تو پسندیدہ ہی کہ ہم مین سے ہر ایک سو کوڑے مارے جاوین بہ نسبت اس کلام کے۔ یہ لوگ اسی حال مین تھے کہ وہان رسول اللہ صلعم نے عمار
بن یاسر رض سے کہا کہ جاکر قوم کی خبر لے کہ وے منافقون کی آگ مین جلے جاتے ہین اور منافقون سے پوچھنا کہ تم نے کیا کہا اگر انکار کرین تو کہنا کہ نہین

بلکہ ضرور تم نے ایسا ایسا کہا ہو جب عمارؓ نے اُن سے جاکر ایسا ہی کہا تو آنحضرت صلعم کے پاس عذر کرتے ہوئے آئے اور بعض نے کہا کہ یا رسول اللہ ہم تو راہ کاٹنے کو دل لگی کی باتیں کرتے تھے۔ مخشی بن حمیر کا نام بعض نے جحش بن حمیر ذکر کیا جسکے لفظی معنی یہیں کہ چھوٹے گدہے کا بچہ۔ اسنے رسول اللہ صلعم سے عرض کیا کہ یا رسول اللہ مجھے جو پہونچا یہ میرا اور میرے باپکے نام کا اثر ہوا اور وہ سچے دل سے مسلمان ہوگیا اور دعا مانگی کہ اے میرے مولائے حق عز و جل مجھے ایسا شہید کردے کہ کوئی میرا ٹھکانا بھی نہ جانے۔ اور یہ نفاق کے بعد کمال اخلاص تھا کہ پھر تک کا نشان نہ ملے کہ کوئی شہید کہے اور اُس دن سے عبدالرحمن نام ہوا۔ اکثر علما نے ذکر کیا کہ جنگ یمامہ میں شہید ہوے کہ کہیں نشان نہ ملا رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ اور اللہ تعالیٰ نے انھیں عبدالرحمن کے مانند تو بہ کرنیوالوں کو عفو فرمایا ہی چنانچہ فرمایا۔ اِنْ نَّعْفُ عَنْ طَآئِفَةٍ مِّنْكُمْ۔ اگر ہم تم میں سے ایک ٹکڑے کو عفو کریں جنھوں نے نفاق چھوڑ کر اخلاص کیا۔ نُعَذِّبْ طَآئِفَةً تو دوسرے گروہ منافق کو ضرور عذاب کریں گے۔ بِاَنَّهُمْ كَانُوْا مُجْرِمِيْنَ۔ اس سبب سے کہ وے مجرم یعنی منافق رہے ہیں۔ طائفہ یعنی جماعت اور ابن اسحاق وغیرہ نے کہا کہ اس جماعت نفاق میں سے فقط جحش بن حمیر ہی کو نجات ملی اور عفو کیا گیا اور چونکہ وارد ہوتا ہی کہ اللہ تعالیٰ نے طائفہ کو عفو فرمایا تو اکیلے جحش بن حمیر پر کیونکر صادق ہوگا تو زجاج وغیرہ نے جواب کی طرف اشارہ کیا کہ جو لفظ جماعت کیلیے ہو وہ عرب کبھی واحد پر بھی بولتے ہیں لہذا یہاں طائفہ اولیٰ سے فقط جحش مراد ہیں جیسے قولہ ان ابراہیم کان امۃ الآیۃ میں اکیلے ابراہیم علی نبینا و علیہ السلام کو امت فرمایا۔ فی العرائس قولہ لاتعتذروا قد کفرتم بعد ایمانکم۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے کلام پاک یعنی انک لعلی خلق عظیم۔ سے کمال خلق سے موصوف فرمایا ایسے ہی دشمنوں کو قبیح خصلت سے مقبوح بیان فرمایا اگرچہ وہ اپنے عیوب نہیں دیکھتے تھے۔ استاد رحمہ نے کہا کہ منافقوں بدخلق نے رسول اللہ صلعم کو عین نشان کرم و فضل پر یعنی اُن کو صاف صاف جھوٹا نہ بتلانے پر عیب لگایا اور اپنے دروغ گوئی و جھوٹی قسم کھانے وغیرہ قبائح پر نظر نہ کی۔ سچ ہو مومن بھاری بھرکم کریم النفس ہوتا ہی جیسے منافق حقیر خوار و فرومایہ و بخیل ہوتا ہی۔ واضح ہو کہ منافقین جھوٹی قسموں وغیرہ سے مومنوں کو فریب دیتے اور کہتے کہ انہم لمنکم۔ یعنی ہم تمہیں میں سے ہیں حالانکہ اللہ تعالیٰ کے رسول کو عیب لگاتے و قرآن کو جھٹلاتے تو اللہ تعالیٰ نے اُن کو جھٹلا دیا۔ بقولہ۔

اَلْمُنٰفِقُوْنَ وَالْمُنٰفِقٰتُ بَعْضُهُمْ مِّنْۢ بَعْضٍ يَاْمُرُوْنَ بِالْمُنْكَرِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمَعْرُوْفِ

منافق مرد اور عورتیں سب کی ایک چال ہے سکھاویں بات بُری اور چھڑاویں بھلی سے

وَيَقْبِضُوْنَ اَيْدِيَهُمْ ۭ نَسُوا اللّٰهَ فَنَسِيَهُمْ ۭ اِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ ○

اور بند رکھیں اپنی مٹھی بھول گئے ہیں اللہ کو سو وہ بھول گیا اُن کو تحقیق منافق وہی ہیں بے حکم

وقف لازم

اَلْمُنٰفِقُوْنَ۔ اہل نفاق میں سے مرد لوگ اور وہ اسوقت تین سو تھے۔ وَالْمُنٰفِقٰتُ اور اہل نفاق میں سے عورتیں اور وہ اسوقت ایک سو ستر تھیں۔ بَعْضُهُمْ مِّنْۢ بَعْضٍ۔ یہ خبر ہی یعنی منافق مرد اور منافق عورتیں آپس میں بعض از بعض ہیں۔ اسکے معنی میں دو قول ہیں ایک یہ کہ منافقوں کے بعض کے بعض سے ہونے سے مقصود تشبیہ ہی کہ نفاق کرتے اور ایمان سے دور رہتے ہیں اہل نفاق کے مرد و عورتیں آپس میں متشابہ ہیں گویا ایک ہی چیز کے ٹکڑے ہیں۔ و حاصل یہ کہ اُنمیں سے مذکر ہوں یا مؤنث ہوں سب یکساں ہیں وہ ایمان نہیں لاویں گے قول دوم یہ کہ منافقین جو قسم کھاتے تھے کہ واللہ ہم تمہیں میں سے ہیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے اُن کے جھوٹ کھول دینے کو ذکر فرمایا۔ بقولہ تعالیٰ یحلفون باللہ انہم لمنکم وما ہم منکم الآیۃ۔ وہی یہاں مقصود ہی کہ وے جو قسم کھاتے ہیں کہ تم میں سے ہیں تو جھوٹے ہیں بلکہ اُن کے مرد و عورتیں آپس میں بعضوں میں سے بعض ہیں۔ اگر کہا جائے کہ قولہ وما ہم منکم سے تو بیان فرما دیا تھا کہ وہ تم میں سے نہیں ہیں پھر یہاں تکرار ہوگی تو جواب یہ کہیئے تو خلاصہ بیان فرما دیا تھا

یہان اُسکی تقریر بیان فرمائی کہ وے تم مین سے نہین بلکہ آپس مین بعض از بعض ہین اور آگے جو بیان آتا ہی اور مومنون کے چال چلن سے اُلٹا منافقون کا چال چلن ہونا ثابت کرتا ہی وہ گویا اُن کے مومنون مین سے ہونے پر دلیل ہی یعنی قولہ یَاْمُرُوْنَ بِالْمُنْكَرِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمَعْرُوْفِ یعنی منافق مرد وعورتین آپس مین ایک دوسرے مین سے ہین اس حال کیساتھ کہ حکم کرتے ہین امر منکر کا اور منع کرتے ہین امر معروف سے۔ منکر اسم مفعول ادا نکار یعنی ہر وہ امر جو عقل وشرع سے قبیح ہو جیسے معروف ہر وہ فعل جو شرع مین اچھا ہو پس مراد منکر سے کفر وشرک جملہ معاصی ہین جیسے معروف ایمان وطاعات ہین دحاصل یہ ہوا کہ منافق مرد ہون یا عورتین اُنکا حال یہ ہی کہ کفر وشرک وبُری باتین کرنے پر آپس مین ایک دوسرے کو اور غیر لوگون کو آمادہ کرتے ہین اور بھلی باتون ایمان وطاعات سے روکتے ہین۔ وَيَقْبِضُوْنَ اَيْدِيَهُمْ۔ اور اپنی مٹھیان بند کرتے ہین یہ کنایہ بخل سے ہی یعنی نیک کامون مین خرچ کرنے سے بخل کرتے ہین اسوجہ سے دار آخرت پر اُن کو یقین نہین اسلیئے دنیادی لذتون کھانے پینے پہننے اوڑھنے لہو ولعب کھیل تماشے شادی بیاہ مین خرچ کرنے کو موقع سے خرچ کرنا سمجھتے اور محتاجون کی پرورش وخیرات وتیمیون و بیکسون کی خبرگیری وغیرہ کے مرف کو فضول خیال کر کے مٹھیان بند کر لیتے ہین یہ اسوجہ سے کہ آخرت پر اُن کو یقین نہین ہی بخلاف مومنون کے کہ وے بُری باتون سے منع کرتے اور بھلی باتون کا حکم کرتے اور اللہ تعالیٰ کی راہ مین خرچ کرتے ہین پس ثابت ہوا کہ منافق لوگ کچھ بھی مومنون مین سے نہین ہین اور اُن مین کچھ ایمان نہین ہی۔ نَسُوا اللّٰهَ فَنَسِيَهُمْ۔ بھولے وہ لوگ اللہ تعالیٰ کو پس اللہ تعالیٰ اُن کو بھولا۔ یہان یہ سوال ہوتا ہی کہ بھولنا بندے کے اختیار سے باہر ہی اور یہ بھی ثابت ہو لیا کہ اللہ تعالیٰ بھول چوک پر مواخذہ نہین فرماتا جیسا کہ حدیث سے ثابت ہی کہ اللہ تعالیٰ نے میری اُمت سے بھول کا مواخذہ معاف کر دیا ہی پھر یہان منافقون کو بھول پر کیون پکڑا اور دوسرا سوال یہ کہ اللہ تعالیٰ بھول چوک سے پاک ہی تو جواب اول کا یہ ہی کہ نسیان سے یہان غفلت کرنا مراد ہی اور اللہ تعالیٰ کا بھولنا یہ کہ اُن کو لطف وفضل سے محروم ومتروک کر دیا پس قولہ نسوا اللہ فنسیھم اے غفلوا ذکر اللہ وطاعتہ فترکھم اللہ من لطفہ وفضلہ یعنی اُنھون نے اللہ تعالیٰ کی یاد وبندگی سے غفلت کی تو اللہ تعالیٰ نے بھی اُن کو اپنے لطف وفضل سے محروم ومتروک کیا۔ اور اللہ تعالیٰ کی جناب مین یہان نسیان کا اطلاق بطریق مقابلہ کے ہی جیسے کہتے ہین کہ تجھ پر کوئی ظلم کرے تو تو بھی اُس پر ظلم کر حالانکہ مقصود یہ کہ تو بھی اُسکے ظلم کا بدلا اُسکو دیدے اور ظلم کا بدلا ظلم نہین ہوتا ہی بلکہ عین انصاف ہی پس مراد یہ کہ منافقون کے نسیان وغفلت کرنے کا بدلا اُنکو دیا۔ اور بعض نے جواب دیا کہ معنی یہ ہین کہ اللہ تعالیٰ نے اُن کے ساتھ وہ برتاؤ کیا جو بھولنے والا بھولے ہوئے کیساتھ کرتا ہی حاصل اسکا یہ کہ دنیا مین بندے اللہ تعالیٰ سے بندگی ونکوکاری وبُرے کامون سے پرہیزگاری کا عہد کر کے اس مسافرخانہ مین چندروز بسر کرنے کو آئے تھے۔ اور اللہ تعالیٰ نے وعدہ دیا کہ عہد پورا کر کے اصلی گھر مین جب آؤگے تو تم کو ایسے گھر (جنت) مین ٹھکانا ملیگا جہان پاک پروردگار سبحانہ کی رضامندی ہی بدون کسی مشقت وتکلیف وغم وغیرہ کے جسمین ہمیشہ رہین گے پس مومنین نے عہد پورا کیا اور اس سرائے فانی کو بندگی کے ساتھ یاد الٰہی مین بسر کر کے جہان باقی مین پہونچ گئے اور منافقون نے اسی گھر اور یہین کی زندگی پر اعتماد کیا اور اُلٹے بُرے کامون کا حکم اور بھلے کامون سے مانع ہوئے اور اللہ تعالیٰ کو بھولے پس اللہ تعالیٰ نے بھی ان کو بدلا دیا کہ لطف ورحمت سے محروم ومتروک کر دیا۔ اِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ۔ لفظ ہم ضمیر فصل ہی اور اسم وخبر دونون پر الف لام ہی تو حصر کا فائدہ نکلا اور معنی یہ ہوئے کہ البتہ منافقین ہی فاسق لوگ ہین۔ سوال ہوا کہ بعضے مومن بھی گنہگار ہوتے ہین اور فاسق وہ ہی کہ طاعت سے باہر ہو جاوے تو گنہگاری کے وقت مومن بھی فاسق ہوا۔ جواب یہ ہی کہ یہان پورا فاسق مراد ہی یعنی فسق کرنے مین کامل درجہ منافقون ہی کا ہی اور جب یہ درجہ کامل ہوا تو کفر وشرک ہو گیا۔ دوسرا سوال یہ ہی کہ قولہ ان المنافقین۔ کی جگہ ضمیر کافی تھی یعنی انھم ہم الفاسقون تو جواب یہ کہ ضمیر مین ایک ابہام ہوتا ہی پس فضیحت کرنے کو اسم ظاہر کر دیا اور دوسرے یہ کہ کبھی اسم ظاہر بجائے ضمیر کے تحقیر کرنے کو لاتے ہین اور یہی یہان ہے —

تمام آیت کا حاصل یہ ہوا کہ منافق مرد ہوں یا عورتیں ہوں آپس میں مشابہ ہیں یا رے لوگ آپس میں یہ اُن سے اور وہ اُن سے ہیں اُن میں سے کوئی مومنوں میں سے نہیں۔ دیکھو اُن کا یہ حال ہے کہ بُرے کاموں کے کرنے کو کہتے اور بھلے کاموں سے منع کرتے ہیں اور چونکہ دار آخرت پر یقین نہیں تو لہو ولعب معاصی میں ہزاروں خرچ کریں لیکن آخرت کیلئے خرچ کرنے میں مٹھی بند کئے اور بخیل ہیں کیونکہ دنیاوی زندگی ولہو ولعب ہی کو سچ جانتے ہیں یہ لوگ اللہ تعالیٰ کو بھولے تو اللہ تعالیٰ نے اُن کو بھی متروک محروم کر دیا سو یہی لوگ تو پورے فاسق ہیں۔ اب اُنکا عذاب آگے بیان ہوگا۔ ف۔ **فی العرائس** قولہ المنافقون والمنافقات بعضهم من بعض۔ اسمیں بطریق اشارت بیان ہے کہ طینت نفاق میں جب قہر الٰہی تاثیر فرماتا ہے تو اُسوقت اہل نفاق کے طبائع بعض از بعض ظاہر ہوتے ہیں چنانچہ بعض کی طینت سے جو سرزد ہوتا ہے اُسکو اُن میں سے دوسرے پسند کرتے ہیں اور اسمیں متفق ہیں کہ منکرات کا حکم کریں چنانچہ اللہ تعالیٰ پر ایمان لانے والے بندوں کے ایذا دینے میں اللہ تعالیٰ و اُسکے رسول صلعم کی مخالفت کرنے پر خوش ہیں۔ **ابوبکر الوراق** رح نے کہا کہ ایک منافق دوسرے منافق کے لئے پردہ ہوتا ہے کہ باہم ایک دوسرے کے عیوب چھپاتے ہیں بخلاف مومنوں کے کہ ایک مومن دوسرے مومن کا آئینہ ہے کہ اُسکے عیوب اُسکو دکھلاتا اور نجات کی راہ دکھلاتا ہے۔ قولہ تعالیٰ ویقبضون ایدیهم نسوا اللہ فنسیهم اسمیں اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا کہ منافقین سخت بخیل ہوتے ہیں جب مال نہیں دیتے تو اللہ تعالیٰ کے واسطے کب جان دینگے اور اپنی تنہائی میں اہل ایمان وایقان پر اُنگلیاں کاٹتے اور مٹھیاں بھینچتے ہیں۔ اہل بغض ونفاق کا یہی حال ہے کہ اُن میں سے ہر ایک جب بیٹھتا تو مٹھی مروڑتا اور اُنگلیاں کاٹتا اور حسد وعداوت پر اُبلتا ہے حالانکہ اہل ایمان واولیاء الرحمن اُن کے حق میں سعادت کی دعا ہی مانگتے ہیں مگر ان جنہیوں کی طرف سے احسان کا بدلا یہ اساءت اور یہ حسد وعداوت ہے دیکھو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے واذا خلوا عضوا علیکم الانامل من الغیظ۔ اسکا جواب حضرت حق عزوجل نے اپنے قولی کے ساتھ اپنے اولیاء کی طرف سے فرمایا۔ قل موتوا بغیظکم۔ اے حبیب محمد صلعم تو ان منافقوں سے کہدے کہ تم اپنے جلاپے میں مرو یعنی بندگان حق کا کچھ نہیں کر سکتے ہو۔ پھر حق تعالیٰ نے بیان فرما دیا کہ یہ غیظ اُنکو اس سبب سے پیدا ہوا کہ منافقین وکفار بمقتضائے حکمت بالغۂ الٰہی تعالیٰ اُسکی سخت گرفت جبروتی کے قہر میں مقہور وسیاہ ہو کر حق تعالیٰ و اُسکے عہد کو فراموش کئے ہوئے ہیں برعکس مومنوں کے جو باختیار حضرت باری تعالیٰ اُسکی ربوبیت کے نسبت رحموتی کے لطف میں مسعود ومرحوم ومنور ہو کر اُس کے عہد پر قائم اور اُسکی یاد میں مستغرق ہیں ناچار اُن کو اپنی ضد سے عداوت ہے کیونکہ اُنکی فطرت پر قہر کی گرفت سے نسیان طاری ہے بس حقیقت یاد الٰہی کا مزہ اُن کو کچھ نہیں ملا اسی سے جلال وعظمت وکبریاء الٰہی سے جاہل ہو کر یاد الٰہی چھوڑ کر قہر کے اندھیرے میں ناچتے پھرتے ہیں کبھی ان کو راہ راست نظر نہ آویگی سو واضح ہو کہ جو کوئی معرفت الٰہی کا دعوی کرے اور اُسکو محبت الٰہی کا کچھ مزہ نہ آیا ہو اور یہ مدعی سچا نہ ہو تو اُسکا بھی یہی حال ہوگا پس اولیاء الٰہی کیساتھ مہر نہ کر سکے گا امید جیسے راہ مستقیم سے منہ موڑ کر دنیا جمع کرنے میں پڑ جاتے ہیں اور راہ حق سے محجوب ہو جاتے ہیں پس اللہ تعالیٰ اُن کو جاہ ودولت دنیا کی ہمت میں چھوڑ دیتا ہے اور اسمیں سے اللہ تعالیٰ کی راہ میں کچھ خرچ کرنے کی بھی توفیق نہیں پاتے چنانچہ فرمایا یقبضون ایدیهم نسوا اللہ فنسیهم۔ بدون واؤ عاطفہ کے دونوں جملوں کا اتصال دلالت کرتا ہے کہ نسیان موروث حرمان ہوا۔ بعض نے فرمایا کہ قولہ یقبضون ایدیهم۔ مراد یہ کہ حاجات ودعاؤں میں اپنے مولی کی طرف اپنے ہاتھ اُٹھاتے نہیں بلکہ بند رکھتے ہیں بعض نے کہا کہ صدقہ دینے یا مسکین کو دینے سے مٹھی بھینچے رہتے ہیں۔ **سہل** رح نے کہا کہ قولہ نسوا اللہ فنسیهم یعنی اللہ تعالیٰ نے اُن کے پاس جو نعمتیں بھیجیں ان کی شکر گزاری بھولے تو اللہ تعالیٰ نے بھی اُن کو اپنی یاد سے ولپنے اوپر ورسول پر ایمان لانے سے بھلا دیا۔ پھر اللہ عزوجل نے منافقوں کا عذاب اور اُن کی مشابہت بگذشتہ امتیہ بیان فرمائی۔ بقولہ تعالیٰ۔

وَعَدَ اللّٰهُ الْمُنٰفِقِيْنَ وَالْمُنٰفِقٰتِ وَالْكُفَّارَ نَارَ جَهَنَّمَ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ۭ هِيَ حَسْبُهُمْ ۚ

وعدہ دیا اللہ نے منافق مرد اور عورتون کو اور منکرون کو دوزخ کی آگ پڑے رہین اسمین وہ کافی ہے اُن کو

وَلَعَنَهُمُ اللّٰهُ ۚ وَلَهُمْ عَذَابٌ مُّقِيْمٌ ۙ كَالَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ كَانُوْٓا اَشَدَّ مِنْكُمْ

اور اللہ نے اُن کو پھٹکارا اور اُنکو ہے عذاب برقرار جس طرح تم سے اگلے زیادہ تھے

قُوَّةً وَّاَكْثَرَ اَمْوَالًا وَّاَوْلَادًا ۭ فَاسْتَمْتَعُوْا بِخَلَاقِهِمْ فَاسْتَمْتَعْتُمْ بِخَلَاقِكُمْ

زور مین اور بہت رکھتے مال اور اولاد پھر برت گئے اپنا حصہ پھر تم نے برت لیا اپنا حصہ

كَمَا اسْتَمْتَعَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ بِخَلَاقِهِمْ وَخُضْتُمْ كَالَّذِيْ خَاضُوْا ۭ اُولٰۗىِٕكَ

جیسے برت گئے تھے اگلے اپنا حصہ اور تم نے قدم ڈالے ہین جیسے انھون نے قدم ڈالے تھے وہ لوگ

حَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ ۚ وَاُولٰۗىِٕكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ

مٹ گئے اُن کے کئے دنیا مین اور آخرت مین اور وہی لوگ پڑے ہین زیان مین

وَعَدَ اللّٰهُ الْمُنٰفِقِيْنَ وَالْمُنٰفِقٰتِ وَالْكُفَّارَ نَارَ جَهَنَّمَ ۔ وعد ماضی اور المنافقین والمنافقات و الکفار جملہ بحرف عطف مفعول یعنی جن لوگون کو وعدہ دیا اور نار جہنم وہ چیز جسکا وعدہ دیا پس وعد ۔ کا استعمال یہان عذاب امر شر مین ہوا جیسے امر خیر و ثواب مین بھی آتا ہے اور فرق دونون کے مصدر مین ہے چنانچہ امر خیر و ثواب کے ساتھ ۔ وَعَدَهٗ وَعْدًا ۔ ہے اور شر و عذاب مین ۔ وَعَدَهٗ وَعِيْدًا ہے لہذا یہان بطور وعید کے وعدہ دینا مراد ہے ۔ المنافقین و باقی دونون مین الف لام عہد کا ہے یا جنس کا یا استغراق کا بنا بر اول کے وہی منافقین وغیرہ ہونگے جو اسوقت موجود تھے اور قیامت تک ویسے اہل نفاق و کفر اُن کے ساتھ لاحق ہون گے اور حدیث صحیح مین جو ثابت ہوا کہ ہر جو شخص ایسا ہو کہ باتین کرے تو جھوٹ بولے اور جھگڑے تو فحش و فجور کرے اور وعدہ کرے تو خلاف کرے اور امانت دیا جاوے تو خیانت کرے تو تنہا شخص خالص منافق ہے پر منافق اُن کے ساتھ جو آیت مین مراد ہین داخل ہو گا کیونکہ اسمین خصائل نفاق پر حکم ہے اور شاید کہ وہ منافقین مراد ہون جو بلا توبہ مر جانے والے ہین دیگر حالتون مین یہ قید معتبر ہے ۔ اور بنا بر دوم کے جنس اہل نفاق و کفر ہوگی و فیہ تامل ۔ اور بنا بر سوم کے جملہ مرد منافق و جملہ زن منافقہ و جملہ کفار مراد ہین جو بلا توبہ کئے مر جاوین کیونکہ صیغہ سالم پر الف لام مفید استغراق ہے و فیہ بحث اور حق یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ علیم و خبیر ہے اور جو اس کے علم مین مقدر ہے پس معنی یہ ہین کہ وعدہ دیا اللہ تعالیٰ نے جملہ منافقون مرد اور منافقات عورتون اور جملہ مرد و عورت کافرون کو آگ جہنم کا ۔ یعنی جبکہ وہ نفاق و کفر سے بدون توبہ کے مرین تو اُن کیلئے جہنم کی آگ سزا ہے ۔ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا در حالیکہ خلود والے ہون گے اُس آگ مین ۔ یعنی داخل ہونے پر اُن کے حق مین مقدر کر دیا جاوے گا کہ ہمیشہ اسی مین رہین گے کیونکہ داخل ہونے ہی تو حالت خلود کی نہین ہو سکتی اور یہ شرط ہے کہ ذو الحال کے ساتھ حال کی مقارنت ہو ۔ ہان تقدیر خلود فی النار اُنکے ساتھ ہے ۔ بخلاف گنہگار اہل ایمان کے جو دنیا مین شرک و نفاق سے بری تھے مگر اعمال گناہ کی وجہ سے دوزخ مین جاوینگے اور مشیت ایزدی ان کے حق مین جاری ہوگی تو شفاعت وغیرہ بھی ہوگی چنانچہ احادیث صحیحہ سے ثابت ہے کہ میری اُمت مین سے کچھ عاصی لوگ دوزخ مین جاوینگے تو اُن مین اور کفار وغیرہ مین فرق یہ ہوگا کہ گنہگار اہل ایمان کے حق مین بروقت داخل ہونیکے خلود مقدر نہوگا جیسا کافرون و منافقون کے حق مین ہے بلکہ احادیث صحیحہ سے ثابت ہے کہ اُن کے چہرے و دل کو آگ نہین جلاویگی بخلاف کافرون و منافقون کے کہ پہلے گرد آلودہ تیرہ و تار ہون گے اور دوزخ مین جلتے ہی سیاہ ہو جاوینگے نہایت بد شکل کے چنانچہ نیچے کا ہونٹ

پہاڑ برابر ناف تک لٹک پڑیگا اور دانت و داڑھین بھی اسی بڑی ہیأت پر ہونگی نعوذ باللہ من عذاب النار۔ واضح ہو کہ پہلے منافقون کو ذکر فرمایا پھر کفار کو اُن پر عطف کیا تو ظاہر مین یہان منافقون کا ذکر ہو اور اشارت ہے کہ منافقون نے دنیا مین بذریعہ نفاق کے دنیاوی حظوظ کمائے اور اپنے زعم مین اپنے پروردگار واُس کے خالص بندون کو دھوکے دیئے اور درپردہ فتنہ پھیلایا جن کے نتائج فی الجملہ مذکور ہوئے بخلاف کافرون کے کہ وے اپنے پروردگار سے کھلم کھلا منہ موڑے تھے جس سے کوئی فریب نہین کھاتا تھا لہذا جہنم کا پہلا استحقاق منافقون کو ہوا اسی واسطے دوسری آیت مین فرمایا کہ۔ ان المنافقین فی الدرک الاسفل من النار۔ یعنی نفاق والے جہنم کے بہت نیچے طبقہ مین ہین اور عورتین چونکہ تابع ہوتی ہین لہذا منافقین کے بعد اُن کو رکھا۔ حاصل آنکہ اللہ تعالیٰ نے وعید کے ساتھ مقرر کر دیا کہ جو مرد و عورتین کہ نفاق یا کفر پر مرین اُن کے واسطے جہنم کی آگ ہے کہ جسوقت اسمین داخل ہونگے تو پکار دیا جائے گا کہ تمھارے لئے ہمیشہ یہی ٹھکانا مقدر ہے چنانچہ حدیث مین آیا کہ جسوقت جنتی لوگ جنت مین اور دوزخی دوزخ مین داخل ہونگے تو موت سیاہ مینڈھے کی شکل پر جنت و دوزخ کے بیچ مین لاکر ذبح کر دی جائیگی اور پکار دیا جائیگا کہ اے اہل جنت تمھارے لئے ہمیشگی ہے اور کبھی موت نہ آویگی اور اے اہل دوزخ تمھارے لئے بھی ہمیشگی ہے اور کبھی موت نہ آویگی۔ پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ ھِیَ حَسْبُھُمْ۔ یہ آگ اُن لوگون کیلئے کافی ہے یعنی بھر پور عذاب و بدلا ہے۔ اس کلام مین دلالت ہے کہ عذاب دوزخ بہت بڑا عذاب ہے۔ اعوذ باللہ منہا۔ ادنیٰ عذاب یہ کہ آگ کی جوتیون سے دماغ اُبلے۔ اور اعلیٰ عذاب بیان نہین ہوسکتا کہ اسکا ایندھن آدمی و پتھر وغیرہ ہین وہ ستر گونہ آتش دنیا سے تیز اسمین پہاڑ و بتون کے انگارے اسمین آگ کے سانپ بچھو اسمین نہایت سیاہی واندھیرا اسمین کافر ایندھن اُسمین ہر کافر کا ہونٹھ پہاڑ برابر ہو کر لٹکے اسمین کافر کی کھال نہایت موٹی ہو کر جل کرے پھر تازی نئی ہو کر جلنے لگے۔ نعوذ باللہ تعالیٰ منہا حدیث ہے کہ مین نے آج کے دن وہ باتین دیکھین جو کبھی نہ دیکھی تھین تمھاری جنت و دوزخ اس دیوار کے درے دکھین اور صحابہ رضی اللہ عنہم کو حکم دیا کہ دوزخ کے عذاب سے پناہ مانگو۔ اَللّٰھُمَّ نَعُوْذُ بِکَ مِنْ عَذَابِ جَھَنَّمَ اَللّٰھُمَّ نَعُوْذُ بِکَ مِنْ عَذَابِکَ وَبِرِضَاکَ مِنْ سَخَطِکَ رَبَّنَا فَاٰمِنَّا مِنْ عُقُوْبَتِکَ اَعُوْذُ بِکَ مِنْکَ لَا اُحْصِیْ ثَنَاءً عَلَیْکَ اَنْتَ کَمَا اَثْنَیْتَ عَلٰی نَفْسِکَ۔ واضح ہو کہ منافقون کا عذاب بہت سخت ہے کہ ساتون طبقات جہنم مین سے نیچے ساتوین طبقہ مین ایسے ایسے صندوقون کے اندر بند ہین گے جنہین بعد بند ہونے کے کسی طرح راہ کھلنے کی نہ ہوگی اعوذ باللہ من ذلک۔ اور احتمال ہے کہ یہ مراد ہو کہ ہی حسبہم یعنی اہل نفاق و کفر مین سے ہر ایک کیواسطے کافی موافق یہی دوزخ ہے اور ہر ایک کو اُس کے موافق اُسی دوزخ سے کافی عذاب ملیگا اور یہ کمال قدرت الٰہی ہے کہ ایک ہی چیز سے ہر ایک جو سوائے ایندھن ہونے کے اور کسی لائق نہ تھا اپنے موافق کافی عذاب پاویگا۔ وَلَعَنَھُمُ اللّٰہُ۔ اور اللہ تعالیٰ نے اُنکو اپنی رحمت سے دور کیا اور خوار کیا۔ وَلَھُمْ عَذَابٌ مُّقِیْمٌ۔ اور اُن لوگون کیلئے عذاب مقیم ہے کہ کبھی منقطع نہ ہوگا کبھی نہ ہٹے گا۔ مراد اس سے وہی عذاب النار ہے جو مذکور ہوا یا اس سے زیادہ مراد ہے کیونکہ درک اسفل کا عذاب پاوینگے یا دنیا مین جو نفاق کی وجہ سے رنج و تعب اُٹھاتے ہین۔ پھر اُسوقت کے اہل نفاق و کفر کی تشبیہ اگلون سے بیان فرمائی بقولہ کَالَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِکُمْ۔ ای انتم مثل الذین من قبلکم تم لوگ ویسے ہی ہو جیسے تم سے اگلے گزر چکے۔ یا فعلتم مثل فعل الذین من قبلکم۔ تم نے بدکاریان ویسی ہی کین جیسے تم سے اگلون نے بدکاریان کین۔ یا وعدتم کالذین الخ۔ یعنی تم کو عذاب کا ویسا ہی وعدہ دیا گیا جیسا تم سے اگلون کو دیا گیا۔ حق یہ کہ دلون کے آخرت سے ہٹے ہوئے دنیا ہی مال و متاع پر مقصور ہونے اور اُسی کے نام و لالچ مین زندگی گزارنے مین مشابہت ہے اور یہ متضمن نصیحت بھی ہے کہ ویسے مت ہو کہ آخر اُن کی طرح دنیا چھوڑ جاؤ گے چنانچہ فرمایا۔ کَانُوْا اَشَدَّ مِنْکُمْ قُوَّۃً وَّاَکْثَرَ اَمْوَالًا وَّاَوْلَادًا۔ وہ لوگ تم سے

قوت مین زیادہ شدید اور مال و اولاد مین بڑھے ہوئے تھے۔ فَاسْتَمْتَعُوا بِخَلَاقِهِمْ ۔ خلاق حصہ مشتق از خلق بمعنی تقدیر اور مراد حصۂ دنیاوی جو ہر ایک کیلئے مقدر ہے اور حسن بصریؒ وحضرت ابوہریرہؓ نے کہا کہ خلاق دین اور شاید مراد برتاؤ ہے اور استمتاع بہ نسبت تمتع کے زیادہ بلیغ ہے کیونکہ اسمین طلب کے معنی بھی ہین والمعنی پس حرص کے ساتھ اگلون نے اپنے حصۂ دنیا سے تمتع لیا۔ یا اپنی خواہش نفس کے برتاؤ پر عیش اڑائے۔ یہ اُن کی مذمت بیان فرمائی کہ دنیائے فانی کے شہوات پر اگرچہ اُسی قدر پایا لیکن جو مقدر تھین ایسے مغرور اور اُن کے حاصل کرنے پر ایسے مصروف ہوئے کہ لذت حقیقی دار آخرت سے بالکل غافل ہو کر جہنم کا ایندھن بن گئے پھر اس زمانہ کے اہل نفاق و کفر کی پوری تشبیہ اُن کے چال پر چلنے اور اُن کے حال سے مشابہ ہونے کی بیان فرمائی بقولہ تعالیٰ۔ فَاسْتَمْتَعْتُمْ بِخَلَاقِكُمْ كَمَا اسْتَمْتَعَ الَّذِينَ مِنْ قَبْلِكُمْ بِخَلَاقِهِمْ ۔ سو تم نے بھی او منافقو و کافرو اسی طرح استمتاع لیا اپنے حظوظ دنیاویہ سے جیسے اُن لوگون نے استمتاع لیا تھا جو تم سے پہلے تھے اپنے مقدر حصۂ دنیاویہ سے۔ واضح ہو کہ اگلون کا حال بطور تمہید کے پہلے بیان کر کے پھر موجودہ لوگون کی تشبیہ استمتاع مین اُن کے ساتھ بیان فرمائی اور طریقہ تشبیہ سمجھانے مین ایک جگہ بیان کر دینا کافی تھا لہذا کلام مابعد مین اگلون کا باطل مین خوض کرنا پہلے بیان نہین کیا بلکہ تشبیہ بیان کر دی بقولہ۔ وَخُضْتُمْ كَالَّذِي خَاضُوا ۔ خوض گھسنا پانی وغیرہ مین مخاضہ وہ جگہ جہان سے دریا مین گھسکر عبور کرین۔ المعنی وخضتم فی الباطل کالذین خاضوا من قبلکم۔ اور تم نے بھی آیات الٰہی مین فکر و نظر چھوڑ کر باطل مین خوض کیا جیسے تم سے اگلون نے خوض کیا۔ یا خضتم کالخوض الذی خاضوا۔ تم نے خوض کیا مانند اُس خوض کے جو اگلون نے کیا۔ بالجملہ اُن کے قلوب بحکم قولہ تعالیٰ تشابہت قلوبہم۔ باہم متشابہ ہوئے ایسے کہ جو اُن کا چال چلن تھا وہی اُن کا اور جس طرح اُن کے دلون مین نورانی وسیدھی بات کے سوائے محسوس و تاریک اوندھے سماتی تھی ویسی اِن مین۔ أُولَٰئِكَ حَبِطَتْ أَعْمَالُهُمْ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ ۔ یہی سب لوگ اُنھین حالتون والے ہین کہ دنیا و آخرت مین اُن کے اعمال مٹ گئے چنانچہ کسی جہان مین جو ثواب نیک کام کا ہے نہین پاوینگے وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْخَاسِرُونَ ۔ اور یہی لوگ خاسر ہین انھین کو خواری و ٹوٹا نصیب ہے اور جن باتون مین نفع سوچتے ہین بعض بیکار ہین۔ دنیا مین جو بعضے کافرون و منافقون کو مال و اولاد کی کثرت ملتی ہے تو یہ اُن کا دنیاوی حصہ مقدر ہے ثواب اعمال نہین ہے کیونکہ دنیا تمام و کمال ایک مچھر کے پر برابر بھی اللہ تعالیٰ کے نزدیک حقیقت نہین رکھتی تو بھلا اپنے نیکوکار بندون کیلئے یہ خوار مایہ ملعونہ کو بدلا نہ فرمادیگا بلکہ جیسے بدکارون کا عذاب قیاس ہے ویسے ہی نیکوکارون کا ثواب بے قیاس ہے اور ہر طرح عدل و انصاف ہے اب بندے مختار ہین چاہین وہ عذاب لین کہ جس سے ہم پناہ مانگتے ہین اور چاہین یہ ثواب لین اور ہم اپنے معبود حق سبحانہ تعالیٰ سے اسی کو اُسکے فضل و رحمت کیساتھ چاہتے ہین وہو مولٰنا نعم المولی و نعم النصیر۔ آیت کریمہ مین اشارہ ہے کہ اس اُمت مین سے بھی اگلون کے مشابہ لوگ ہونگے چنانچہ ابوہریرہؓ نے حدیث روایت کی کہ قسم اُس ذات پاک کی جسکے قبضۂ قدرت مین میری جان ہے کہ تم لوگ بھی انھین لوگون کے چال چلن و راہ پر بالشت بالشت و ہاتھ ہاتھ و گز گز پیروی کرتے چلوگے جو تم سے اگلے ہین اور یہان تک پیروی مین حریص ہوگے کہ جو کوئی اُن مین سانپھ کے بھٹ مین گھسا ہو تو تم بھی گھسوگے لوگون نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ اگلون سے کیا اہل کتاب یعنی یہود و نصاریٰ مراد ہین فرمایا کہ پھر اور کون۔ ابوہریرہؓ نے کہا کہ تمہارا جی چاہے قرآن مجید کی آیت کالذین من قبلکم کانوا اشد الخ پڑھکر سمجھ لو ذکرہ ابن کثیرؒ۔ جاننا چاہیئے کہ نفاق بہت بڑی بیماری ہے اور آدمی اپنی جہالت سے غافل ہمیشہ اپنے آپ کو مغرور ہو کر مومن صادق سمجھتا ہے بڑا اتفاق تو یہ تھا کہ اللہ تعالیٰ و اسکے رسول کو دل سے انکار کرتے تھے ظاہر مین مانتے تھے اور چھوٹا نفاق یہ ہے کہ زبان سے ماننے کا اقرار کئے جاتے ہین اور دل سے غافل ہین اور جب غور کر کے دیکھین تو دنیا

باتین ہی باتین ہین درحقیقت دل مین کچھ بھی نہین اور کیا ہو کہ اعمال خیر پر عامل ہی نہین حالانکہ مومن اپنے اعمال کی نسبت حبط ہو جانے کا خوف
رکھتا ہے۔ ابراہیم تیمی رح نے کہا کہ جب مین نے اپنے قول کو اپنے عمل پر پیش کیا یعنی دیکھا کہ میرے اعمال میرے قول زبانی کے موافق ہین یا نہین تو مجھے
خوف طاری ہوا کہ مین اپنے آپ کو جھٹلانے والا ہون یعنی مطابق نہ پایا۔ اور عبداللہ بن ابی ملیکہ نے کہا کہ مین نے آنحضرت صلعم کے صحابہ رض مین سے
تیس بزرگون کی زیارت پائی اور دیکھا کہ ہر ایک ان مین سے اپنے نفس پر یہ خوف کرتا تھا کہ مین کہین منافق تو نہین ہون اور حسن بصری رح سے مذکور
ہے کہ نفاق سے وہی ڈرتا ہے جو مومن ہے اور نڈر وہی رہتا ہے جو منافق ہے اور جان بوجھکر بدکاری پر اصرار کرنا ایمان کی علامت نہین بقولہ تعالی
ولم یصروا علی ما فعلوا وہم یعلمون۔ آنحضرت صلعم نے جو منافقون کے علامات فرمائے ہین وہ اوپر مذکور ہوئے اور فرمایا کہ ہمارے ومنافقون کے درمیان
نماز عشاء وصبح کی حاضری ہے کہ منافقون کو ان دونون مین حاضر ہونے کی استطاعت نہین ہوتی ہے سراج مین مذکور ہے کہ منافق ایسی ہی باتین
تاکا کرتا ہے جس سے اہل فضیلت اپنے رتبہ سے گر جاوین اور ان کی خوبیان دیکھنے سے اندھا بنجاتا ہے اور مومن صادق کی یہ شان ہے کہ بدون کی
بدی بھی نہین دیکھتے تو بھلا نیکون کی بدی ڈھونڈھنے کا کیا ذکر ہے اور منافق آدمی دین مین سے وہی باتین لیتا ہے جو دنیا مین اس کے کارآمد
ہون اور ایسی نہین لیتا جو عقبی مین اسکے کارآمد ہون۔ اور دین سے جو امور اسکے دنیا کے لئے مضر ہین ان سے اجتناب کرتا ہے اور جو عقبی
مین مضر ہین ان سے اجتناب نہین کرتا ہے پھر منافقون وکافرون کو جن اگلون کے ساتھ قلوب کی موافقت اور شہوات دنیاوی مین غفلت وہی
دار فانی پر اعتماد کرنے مین تشبیہ دی تھی انھین اگلون مین سے یہان چھ گروہ جنکو عرب جانتے بھی تھے اور ان کو باوجود کفر ونفاق کے
دنیا بھی نصیب نہ ہوئی بلکہ عذاب مین گرفتار ہوئے بیان فرمایا بقولہ تعالی۔

أَلَمْ يَأْتِهِمْ نَبَأُ الَّذِينَ مِن قَبْلِهِمْ قَوْمِ نُوحٍ وَعَادٍ وَثَمُودَ وَقَوْمِ إِبْرَاهِيمَ وَأَصْحَابِ
کیا ہو نچا نہین انکو احوال اگلون کا قوم نوح کا اور عاد اور ثمود کا اور قوم ابراہیم کا اور
مَدْيَنَ وَالْمُؤْتَفِكَاتِ أَتَتْهُمْ رُسُلُهُم بِالْبَيِّنَاتِ فَمَا كَانَ اللَّهُ لِيَظْلِمَهُمْ
مدین والون کا اور الٹی بستیون کا پہونچے ان کو رسول ان کے لیکر حکم صاف پھر اللہ نہ تھا کہ ان پر ظلم کرتا
وَلَٰكِن كَانُوا أَنفُسَهُمْ يَظْلِمُونَ ○
ولیکن وہ اپنے پر آپ ظلم کرتے تھے

پہلے تو منافقون وکافرون کا حال باطنی دلون کے اعتقاد کا اور ظاہری چال چلن غفلت کے برتاؤ کا تمام اگلی کافر قومون کے ساتھ
مشابہ ومتوافق ہونے کا بیان کیا پھر اب فرمایا کہ اگلون کا یہ انجام ہوا تو ظاہر ہے کہ ان کا بھی وہی انجام ہوگا چنانچہ فرمایا۔ أَلَمْ يَأْتِهِمْ
نَبَأُ الَّذِينَ مِن قَبْلِهِمْ۔ استفہام تقریری بطریق تحذیر اور مثبت غفلت ہے کہ ان لوگون کو اگلون کے حالات سے عبرت نہین
ہوتی پس معنی قولہ الم یاتہم۔ کیا نہین آئی ان کے پاس یعنی البتہ پہونچ گئی ان کے پاس۔ نبا الذین من قبلہم۔ خبر ان لوگون کی جو ان سے پہلے
گذرے عرب اگرچہ تمام اگلون کے حالات سے آگاہ وخبردار نہ ہوئے لیکن جب اگلی چند قومون کے حالات سے خبردار تھے تو یہ صحیح ہے کہ ان کے
پاس اگلی ایسی قومون کے اخبار جن سے عبرت حاصل کرتے پہونچ گئی۔ قَوْمِ نُوحٍ یعنی اگلون مین سے قوم نوح تھی کہ نوح علیہ السلام نے ان کو
نوسو پچاس برس ایمان وتوحید کی طرف بلایا مگر نمانے اور اللہ تعالی نے ان کو اس قدر بڑھایا کہ ان کی اولاد تمام روئے زمین وپہاڑون مین
پھیل گئی اور مال کی بھی کثرت ہوئی آخر پانی کے طوفان سے ان سب کو غرق کر دیا کہ نہ دنیا ملی نہ آخرت سوائے عذاب کے کہ وہ دائمی ہے یہ انکا

انجام تھا کہ اللہ تعالیٰ کے بھیجے رسول نوح علیہ السلام کو جھٹلایا اور ایمان نہ لائے۔ یہ سب سے پہلے تھے۔ وَعَادٍ اور دوم قوم جسکا نام عاد تھا جب انھون نے
ہود علیہ السلام کو جھٹلایا تو ریح العقیم تند آندھی سے تباہ ہوئے اور باوجودیکہ بہت بڑے ڈیل ڈول و زور قوت پر اتراتے تھے انکو ہوا اچھال کر
پٹکتی تھی کہ پاش پاش ہو جاتے تھے۔ وَثَمُوْدَ اور سوم قوم ثمود جنکو عاد ثانیہ کہتے ہین جب صالح علیہ السلام کو جھٹلایا و اونٹنی جو اللہ تعالیٰ
کی طرف سے نشانی تھی اسکی کونچین کاٹین تو آواز کرخت ہولناک سے اُن کے قلب پھٹ گئے و ہلاک ہوئے۔ یہ سب عرب ہی کے اقوام ہین
اور عجیب قدرت الٰہی تعالیٰ ہی کہ اہل ایمان ان عذابون مین محفوظ رہے۔ وَقَوْمِ اِبْرٰهِيْمَ اور قوم ابراہیم علیہ السلام کہ جس قوم کا
نمرود بن کنعان بادشاہ تھا کہ مچھرون کے عذاب سے کچھ ہلاک ہوئے اور باقیون سے نعمت جاتی رہی۔ وَاَصْحٰبِ مَدْيَنَ یعنی قوم شعیب
علیہ السلام کو کہ جب اُنھون نے شعیب کو جھٹلایا اور آخر مومنون کو ایذاء سخت دینی شروع کی تو زلزلہ مین گرفتار ہوئے اور ابر سیاہ سے
عذاب یوم الظلۃ آیا کہ سب ہلاک ہوکر دائمی دوزخی ہوئے۔ وَالْمُؤْتَفِكٰتِ ۔ اور مؤتفکات والے یعنی قوم لوط علیہ السلام
جن کا صدر مقام سدوم تھا اور لونڈون کے ساتھ اغلام کرنے مین آجتک معروف ہین جب نافرمانی کی تو اُن کے شہر اُن پر لوٹ دیئے گئے
اور سجیل سے پتھر برسے کہ سب ہلاک ہوئے۔ ائتفکت بہم۔ اے انقلبت یعنی اُن کے بلاد اُن پر لوٹ پڑے کہ تہ وبالا ہو گئے پس قوم
لوط تو مؤتفکات اسی وجہ سے کہلاتے ہین کہ تہ وبالا ہو گئے تھے پس یعنی حقیقی ہی اور بعض نے کہا کہ تمام اقوام گذشتہ جنھون نے جھٹلایا بطریق اجمال
مراد ہین اس صورت مین ائتفاک یعنی مجازی ہوگا کیونکہ حقیقت مین سب کے طبقات زمین نہین لوٹے گئے پس مراد یہ کہ اُن کی حالت لوٹ دیگئی
کہ ناز و نعمت سے عذاب و نقمت مین پھنسے پس اول قول پر اصحاب قریات مؤتفکات مراد ہین اور دوم پر اصحاب احوال مؤتفکات۔ یعنی
مضاف مقدر ہی اور مؤتفکات صفت موصوف محذوف۔ اور یہ سب قوم نوح پر عطف ہوکر الذین من قبلہم سے بدل البعض ہی اور مؤتفکات
سے اگر باقی اقوام گذشتہ مراد ہون تو بدل الکل بھی ہو سکتا ہے۔ بات اتنی ہی کہ عرب کو جملہ اُمم ماضیہ کے اخبار نہین پہونچے تھے پس قول اول
اصح ہے۔ حاصل معنی یہ کہ اسوقت کے کافرون و منافقون کو کیا اپنے زمانہ سے اگلون یعنی قوم نوح و ما بعد کے اخبار نہین پہونچے کہ عبرت
حاصل کرین پھر بیان فرمایا۔ اَتَتْهُمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ آئے تھے اُن اقوام کے پاس اُن کے رسول یعنی ہمارے رسول جو
ہم نے اُن کے پاس بھیجے تھے بینات کے ساتھ یعنی کھلے معجزات کے ساتھ یا یہ معنی کہ اُن کے پاس اُن کے رسول آیات و معجزات بینات لائے
فَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيَظْلِمَهُمْ ۔ لے فکذبوہم ولم یومنوا فاہلکہم اللہ بعد اتمام الحجۃ علیہم فما ظلمہم۔ یعنی حرف فا کے ساتھ بیان دلالت
کرتا ہی کہ عطف ہی کلام مقدر پر جسکی تقدیر یہان ظاہر ہے یعنی جب اقوام نے دنیا مین پیدا ہوکر اپنے معبود خالق کو نہ پہچانا تو اللہ تعالیٰ نے
بینات کیساتھ رسول بھیجے وے آیات بینات لائے مگر اُن لوگون نے نہ مانا اور کچھ پرواہ نہ کی اور جھٹلایا پس اللہ تعالیٰ نے اُن کو عذاب
مین گرفتار کر لیا کہ دنیا سے ہلاک ہوئے اور ہمیشہ آخرت مین گرفتار رہین گے۔ فما کان اللہ لیظلمہم۔ سو اللہ تعالیٰ پاک معبود کی یہ شان نہین کہ انپر
ظلم فرماوے جیسے بندے آپس مین ظلم کرتے ہین۔ وَلٰكِنْ كَانُوْٓا اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ ۔ ولیکن وے ہی اپنی جانون پر ظلم کرتے تھے
کہ ایک تو اپنے خالق عز وجل کو نہ پہچانا پھر رسول بھیجے و آیات تو اُن کو نہ مانا آخر اُن پر حجت پوری ہوئی اور سرکشی حد سے گذری تو ہلاک فرمایا
بالجملہ اس امت کے منافقون و کافرون کو قیامت تک نصیحت ہو کہ اللہ تعالیٰ کے رسول و آیات و پاکیزہ احکام عدل و برگزیدہ اخلاق کو مانین
و آخرت کی طرف متوجہ ہون اور دنیا کی طرف مائل نہ ہون ورنہ ہوشیار رہین کہ جس عذاب مین اگلے گرفتار ہوئے وہی اُن کو نہ پہونچے شاید
آنحضرت صلعم کی دعا سے ظاہری عذاب نہ آوے تو عذاب آخرت بہر حال ضرور ہے۔ جب منافقون و کفار اور اُن سے قبیح افعال

بُرے چال چلن و لعنت عذاب کا بیان ہو چکا تو مومنوں کے نیک چال چلن و ثواب کو ذکر فرمایا بقولہ

وَالْمُؤْمِنُوْنَ وَالْمُؤْمِنٰتُ بَعْضُهُمْ اَوْلِيَآءُ بَعْضٍ يَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ

اور ایمان والے مرد اور عورتیں ایک دوسرے کی مدد ہیں سکھاتے ہیں نیک بات اور منع کرتے ہیں

عَنِ الْمُنْكَرِ وَيُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَيُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَيُطِيْعُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ

بری سے اور کھڑی رکھتے ہیں نماز اور دیتے ہیں زکوٰۃ اور حکم میں چلتے ہیں اللہ کے اور اُس کے رسول کے

اُولٰٓئِكَ سَيَرْحَمُهُمُ اللّٰهُ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ۝

وہ لوگ اُن پر رحم کرے گا اللہ البتہ اللہ زبردست ہے حکمت والا

وَالْمُؤْمِنُوْنَ وَالْمُؤْمِنٰتُ واؤ عاطفہ قصہ سابق پر عطف کیلئے ہے یعنی منافقین وکفار کا حال وقصہ اوپر مذکور ہوا۔ اور اب قصہ ان مردوں کا ہے جو ایمان لائے اور ان عورتوں کا جو ایمان لائیں۔ بَعْضُهُمْ اَوْلِيَآءُ بَعْضٍ آپس میں اہل ایمان بعض کے بعض اولیاء ہیں یعنی شان الٰہی میں باہم اُن میں محبت ہے ایک کلمہ توحید پر متفق ایک ہی خالق عز وجل کے کہ وہی خالق ہے سب عبادت کرنیوالے سب ایک دل ہیں باہم ایک دوسرے کی نصرت و مدد کرتے رہتے ہیں کہ اس دار محنت میں رضاء حق عز وجل کا ذخیرہ جمع کریں اور نفس و شیطان و اُس کے اعوان و مددگار کوئی اُن کو ضرر نہ پہونچانے پاویں اور شریروں سے بفضل الٰہی مامون ہو کر اس دار امتحان میں کمال کرتے ہوئے مسافر کی طرح اپنے اصلی گھر پہونچ جاویں پس باہم محبت سے مددگار ہیں کہ رہزنوں سے بچتے رہیں۔ حدیث صحیح میں ہے کہ مومن کیلئے دوسرا مومن بمانند عمارت کے کہ بعض کو بعض مضبوط کی دیتا ہے اور آپ نے اپنی مبارک اُنگلیاں ایک ہاتھ کی دوسرے میں شبک فرمائیں اور نیز حدیث صحیح میں ہے کہ مومنوں کی آپس میں محبت و شفقت کرنے کی مثال جیسے جسم میں سے ایک عضو میں درد ہوا تو تمام اعضاء بخار و بیخوابی کے ساتھ اُسی کے ہمدرد ہو جاتے ہیں۔ بالجملہ منافق تو مومنوں میں سے نہیں بلکہ مومن مرد و عورتیں البتہ بعض اولیاء بعض ہیں۔ اگر کہا جاوے کہ منافقوں کے حق میں بعضهم من بعض۔ کہا اور مومنوں کیلئے بعضهم اولیاء بعض فرمایا اسمیں کیا بھید تو جواب یہ ہے کہ نفاق میں بڑوں کی تقلید خواہش و طبیعت و عادت میں کرنے سے چھوٹوں پیروی کرنیوالوں میں نفاق حاصل ہوا تو اُن کے حق میں بعضهم من بعض فرمایا کہ بعض سے بعض کو حصول ہوا اور رہے مومنین تو اُن میں باہمی موافقت بسبب ہدایت اور حب فی اللہ عز وجل یہ خلوص پیدا ہوا اور خواہش نفسانی وغیرہ سے نہیں ہوا تو بعضهم اولیاء بعض فرمایا۔ پھر اُن کی خصلت ذکر فرمائی کہ يَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ حکم کرتے ہیں امر معروف کے ساتھ یعنی ہر ایسے امر خیر کے ساتھ جو شرع سے پہچانا گیا اور اسمیں طبیعت و خواہش کو دخل نہیں دیتے وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ اور منع کرتے ہیں امر منکر سے یعنی ہر ایسے امر سے جس سے شرع نے انکار و نفرت فرمائی ہے پس یہ لوگ برخلاف منافقوں کے ہیں جو معروف سے منع کرتے اور منکر کا حکم کرتے ہیں اور ایسے ہی منافقین نماز کو کسل گرانی سے ٹھیک نہیں ادا کرتے اُن کے برخلاف مومنین کو فرمایا کہ يُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ اور نماز کو ٹھیک قائم کرتے ہیں یعنی چستی کے ساتھ اچھی طرح وضو کر کے ٹھیک وقت پر عاجزی و خشوع کیساتھ ہوئے قرأۃ و رکوع و سجود وغیرہ کی تکمیل کے ساتھ ٹھیک ٹھیک ادا کرتے ہیں ایسے ہی منافق مال کے بندے اُس کو راہ حق میں خرچ کرنے ہوئے جان چراتے اور ہاتھ بھینچ لیتے ہیں اُن کے برخلاف مومنوں کو فرمایا کہ يُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ اور دیتے ہیں زکوٰۃ کو یعنی خوشی خاطر سے جسقدر اللہ تعالیٰ نے فرض کیا خلوص کے ساتھ دیتے ہیں۔ ایسے ہی منافقین تو اللہ تعالیٰ کو بھولے ہوئے ہیں اُن کے برخلاف مومنوں کو فرمایا کہ يُطِيْعُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ اور اطاعت کرتے ہیں اللہ تعالیٰ و اُس کے رسول کی یعنی جو کچھ

حکم دیا اسمین اللہ تعالیٰ و اُسکے رسول کے مطیع ہین۔ وقد قال تعالیٰ کنتم خیر امۃ اخرجت للناس تامرون بالمعروف وتنہون عن المنکر وتؤمنون باللہ پس اہل ایمان ہردم اپنے معبود کی یاد سے مالامال ہین۔ اسیواسطے جب قولہ والذین یکنزون الذہب والفضۃ الآیہ نازل ہوا اور خزانہ جمع کرنے پر عذاب کی وعید آئی اور صحابہ رضی اللہ عنہم نے پوچھا کہ پھر ہم لوگ کیا جمع کرین تو فرمایا کہ قلب شاکر اور لسان ذاکر یعنی ایسا دل جو ہردم اللہ تعالیٰ کی نعمت ایمان وسلامتی وغیرہ دینے پر شکرگزار ہو اور ایسی زبان جو ہر وقت یاد مین بیدار رہے۔ بالجملہ منافقون کے بالکل برخلاف مومنون کی صفت ہے کہ باہم ایک دوسرے پر رحیم وشفیق وامر معروف کا حکم دینے والے اور منکر سے روکنے والے اور نماز قائم کرنیوالے اور زکوٰۃ دینے والے اور اللہ تعالیٰ و اسکے رسول کے مطیع ہوتے ہین۔ اُولٰٓئِکَ سَیَرۡحَمُہُمُ اللّٰہُ۔ بیضاوی رح نے کہا کہ سین بمعنی قد یعنی مؤکد وقوع ہے اور وعدۂ الٰہی لامحالہ ہوگا پس معنی یہ کہ جن بندون کے ایسے صفات ہین ضرور اللہ تعالیٰ اُن پر رحم فرماویگا۔ اشارت ہے کہ دنیا کی چندروزہ زندگی مین صبر وثابت قدمی رکھین۔ اِنَّ اللّٰہَ عَزِیۡزٌ حَکِیۡمٌ البتہ اللہ تعالیٰ عزیز غالب ہے جو چاہے کرے کوئی چیز مانع ہو نہین سکتی حکیم ہے کہ جہان جو چیز چاہیے وہین ثابت فرماتا ہے۔ یہ رحمت الٰہی عجیب نعمت غیر متناہی ہے کہ جس کا کوئی پار نہین پاسکتا اور آگے اہل ایمان کے ثواب مین فی الجملہ توضیح فرمائی ہے ف۔ وفی العرائس قولہ والمومنین والمومنات الخ یعنی مومنین ومومنات باہم اولیا ہین کیونکہ اُن کی روحین انوار قدم مین مستغرق تھین وہین اللہ تعالیٰ نے باہم اُن مین الفت دیدی باین طور کہ اُن کو وصال کا مزہ چکھایا پس انوار محبت الٰہی کے دلون مین لیکر اُن انوار پر باہم عاشق ہوئے اور باہم ایک دوسرے کی محبت مین سرگرم پس اللہ تعالیٰ کی عبادت گزاری و اُس کے رسول کی معاونت وفرمانبرداری مین باہم معاونت کرتے ہین ابوعثمان رح نے کہا کہ مومنون باہم مددگار ہین کہ عبادت الٰہی مین معاونت اور اُس کی طرف مبادرت کرتے ہین اور ہر ایک دوسرے کی پیٹھ پر ٹیک دیتا ہے کہ اس سمندر سے پار ہوکر نجات پاوے تو نہین دیکھا کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ مومن کیلئے مومن مانند عمارت کے ہے کہ ایک کو دوسرے سے تقویت ہوتی ہے شیخ ابوبکر الوراق نے کہا کہ مومنون کے باہمی موالات بے تکلف انکی جبلت ہے پھر حق سبحانہ تعالیٰ نے مومنون کیلئے حسن ثواب ذکر فرمایا بقولہ عزوجل

وَعَدَ اللّٰہُ الۡمُؤۡمِنِیۡنَ وَالۡمُؤۡمِنٰتِ جَنّٰتٍ تَجۡرِیۡ مِنۡ تَحۡتِہَا الۡاَنۡہٰرُ خٰلِدِیۡنَ

وعدہ دیا اللہ نے ایمان والے مردون اور عورتون کو باغ بہتی ہین نیچے اُن کے نہرین رہا کرین

فِیۡہَا وَمَسٰکِنَ طَیِّبَۃً فِیۡ جَنّٰتِ عَدۡنٍ ؕ وَرِضۡوَانٌ مِّنَ اللّٰہِ اَکۡبَرُ ؕ ذٰلِکَ

اُن مین اور مکان ستھرے رہنے کے باغون مین اور رضامندی اللہ کی سب سے بڑی یہی ہے

ہُوَ الۡفَوۡزُ الۡعَظِیۡمُ ۟

بڑی مراد ملنی

ع ۹/۶ ۱۵

وَعَدَ اللّٰہُ یہان وعد از وعدہ بشارت ہے وعدہ وعداً جیسے سابق مین اہل نفاق وکفر کے عذاب مین وعید بمعنی المعنی۔ وعدہ دیا اللہ تعالیٰ الۡمُؤۡمِنِیۡنَ وَالۡمُؤۡمِنٰتِ مومن مردون ومومنہ عورتون کو جنکے اوصاف اوپر مذکور ہوئے ہین۔ جَنّٰتٍ جنتون کا یعنی وعدہ دیا کہ جو بندے بصفات مذکورہ بالا دنیا مین مطیع رہے ہین اُن کیلئے بدون کسی عذاب کفارۂ گناہ کے پہلے پہل جنات ہین جمع جنت بمعنی باغ تر وتازہ جسمین ہر قسم کے میوے ہون۔ تَجۡرِیۡ مِنۡ تَحۡتِہَا الۡاَنۡہٰرُ۔ ایسے جنات جن کے نیچے نہرین جاری ہون گی یعنی اُن کے درختون ومکانون کے نیچے نہرین جاری ہونگی۔ خٰلِدِیۡنَ فِیۡہَا مقدرین الخلود فیہا۔ داخل ہوتے وقت اُنکے لئے مقدر ہوگا کہ اسمین ہمیشہ رہو کبھی نہ مرو نہ تمہارا شباب زائل ہو نہ اسمین سے کسی طرح زوال ہو۔ وَمَسٰکِنَ طَیِّبَۃً اور ایسے مساکن جو پاکیزہ خوشگوار ہین موتی ویاقوت وزمرد کے مکانات

جو آدمی کے واسطے سراسر عجائب قدرت الٰہی ہونگے۔ فِیْ جَنّٰتِ عَدْنٍ یہ مساکن طیبہ واقع ہون گے جنات عدن مین۔ عدن لغت مین بمعنی اقامت
وخلود ہی یقال عدن بالمکان یعدن عدونا اذا اقام بہ۔ اسی واسطے کہا گیا کہ جنات سب عدن ہین اور فائدہ یہ کہ ایک جنات تو باغہائے تر و تازہ
ہین جن کے تحت مین نہرین جاری ہین اور دوسری جنات موتیون وغیرہ کے مکانات ہین جنمین مسکنہائے طیبہ ہین اور اخبار و آثار سے ظاہر ہوتا
ہے کہ عدن مقام خاص جنت مین ہے پس وہ علم ہی اور کشاف مین کہا کہ عدن علم ہی بدلیل قولہ تعالیٰ جنات عدن التی وعد الرحمن عبادہ الآیۃ۔ وفی تفسیر
الحافظ وعن ابی موسی الاشعری قال قال رسول اللہ صلعم جنتان من ذہب آنیتہما وما فیہما وجنتان من فضۃ آنیتہما وما فیہما وما بین القوم وبین ان ینظروا
الی ربہم الا رداء الکبریاء علی وجہہ فی جنۃ عدن۔ یعنی دو جنت سونے کی ہین اُن کے ظروف وجو کچھ اُن مین ہے سب سونے کا ہی اور دو جنت چاندی
کی اُن کے ظروف وجو کچھ اُن مین ہی سب چاندی کا ہی اور نہین کوئی مانع درمیان قوم کے اور درمیان اس بات کے کہ اپنے پروردگار کی طرف نظر
کرین مگر رداء کبریائی اُسکی وجہ ذوالجلال پر جنت عدن مین۔ رواہ البخاری ومسلم مترجم کہتا ہی کہ بیہقی رحمہ نے اس حدیث کے معنی مین تنبیہ کر دی
کہ یہ معنی نہین ہین کہ وجہ الٰہی جل جلالہ پر ردا کبریائی ہوگی بلکہ معنی یہ ہین کہ غایت جلال سے قوم کو یہ طاقت نہ ہوگی کہ نظر کر سکین پھر دوسرے وقت
جب اہل جنت عدن سے پردہ دور کیا جائیگا اور طاقت از جانب وتعالیٰ عطا ہوگی تو دیکھین گی۔ اس حدیث سے بھی ظاہر ہوا کہ عدن مقام
خاص جنت مین ہی جس کے شرف کا بیان یہ کہ وہان حضرت رب العزت جل جلالہ سے اسقدر تقرب حاصل ہی کہ سوائے رداء کبریائی کے اور کچھ حائل نہ ہوگا۔
ابو موسیٰ رضہ نے مرفوع روایت کی کہ مومن کیلیے جنت مین مجوف ایک موتی کا ساٹھ میل طول کا خیمہ ہوگا اسمین اُسکی ازواج ہون گی۔ اُن مین سے ہر ایک
پاس جائے گا اور بعض کو بعض نہ دیکھین گے۔ رواہ البخاری ومسلم۔ ابو ہریرہ رضہ سے ہی کہ جو کوئی اللہ تعالیٰ و اُس کے رسول پر ایمان لایا اور نماز کو ٹھیک ادا کرتا
رہا یعنی مال ہو تو زکوٰۃ دی و حج کیا اور رمضان کے روزے رکھے تو اللہ عزوجل نے کرم سے برحق کر دیا کہ اُس کو جنت مین داخل کرے خواہ اُس نے
ہجرت کی ہو اللہ تعالیٰ کی راہ مین یعنی جہاد کیا ہو یا وہین بیٹھا رہا جہان پیدا ہوا ہے۔ صحابہ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ لوگون کو ہم یہ خبر نہ دیدین فرمایا
کہ جنت مین سو درجے ایسے ہین جو اللہ تعالیٰ نے اپنی راہ مین جہاد کرنے والون کیلیے رکھ چھوڑے ہین ہر دو درجہ کے بیچ مین ایسا فرق ہی جیسا آسمان
وزمین کے بیچ مین ہی سو جب تم اللہ تعالیٰ سے مانگو تو فردوس مانگا کرو کہ وہ اعلائے جنت و اوسط جنت ہی اسی سے جنت کی نہرین جاری ہین
اور اُس کے اوپر عرش الرحمن ہی۔ رواہ البخاری ومسلم عن ابی ہریرہ رضہ والطبرانی والترمذی وابن ماجہ عن معاذ بن جبل مرفوعا والترمذی عن عبادۃ بن
الصامت ایضاً اور غرفہائے جنت کی بابت صحیح ہوا کہ اہل جنت بعض کو بعض ایسے دکھلادین گے جیسے آسمان مین ڈوبے ہوئے تارے کو چمکتا
دکھلاتے ہین اور فرمایا کہ واللہ ایسے لوگون کو ملین گے جنھون نے اللہ تعالیٰ پر ایمان رکھا اور رسولون کی تصدیق کی۔ اور واضح ہو کہ جنت مین
سب سے اعلیٰ مقام کا نام وسیلہ ہی وصحاح وسنن ومسانید مین کثرت سے وارد ہی کہ آپنے فرمایا کہ وہ ایک ہی شخص کو ملیگا اور مجھے اُمید ہی کہ وہ
مین ہی ہون۔ قال المترجم یہ صریح نص ہی کہ آنحضرت صلعم اللہ تعالیٰ کی مخلوق مین سب سے مطلقاً افضل ہین اور حدیث مین ہی کہ جس نے بعد اذان کے
میرے لیے وسیلہ ملنے کی اللہ تعالیٰ سے دعا کی قیامت مین اُسپر میری شفاعت نازل ہوگی۔ ایک روایت مین ہی کہ قیامت مین اسکی شفاعت کرونگا
ابو ہریرہ رضہ سے روایت ہی کہ عمارت جنت سونے و چاندی کی اینٹون سے اور گلاوہ مسک کا اور ریزہ کنکر اُس کے موتیون کے اور خاک
زعفران کی جو اُسمین داخل ہوگا ہمیشہ لذت عیش مین خوش کبھی نہین اکتائیگا ہمیشہ زندہ کبھی نہین مریگا اور کبھی اُسکے کپڑے کہنہ نہ ہونگے
اور کبھی اُسکا شباب زائل نہ ہوگا۔ رواہ احمد ونحوہ عن ابن عمر۔ اور حضرت علی رضہ سے مروی ہی کہ جنت مین غرفہ ہین جنکا اندر سے باہر اور باہر سے
اندر دکھلائی دیتا ہی تو ایک اعرابی نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ کس کے لیے ہین فرمایا کہ جس نے پاکیزہ کلام کیا اور طعام دیا اور برابر روزے رکھے

اور رات میں نماز پڑھی جب لوگ سوتے ہیں۔ رواہ الترمذی والطبرانی وقال الحافظان کلاہما الاسنادین جید حسن۔ اسامہ بن زید سے مرفوع روایت میں ہے کہ قسم رب کعبہ کی جنت کا حصر نہیں وہ نور جگمگاتا ہے وہ ہرے بھرے خوشبودار درخت لہلہاتے ہیں الی آخر الحدیث رواہ ابن ماجہ۔ اور صحاح میں ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میں نے اپنے بندگان صالحین کے لئے وہ کچھ مہیا رکھا ہے جو کسی آنکھ نے نہیں دیکھا اور نہ کسی کان نے سنا اور نہ کسی بشر کے دل پر اسکا خطور ہوا۔ وَرِضْوَانٌ مِّنَ اللّٰهِ اَكْبَرُ۔ رضا کی نسبت رضوان میں زیادتی ہے کیونکہ زیادت کلمہ زیادت معنی پر دلیل ہوتا ہے خصوص جبکہ موصوف بصفت کائن من اللہ ہے اور خصوص جبکہ خود اللہ تعالیٰ نے اُس کے اکبر ہونے کو فرمایا تو قیاس کی کیا مجال کہ اسکی بزرگی دریافت کرے۔ یعنی اور رضوان اللہ کی طرف سے سب سے اکبر ہے۔ ابو سعید خدری رضہ سے روایت ہے کہ اللہ تعالیٰ فرمادیگا کہ اے اہل جنت عرض کرینگے کہ پروردگا لبیک وسعدیک ہم تیرے حضور میں بخوشی بسر وچشم حاضر ہیں تیرے ہی قبضۂ قدرت میں سب بھلائی ہے۔ فرمادیگا کہ بھلا تم راضی ہوے عرض کرینگے کہ رب ہمارے ہم کیوں نہ راضی ہوں حالانکہ تونے ہم کو وہ کچھ عطا فرمایا ہے جو اپنی خلق میں سے کسی کو نہیں دیا۔ رب تبارک تعالیٰ فرمادیگا کہ بھلا تم کو اس سے افضل دوں۔ عرض کرینگے کہ رب ہمارے اس سے افضل اور کیا ہے۔ فرمادیگا کہ تم پر اپنا رضوان نازل کرونگا اسکے بعد کبھی تم پر سخط نہ فرماؤنگا۔ رواہ البخاری ومسلم وابو بکر البزار رحمہ اللہ ومحاملی رحہ نے جابر بن عبداللہ رضہ کی روایت سے اسی معنی کی حدیث میں آخر کلام یوں روایت کیا۔ اللہ تعالیٰ فرمادیگا کہ میرا رضوان اس سب سے اکبر ہے یعنی سب سے بزرگ مرتبہ ہے وقال الضیاء المقدسی اسنادہ عندی علی شرط الصحیح کذا ذکرہ الحافظ رح۔ مترجم کہتا ہے کہ شیخ سیوطی رح نے بدور السافرہ میں آثار واخبار کثیرہ سے قولہ تعالیٰ الحسنیٰ وزیادۃ الآیۃ کی تفسیر میں دیدار حضرت باری تعالیٰ مراد ہونا ثابت کیا ہے اور ظاہر ہے کہ اہل ایمان جن کو اپنے خالق تبارک تعالیٰ سے کمال محبت ہے جنت کو اسی وجہ سے چاہتے ہیں کہ وہ مقام ہے جہاں اُن کو رضوان حضرت حق سبحانہ تعالیٰ حاصل ہوگا وہ مقام ہے کہ جہاں دیدار پاک بلا کیفیت وتشبیہ نصیب ہوگا سبحان اللہ تعالیٰ اس سے بڑھکر کون مقام ہے۔ ذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ۔ یہ جو کچھ انعام مومنوں کیلئے مذکور ہوا یہی فوز عظیم ہے۔ دنیائے دنی ناپایدار کی لذات ومتاع اور جواہر وسونا وچاندی واولاد اور تمام روئے زمین کی سلطنت سہی جسکو کافر ومنافق آخرت سے منکر بے ایمان لوگ فوز عظیم سمجھتے ہیں وہ فوز عظیم کیسا کچھ بھی نہیں مگر آنکہ اللہ تعالیٰ اس سے آخرت کیلئے سامان ونفع اُٹھانیوالا کردے جس سے جنت حاصل ہو تو البتہ کیونکہ فوز عظیم یہی انعام آخرت ہے۔ ف۔ وفی العرائس فی اشارات الآیۃ الکریمۃ۔ واضح ہو کہ اللہ تعالیٰ نے مومنین صادقین کو آخرت میں اعلیٰ شہود اور دیدار کا وعدہ فرمایا۔ اور یہ وعدہ الٰہی ہے جسکو نقد وصول جان لو کیونکہ اسکی خبر عین معاینہ ہے صرف موت کی دیر ہے دنیا میں اُس کے قدس سے معطر ہوائیں مشام اہل انس کو مفرح اور معنبر رہا میں اور ارواح اہل قدس کو معطر فرماتی ہیں اُنکے قلوب ہر چیز سے منقطع اسی کی طرف راغب ہیں یہی انوار وریاحین ہیں جن سے اُن کے دل اللہ تعالیٰ سبحانہ کے شوق میں بیخود اور اُسکی محبت میں اپنی خودی سے باہر رہتے ہیں اور اُسی کے شوق وصال میں طائر ہیں۔ واضح ہو کہ نفس آیت کریمہ میں اس وعدۂ پاکیزہ کو عبودیت کی کسی شرط سے مقترن نہیں فرمایا یعنی اپنے وعدہ کو مثلاً یوں نہ فرمایا کہ مومنوں کے امر بالمعروف ونہی از منکر واقامۃ الصلوٰۃ وغیرہ کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے اُن کو جنت عطا فرمائی بلکہ یہ افعال عبودیت تو مومنوں کے اصلی نشان اور اُن پر آسان ہیں اور رحمت الٰہی فضل واحسان ہے تو آیت میں شرط عبودیت پر معلق نہ فرمانا دلیل ہے کہ یہ عطا اُن پر بدون کسی علت کے فضل واحسان ہے اور جو چیز جس گمان کی ہے وہ میں پہونچائے جانے میں داخل ہے کیونکہ اہل عرفان کی مثل رضوان کی گمان سے ہے اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ اِنَّ الَّذِیْ فَرَضَ عَلَیْکَ الْقُرْاٰنَ لَرَادُّکَ اِلٰی مَعَادٍ الآیۃ حق تعالیٰ نے ازل میں مطیع بندوں کو اپنی درگاہ کی حضوری کے لئے برگزیدہ فرمایا اور مومنین صادقین سے موسوم کیا۔ جب بندہ اپنے خالق کا مطیع اور مومن صادق ہوتا ہے تو وہ صالح وشہید ہوتا ہے کیونکہ نفس اسلام

لہ یعنی سخط ... [illegible] ۱۲

سے دماغ جان اُسکا معطر ہو جاتا ہے تو وہ اپنی جان راہ حق مین فدا کر دیتا ہے اور اللہ تعالیٰ پروا نہین فرماتا ان لغزشون کی جو اُس کی صورت ظاہری
سے ظہور مین آتی ہین کیونکہ مومن سے جب گناہ سرزد ہوا تو وہ نادم ہو کر اُس معصیت کو جو اُس کے حق مین درگاہ مولیٰ مین شرمساری کا سبب
ہوگئی ہے نظر عداوت سے دیکھتا ہے پس شہوت معصیت اُس کے حق مین منغص و مکدر ہو جاتی ہے اور پروردگار کی جناب مین شرمندگی سے اس کا
دل پانی پانی ہو جاتا ہے پس اُس کی معصیت بھی طاعت ہو جاتی ہے۔ بندگان مومنون کو وعدہ جنت ہے اور وہ اصلی مشاہدہ کا مقام ہے جس کے
کشف سے دنیا مین جنت دیدار و شہود مین اُن کے دل ڈوبے ہوئے ہین وے اس جنت کے سوائے کسی طرف نگاہ نہین کرتے ہین اور
اُن کو مساکن طیبہ کا وعدہ دیا حالانکہ ارواح سے مشاہدۂ جمال و قرب وصال مین ساکن ہین پس معصیت پر غضب کی نگاہ سے دیکھکر وہ اشتہار
مکدر و بے لذت کر دیتا ہے اور توبہ کر کے حضور مولیٰ مین سر جھکاتا اور شرم و حیا سے اسکا دل پانی پانی ہوا جاتا ہے پس یہ معصیت کہان رہی
اُسکے حق مین تو اور طاعت ہو گئی سنو کہ پاک معبود نے اُن کو جنتون کا وعدہ دیا اور حالت دیکھو کہ وے مشاہدۂ انوار جمال کے باغون مین
مستغرق پڑے ہین پھر جنتون کی طرف کیا التفات کرین۔ اُنکو مساکن طیبہ کا وعدہ فرمایا اور وے مشاہدہ و قرب وصال کے پاکیزہ منازل
مین ساکن ہین اور ہر دم لذت خطاب لطائف اسرار اُن پر جاری ہین اور اُس کی امید و وصال مین ہفت اقلیم کی سلطنت پر لات مارے اُسکی
طاعت مین مسرور و مبتہج ہین اور انوار آیات کے دوران مین اُن کی عقلین نہایت خوش اور مشاہدۂ صفات سے اُن کے قلوب خوشگواری
سے سیراب ہو رہے ہین ان نہرون سے دمادم شربت محبت پیتے اور حیرت کے ساتھ لحظہ بلحظہ شکرگزار ہین اُسی کی توفیق و تائید پر نظر رکھے ہوئے
رضوان اکبر کے بال و پر سے پر فضا بلندی اسرار صفات و سبحات ذات مین اُن کی روحین بلند پرواز ہین ہمیشہ ہر دم اُن کو انکشاف جمال و دم دم
جلال سرمدی سے تعلق ہے۔ اسی کا نام رضوان اکبر ہے کہ اُن کے چہرون سے صبح صفات چمکتی ہے اور وہ حیران ہین اسی کا اکرام افضل ہے کہ اُنکی پیشانیون
سے شہود ذات کا آفتاب روشن ہے اور وے حیران ہین۔ اے برادر یہ بندے ہین کہ اللہ تعالیٰ شانہٗ نے دنیا ہی مین اُن کو ایسا سرفراز کیا کہ خاک سے
ہمرنگ اور سایۂ عرش مین آرمیدہ ہین جو جنات و وعدہ خیرات اور ون کیلئے کل ہے وہ اُن کو آج حاصل ہے پھر کل اُن کیلئے کیا کچھ کرامت واصل
ہوگی سنو کوئی جگہ پاکیزہ ہو کوئی باغ پر فضا ہو جبھی خوب ہے کہ وہان دیدار قدس قدم ہو تو اُس کے مشاہدہ پر منزل و مسکن پر کب نظر آتا ہے استاد
نے کہا کہ نشان اس رضوان اکبر کا یہ ہے کہ ہر مزہ سے گم ہو تو راحت انس پاوے جو مقام راز دراحت دار القدس نہین بلکہ اتم اعظم ہے فافہم۔ بالجملہ
یہ بندے ہین کہ اُن کی نظر مین سوائے ذات وحدہ لاشریک کے اُسکی صفات و افعال قدرت کے کچھ نہین حتیٰ کہ خود اُن کی نظر بھی نہین ہے۔ سنو کہ حضرت
رب العزت وحدہ لاشریک کے غیرت قدم نے نہ چاہا کہ اہل اتحاد و وصال اپنی نظر مین وجود اہل کفر و ضلال و اعیار ناہنجار باقی رکھین لہٰذا
آنحضرت صلعم کو مطلقاً جہاد کا حکم دیا۔ بقولہ

يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ جَاهِدِ الْكُفَّارَ وَالْمُنَافِقِينَ وَاغْلُظْ عَلَيْهِمْ ۚ وَمَأْوَاهُمْ جَهَنَّمُ ۖ
اے نبی لڑائی کر کافرون سے اور منافقون سے اور تندخوئی کر اُن پر اُن کا ٹھکانا دوزخ ہے
وَبِئْسَ الْمَصِيرُ ۝ يَحْلِفُونَ بِاللَّهِ مَا قَالُوا وَلَقَدْ قَالُوا كَلِمَةَ الْكُفْرِ وَكَفَرُوا
اور وہ بری جگہ پہونچے قسمین کھاتے ہین اللہ کی ہم نے نہین کہا اور بیشک کہا ہے لفظ کفر کا اور منکر ہو گئے ہین
بَعْدَ إِسْلَامِهِمْ وَهَمُّوا بِمَا لَمْ يَنَالُوا ۚ وَمَا نَقَمُوا إِلَّا أَنْ أَغْنَاهُمُ اللَّهُ وَرَسُولُهُ
مسلمان ہو کر اور فکر کیا تھا جو نہ ملا اور یہ سب کرتے ہین بدلا اسکا کہ دولتمند کر دیا اُن کو اللہ نے اور اُس کے رسول نے

مِنۡ فَضۡلِهٖ ۚ فَاِنۡ يَّتُوۡبُوۡا يَكُ خَيۡرًا لَّهُمۡ ۚ وَاِنۡ يَّتَوَلَّوۡا يُعَذِّبۡهُمُ اللّٰهُ عَذَابًا

اپنے فضل سے سو اگر توبہ کرین تو بھلا ہے اُن کے حق مین اور اگر نہ مانین گے تو مار دیگا اُن کو اللہ دکھ

اَلِيۡمًا ۙ فِى الدُّنۡيَا وَالۡاٰخِرَةِ ۚ وَمَا لَهُمۡ فِى الۡاَرۡضِ مِنۡ وَّلِىٍّ وَّلَا نَصِيۡرٍ

کی مار دنیا اور آخرت مین اور نہین اُن کا روئے زمین مین حمایتی نہ مددگار

اللہ تعالیٰ نے اس آیت مین اپنے رسول محمد صلعم کو اور اُس کی تبعیت مین تمام اُمت کو قیامت تک حکم کیا کہ کفار و منافقین سے جو قول و فعل و حال مین مومنین کے برخلاف ہین جہاد کرین اور حکم دیا کہ اُن پر غلظت و سختی کرین جیسے اُن کے برخلاف مومنون کیلئے بحکم قولہ واخفض جناحک لمن اتبعک من المومنین۔ نرمی و مواسات کا حکم دیا ہے اور یہ خبر دیدی کہ اہل کفر و نفاق کا مرجع دار آخرت مین جہنم ہے۔ اور منافقون نے جھوٹی قسمین کھا کر جن باتون کو زبان سے کہنے سے انکار کیا تھا اُسکی خبر دیدی کہ ضرور اُنھون نے یہ باتین کہی ہین اور اسلام ظاہر کرنے کے بعد اب بان سے کھلم کھلا آپس مین کفر بکنا شروع کیا ہے پس غیب کی خبر دیدی کہ منافق جھوٹے ہین ضرور اُنھون نے یہ کلمات زبان سے بکے ہین اور تنبیہ کردی کہ منافقون نے جس امر کا ارادہ کیا تھا وہ اُن کو حاصل نہ ہوا۔ سبحان اللہ تعالیٰ پردہ رکھکر بات فرمائی کہ منافق سمجھ گئے پھر اُن کو توبہ کی طرف ارشاد کیا تو بعض جن کی تقدیر اچھی تھی سچے مسلمان ہوگئے۔ اب تفسیر سنو کہ فرمایا۔ يٰۤاَيُّهَا النَّبِىُّ خطاب ہے محمد صلعم کو اور تبعیت مین مومنین داخل ہین اور یہ مومنون کے لئے فضیلت ہے اور مومن نہایت متبع رسول اللہ صلعم ہوتا ہے اور اُس کے کام بہ نیت موافقت و اتباع رسول اللہ صلعم ہوتے ہین لہذا لفظاً آنحضرت صلعم کو خطاب کیا کہ اے نبی اکرم محمد صلعم۔ جَاهِدِ الۡكُفَّارَ وَالۡمُنٰفِقِيۡنَ تو جہاد کر کافرون و منافقون پر۔ کافر فریق پر تلوار سے جہاد ہے اور اصل مقصود یہ کہ پہلے فہمائش و نصیحت کی جاوے جب نہ مانین اور فتنہ مٹتا نظر نہ آوے تو کہا جاوے کہ طریقہ عدل کے مطیع بنکر مغلوب رہو جب یہ بھی نہ مانین تو تلوار سے فتنہ و فساد مٹادو اور منافق چونکہ بظاہر مطیع ہے لیکن باطن مین فتنہ پھیلاتے تو اُس پر جہاد اسی قدر کافی ہے کہ زبان سے بھی فتنہ کی باتین نہ نکالین۔ حسن و قتادہ و مجاہد رہ نے کہا کہ منافقون پر جہاد یہ کہ اُن پر حدود قائم کئے جاوین یعنی جب ایسا فعل بد کرین جس پر کوئی سزا مقرر ہے تو یہ سزا اُن پر جاری کردے اور بیضاوی رحہ نے کہا کہ اسمین تاویل ہے اسلئے کہ حدود قائم کئے جانے کا حکم تو ایسے گنہگارون پر بھی ہے جو منافق نہ ہون تو نفاق سے اُسکو کیا تعلق ہے۔ اور ضحاک رحہ نے کہا کہ کفار سے جہاد تلوار ہے اور منافقون سے زبانی کلام کے ساتھ بسختی و درشتی۔ یہی مقاتل و ربیع بن انس سے مروی ہے اور اسی کے مانند ابن عباس کا قول ہے اور ابن مسعود رض نے کہا کہ ہاتھ سے روکے اور قدرت ہو تو زبانی درشتی کرے۔ ابن کثیر رحہ نے لکھا کہ بعض علماء نے کہا کہ ان اقوال و تفاسیر مین کچھ منافات نہین کیونکہ جیسی حالت ہو اسی کے موافق مواخذہ کرے اور شیخ ابن جریر رحہ نے یہ اختیار کیا کہ منافق جب کھلم کھلا اپنا نفاق ظاہر کرے تو اُسپر تلوار سے جہاد کیا جاوے۔ جمہور علماء کے نزدیک دیگر دلائل سے ثابت ہے کہ منافق پر تلوار کا جہاد نہین اور تفسیر کبیر وغیرہ مین ہے کہ آیت کریمہ سے ہر دو فریق پر مطلقاً جہاد کرنے کا حکم ثابت ہوا اور کیفیت جہاد بحکم دلائل منفصلہ سے ثابت ہوئی کہ کافرون پر تلوار سے اور منافقون پر کلام درشت و حجت واضحہ سے جہاد کیا جائے لیکن حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا قول سابق مین مذکور ہوا کہ آنحضرت صلعم چار تلوارون کے ساتھ مبعوث ہوئے ایک تلوار مشرکون کیلئے چنانچہ حکم دیا۔ فاذا انسلخ الاشهر الحرم فاقتلوا المشركين الآية۔ دوم تلوار اہل کتاب یہود و نصاریٰ کیلئے کما قال تعالیٰ قاتلوا الذين لا يؤمنون بالله ولا باليوم الآخر الی قوله من الذين اوتوا الكتاب حتى يعطوا الجزية عن يد وهم صاغرون سوم تلوار منافقون کیلئے کما قال يا ايها النبى جاهد الكفار والمنافقين۔ چہارم تلوار مسلمان باغیون کیلئے کما قال فقاتلوا التى تبغى حتى تفئ

[illegible] ۱۲

لی امر اللہ۔ ابن کثیرؒ نے کہا کہ یہ کلام مقتضی ہے کہ منافق جب نفاق ظاہر کرے تو اُس کے ساتھ تلوار سے قتال کیا جاوے۔ مترجم کہتا ہے
کہ شاید جمہور نے منافقین کی تلوار کو معنی مجازی پر محمول کیا ہو یعنی تیز زبان و حجت واضحہ سے اُن پر جہاد ہو ولیکن پوشیدہ نہیں کہ مختار ابن جریر
اقوی ہے اور آیت میں بھی اسطرف دلالت ہے کیونکہ منافقین تو جبھی اہل نفاق معلوم ہونگے کہ جب ظاہر کریں اور اسوقت بمنزلہ کفار مجاہرین
کے ہوئے یا بمنزلہ مرتدین کے اور مرتد کو بھی قتل کیا جاوے اور قولہ کفروا بعد اسلامہم۔ ان کے ارتداد پر دلالت کرتا ہے اور اگر کہا جاوے کہ
آنحضرت صلعم کے عہد میں ان منافقوں نے جہر نہیں کیا تو جواب یہ کہ بوحی الٰہی و دلیل قطعی اُن کا نفاق ایسا ظاہر ہوا جیسے اُن کے جہر سے
ثابت ہوتا اور گویا اسواسطے آنحضرت صلعم کو مخصوص حکم کیا کہ از شرع میں یہ لوگ منافق ہی تھے ولیکن وارد ہوتا ہے کہ منافق مرتدون کے کہاں
قتل کیے گئے اور جواب یوں ممکن ہے کہ توبہ و رجوع حقیقۃً یا حکماً یعنی بظاہر پائی گئی اور بنظر ظاہر شرع کے حکم نفاق خفیہ اُن پر جاری رہا
اگرچہ پہلے بحکم قولہ کفروا بعد اسلامہم۔ کے اظہار ارکان اسلام کے بعد کفر ظاہر کیا تھا۔ بیضاوی رح وغیرہ نے جمہور کے موافق یوں تفسیر کی کہ
جاہد الکفار بالسیف والمنافقین بالزام الحجۃ واقامۃ الحدود یعنی اے نبی اکرم محمد صلعم جہاد کر کافروں پر یعنی تلوار کے ساتھ اور منافقوں پر
یعنی باین طور کہ حجت واضحہ سے اُن کو ملزم کر اور حدود اُن پر قائم کر۔ وَاغْلُظْ عَلَيْهِمْ۔ اور ان لوگوں پر اس بارہ میں غلظت و درشتی کر
غلظت کے معنی درشتی کرنا خلاف لینت و نرمی کے۔ چونکہ آنحضرت صلعم رفق فرماتے تھے لہذا ایسا حکم دیا۔ وَمَأْوٰىهُمْ جَهَنَّمُ
اور جہنم ایسے لوگوں کا ٹھکانا ہے یہ جملہ مستانفہ ہے۔ کما قال ابو السعود رح اسمیں اُن کے انجام کار کا بیان ہے۔ اور معنی یہ کہ کفر و نفاق کی صفت کیساتھ وہ جہنم
کے لائق ہیں۔ وَبِئْسَ الْمَصِيرُ۔ اور مرجع اُن کا جہاں انجام کو جاوینگے وہ برا ٹھکانا ہے اور جہنم میں جاوینگے تو جہنم بہت بری جگہ ہے یعنی فی نفسہ وہ
اللہ تعالیٰ کی مخلوق ہے ولیکن جو لوگ اسمیں عذاب پاوینگے اُن کے حق میں بری ہے۔ يَحْلِفُوْنَ بِاللّٰهِ مَا قَالُوْا۔ اور قسم کھاتے
ہیں اللہ تعالیٰ کے نام پاک کے ساتھ کہ اُنھوں نے یہ نہیں کہا یعنی جھوٹ قسم یوں کھاتے ہیں کہ واللہ ہم نے نہیں کہا۔ وَلَقَدْ قَالُوْا
كَلِمَةَ الْكُفْرِ۔ اور حال یہ کہ البتہ اُنھوں نے کلمہ کفر کہا چونکہ قسم کے ساتھ وہ منکر تھے لہذا رد میں حرف لقد کے ساتھ جو مشعر قسم ہے اثبات
فرمایا یعنی واللہ ضرور اُنھوں نے کلمہ کفر کہا۔ وَكَفَرُوْا بَعْدَ اِسْلَامِهِمْ۔ اور کافر ہوئے اپنے اسلام کے۔ یہ مراد نہیں کہ پہلے اُن کو
ایمان حاصل تھا بلکہ اسلام سے انقیاد مراد ہے یعنی بعد اظہار اسلام کے اب کلمہ کفر زبان سے بھی ظاہر کیا۔ ظاہر کلام مشعر ہے کہ منافقوں نے
کوئی بات کہی تھی پھر جھوٹی قسمیں کھا کر اُس سے انکار کیا پس اصل مقصود یہ کہ اہل نفاق ایسے لوگ ہیں کہ جھوٹی قسمیں کھانے میں بیباک
اور زبان کے جھوٹے اور فساد کرنیوالے اور ظاہر میں کچھ اور باطن میں کچھ ہیں اُن میں بالکل پاس امانت نہیں اُن سے خلق خدا کو سخت ضرر پہنچے
اور وے فریب و فساد کی جڑ ہیں بلکہ کھلم کھلا کافروں سے بھی بڑھکر کیونکہ اُن سے کوئی فریب نہ کھاویگا اور نہ اس طرح بے امانت ہیں۔
اور بڑے باریک قبائح جو منافقوں کے ان اطوار میں مضمر ہیں اُن کا کہاں تک بیان ہو کیونکہ غور کرو تو جملہ قبائح اسمیں مندرج ہیں۔ پھر
آیا اخبار و آثار سے کچھ مفصل معلوم ہوا کہ یہ کیا قصہ تھا اور آیا سب منافقین اسطرح کہنے والے تھے یا بعض نے کہا اُسکو سب کی طرف بسبب
یکساں حالت و باہمی رضامندی کے نسبت کر دیا گیا تو شیخ ابن کثیرؒ نے ذکر کیا کہ قتادہؒ نے فرمایا کہ یہ آیت عبداللہ بن ابی منافق کے حق
میں نازل ہوئی اور بات یہ ہوئی تھی کہ تبوک کے مقام میں ایک مرد جہنیؓ اور ایک انصاری میں کچھ جھگڑا ہوا اور جہنی نے انصاری پر تعلی کی
تو عبداللہ بن ابی منافق نے کہا کہ اے گروہ انصار اپنے بھائی کی مدد نہ کرو گے واللہ ہمارے اور محمدؐ کی مثل ایسی ہے جیسے کسی نے کہا ہے کہ اپنا کتا پال پال
کے موٹا کر وہ تجھے کھائیگا اور ہم تو جب مدینہ لوٹ جاوینگے تو جو ہم میں عزت والے ہیں وہ ذلت والوں کو نکال باہر کرینگے۔

اس منافق خبیث کی یہ باتین کسی نے رسول اللہ صلعم تک پہونچائین پس آپ نے اسکو بلوایا تو لگا قسمین کھانے کہ واللہ یا رسول اللہ مین نے تو کچھ بھی نہین کہا ہی پس اسی کے حق مین یہ آیت نازل ہوئی۔ انس بن مالک رضؓ سے عبداللہ بن الفضل نے سنا کہ واقعہ حرہؓ مین جب میری قوم بہت مصیبت مین مبتلا ہوئی تو مجھے سخت غم لاحق ہوا تو زید بن ارقم نے مجھے میرا غم سنکر لکھا کہ مین نے رسول اللہ صلعم سے سنا آپ فرماتے تھے کہ اللھم اغفر للانصار ولابناء الانصار۔ ابن الفضل کو شک ہی کہ ابناء ابناء الانصار۔ بھی کہا تھا یا نہین یعنی انصار کیلئے و اُن کی اولاد کے لئے دعاء مغفرت مانگی یا پوتون ناتیون تک کیلئے دعا فرمائی پھر انس رضؓ نے زید بن ارقم کے حق مین کہا کہ آنحضرت صلعم نے اُسکے حق مین فرمایا کہ اوفی اللہ لہ باذنہ اور بات یہ ہوئی کہ رسول اللہ صلعم خطبہ پڑھتے تھے اور ایک منافق کہنے لگا کہ اگر یہ شخص سچا ہی تو ہم لوگ گدھون سے بدتر ہوئے۔ زید بن ارقم نے سنکر کہا کہ ہان و اللہ محمد صلعم تو سچے ہین پھر تو ضرور گدھے سے بدتر ہی پھر آنحضرت صلعم کے پاس مرافعہ مین وہ منافق منکر ہوگیا تو اللہ تعالیٰ نے زید بن ارقم کی تصدیق نازل فرمائی بقولہ یحلفون باللہ ما قالوا الآیۃ۔ شیخ ابن کثیرؒ نے کہا کہ قولہ پھر انس نے زید بن ارقم کے حق مین کہا۔ شاید آدمی کا وہم ہی اور یہ کلام امام زہری راوی اعلیٰ یا موسیٰ بن عقبہ راوی وسط کا قول ہی اور واضح رہے کہ مشہور یہ ہی کہ جو قصہ یہان مذکور ہوا یہ غزوہ بنی المصطلق مین واقع ہوا تھا نہ تبوک مین پس آیت کریمہ کے ذکر مین شاید راوی کو وہم ہوا کہ بجائے دوسری آیت کے اسکو ذکر کر دیا واللہ اعلم۔ اور محمد بن اسحاق نے باسناد جید کعب رضؓ بن مالک انصاری سے روایت کی کہ جب آنحضرت صلعم تبوک سے واپس تشریف لائے تو مجھے میری قوم نے سخت اکسایا کہ تو مرد شاعر ہی جا کر حضور مین کچھ عذر بنا کر اپنا اعتذار کرے پھر در و غگوئی کا گناہ ہو گا اُس سے استغفار کر لینا۔ تمام حدیث طویل جوانشاء اللہ آ رہی ذکر کی چنانچہ اسمین ہی کہ پھر کعب بن مالک نے بیان کیا کہ جن منافقون کے حق مین بجھ طرح سے وغیرہ کے فضائح مین قرآن نازل ہوا اُن مین سے بعض وہ تھے کہ آنحضرت صلعم کے ساتھ موجود تھے چنانچہ جلاس بن سوید بن الصامت بھی تھا اور اُس نے عمیر بن سعد کی مان سے نکاح کیا تھا اور عمیر اسکی ربیت مین تھے سو جب قرآن نازل ہوا اور اللہ تعالیٰ نے منافقون کو بعض فضائح و قبائح کے ساتھ ذکر فرمایا تو جلاس بولا کہ واللہ اگر یہ شخص سچا ہی تو ہم لوگ گدھون سے بدتر ہین۔ یہ بات عمیر بن سعد نے سنی اور کہا کہ اے جلاس قسم ہی اللہ تعالیٰ کی کہ مین تجھے لوگون سے زیادہ چاہتا ہون اور تیرے مجھ پر احسان ہین مجھے نہین منظور کہ تجھے برائی پہونچے ولیکن تو نے ایسی بات کہی کہ چھپانے مین خیانت ہی اور ذکر کرنے مین تیری فضیحت اور تیری طرف سے مجھے اپنی ہلاکت کا خوف ہی مگر دونون مین سے مجھے ایک آسان ہی پھر عمیر نے جا کر آنحضرت سے بیان کیا اور جب جلاس نے سنا تو جا کر قسمین کھائین کہ مین نے نہین کہا اور عمیر کا دشمن ہو گیا پس اللہ تعالیٰ نے نازل فرمایا۔ ویحلفون باللہ ما قالوا الی آخر الآیۃ۔ پس آنحضرت صلعم نے جلاس کو اُس کے دروغ پر آگاہ کیا۔ ابن اسحٰق" کا قول ہی کہ جلاس نے یہ سنکر توبہ کی ونفاق چھوڑا اور اچھا مسلمان ہو گیا۔ عروہ بن الزبیر سے بھی روایت ہی کہ یہ آیت جلاس کے حق مین بسبب مقولہ مذکورہ کے نازل ہوئی ہی اور ابن جریرؒ نے ابن عباس رضؓ سے روایت کی کہ آنحضرت صلعم ایک درخت کے سایہ مین بیٹھے تھے پس اپنے اصحاب سے کہا کہ تمھاری طرف گھورتا ہوا ایک آدمی آویگا تم مین سے کوئی کچھ مت بولنا۔ پھر ایک کرنجا آدمی ظاہر ہوا تو آنحضرت صلعم نے اُسکو بلا کر فرمایا کہ اے شخص تو اور تیرے ساتھی کیون مجھے برا بھلا کہتے ہین وہ اُٹھ کر گیا اور اپنے ساتھیون کو لے آیا اور سبھون نے قسمین کھانی شروع کین کہ یا رسول اللہ قسم ہی اللہ تعالیٰ کی ہم نے تو کچھ نہین کہا ہی پس اللہ تعالیٰ نے نازل فرمایا ویحلفون باللہ ما قالوا۔ مترجم کہتا ہی کہ حضرت ابن عباس وغیرہ کا بر اہل تفسیر ان منافقون کے نام و نسب کو ذکر نہین کرتے کیونکہ انکی اولاد مین سچے ایمان والے لوگ تھے پس تصریح نہین کرتے کہ باہم عار دلانے وغیرہ کا فتنہ نہ پھیلے کما قد عرفت۔ واضح ہو کہ بعض روایات مین ہی کہ جب عمیر بن سعد نے جلاس کا کلمہ النفاق کھول دیا تو جلاس دشمن ہو گیا اور چاہا کہ عمیر کو قتل کر دون مگر قابو نہ پایا

حتی کہ خود مسلمان ہوگیا۔ اسی وجہ سے بعض مفسرین نے اس کلام الٰہی کے یہی معنی بیان کیے۔ وَهَمُّوا بِمَا لَمْ يَنَالُوا۔ اور قصد کیا ان منافقون
نے ایسی چیز کا جسکو نہین پایا۔ یعنی جلاس نے قتل عمیر پر قابو نہ پایا۔ بعض نے کہا کہ عبداللہ بن ابی منافق کے حق مین ہے کہ اُس نے
آنحضرت صلعم کے قتل کا قصد کیا مگر اسکی ملعون امید پوری نہوئی۔ سدی رح نے کہا کہ چند ایسے لوگون کے حق مین اُتری جنھون نے چاہا تھا کہ بجز
رسول اللہ صلعم کے عبداللہ بن ابی کو تاج بادشاہت پہنادین۔ مترجم کہتا ہے کہ صحیح بخاری مین بھی آیا ہے کہ قبل نزول مبارک آنحضرت صلعم کے
وہان والون نے اس منافق کو تاج سرداری دینا چاہا تھا مگر پورا نہوا۔ یہ قصہ آل عمران وغیرہ مین گزر چکا ہے۔ قال الحافظ اور وارد ہوا کہ غزوہ
تبوک سے لوٹتے ہوئے ایک رات چند منافقون نے قصد کیا تھا کہ آنحضرت صلعم کو فریب سے قتل کرین اور قصہ یہ تھا کہ راہ مین آنحضرت صلعم
نے منادی کرادی کہ لوگ یعنی تمام لشکر بطن وادی سے ہوکر گزرے اور گھاٹی کی راہ سے کوئی نہ جائے کہ وہ راہ فقط رسول اللہ صلعم نے اختیار
فرمائی ہے پس بارہ منافقون نے مسلح ہوکر ڈھاٹے وغیرہ سے اپنے آپکو چھپایا اور گھاٹی کا قصد کیا تاکہ وہان ازدحام کرکے رسول اللہ صلعم کو
اس ازدحام مین نیچے ڈھکیل دین مگر ان کی ملعون مراد پوری نہوئی۔ چنانچہ حذیفہ رضی اللہ عنہ آگے سے آنحضرت صلعم کے راحلہ کی مہار تھامے
ہوئے تھے اور عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ پیچھے سے ہانکتے تھے کہ ناگاہ بارہ سوار پیچھے سے معترض ہوئے تو عمار نے آواز دی اور اُن کی سواریون کے
منھون پر مارنا شروع کیا پس سب بھاگ گئے اور آنحضرت صلعم نے اُن کے نام و نسب اُن کا ارادہ بیان کردیا۔ وہذا مصرح فیما رواہ الامام
احمد والبیہقی وغیرہما والقصۃ فی الصحاح ایضا۔ وعلی ہذا معنی کلام بطریق شمار قبائح منافقین ہے یعنی اُن کے قبائح کو شمار کیا کہ اللہ تعالیٰ کی جھوٹی
قسمین کھاتے ہین اور بعد اظہار اسلام کے کفر ظاہر کیا اور اُن لوگون نے ایسا قصد بھی کیا تھا جو پورا نہوا اور کچھ نہ پایا۔ پس عجب اُن منافقون
سے کہ باوجودیکہ آنحضرت صلعم کی ذات بابرکات سے اُن کی محتاجی دور ہوئی اور تونگر ہوگئے اسپر اس احسان کا بدلہ یہ چاہتے تھے کہ فریب
سے قتل کرین۔ وقد قال تعالیٰ۔ وَمَا نَقَمُوا إِلَّا أَنْ أَغْنَاهُمُ اللَّهُ وَرَسُولُهُ مِنْ فَضْلِهِ بیضاوی رح نے لکھا کہ قولہ ما نقموا
اے ما انکروا او وما وجدوا ما یورث نقمتہم یعنی اور نہین انکار کیا اُنھون نے الا اس بات کا کہ اُن کو غنی کردیا الخ یا یہ معنی کہ اور نہین پائی اُنھون
نے کوئی ایسی چیز کہ جس سے اُن کو نقمت گھیرے مگر یہی کہ ان کو اللہ تعالیٰ و اُس کے رسول نے اپنے فضل سے تونگر کردیا یعنی اُن کو رسول اللہ صلعم
کی طرف سے کوئی بدی نہین پہونچی بلکہ تونگری پہونچی تو اُنھون نے جو برائی چاہی وانکار کیا تو اسی وجہ سے کہ رسول اللہ صلعم کی طرف سے اُن کو
تونگری ملی حالانکہ یہ بات قابل احسان ماننے و اطاعت کے ہے نہ آنکہ انکار و عداوت سے بدلا کیا جائے۔ بیضاوی وغیرہ کے کلام سے
مستثنیٰ منہ کی تقدیر یون ہے کہ وما نقموا شیئا الا ان اغناہم۔ اے الا اغناہم۔ یا۔ وما نقموا الشیٔ الا لان اغناہم۔ اور مروی ہے کہ جلاس
بہت فقیر تھا اُس کا ایک مملوک مقتول ہوا تو آنحضرت صلعم نے اسکو بارہ ہزار درم دیت لوائے تو وہ تونگر ہوگیا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے ان
منافقون کو ہدایت کی طرف ارشاد فرمایا بقولہ۔ فَإِنْ يَتُوبُوا يَكُ خَيْرًا لَهُمْ۔ یک دراصل یکن مجزوم بجواب شرط ہے جسمین سے نون تخفیفا حذف ہوا المعنی پھر اگر باوجود
ایسے قبیح امر کے ارتکاب کے بھی وے توبہ کرین تو انکے لیے بہتر ہوگا سبحان اللہ تعالیٰ عجیب شان ہے کہ پھر توبہ کی راہ بتائی اور توبہ قبول فرمائی پس معلوم ہوا کہ منافق ہو یا مرتد ہو اگر
توبہ کرے تو قبول ہے اور فتاوی بزازیہ مین جو ذکر کیا ہے کہ آنحضرت صلعم کی شان مین بدگوئی کرنیوالا پایا جاوے تو قتل کیا جاوے اگرچہ توبہ کرے تو یہ براہ سیاست حکم ہے لیکن
از راہ دیانت اُس کی توبہ اگر سچے دل سے ہو تو قبول ہے فاحفظہ۔ اگر کہا جائے کہ توبہ تو مؤنث ہے پھر یک کی جگہ تک بنا کر مؤنث چاہیے تو
جواب یہ ہے کہ توب توبہ ہر دو مصدر ہین پس یک کی ضمیر بجانب توب ہے علاوہ برین مصدر ہا سند مؤنث ہے کبھی مذکر لایا جاوے کبھی مؤنث۔
وَإِنْ يَتَوَلَّوْا اور اگر یہ منافقین اعراض کرین بایں طور کہ توبہ نکرین و در نفاق پر مصر رہین۔ يُعَذِّبْهُمُ اللَّهُ عَذَابًا أَلِيمًا

عذاب دیگا اُن کو اللہ تعالیٰ عذاب دردناک ۔ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ دنیا مین و آخرت مین ۔ چنانچہ حدیث لیلۃ العقبہ مین ان منافقون کے حق مین یہ عذاب آیا کہ قلب کے لٹکاؤ کی رگون مین شعلہ آتش بھڑکا اور دوسری جانب نکلا کہ اس مرض سخت سے ہلاک ہوئے نعوذ باللہ من موت النفاق والکفر ۔ پس منافق اگر کھلم کھلا قتل و قید کی بلا مین گرفتار نہو تو اُسکو دنیا مین بلا عذاب ہونا لازم نہین اور جن احادیث سے مومن کا ہمیشہ بلاؤن مین گرفتار و شکر گزار رہنا تا آنکہ دنیا سے پاک مرجاوے اور منافق کا سرکشی مین مغرور رہنا یہان تک کہ دفعۃً جڑ سے اُکھڑ کے جہنم مین گرے ثبوت ہوتا ہے اُن سے یہان کچھ منافات نہین کیونکہ عذاب آلہی کے طریقے اور احوال جدا جدا ہین حتی کہ منافق و کفار کے مال و اولاد کے ساتھ تندرستی کی زندگی بھی عذاب و وبال ہے ۔ وَمَا لَهُمْ فِي الْأَرْضِ مِنْ وَلِيٍّ وَلَا نَصِيرٍ ۔ اور منافقون کیلئے زمین مین کوئی ولی و نصیر نہین ہے ۔ اہل کفر مخذول و مطیع ہون گے اور عذاب آلہی جس طرح چاہے آوے کوئی اُسکو روک نہین سکتا پھر منافق کس چیز پر غرہ ہو سکتے ہین ف ۔ فی العرائس قولہ یا ایہا النبی جاہد الکفار والمنافقین نفس امارہ ہر انسان کے ساتھ اُسکا دشمن کافر ہے اور اُسپر جہاد اسطرح کہ اسکی خواہش سے اسکو مردہ کر دالے اور منافقین شیطان و اُس کے ذریات اور اُن پر جہاد اسطرح کہ ہمیشہ بھوک و دنیا سے افسردہ رہکر شیاطین کی راہین تنگ کر دے اور ان دشمنون پر زیادہ غلظت و سختی از جانب قلب ہوگی جو انوار روحانی سے بھرا ہو اور واضح ہو کہ آیت سے ثابت ہوتا ہے کہ سچے اعتقاد والے کو روا ہے کہ کاذب مدعی و فاسق پر زجر و توبیخ کرے و ملامت کیواسطے اُس سے منہ موڑ لے ۔ محمد بن علی رح نے کہا کہ معنی یہ ہین کہ کافرون کیساتھ تلوار سے جہاد کر اور منافقون کے ساتھ زبانی سہل ہونے کہا کہ نفس بھی کافر ہے اُسپر مخالفت کی تلوار سے جہاد کرنا لازم ہے یعنی جو اُمور خلاف شرع و بفائدہ وہ چاہے تو اُس سے مخالفت کر اور اُسپر ندامت کے بوجھ لاد اور اُسکو آخرت کے خوف مین ہانکنے سے شاید اس تدبیر سے وہ توبہ کرے اور دار آخرت و صراط مستقیم کیطرف رجوع لاوے اور توبہ اُسی شخص کی ٹھیک ہوتی ہے جو نہایت شرم و خوف سے متحیر و مبہوت و بیقرار ہو گیا ہو چنانچہ تبوک سے پیچھے رہنے والون سے تین سچے مومن خلاف کر گئے جن کی توبہ اللہ تعالیٰ نے قبول فرمائی اور اُنکا حال فرمایا بقولہ[له] وعلی الثلاثة الذين خلفوا حتی اذا ضاقت عليهم الارض بما رحبت وظنوا ان لا ملجا من الله الا اليه الآیہ اور عنقریب یہ قصہ آتا ہے انشا اللہ تعالیٰ ۔ پھر اللہ تعالیٰ نے اہل نفاق مین سے بعض جو سب کا

نمونہ ہین عہد شکنی و بخل وغیرہ قبائح سے مذموم موصوف ظاہر فرمایا ۔ بقولہ تعالےٰ ۔

وَمِنْهُمْ مَنْ عَاهَدَ اللَّهَ لَئِنْ آتَانَا مِنْ فَضْلِهِ لَنَصَّدَّقَنَّ وَلَنَكُونَنَّ مِنَ الصَّالِحِينَ ۝

اور بعضے اُنمین وہ ہین کہ عہد کیا تھا اللہ سے اگر دیوے ہم کو اپنے فضل سے تو ہم خیرات کرین اور ہوویں نیکی والون مین

فَلَمَّا آتَاهُمْ مِنْ فَضْلِهِ بَخِلُوا بِهِ وَتَوَلَّوْا وَهُمْ مُعْرِضُونَ ۝ فَأَعْقَبَهُمْ نِفَاقًا فِي قُلُوبِهِمْ

پھر جب دیا اُن کو اپنے فضل سے اُسمین بخل کیا اور پھر گئے ٹلا کر پھر اُس کا اثر رکھا نفاق اُنکے دل مین

إِلَىٰ يَوْمِ يَلْقَوْنَهُ بِمَا أَخْلَفُوا اللَّهَ مَا وَعَدُوهُ وَبِمَا كَانُوا يَكْذِبُونَ ۝ أَلَمْ يَعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ

جس دن تک اُس سے ملین گے اُسپر کہ خلاف کیا اللہ سے جو وعدہ دیا اور اُسپر کہ بولتے تھے جھوٹ جان نہین چکے کہ اللہ

يَعْلَمُ سِرَّهُمْ وَنَجْوَاهُمْ وَأَنَّ اللَّهَ عَلَّامُ الْغُيُوبِ ۝ ع

جانتا ہے اُن کا بھید اور مشورہ اور یہ کہ اللہ جاننے والا ہے ہر چھپے کا

اللہ تعالیٰ نے اس آیت مین بیان فرمایا کہ منافقون مین سے بعض وہ شخص ہے کہ پہلے اللہ تعالیٰ کو عہد و میثاق دیا کہ اگر مال مجھے روزی کرے تو مال سے صدقہ دون خیرات کرون پس نیکو کارون مین سے ہو جاؤن پھر جب دیا تو وعدہ وفا نہ کیا پس اس حرکت کی سزا مین تا دم مرگ

[له] اُن تین شخصون کی توبہ قبول کی جن کو پیچھے رکھا تھا یہان تک کہ جب زمین اپنے چوڑاؤ کے باوجود اُنپر تنگ ہوئی اور اُنکی جانین خود ضیق مین آگئین اور یقین کر چکے کہ کوئی پناہ نہین اللہ سے مگر اسی کی طرف تب اللہ اُن پر مہربان ہوا ۱۲م

اُس کے دل میں نفاق قائم کر دیا نعوذ باللہ منہ۔ تفسیر سنو کہ فرمایا۔ وَمِنْهُمْ مَّنْ عٰهَدَ اللّٰهَ اور منافقون میں سے بعض وہ شخص ہیں کہ اُسنے
اللہ تعالیٰ سے معاہدہ کیا کہ۔ لَئِنْ اٰتٰىنَا مِنْ فَضْلِهٖ۔ اگر اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے ہمکو دیا یعنی دنیاوی مال و متاع بہت سا تو۔
لَنَصَّدَّقَنَّ وَلَنَكُوْنَنَّ مِنَ الصّٰلِحِيْنَ۔ ضرور ہم صدقہ خیرات دینگے اور البتہ ہم صالحین سے ہو جاوینگے۔ قولہ لئن اتانا لام موطئۃ
القسم ہے پس قسم کے ساتھ مؤکد عہد کیا کہ اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے اگر ہم کو مال و متاع کثیر جسمیں سے خیرات نکالنا آسان ہو عطا فرماویگا تو ہم
صدقہ دینگے پس قولہ لنصدقن بیان عہد ہے اور جواب قسم ہے اور رہا جواب شرط تو وہ محذوف ہے کیونکہ یہی جواب اسپر دلیل ہے اور اطلاق صدقہ
یعنی لنصدقن سے جو مفہوم ہے وہ عام ہے کہ صدقہ مفروضہ و غیر مفروضہ سب کو شامل ہے گویا عہد کرتے وقت خوب عموم اظہار کرکے عہد کیا اور آفت
نفاق سے اندھا ہو رہا کہ اللہ تعالیٰ دل کے بھید کو جانتا ہے چنانچہ غیر مفروضہ کیسا اس منافق نے صدقہ مفروضہ بھی نہ دیا چنانچہ اللہ تعالیٰ نے
فرمایا ہے۔ فَلَمَّآ اٰتٰىهُمْ مِّنْ فَضْلِهٖ بَخِلُوْا بِهٖ پھر جب اللہ تعالیٰ نے اُن کو اپنے فضل سے دیدیا تو اس مال سے بخل کر گئے اور کچھ بھی
صدقہ نہ دیا۔ وَتَوَلَّوْا اور طاعت الٰہی سے اعراض کیا منہ موڑا۔ وَّهُمْ مُّعْرِضُوْنَ اور حال یہ کہ وے لوگ منہ موڑنے والے ہیں
یعنی ہر حال میں اُن کی خصلت و عادت ہی یہی ہے۔ فَاَعْقَبَهُمْ نِفَاقًا فِيْ قُلُوْبِهِمْ۔ پس اس خلاف عہد کرنے کی سزا میں نفاق اُنکا
اعقاب کر دیا اُن کے دلوں میں یعنی انکے دلوں میں نفاق بٹھلا دیا اور برابر کر دیا۔ اِلٰى يَوْمِ يَلْقَوْنَهٗ۔ اُس دن تک کہ اللہ تعالیٰ سے ملاقی ہونگے
یعنی دم مرگ تک اور اسکا حاصل یہ کہ نفاق پر مرینگے اور نفاق کی سزا پاوینگے اس لئے کہ جب نفاق پر موت ہوئی اور موت تک نفاق
رہا تو بعد موت کے ایمان مفید نہیں ہے پس نفاق پر حشر ہوا۔ رہا یہ کہ منافق نے یہ سزائے نفاق کیوں پائی تو فرمایا۔ بِمَآ اَخْلَفُوا اللّٰهَ
مَا وَعَدُوْهُ بسبب اُن کے خلاف کرنے کے اُس عہد میں جو اُنھوں نے اللہ تعالیٰ سے وعدہ کیا تھا۔ وَبِمَا كَانُوْا يَكْذِبُوْنَ۔
اور بسبب اُن کے جھوٹ بولنے کے۔ بما میں ما مصدریہ ہے پس بما اخلفوا بسبب اخلافہم اور بما کانوا یکذبون۔ اے بسبب کون
کذبہم۔ اور ایک قراۃ میں یکذبون بتشدید از تکذیب آیا اور معنی یہ کہ اور بسبب اُن کے جھٹلانے کے رسول اللہ صلعم و آیات الٰہی کو
پس ظاہری اسباب میں سے ایک اُن کا خلاف وعدہ کرنا اور دوسرا جھوٹ بولنا بیان کیا یا اصلی نفاق یعنی رسول اللہ صلعم کی تکذیب
بیان فرمائی۔ اور حدیث میں ہے کہ منافق کی تین علامتیں ہیں جب بات کہے تو جھوٹ بولے اور جب وعدہ کرے تو خلاف کرے اور جب امانت
دیا جائے تو خیانت کرے۔ و عبداللہ بن عمرو بن العاص نے کہا کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ چار باتیں ہیں جسمیں ہوں وہ خالص منافق ہے
اور جسمیں اُنمیں سے کوئی ہو تو اُسمیں نفاق کی خصلت ہوگی یہاں تک کہ اسکو چھوڑے وہ چاروں یہ ہیں کہ جب بات کرے تو جھوٹ بولے
اور جب جھگڑے تو فجور کرے اور جب عہد کرے تو توڑے اور جب امانت دیا جائے تو اسمیں خیانت کرے۔ بالجملہ ان علامات سے منافق
پہچانا جاسکتا ہے اور جو منافق ہو اُسمیں قبائح بہت ہونگے از انجملہ یہ قبائح بھی ہونگے اور دیگر قبائح مختلف منافقوں میں مختلف
اطوار سے پائے جاوینگے لہذا اللہ تعالیٰ نے بیان بصیغہ جمع فرمایا یعنی منافقین میں سے بعض ایسے ہیں کہ اُسنے اللہ تعالیٰ سے عہد کیا الیٰ آخرہ
اور اسمیں صیغہ بخلوا و معرضون وغیرہ جمع فرمائے کیونکہ خصائل نفاق میں منافقین یکساں ہوتے ہیں کمی بیشی تھوڑی ہوتی ہے اور مفسرین رحمہم اللہ
نے ذکر کیا کہ سبب نزول آیت کریمہ کا واقعہ ایک شخص ثعلبۃ بن حاطب کا ہے اور ابن کثیرؒ نے لکھا کہ یہی سبب نزول بہت سے مفسرین نے جنمیں
ابن عباسؓ و حسنؒ بھی ہیں بیان کیا ہے اور اسمیں ایک حدیث بھی آئی جو ابن جریرؒ و ابن ابی حاتم نے بیان لکھی ہے مترجم کہتا ہے کہ وہ
ابو امامۃ الباہلی رضی اللہ عنہ کی روایت سے ہے کہ ثعلبۃ بن حاطب انصاری نے رسول اللہ صلعم سے عرض کیا کہ آپ دعا فرماویں کہ اللہ تعالیٰ

مجھے مال ومتاع روزی کرے آپنے کہا کہ دیکھ یا ثعلبۃ قلیل تؤدی شکرہ خیر من کثیر لا تطیقہ - بربادی تیری او ثعلبہ تھوڑا سا مال ایسا کہ جسکا تو شکر ییادا کرے ایسے بہت مال سے بہتر ہی جسکے شکریہ کی تو طاقت نہ رکھے - اُسنے پھر دوسری بار آپسے درخواست کی تو آپنے فرمایا کہ کیا تو اس امر پر راضی نہیں ہی کہ اللہ تعالیٰ کے رسول کے مانند ہو پس قسم ہی اُس ذات پاک کی جس کے قبضہ قدرت مین میری جان ہی کہ اگر مین چاہون کہ پہاڑ میرے واسطے سونے وچاندی کے ہو جاوین تو ہو کر میرے ساتھ چلین - ثعلبہ نے عرض کیا کہ قسم اُس ذات پاک کی جسنے آپکو حق کیسا تھ بھیجا ہی کہ اگر آپ اللہ تعالیٰ سے دعا کرین اور حق عزوجل مجھے مال عطا کرے تو مین ہر حقدار کو اُسکا حق پہونچا دونگا پس آنحضرت صلعم نے دعا فرمائی کہ اللھم ارزق ثعلبۃ مالا یعنی بار الٰہا اے اللہ تعالیٰ تو ثعلبہ کو مال عطا فرما دے - ابو امامہ نے کہا کہ پھر ثعلبہ نے کچھ بکریان لین اور وے کیڑون کی طرح بڑھنا شروع ہوئین یہان تک کہ اُسپر مدینہ کی آبادی مین رہنا دشوار ہوا پس آبادی سے باہر وادی مین رہا اور یہ شروع کیا کہ ظہر و عصر کی نماز کو جماعت سے پڑھتا اور باقی مین جماعت چھوڑدی پھر اور بڑھا اور بہ کثرت زیادہ ہوئی تو اور دور جنگل مین چلا گیا یہان تک کہ جماعت بالکل چھوڑدی صرف جمعہ کے روز جماعت مین حاضر ہوتا اور بکریون کی بڑھا و دیسی ہی کیڑون کی طرح جاری تھی یہان تک کہ جمعہ بھی چھوڑا اور یہ شروع کیا کہ آنے جانیوالے لوگون سے راہ مین ملتا اور خبرین دریافت کرلیتا - ایک روز رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ ثعلبہ نے کیا کیا تو لوگون نے عرض کیا کہ یارسول اللہ اُسنے بکریان پالین اور بہت بڑھا وے سے اُسپر مدینہ مین سکونت دشوار ہوئی اور اس کا سب حال بیان کیا تو آپنے تین مرتبہ یا ویح ثعلبہ زبان مبارک سے کہا یعنی ثعلبہ کی خرابی - پھر اللہ تعالیٰ نے اموال مین سے صدقات لینے کا حکم نازل کیا تو آپنے جہینہ مین سے ایک اور بنو سلیم مین سے ایک آدمی مقرر کیا اور دونون کو مسلمانون سے صدقات لینے کی کیفیت لکھدی اور دونون سے کہدیا کہ ثعلبہ اور فلان مرد سلمی کی طرف بھی گذرنا اور دونون کے صدقات لے آنا پس دونون روانہ ہو کر ثعلبہ کے پاس آئے اور اس سے صدقہ کی درخواست کی اور آنحضرت صلعم کا فرمان اُسکو پڑھ سنایا - اُسنے کہا کہ یہ اور کچھ نہیں یہ تو جزیہ ہی یا جزیہ کی بہن صدقہ ہی میری تو سمجھ مین نہین آتا - اچھا تم جاؤ جب فارغ ہونا تو اسطرف پھر ہوتے جانا - وہ دونون روانہ ہوئے اور فلان مرد سلمی نے جب اُن کے آنے اور صدقہ کا حکم نازل ہونے کا حال سنا تو اپنے اونٹون کو دیکھا اُمین سے اچھے اچھے سن سال والے صدقہ کیلئے چھانٹ نکالے اور لیکر دونون کا استقبال کیا اُن دونون نے جب اُن اونٹون کو دیکھا تو کہا کہ بھائی ایسے ایسے عمدہ چھنٹے ہوئے دینا تجھپر نہین واجب ہی اور ہم اُن کو تجھ سے لینا نہین چاہتے ہین اُسنے کہا کہ جیسے نہین سہی مگر تم لو میرے دل کی خوشی اسی مین ہی یہ سب صدقہ ہی کیلئے ہین اور ان دونون نے اُنھین کو لے لیا اور اسی طرح اور لوگون سے موافق حکم کے صدقات لیتے ہوئے پھر ثعلبہ کی طرف لوٹ کر آئے - اُسنے کہا کہ مجھے تم فرمان تو دکھلاؤ اسکو پڑھکر کہنے لگا کہ یہ اور کچھ نہین یہ جزیہ ہے یہ اور کچھ نہین جزیہ کی بہن صدقہ ہی اب تم ہو تو جاؤ مین اسمین اپنی رائے سے غور کرون - وہ دونون روانہ ہو کر نبی صلعم کے پاس آئے اور ہنوز دونون نے کچھ عرض نہین کیا تھا کہ آپنے دونون کو دیکھتے ہی فرمایا کہ یا ویح ثعلبہ - ثعلبہ کی خرابی و بربادی آئے اور مرد سلمی کو دعا دی - پھر ان دونون نے سلام کرکے حال بیان کیا کہ ثعلبہ نے ایسا ایسا کہا اور فلان مرد سلمی نے اس طرح صدقہ کے اونٹ بخوشی خاطر اصرار کیساتھ ہم کو دیئے ہین پھر اللہ تعالیٰ عزوجل نے نازل فرمایا - ومنھم من عاہد اللہ لئن الخ - اور رسول اللہ صلعم کے پاس ثعلبہ کے اقارب مین سے ایک شخص موجود تھا اُس نے وحی الٰہی کو سنا اور روانہ ہو کر ثعلبہ کو آگاہ کیا کہ تیرے حق مین یون نازل ہوا ہی تیری خرابی تو نے کیا کیا - پس ثعلبہ روانہ ہو کر آنحضرت صلعم کی خدمت مین آیا اور درخواست کی کہ میرا صدقہ قبول کیجیئے آپنے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے تیرا صدقہ قبول کرنے سے منع فرمایا ہی پس ثعلبہ اپنے سر پر خاک ڈالنی شروع کی اور رسول صلعم نے اُسکو فرمایا کہ او ثعلبہ یہ سب تیرا کیا ہوا ہی مینے تجھکو حکم دیا تھا تو نے اُسکی اطاعت نہ کی پس جب آنحضرت صلعم نے اُسکا صدقہ قبول کرنے سے انکار کیا تو وہ اپنے گھر کو لوٹ گیا پس آنحضرت صلعم نے اپنی حیات مین قبول نہ فرمایا!

پھر جب آپنے وفات پائی تو اُسنے آکر ابوبکر رضی اللہ عنہ سے قبول صدقہ کی درخواست کی۔ حضرت ابوبکر نے کہا کہ حضرت سید عالم صلعم نے قبول نہ کیا
مین نہین قبول کرونگا اسی طرح حضرت عمرؓ نے باقتدار آنحضرت صلعم و ابوبکرؓ کے قبول نہ کیا اسی طرح حضرت عثمانؓ نے آنحضرت صلعم و ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما
کی اقتدا سے قبول نہ کیا یہانتک کہ اسی عہد مین ثعلبہ مرگیا۔ اور اللہ تعالیٰ نے زجر و توبیخ فرمائی بقولہ (اَلَمْ يَعْلَمُوْٓا) کیا منافقون نے نہین جانا
کہ اَنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ سِرَّهُمْ وَنَجْوٰىهُمْ۔ اللہ تعالیٰ جانتا ہے اُن کے سر و نجوی کو۔ اے مایسرون بہ وما یتناجون بہ بینہم۔ یعنی سر و نجوی
مصدر بمعنی مراد سِرّ وہ چیز جو سر کے ساتھ رکھتے ہین یعنی خفیہ دل مین رکھتے یا آپس مین بطور اسرار کے رکھتے ہین مثلاً نکوۃ و صدقہ کو دل مین تاوان
خیال کرنا یا آپس مین بھید کے طور پر اُسکی گفتگو کرنا جس سے اور کوئی آدمی واقف نہ ہو اور نجوی وہ جو آپس مین کانون کان آہستہ مشورہ
کرتے ہین اور یہین تہدید ہے کہ منافقین جو آپس مین خفیہ آنحضرت صلعم پر طعن کرتے ہین یا منافقانہ کفر کے مشورہ کرتے ہین اور یہ سمجھتے ہین کہ کوئی
جانتا نہین تو اللہ تعالیٰ سب جانتا ہے۔ وَاَنَّ اللّٰهَ عَلَّامُ الْغُيُوْبِ۔ اور یہ کہ اللہ تعالیٰ علام الغیوب ہے حاصل معنی یہ ہین کہ کیا منافقون کو باوجود
اسقدر مدت تک آنحضرت صلعم کی تعلیم و تفہیم کرنے اور دعوی اسلام کے یہ نہین معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ علام الغیوب ہے جو چیزین بندون سے غائب ہین
وہ سب جانتا ہے اور منافقون کے اسرار مخفیہ و راز خفیہ اور پوشیدہ مشورت کی باتین سب اللہ تعالیٰ کو علم قدیم سے معلومات اور وقت وقوع کے معلوم
ہین پس وہ ڈرین اور اپنی نادانی پر افسوس کرکے صدق دل سے توبہ کرین ف۔ وفی العرائس قولہ تعالیٰ ومنہم من عاہد اللہ الآیۃ۔ یہ ایسے لوگون
کا بیان ہے جو مال و جاہ دنیاوی پر اور اپنے افعال پر مغرور ہوئے اور محبت الٰہی مین سے کچھ مزہ نہ پایا جیسے مومنون کو ملتا ہے چنانچہ حدیث مین ہے کہ
ایمان کا مزہ اُسنے پایا جو راضی ہوا اللہ تعالیٰ کے رب ہونے پر اور اسلام کے دین ہونے اور محمد صلعم کے رسول ماننے پر۔ اور حدیث مین ہے کہ تین باتین ہین
جسمین ہون اُس نے اُن سے ایمان کی حلاوت پائی جسکو اللہ تعالیٰ و اُسکا رسول باقی تمام چیزون سے زیادہ محبوب ہون اور جو کفر مین پڑنے سے
ایسا ڈرے جیسے آگ مین سے نکالا ہوا پھر اُسمین جا پڑنے سے ڈرتا ہے اور جو کسی سے محبت کرے تو فقط اللہ تعالیٰ ہی کے واسطے اُس سے محبت کرے پس
منافقون کو محبت الٰہی سے کچھ بھی نصیب نہ ہوا اور اگر سوئی کے ناکے برابر محبت کا مزہ پایا ہوتا تو اُس کے شوق جمال مین اپنی ہستی قربان کردیتے نصرآبادیؒ
نے کہا کہ فضل و مدار احسان مین۔ ان لوگون نے اپنی ذات سے ایسے احسان کو دیکھا کہ ہنوز اُسکو نہین کیا اور ایسا صدقہ دیکھا کہ ابھی مال کا کچھ وجود بھی نہ تھا اور
اپنی ذات کے حق مین بہت ایسے افعال بطور تخییل کے ثابت کرلئے کہ جو قبضہ قدرت الٰہی مین ہین چنانچہ کہا کہ لنصدقن ولنکونن من الصالحین۔ یعنی بڑا عیب
یہ تھا کہ مال ملنے پر ان افعال کے پیدا کرنے کیواسطے اپنے آپ کو قادر سمجھ لیا حالانکہ مخلوقات و حوادث جو کچھ ہین سب کو مع افعال کے اوتعالیٰ خلاق
العلیم ہی پیدا کرتا ہے اور طرہ یہ کہ اپنے افعال خیالیہ پر صالحین بھی خود ہی بن گئے۔ ہان اُمیدوار رہتے کہ اوتعالیٰ مال عطا کرے اور وہی توفیق
نیک عطا فرماوے پھر شاید ہم بندون کو فضل سے بخشدے۔ سو یہ تو نہ کیا بلکہ خود ہی قادر بن گئے اور دیگر طرہ یہ کہ افعال پر صلاحیت معلق کی یعنی یہ
افعال موجب صلاح یقین کرلئے بالجملہ یہ سب امور جہالت تھے کہ ایمانی معرفت سے بے بہرہ تھے اسی پر شدومد کے ساتھ عہد باندھا ایسی چیز کا جو محض
حضرت اوتعالیٰ کے قبضہ قدرت مین ہے لہذا عہد توڑا حالانکہ جو سوال تھا وہ پورا ہوگیا پس اُن کے جاہلانہ نفاق کے کلمات سے بخل پیدا ہوا
جسکی نسبت آنحضرت صلعم نے فرمایا ہے کہ بخل سے بدتر کون بیماری ہے پس بخل کیا اور راہ ہدایت سے منہ موڑا اور حق سے پھر گئے کیونکہ وعدہ سخاوت
مین خلاف کیا تو خیانت اور بخل اور دروغگوئی اُن پر لازم ہوگئی چنانچہ حق تعالیٰ نے مصرح فرمادیا۔ فلما اتاہم من فضلہ بخلوا بہ وتولوا وہم معرضون
پھر سعادت و نکوئی سے بالکل انکا محروم ہونا بیان کردیا بقولہ فاعقبہم نفاقا فی قلوبہم الآیۃ۔ بخل کی سزا مین نفاق بڑھادیا اور بعض نے کہا کہ بڑھایا نہین بلکہ
یہ تو بخل کی میراث ہے یعنی وعدہ خلافی و دروغگوئی اور خیانت۔ شیخ ابوحفص سے پوچھا گیا کہ بخل کیا ہے تو فرمایا کہ حاجت کے وقت ایثار کو ترک کرنا۔

مترجم کہتا ہو کہ ایسا ہی نسخہ موجودہ مین ہو اور شاید اسمین ناسخ کی تحریف ہو گئے۔ فلیتامل۔ پھر اللہ تعالیٰ نے آگاہ فرمایا کہ جس بخل ونفاق پر اُن کی جبلت ہے اور جسکی موافقت مین اُن سے جھوٹے عہد واقع ہوتے ہین اُس کو اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہو۔ کما قال تعالیٰ الم یعلموا ان اللہ یعلم سرہم الآیۃ حق تعالیٰ نے ہم کو آگاہ کر دیا کہ اسکا علم قدیم پاک جسکی شان ایسی بڑی ہو کہ کبھی تصور خیال مین نہین آسکتا ہو وہ علم پاک تمام مخلوقات کے اوپر محیط ہو اُس کا علم پاک ہمارے دلی راز وبھید خوب جانتا ہو پس ہم کو اپنی معرفت دی کہ اسکا علم ایسا ہو اور ہم کو خوف دلا دیا کہ ظاہر وباطن اسکی جناب مین سچے و صادق رہین اور ہمیشہ ونیاے دنی سے دل اُٹھائے ہوئے مقامات ملکوت وجبروت کے منتظر رہین اور جب ہم نے جانا وپہچانا تو دیکھا کہ ہمارے رب تبارک تعالیٰ نے ہم کو اپنی درگاہ لایزال سے حیا وشرم کرنے کو اور اسکی عظمت وجلال کے سامنے پانی پانی ہو جانے کو تعلیم فرمایا کیونکہ جب وہ علام الغیوب ہو تو ضرور ہمارے دلی خطرات وغیرہ بلکہ اس سے بھی تمام اخفیٰ جس سے ہم خود متنبہ نہین ہوتے ہین او تعالیٰ سب جانتا ہو۔ واضح ہو کہ سر وہ ہو کہ تیرے نفس سے ہو اور تو اپنے نفس سے اُسکو خود نہ جانتا ہو اور نجویٰ وہ ہو کہ تو اپنے نفس سے اُسکو جانے اور سوائے اللہ تعالیٰ کے اور کوئی اسکو نہ جانے اور تجکو یہ علم نہ ہو کہ یہ میرے نفس کی جانب سے ہو پس نجویٰ بھی ایک قسم کا سر ہو ولیکن سوائے نجویٰ کے بھی سر السر ہوتا ہو۔ بعض نے کہا کہ سر وہ ہو جسپر سوائے اعلم الاسرار کے یعنی حق عز وجل کے کوئی مطلع نہ ہو اور نجویٰ وہ ہو جسپر فرشتے حافظین بھی مطلع ہو جاتے ہین۔ پھر اللہ تعالیٰ نے انھین منافقین مذکورین کے اصناف قبائح مین سے یہ امر ذکر کیا کہ اہل طاعت ویقین کے افعال کو مانند اپنی ریاکاری پر محمول کرتے اور بعض کے ساتھ تمسخر کرتے ہین۔ کما قال تعالیٰ

اَلَّذِيْنَ يَلْمِزُوْنَ الْمُطَّوِّعِيْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ فِي الصَّدَقٰتِ وَالَّذِيْنَ لَا يَجِدُوْنَ

وہ جو | طعن کرتے ہین | دل کھول کر | خیرات کرنیوالے | مسلمانون کو | اور اُن پر | جو | نہین | رکھتے

اِلَّا جُهْدَهُمْ فَيَسْخَرُوْنَ مِنْهُمْ ۭ سَخِرَ اللّٰهُ مِنْهُمْ ۡ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ

مگر اپنی محنت کا | پھر اُن پر ٹھٹھے کرتے ہین | اللہ نے اُن سے ٹھٹھا کیا ہے | اور اُن کو | دکھ کی مار

منافقون کی عادات مین سے یہ بھی ہو کہ کوئی اُن کی زبان سے نہین چھوٹتا ہر حال مین وہ عیب لگاتے ہین حتیٰ کہ جو لوگ اخلاص سے صدقہ دیتے ہین تو اگر اُن مین سے کوئی بہت سا مال صدقہ دے تو کہتے ہین کہ اُسنے دکھلانے کو یہ کام کیا اور اگر کسی کو کم میسر ہو اور اُسنے خفیف سی چیز صدقہ دی تو مسخرہ پن سے کہتے ہین کہ اللہ تعالیٰ کو اُسکے صدقہ کی کیا ضرورت ہو نعوذ باللہ من اعتقادہم وکلماتہم۔ اور واضح ہو کہ بندہ کی نیت سچی اللہ تعالیٰ کے نزدیک مقبول ہو اور ثواب جمیل عطا فرماتا ہے عز وجل نے اسی نیت پر محمول فرمایا ہو اگرچہ او تعالیٰ قادر مختار ہو لہذا حدیث مین ثابت ہو کہ بچو آگ سے اگرچہ ایک ٹکڑے چھوہارے کے عوض ہو۔ اور ایک حدیث مین ہو کہ امر معروف مین سے کسی امر کو نظر حقارت مت دیکھ یعنی مت خیال کر کہ یہ کیا ہو کیونکہ اخلاص نیت سے او تعالیٰ اُسی کو قبول فرمادے اور خود حدیث سے ثابت ہوا کہ ایک فاجرہ عورت نے ایک کتے کو جو پیاس سے مرا جاتا تھا پانی پلایا تو وہ بخشی گئی اور نیز ایک مرد کا بھی ایسا ہی حال مروی ہو دونون قصے صحیح بخاری مین ثابت ہین اور خود معلوم ہے کہ حق عز وجل کے نزدیک افعال تکلف یا دنیاوی طور سے مزین کی قدر نہین بلکہ بندہ مومن کی تمنا اپنے پروردگار کی رضا جوئی مین اور اپنے اصلی گھر کی طرف رغبت صادقہ مین ہو پس منافقون کی نظر عیب جوئی کی اہل ایمان کے بالکل خلاف ہو چنانچہ حق تعالیٰ نے مذمت فرمائی۔ بقولہ۔ اَلَّذِيْنَ يَلْمِزُوْنَ الْمُطَّوِّعِيْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ لمز عیب لگانا اور توضیح اوپر قولہ یلمزونک فی الصدقات۔ مین گذر چکی ہو پس یلمزون بمعنی یعیبون یعنی عیب لگاتے ہین اور قتادہ رح نے کہا اے یطعنون یعنی طعن کرتے ہین مطوعین اے متطوعین۔ تطوع بمعنی تبرع اور نفل عبادت جو واجب نہ ہو اور

من المؤمنین بیان مطوعین کا ہی اور الذین موصول مبہم کا بیان نہین ہی بلکہ الذین مرفوع بروجہ مذمت ہی اور اُس کی توضیح یہ کہ ضمیر جیسے نفس ذات کی طرف راجع ہوتی ہین ویسے اسم اشارہ و موصول مین ذات موصوف مقصود ہوتی ہی خواہ وصف ایسا ہو جو قابل مدح ہی جیسے قولہ الذین یومنون بالغیب الآیۃ۔ یا وہ وصف قابل مذمت ہو جیسے یہان الذین یعنی یہ لوگ جنہین نفاق کی صفت مذموم ہی اور معنی یہ ہین کہ اس صفت ذمیمہ والے لوگون کا یہ حال ہی کہ عیب لگاتے ہین ان مومن صادق بندون کو جو نوافل طاعات بجالاتے ہین۔ فِي الصَّدَقٰتِ صدقات مین چنانچہ ابن مسعودؓ سے روایت ہی کہ جب آیۃ الصدقہ نازل ہوئی تو آنحضرت صلعم نے وعظ و نصیحت درباب صدقہ فرمائی پس ایک شخص نے بہت سا مال حاضر کیا یعنی اسلیے کہ آنحضرت صلعم اپنی رائے مبارک سے محل صدقات مین صرف فرمادین تو اور زیادہ بھلائی ہو تو منافقون نے کہا کہ اُسنے دکھلانے کو ایسا کیا اور ابوعقیل رضی اللہ عنہ فقط آدھا صاع یعنی قریب ڈیڑھ سیر کے چھوہارے لائے تو منافق کہنے لگے کہ اللہ تعالیٰ اس کے صدقہ سے بے پرواہ ہی تب یہ آیت نازل ہوئی۔ کما رواہ البخاری و مسلم۔ اور ابوبکر البزار وغیرہ نے ابوہریرہؓ و ابن عباسؓ سے اور مجاہد و ابن اسحاق وغیرہم سے روایت کی کہ مطوعین مین سے عبدالرحمن بن عوف چار ہزار درم صدقہ دینے والے اور عاصم بن عدی قریب چار من پختہ خرما صدقہ کرنے والے تھے جنکو منافقین نے کہا کہ ریاکاری سے صدقہ دیا حالانکہ رسول اللہ صلعم نے عبدالرحمن بن عوف کو کہا کہ اللہ تعالیٰ برکت دے اسمین جو تو نے صدقہ دیا اور اسمین جو تو نے اپنے واسطے رکھ چھوڑا اور درحقیقت وہ صدق دل سے بدون ریاکاری کے صدقہ لائے تھے۔ اور اللہ عزوجل نے تصدیق نازل فرمائی اور منافقون کی مذمت کی کہ مطوعین کو عیب لگاتے ہین۔ وَالَّذِيْنَ لَا يَجِدُوْنَ اِلَّا جُهْدَهُمْ۔ اور ان مومن بندون کو جو نہین پاتے مگر بقدر جہد و کوشش کے۔ فَيَسْخَرُوْنَ مِنْهُمْ۔ تو ایسے جہد سے لانیوالون کے ساتھ مسخرہ پن کرتے ہین۔ ابوعقیل رات بھر مزدوری کر کے آدھے چھوہارے صدقہ لائے تو منافقون نے تمسخر کیا پس اللہ عزوجل نے انکا عذر نازل فرمایا اور منافقون کے حق مین فرمایا سَخِرَ اللّٰهُ مِنْهُمْ۔ اللہ تعالیٰ نے اُن کے ساتھ سخریہ کیا۔ شیخ ابن کثیرؒ وغیرہ نے لکھا کہ یہان حقیقت سخریہ مراد نہین بلکہ منافقون کی بدحرکت کے مقابلہ مین ویسی ہی جزا بیان فرمائی پس یہ بطریق مقابلہ ہی اور مفاد اسکا یہ کہ دنیا مین بھی اپنے مومن بندون کی طرف سے انتصار ہو گیا اور مآل اس سخریہ کا عقاب شدید ہی وہ دار آخرت مین منافقون کیلیے مہیا ہوا اور بندہ اگر دو غلامون مین سے ایک کو مطیع و سرفراز کرے اور دوسرے کو عاصی و خوار تو دوسرا ضرور مسخرہ بنا پس منافقین اس سے زیادہ سخت غضب مین گرفتار ہین جسقدر مومنون سے سخریہ نہین کرتے ہین کما قال تعالیٰ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ۔ اور منافقون کیلیے عذاب دکھ دینے والا ہی۔ اہل طاعت کے صدقہ کا یہ اوپر ہی اوپر کا اثر ہی کہ حق عزوجل نے انکو دنیا مین بایں کرامت سرفراز کیا اور دار آخرت کی کرامت خود امر جمیل جلیل جزیل ہی۔ ابوالسلیل نے اپنے باپ یا چچا سے روایت کی کہ مقام بقیع کے جلسہ مین رسول اللہ صلعم کو دیکھا کہ فرماتے تھے جو کوئی کچھ صدقہ کریگا مین قیامت مین اسکے واسطے گواہ ہونگا تو مین نے اپنے عمامہ مین سے ایک یا دو پیچ کھولے بغرض صدقہ دینے کے پھر مجھے خطرہ بشری آگیا اور مین نے عمامہ کی گرہ باندھ لی پھر ایک شخص آیا جس کے مانند سیاہ و پست قد بدشکل مین نے بقیع مین نہین دیکھا اور اپنے ساتھ ایک اونٹنی لایا کہ اُس کے مثل خوبصورت مین نے نہین دیکھی اور کہا کہ یا رسول اللہ یہ صدقہ ہی آپنے کہا بہت اچھا پھر فرمایا کہ لے یہ خوبصورت اونٹنی لیجا۔ پھر ایک منافق نے صدقہ دینے والے کو عیب لگایا کہ یہ شخص اور یہ اونٹنی اس طرح صدقہ دے ڈالی واللہ یہ تو اس سے اچھی ہی۔ اسکو آنحضرت صلعم نے سنا تو فرمایا کہ تو جھوٹا ہی بلکہ وہ شخص تجھ سے اور اس اونٹنی دونون سے اچھا ہی تین مرتبہ فرمایا۔ پھر کہا کہ تیرے ساتھیون مین سے جو لوگ دوسو اونٹ والے ہین اُن کیلیے ویل ہی یعنی ہلاکت یا جہنم ہی تو صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا کہ پھر کون یا رسول اللہ تو فرمایا کہ دوسو والون مین سے سوائے اُس کے جس نے یون دیا اور یون دیا یعنی دائین بائین لپ بھر بھر کے

اشارہ کیا۔ پھر تین مرتبہ کہا کہ مزہد و مجہد فلاح یاب ہوا۔ مزہد وہ جس نے عیش و عشرت مین زہد و تنگی کی۔ اور مجہد وہ کہ جس نے عبادت مین خوب کوشش کی ہی۔ رواہ احمد۔ پھر اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب رسول صلعم کو منافقون کے لئے استغفار کرنے سے منع فرمادیا۔

اِسْتَغْفِرْ لَهُمْ اَوْ لَا تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ ۭ اِنْ تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ سَبْعِيْنَ مَرَّةً فَلَنْ يَّغْفِرَ اللّٰهُ لَهُمْ

تو اُنکے حق مین بخشش مانگ یا نہ مانگ اگر اُنکے واسطے ستر بار بخشش مانگے تو بھی ہرگز نہ بخشے اُن کو اللہ

ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ كَفَرُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ ۭ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفٰسِقِيْنَ ۝ۧ

یہ اُسپر کہ وہ منکر ہوے اللہ سے اور اُس کے رسول سے اور اللہ راہ نہین دیتا بے حکم لوگون کو

ع ۸ / ۱۶

اسمین اللہ تعالیٰ عز و جل نے اپنے رسول کو آگاہ فرمایا کہ منافق لوگ قابل مغفرت نہین چنانچہ فرمایا۔ اِسْتَغْفِرْ لَهُمْ تو اُن کیلئے مغفرت مانگ۔ اَوْ لَا تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ یا اُن کیلئے مغفرت مت مانگ۔ یعنی دونون مساوی ہین اگر کہا جائے کہ استغفر صیغہ امر ہی جو از قسم انشاء ہی پھر خبر کیونکر ہی تو جواب یہ کہ درحقیقت انشاء ہی اور خبر یہان مجازاً ہی بقرینہ قولہ اولا تستغفر لہم۔ اور توضیح یہ کہ جب امر و نہی دونون کو اُن کے حق مین جمع کیا تو معلوم ہوا کہ یہ کام کر یا مت کر۔ دونون یکسان ہین یعنی اُن کے حق مین یہ حکم ہو کہ استغفر بصیغہ امر یا یہ حکم ہو کہ لاتستغفر۔ دونون ایک ہین تو معلوم ہوا کہ مغفرت کی اُنکو صلاحیت نہین پس مقصود یہ ہوا کہ سواء لہم ان یقال فیہم افعل کذا او لاتفعل۔ یعنی اُن کے حق مین یکسان ہی خواہ مغفرت مانگنے کا حکم ہو یا اُس سے ممانعت ہو۔ پس مراد خبر ہی کہ استغفار اُن کے حق مین بیفائدہ ہونے مین ایسا ہی کہ جیسے منع و عدم استغفار۔ چنانچہ منصوص کر دیا بقولہ اِنْ تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ سَبْعِيْنَ مَرَّةً فَلَنْ يَّغْفِرَ اللّٰهُ لَهُمْ۔ اگر تو اُن کیلئے ستر بار استغفار کرے تو ہرگز کبھی اللہ تعالیٰ اُن کو نہین بخشے گا۔ واضح ہو کہ عبداللہ بن ابی بن سلول منافقون کا سردار تھا اور آنحضرت صلعم پر ظاہر مین ایمان رکھتا اور باطن مین دشمن و ایذا کے درپے رہتا اور اُسی نے کہا تھا کہ اے لوگو تمہین نے محمد اُن کے ساتھیون کو کھانا کپڑا دیکر جمع کر رکھا ہی ورنہ سب ساتھ چھوڑ کر متفرق ہو جاتے اور تبوک کے مقام مین اسی نے کہا تھا کہ اگر لوٹ کر مدینے پہونچے تو ہم مین سے عزت والے بے عزتون کو نکال باہر کرینگے۔ بالجملہ اس کے اقوال و افعال قبیحہ بہت ہین ولیکن اُسنے منافقانہ اپنا مال بھی اہل ایمان پر خرچ کیا اور بدر کے قیدیون مین جب عباس گرفتار ہوے تو اُس نے ایک قمیص اُنکو پہنائی تھی اور بعض علماء نے لکھا کہ آنحضرت صلعم اسکا عوض دینا چاہا کرتے تھے پس روایت ہی کہ جب وہ مرا تو اُسکے بیٹے نے جس کا نام بھی عبداللہ تھا اور وہ منافق نہین بلکہ خالص مومن تھا بمقتضائے بشریت آکر آنحضرت صلعم سے عرض کیا کہ آپ اُس کے لئے استغفار فرماوین پس آپ نے منظور فرمایا تو یہ آیت نازل ہوئی یعنی قولہ استغفر لہم اولا تستغفر لہم ان تستغفر لہم الخ۔ اگر کہا جائے کہ منافق مذکور ایک تھا جسکا واقعہ ہی اور آیت مین لہم بصیغہ جمع ہے تو جواب یہ کہ حکم عام منافقون کا بمانند اسکے بیان فرمادیا۔ اور علیٰ ہذا قولہ ان تستغفر لہم۔ بحرف شرط بھی بیان حکم عام کیلئے ہی اور آیندہ وقوع کیلئے نہین کیونکہ بعض روایات مین ہی کہ آنحضرت صلعم نے اُسپر نماز پڑھی اور اُسکے لئے استغفار کیا تھا تب آیت نازل ہوئی اور روایت ہی کہ جب یہ آیت اتری تو آنحضرت صلعم نے کہا کہ مین ستر سے استغفار بڑھاؤن گا تب نازل ہوا قولہ سواء علیہم استغفرت لہم ام لم تستغفر لہم الآیۃ۔ یعنی اُنکے حق مین یکسان ہی خواہ تو استغفار کرے یا نہ کرے الی آخر الآیۃ۔ اگر کہا جائے کہ کیا آیت کریمہ مین ان تستغفر لہم سبعین مرۃ سے ستر عدد مخصوص مراد ہی تو جواب یہ کہ نہین بلکہ کثرت مراد ہی جیسے اردو محاورہ مین بھی بولتے ہین کہ ستر بار تجھے منع کیا مگر تو نہین سمجھتا ہی۔ پھر یہ سوال ہوا کہ آنحضرت صلعم نے کیونکر فرمایا کہ مین ستر بار سے بڑھاؤن گا تو اُسکا جواب کئی وجہ سے دیا گیا بیضاوی رح وغیرہ نے کہا کہ آنحضرت صلعم نے اس سے عدد مخصوص سمجھا کیونکہ وہی اصل موضوع لہ ہی پس دوسری آیت مین بیان کر دیا گیا کہ مراد کثرت ہی نہ خاص ستر کا عدد اور اس جواب کو کشاف وغیرہ مین رد کر دیا کہ

آنحضرت صلعم افصح العرب اور اعلم باسالیب قرآن مجید تھے آپ پر یہ بات مخفی نہیں ہو سکتی تھی کہ یہ بطور ضرب المثل کے بمعنی کثرت ہے اور کیسے مخفی ہو سکتی جبکہ اسکے پیچھے ہی قولہ ذٰلک بانھم کفروا باللہ آخر تک موجود ہے۔ مترجم کہتا ہے کہ یہی صواب ہے کہ بیشک آپ پر مراد مخفی نہیں ہو سکتی۔ لہٰذا بعض نے یہ جواب دیا کہ آنحضرت صلعم نے اس سے اس امر کا اظہار فرمایا کہ جن لوگوں کی طرف آپ بھیجے گئے ہیں اُن پر آپ کی رحمت و شفقت بدرجۂ کمال ہے جیسے انبیاء علیہم السلام کی شان ہوتی ہے چنانچہ ابراہیم نے کہا ومن عصانی فانک غفور رحیم۔ اور یوں نہ فرمایا کہ جو میری نافرمانی کرے اُس کے واسطے تیرا عذاب الیم ہے اور یہ بھی فائدہ ہے کہ امت کو باہم ایسے ہی ترحم کی طرف ارشاد کیا اور نیز جبتک امر محکم نہ ہو تب تک تاویل رخصت میں جو خالی از ہوا و ہوس و اتباع نفس ہو اجازت چاہنے کا طریقہ معلوم ہو گیا اور شیخ عکبری نے تبیان فی اعراب القرآن میں کہا کہ آنحضرت صلعم کا کلام اس قبیل سے ہے کہ لفظ کو ایسے معنی پر محمول کرنا جسکو محتمل ہو باوجود علم اس امر کے یہ معنی یہاں مراد نہیں ہیں چنانچہ قبعثری کا قصہ اس امر کا شاہد ہے کہ حجاج ثقفی اُس پر غضبناک ہوا اور کہا کہ لاحملنک علی الادہم۔ تجھے بیڑیوں پر لادونگا یعنی تیرے پاؤں میں بیڑیاں ڈالونگا تو قبعثری نے جواب دیا کہ مثل الامیر یحمل علی الادہم والاشہب۔ تجھسا سردار ادہم گھوڑے و اشہب گھوڑے پر سوار کر دیا کرتا ہے یعنی ادہم بمعنی بیڑی کو ادہم بمعنی اسپ لے کر ادہم لیلیا۔ بالجملہ آنحضرت صلعم نے اس امر سے کمال رحمت و رافت کا قصد کیا اور منافقوں کو اپنی طرف سے بالکل کوتاہی نہ کرنے کا اعتماد دلایا پس اُن کو بالکل طمع نہ رہی کہ دنیا ہوا و ہوس میں کاٹو پھر آخرت میں بھی استغفار وغیرہ کا حیلہ نکل آدیگا کیونکہ اللہ تعالیٰ نے قطعاً اُن کو قابل استغفار نہ ہونے سے آگاہ فرمایا۔ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ كَفَرُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ۔ یہ یاس و بالکل محرومی اُن کے حق میں استغفار قبول نہ ہونے کی بسبب اس امر کے ہے کہ انھوں نے کفر کیا اللہ تعالیٰ و اس کے رسول کے ساتھ پس ظاہر کر دیا کہ تیرا استغفار اُن کے حق میں قبول نہ ہونا کچھ اسوجہ سے نہیں کہ ہماری طرف سے کچھ بخل ہے یا تجھ میں کوئی قصور ہے بلکہ فقط اس جہت سے ہے کہ اُن میں بسبب کافر ہونے کے صلاحیت ہی نہیں ہے اور اللہ تعالیٰ نے قطع کر دیا کہ کافر کبھی مغفور نہ ہوگا۔ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفٰسِقِيْنَ۔ اور اللہ ایسی قوم کو جو فاسق ہیں اللہ تعالیٰ ہدایت نہیں دیتا ہے یعنی کافروں کو ہدایت نہیں ملتی پس معلوم ہوا کہ منافق کافر ہیں اور کبھی مغفور نہ ہونگے مراد ہدایت سے یہاں ایسی ہدایت کہ مقصود تک پہنچ ہو جاوے اور فسق سے مراد وہ فسق و نافرمانی ہے جس سے کفر ہو جاوے پھر اللہ تعالیٰ نے منافقوں کا نفاق کے افعال پر خوش ہونا وغیرہ بیان فرمایا۔

فَرِحَ الْمُخَلَّفُوْنَ بِمَقْعَدِهِمْ خِلٰفَ رَسُوْلِ اللّٰهِ وَكَرِهُوْٓا اَنْ يُّجَاهِدُوْا بِاَمْوَالِهِمْ
خوش ہوئے پچھاڑی ڈالے گئے بیٹھ رہ کر جدا رسول اللہ سے اور بُرا لگا کہ لڑیں اپنے مال سے

وَاَنْفُسِهِمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَقَالُوْا لَا تَنْفِرُوْا فِي الْحَرِّ ۭ قُلْ نَارُ جَهَنَّمَ اَشَدُّ حَرًّا ۭ
اور جان سے اللہ کی راہ میں اور بولے مت کوچ کرو گرمی میں تو کہہ دوزخ کی آگ اور سخت گرم ہے

لَوْ كَانُوْا يَفْقَهُوْنَ ۝ فَلْيَضْحَكُوْا قَلِيْلًا وَّلْيَبْكُوْا كَثِيْرًا ۚ جَزَاۗءًۢ بِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ۝
اگر اُن کو سمجھ ہوتی سو ہنس لیویں تھوڑا اور روویں بہت سا بدلا اس کا جو کماتے تھے

فَرِحَ الْمُخَلَّفُوْنَ خوش و فرحناک ہوئے وہ لوگ جو مخلف ہوئے یعنی ایسے کر دیے گئے کہ پیچھے رہیں یعنی اُن کو توفیق ساتھ جانے کی حاصل نہ ہوئی بقولہ تعالیٰ ولکن کرہ اللہ انبعاثھم فثبطھم وقیل اقعدوا مع القاعدین۔ یہ حال اُن لوگوں کا ہے جو غزوہ تبوک میں آنحضرت صلعم کے ساتھ جانے سے پیچھے رہے تھے اور وہ منافقوں کی ایک جماعت تھی۔ اگر کہا جاوے کہ تین سچے مومن بھی پیچھے رہے تھے از انجملہ کعب بن مالک ہیں تو جواب یہ کہ ہاں ولیکن یہ لوگ خوش نہ تھے بلکہ بمشیت تقدیری پیچھے رہے اور دل سے ناخوش تھے پس فرق ظاہر ہو گیا اور عنقریب قصہ تخلف کعب رضی اللہ عنہ آویگا اور اللہ تعالیٰ نے

صادقین مومنوں کو متخلفین کے نام سے یاد نہیں فرمایا چنانچہ وہیں مصرح بیان ہوگا ان شاء اللہ تعالیٰ اور بعض نے کہا کہ مخلفون بمعنی متروکون ہے یعنی چھوڑے
گئے اور یہ ایک جماعت منافقوں کی تھی جنھوں نے آنحضرت صلعم سے تخلف کی اجازت لی تھی کہ ہم مدینہ میں چھوڑے جاویں یا نائب ہیں تاکہ غسان وغیرہ اقوام
عرب کے حملہ سے مدینہ کو محفوظ رکھیں پس اللہ تعالیٰ نے قرآن نازل فرما کر ظاہر کر دیا کہ ان لوگوں کی نیت فقط یہ تھی کہ ساتھ نہ دیں اور خلاف رسول صلعم کے طور
اختیار کریں چنانچہ فرمایا فرح المخلفون۔ خوش ہوئے پیچھے رہنے والے بِمَقْعَدِهِمْ قعود و مقعد دونوں مصدر ہیں اے بقعودہم۔ اپنے بیٹھ رہنے سے۔ یعنی
مخلفین جو مدینہ میں بیٹھ رہے تھے وہ خوش ہوئے اپنے بیٹھ رہنے سے خِلٰفَ رَسُوْلِ اللّٰهِ خلاف رسول اللہ صلعم کے۔ اے یخلفوا خلاف الرسول
پس خلاف مفعول مطلق منصوب ہے یا مفعول لہ ہو اسے لاجل خلاف الرسول یعنی بغرض خلاف کرنے رسول اللہ صلعم کے ساتھ سے۔ یا خلاف
ظرف ہے جو جہۃ امام یعنی روبرو کے مخالف ہے۔ کما قال ابوعبیدہ وغیرہ اے بعد رسول اللہ۔ قطرب نے کہا کہ بمعنی خلف ہے یعنی بغرض مخالفت رسول صلعم
کے بیٹھ رہنے پر خوش ہوئے۔ وَكَرِهُوْٓا اَنْ يُّجَاهِدُوْا بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اور مکروہ رکھا انھوں نے اس امر کو
کہ جہاد کریں اپنے مالوں و جانوں کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی راہ میں کیونکہ انکے پاس ایمان و اعتقاد بقاء دار آخرت و فناء دنیا نہیں اور نفاق
واعتقاد حیات دنیا و اتباع شہوات طبع و نفس موجود پس دنیا و اسکے لذات چھوڑ کر راہ حق میں جان و مال فدا کرنے کو مکروہ جانا بخلاف مومنوں کے
کما قال تعالیٰ لکن الرسول والذین آمنوا معہ جاہدوا باموالہم وانفسہم الآیۃ۔ اور تقدیم اموال بر انفس مشعر ہے اُن کے کمال بخل پر راہ خیر میں مال دینے
سے کمال بخیل ہیں۔ وَقَالُوْا لَا تَنْفِرُوْا فِي الْحَرِّ۔ اور منافقوں نے آپس میں بعض نے بعض سے کہا کہ جہاد کو نہ نکلو اس گرمی میں۔ پس آپس
میں امر معروف سے ایک دوسرے کو منع کیا اور آرام طلبی و تن جسمانی جو مقتضائے طبع و نفس ہے اسکی اتباع کی اور غزوہ تبوک شدت گرمی و وقت پختگی
خرمائے مدینہ واقع ہوا تھا قُلْ نَارُ جَهَنَّمَ اَشَدُّ حَرًّا تو کہدے کہ اے لوگو جہنم کی آگ تو حرارت میں اس گرمی سے کہیں سخت و شدید ہے
لَوْ كَانُوْا يَفْقَهُوْنَ اگر سمجھتے ہوتے تو ایسا نہ کرتے۔ کیونکہ جب اُن کو جہاد کے واسطے اللہ تعالیٰ کے رسول نے حکم دیا تھا تو اُن کو روا نہ تھا کہ پیچھے رہیں
جیسے اُن کو نفاق و کفر بھی نہ کرنا چاہیے پس جب وہ حکم اللہ تعالیٰ و رسول صلعم کے فرمانبردار نہ ہوئے بلکہ خواہش نفس کو غالب رکھا تو مومن
نہ ہوئے جیسے حدیث میں ہے کہ کوئی تم میں سے مومن نہ ہوگا جب تک اسکی خواہش نفس اُس فرمان کی مطیع نہ ہو جائے جسکو میں لایا ہوں
اور جب مومن نہ ہوئے تو چند روزہ زندگی دنیاوی کے بعد آخرت میں اُن کے لیے جہنم کی آگ ہے اور وہ آگ دائمی ہے سو اگر سمجھ رکھتے تو چند روزہ
ایسے ناقص لذت جسمانی کیلیے ہمیشہ کی آگ اختیار نہ کرتے اور اپنے نفاق و افعال ذمیمہ چھوڑ دیتے۔ کیونکہ کوئی سمجھدار چند روز جسم و زبان کے
مزہ کیلیے ایسا عذاب لیگا مگر منافقوں کی سمجھ ہی پر شامت تھی بوجہ کفر و نفاق کے اندھے بہرے بن گئے تھے کہ دائمی عذاب اختیار کیا۔
فَلْيَضْحَكُوْا قَلِيْلًا وَّلْيَبْكُوْا كَثِيْرًا۔ اے فلیضحکوا ضحکا قلیلا ولیبکوا بکاء کثیرا او زمانا قلیلا او زمانا کثیرا یعنی جب تم نے دائمی آگ اختیار کی تو تھوڑا ہنس لو
یا تھوڑے دن ہنس لو اور بہتیرا رو۔ صیغہ امر بقصد حتم و قطع و وقوع کے بمعنی خبر ہے یعنی انجام یہ ہوگا کہ چند سے زندگانی فانیہ میں جیسی کچھ یہ زندگی
بیماری و آفات و آلام کے ساتھ ہوتی ہے ہنسوگے اور پھر ہمیشہ بے انتہا رویا کروگے جو مرا اُسکی قیامت گویا قائم ہوگئی اور جب اصلی قیامت
ہوگی تو اہل کفر و طغیان پر یہ دن بڑا سخت ہوگا اللہم انی اعوذ بک سلمنی ایاے والمومنین جمیعا عن العذاب والکربات وانت ارحم الراحمین۔ اور
منافقوں کا یہاں ہنسنا بھی بمقابلہ عذاب آخرت کے ہے اگرچہ کوئی منافق فقیر محتاج درد و دکھ میں گرفتار ہو تو عذاب آخرت کے مقابلہ میں اسکا
حال گویا قابل ہنسنے و خوش ہونے کے ہے لہذا عموماً فرما دیا کہ تھوڑا ہنسو اور بہت روؤ۔ جَزَآءًۢ بِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ اے یجزون جزاء
باعمالہم۔ بدلا دیے جاوینگے منافق لوگ یہ بدلا اُن افعال و اعمال کا جو چند روزہ زندگی میں کرتے تھے اگر جزاء آخرت مراد ہو تو لیبکوا کثیرا

سے متعلق ہو یعنی دائمی رونا انکا اُن کے اعمال کی جزا ہے اور محتمل ہے کہ ضحک قلیل و بکاء کثیر دونون سے متعلق ہو پس دنیا مین جو ہنسنا منافقون کو ملتا ہے سو بحسب
کہ لہو و لعب ہنسی کھیل مین پڑے رہتے ہین بطریق استدراج ہے۔ کما فی قولہ تعالیٰ فتحنا علیہم ابواب کل شیٔ الآیۃ۔ اور اسی معنی مین احادیث
مین جن سے ثابت ہوتا ہے کہ مومن ہمیشہ ابتلا مین رہتا ہے شکر گزار و صابر کہ کفارۂ گناہون سے پاک مرتا اور اپنے پروردگار سے ملتا ہے اور منافق
درخت کھجور کی طرح کسی آندھی سے جھونک نہین کھاتا یہان تک کہ ایک بار جڑ سے گر جاتا ہے بالجملہ منافق اسقدر نا سمجھ ہوتا ہے کہ دار آخرت سے بالکل
منکر فقط دنیا کی زندگی پر اعتماد کرتا ہے اور مومن دار آخرت کا اقرار کرتا اور ایمان رکھتا ہے پس یہ امر تو ایمان کیواسطے ضروری ہے پھر جنت و دوزخ
و عظمت جلال الٰہی کا شہود تو یہ خاص بندون کو ہوتا ہے جنمین سے اول انبیاء علیہم السلام ہین لہذا آنحضرت صلعم نے فرمایا۔ لو تعلمون ما اعلم
لضحکتم قلیلاً ولبکیتم کثیرا۔ رواہ البخاری عن ابی ہریرہ رض یعنی اگر تم جانتے جو مین جانتا ہون تو تھوڑا ہنستے اور بہت روتے۔ مترجم کہتا ہے کہ
یہ رونا اس دنیا مین اپنی تقصیرات و نقص عبادات مین گرانمایہ ہے اور حدیث مین بندہ صالح و فاضل کو فرمایا کہ تنہائی مین اللہ تعالیٰ کو یاد کیا اور اسکے
آنسو جاری ہوے۔ بالجملہ دنیا مین ضحک بصورت غفلت ممنوع ہے اور ابن عباس رض وغیرہم نے کہا کہ قولہ فلیضحکوا قلیلا الخ یعنی دنیا چند روزہ ہے
اسمین ہنس لین جب یہ منقطع ہوگی تو وہان جاکر ایسا رونا روئین گے کہ کبھی منقطع نہ ہوگا۔ ابن ابی الدنیا کی روایت مین ہے کہ پھر دوزخیون سے دربان
کہین گے کہ اے شقی بدبخت لوگو تم نے دنیا مین سونا چھوڑا احسان والون پر اللہ تعالیٰ رحم فرماتا تھا اب آج تمھاری کون فریاد سنے گا پھر دوزخی
لوگ اپنے باپ مان اولاد کو جو جنت مین ہین پکارین گے کہ ہم قبرون سے پیاسے اُٹھے اور تمام قیام محشر مین پیاسے رہے اب بھی بہت پیاسے
ہین سو تم کو جو کچھ اللہ تعالیٰ نے پانی و رزق روزی دیا ہے اسمین سے ہماری طرف بھی بہا دو پس چالیس برس چلایا کرینگے کوئی جواب نہ دیگا۔
پھر جواب دیگا کہ اللہ تعالیٰ نے یہ نعمتین کافرون پر حرام فرمائین تم وہین پڑے رہوگے وفی حدیث آخر۔ دوزخی آنسو و پیپ روئین گے اور زخمی جدولین بہا دینگی
اور حرارت دوزخ کی شدت و ہول و سختی عذاب مین آیات و احادیث بہت ہین کقولہ تعالیٰ کلا انہا لظی نزاعۃ للشوی۔ قولہ وقیل لہم ذوقوا عذاب الحریق
قولہ کلما نضجت جلودہم بدلناہم جلودا غیرہا لیذوقوا العذاب الآیۃ۔ وفی الحدیث عن ابی ہریرۃ رفعا سب سے کمتر عذاب والا دوزخی وہ ہوگا جسکے پاؤن
مین آگ کی دو جوتیان ڈالی جاوینگی جن سے اس کا دماغ اُبلے گا۔ رواہ احمد باسناد علی شرط مسلم وقد رواہ مسلم عن ابی سعید الخدری ونحوہ البخاری
عن النعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ بنحوہ۔ وعن ابی ہریرۃ رفعا۔ اگر اس مسجد مین سو ہزار یا زیادہ آدمی ہون اُن مین ایک دوزخی آوے اور اُس کی سانس اُن کو
پہونچے تو سب لوگ مع مسجد کے جل جاوین۔ رواہ ابو یعلی وہو غریب۔ انس رض رفعہ۔ اگر آتش دوزخ کی ایک چنگاری پورب مین ہو تو پچھم مین اُس کی
گرمی معلوم ہو رواہ الطبرانی۔ وانس رض رفعہ آتش دوزخ ہزار برس دھونکی گئی کہ سپید ہوگئی پھر ہزار برس کہ سرخ ہوئی پھر ہزار برس کہ سیاہ ہوگئی کہ مانند
رات کے اسکی لپٹ مین چمک نہین ہے۔ رواہ الترمذی وابن مردویہ وغیرہما۔ وعن ابی ہریرۃ رفعا تمھاری یہ آگ ستر اجزا مین سے ایک جزو آتش دوزخ
کا ہے دو بار سمندر مین بجھائی گئی ورنہ کسی کو اس سے نفع نہ ہوتا۔ رواہ احمد بسند صحیح وبعضا منہ فی الصحیحین۔ واضح ہو کہ حق عز و جل ہر چیز پر قادر ہے
اور کیفیت خلق اشیاء بطریق پیدا وار دنیا سراسر حکمت آمیز ہے۔ فافہم۔ فی العرائس قولہ فلیضحکوا قلیلا۔ آہ۔ دنیا مین جتنا چاہین ہنس لین
جب منقطع ہو کر حق عز و جل کی طرف جاوینگے تو ایسے روئین گے جو کبھی منقطع نہ ہو۔ قلت کذا قال الحسن وابو رزین وقتادہ و ربیع بن الہیثم و زید بن سلم
و یہ تفسیر الحبر ابن عباس۔ شیخ ابو یزید نے کہا کہ اسمین تعلیم ہے کہ ہنسو کم تاکہ دنیا تمھین نہ لبھائے اور بہت رویا کرو کہ دار آخرت محبوب نظر آوے اور
مولیٰ کی طرف شوق بڑھا ہے۔ طاہر مقدسی نے کہا کہ خدمت گار بہت نہین ہنستا اور اس دار محنت و غم مین رونا لائق ہے جب ضحک بسبب
ظہور نور جمال ہو تو اسکو رونا و ہنسنا یکسان ہے بہت رونا بشوق مشاہدہ ہوتا ہے پھر بعد حسرت وصال ورنہ گریہ مریدین بحال حزن وقت ایام ہے

قال تعالی تری اعینهم تفیض من الدمع الآیة بسبب ناگہان انکشاف غیب کے واقع ہوا جریری نے کہا کہ ایک آنکھ تو خیر پر روتی ہے اور ایک عبادت پر اور ایک خوف سے جسمین ہیبت کا لگاؤ ہو اور ایک ہیبت عظمت سے اور ایک بحقیقت یہ اقسام ہیں پھر ان منافقون کے ازلی شقی ہونے سے اللہ تعالی نے خبر دی جہاد میں لیجانے سے منع کر دیا۔ بقولہ

فَإِنْ رَّجَعَكَ اللّٰهُ إِلَىٰ طَآئِفَةٍ مِّنْهُمْ فَاسْتَأْذَنُوكَ لِلْخُرُوجِ فَقُلْ لَّنْ تَخْرُجُوا مَعِيَ أَبَدًا وَّلَنْ تُقَاتِلُوا

سو اگر پھر لیجاوے تجھکو اللہ کسی فرقے کی طرف ان میں سے پھر یہ رخصت چاہیں تجھسے نکلنے کو تو تو کہہ تم ہرگز نہ نکلوگے میرے ساتھ کبھی اور نہ لڑوگے

مَعِيَ عَدُوًّا ۖ إِنَّكُمْ رَضِيتُمْ بِالْقُعُودِ أَوَّلَ مَرَّةٍ فَاقْعُدُوا مَعَ الْخَالِفِينَ

میرے ساتھ کسی دشمن سے تم کو پسند آیا بیٹھ رہنا پہلی بار سو بیٹھے رہو ساتھ پچھاڑی والون کے

فَإِنْ رَّجَعَكَ اللّٰهُ فا تفریع۔ رجع متعدی در رجوع لازمی۔ کرخی نے لکھا کہ رجوع کے معنی کسی چیز کا وہین پہونچا دینا جہان تھی۔ اور حرف ان شرطیہ جو محل مشکوک پر داخل ہوتا ہے اشارت دلاتا ہے کہ آدمی کو حیات فانی پر اعتماد نہ چاہیے۔ معنی یہ کہ اگر اللہ تعالی تجھے اس مقام تبوک سے لوٹا کر پہونچا دے مدینہ میں۔ إِلَىٰ طَآئِفَةٍ مِّنْهُمْ ان میں سے ایک گروہ کی طرف۔ ضمیر منہم یا تو منافقین کی طرف راجع ہے یا جملہ متخلفین کی طرف۔ پس اگر منافقین کی طرف راجع ہے تو ان میں سے ایک طائفہ یعنی ٹکڑی اسواسطے فرمائی کہ بہت سے منافقین ساتھ آئے تھے اور تھوڑے مدینہ میں پیچھے رہے تھے اور قتادہ رح نے کہا کہ ہم کو روایت پہونچی کہ بارہ آدمی تھے یا اسلئے کہ سب باقی منافقون کے حق میں یہ حکم نہ تھا کیونکہ ان میں سے بعض نے اپنے نفاق سے توبہ کر لی تھی اور اگر ضمیر جملہ متخلفین کی طرف ہو تو متخلفین میں سے ایک ٹکڑی اسواسطے فرمائی کہ سب پیچھے رہنیوالے منافق نہ تھے بلکہ بعضے مومنین صادقین ایسے تھے کہ ان کے واسطے ٹھیک عذر تھا اور بعضون کے لئے عذر نہ تھے اور پیچھے رہنے پر نادم تھے ہان بعضے منافق جو پیچھے رہنے پر خوش تھے سوا نہین منافقون کو مراد لیا اور حاصل یہ کہ اگر اللہ تعالی تجھے لوٹا کر مدینہ پہونچا دے جہان یہ ٹکڑی منافقون کی ہے فَاسْتَأْذَنُوكَ لِلْخُرُوجِ پھر یہ ٹکڑی والے تجھ سے اجازت چاہیں نکلنے کی یعنی کسی دوسرے سفر جہاد میں جو اس سفر تبوک کے بعد ہو وے ساتھ چلنے کی اجازت مانگین فَقُلْ لَّنْ تَخْرُجُوا مَعِيَ أَبَدًا پس تو ان سے کہدے کہ ہرگز تم نہ نکلوگے میرے ساتھ کبھی وَلَنْ تُقَاتِلُوا مَعِيَ عَدُوًّا اور ہرگز تم مقاتلہ نہ کروگے میرے ساتھ ہو کر کسی دشمن سے یعنی مت نکلو و مت مقاتلہ کرو پس بجائے نہی کے صیغہ مضارع بطریق خبر فرمایا کہ اسمین مبالغہ ہے اور ایذان اس حال کا کہ اللہ تعالی کی طرف سے تم کو توفیق نہ ہوگی اور یہ ان کے پیچھے رہنے کی وجہ سے ان کے حق میں عقوبت ہے کہ ان کو مجاہدین کے دفتر سے گرا دیا چنانچہ فرمایا۔ إِنَّكُمْ رَضِيتُمْ بِالْقُعُودِ أَوَّلَ مَرَّةٍ۔ اے لانکم یعنی یہ عقوبت تم پر اس وجہ سے کہ تم اول بار یعنی غزوہ تبوک میں پیچھے رہکر بیٹھ رہنے پر راضی ہوئے۔ کما قال فرح المخلفون بمقعدهم خلاف رسول اللہ پس مومنین اس سے الگ ہین کیونکہ وے پیچھے رہجانے پر رنجیدہ تھے چنانچہ آگے انشاء اللہ تعالی بیان آویگا۔ اگر کہا جاوے کہ مرۃ مؤنث ہے پس قیاس یہ تھا کہ اولی بجائے اول ہو جواب یہ کہ مضاف بجانب معرفہ متعددہ مین تذکیر و تانیث دونون جائز ہین جیسے ہندۃ افضل النساء و فضلی النساء اگرچہ مذکر لانا اکثر ہے اور مضاف بجانب نکرہ مطابقہ مین فقط تذکیر ہی آئی ہے جیسے ہندۃ افضل امرأۃ اور جائز نہین فضلی امرأۃ۔ کیونکہ افعل التفضیل مستعمل بحرف من کے ساتھ اسکو سخت مشابہت ہے کذا فی الکشاف۔ فَاقْعُدُوا مَعَ الْخَالِفِينَ پس تم بیٹھ رہو خالفین کے ساتھ ہو کر یہ امر بطریق عقوبت و ذلت ہے اور خالفین سے بقول ابن عباس رض وہ لوگ مراد ہین جو غازیون سے پیچھے رہے اور اسی کو ابن جریر رح نے صحیح کہا۔ ولیکن اسمین تامل ہے اسلئے کہ یہ لوگ تو خود بھی منافق تھے اور کہا گیا کہ خالف بمعنی فاسد ہے ماخوذ از قول عرب کہ خلف اللبن اے فسد یعنی دودھ بگڑ گیا اور فلان

خالف اہل بیتہ۔ یعنی فلاں اپنے گھرانے والوں میں فاسد ہے۔ قتادہ رح نے کہا کہ خالفین سے عورتیں مراد ہیں کہ ہمیشہ پیچھے رہتی ہیں۔ اسپر اعتراض کیا گیا کہ خالفین اسکی جمع نہیں ہو سکتی بلکہ خوالف یا خالفات ہونا چاہیئے تھا اور جواب یہ ہے کہ لڑکے و عورتیں و عاجز مرد سب کی وجہ سے بطریق تغلیب بصیغہ مذکر خالفین جمع آئی ہے۔ فافہم۔ بیضاوی رح نے کہا کہ خالفین کے ساتھ یعنی متخلفین کے ساتھ بیٹھ رہنے کا حکم دیا کیونکہ اُن میں جہاد کی لیاقت نہ تھی جیسے عورتیں و لڑکے ہوتے ہیں۔ رازی رح نے کہا کہ اس آیت میں دلالت ہے کہ آدمی جب دوسرے سے مکر و فریب نفاق دیکھے اور اسکو مشدد پاوے کہ ایسے ہی سامان کرنے میں مصر ہے تو اُس سے تعلق قطع کر دے اور اسکی مصاحبت سے احتراز کرے اور جب اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلعم کو منع کر دیا کہ طائفہ نفاق کو جہاد میں ساتھ نہ لیجاویں پس ان کی عقوبت ذلت کے تو اُنکے جنازے پر نماز وغیرہ بھی ذلال کیواسطے منع فرمایا۔ بقولہ تعالیٰ

وَلَا تُصَلِّ عَلٰٓى اَحَدٍ مِّنْهُمْ مَّاتَ اَبَدًا وَّلَا تَقُمْ عَلٰى قَبْرِهٖ ۭ اِنَّهُمْ كَفَرُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَمَاتُوْا وَهُمْ فٰسِقُوْنَ ۝

اور نماز نہ پڑھ اُن میں کسی پر جو مر جائے کبھی اور نہ کھڑا ہو اُسکی قبر پر وہ منکر ہوئے اللہ سے اور اسکے رسول سے اور مرے ہیں بے حکم

مفسرین و دیگر علماء نے کہا کہ نزول اس آیت کا اُس وقت ہوا کہ آنحضرت صلعم نے عبداللہ بن ابی منافق پر نماز پڑھی سو واضح ہو کہ عبداللہ مذکور انصار میں گروہ خزرج کا سردار تھا مگر اسلام کی حالت میں منافقوں کا سردار رہ گیا مرد فربہ دراز قد تھا کہ جب عباس بن عبدالمطلب بدر کی لڑائی میں قید ہو کر آئے تو کسی شخص کی قمیص انکے بدن پر نہ آئی سوائے اس منافق کی قمیص کے اور اُسکے باپ کا نام اُبی تھا اور ماں کا نام سلول اور وہ اپنے باپ ماں دونوں کی طرف منسوب تھا یعنی عبداللہ بن اُبی ابن سلول کہلاتا تھا اور اکثر ایام میں اُس سے افعال نفاق ظاہر ہوئے اور تا دم مرگ منافق رہا پھر اسمیں دو قول ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اسپر نماز پڑھی یا نہیں پس ابن جریر رح کی روایت انس رض سے ظاہر ہوتا ہے کہ جبرئیل علیہ السلام نے منع کر دیا تھا لیکن ابن کثیر رح نے کہا کہ اسناد ضعیف ہے اور صحاح کی روایات مثبت ہیں کہ نماز پڑھی چنانچہ امام احمد و ترمذی نے عمر بن الخطاب رض سے روایت کی کہ جب عبداللہ بن ابی مر گیا تو آنحضرت صلعم اُسکے جنازہ پر نماز کیلئے بلائے گئے جب اسپر نماز کو کھڑے ہوئے تو میں پھر کر آپکے سامنے کھڑا ہوا اور کہا کہ یا رسول اللہ کیا آپ اس دشمن خدا ابن ابی پر نماز پڑھتے ہیں جو فلاں روز یوں کہتا تھا اور فلاں روز اسطرح چنانچہ اسکے افعال منافقانہ شمار کرتا جاتا اور آنحضرت صلعم تبسم فرماتے یہاں تک کہ جب میں نے بہت کہا تو آپ نے فرمایا کہ اے عمر ذرا مجھسے ہٹو تو مجھے مختار کیا گیا پس میں نے اختیار کیا یعنی قولہ تعالیٰ استغفر لہم او لا تستغفر لہم الآیۃ۔ اور اگر مجھے معلوم ہو جاتا کہ میں ستر بار سے استغفار بڑھاؤں تو بخشش کر دیجائیگی تو میں بڑھاتا پھر آنحضرت صلعم نے اسپر نماز پڑھی اور اُس کے جنازے کے ساتھ گئے اور اسکی قبر پر کھڑے ہوئے یہاں تک کہ اُسکے دفن سے فراغت ہوئی اور میں نے اس روز آنحضرت صلعم کی حضور میں اپنی جرأت کرنے سے تعجب کیا حالانکہ اللہ تعالیٰ و اُسکا رسول خوب جانتا ہے پھر قسم ہے اللہ عزوجل کی کہ کچھ تھوڑی ہی دیر گذری تھی کہ یہ دونوں آیتیں نازل ہوئیں ولا تصل علی احد منہم مات ابدا الآیۃ۔ پھر اسکے بعد کبھی آنحضرت صلعم کسی منافق کی قبر پر نہیں کھڑے ہوئے یہاں تک کہ وفات فرمائی۔ قال الترمذی حسن صحیح۔ وقد رواہ البخاری وقد جاء فی الصحیحین بالفاظ متقاربۃ مفسرۃ ومجملۃ وبادل الروایات علی معنی واحد۔ اور صحاح و مسند کی روایات سے ثابت ہے کہ منافق مذکور نے اپنے مرض الموت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بلایا جب آپ اسکے پاس گئے تو فرمایا کہ تجھے یہودیوں کی محبت نے ہلاک کیا اسنے کہا کہ میں نے آپکو اپنے حق میں صلوٰۃ وغیرہ کیلئے بلایا ہے اور اس لئے نہیں بلایا کہ مجھے ملامت کریں۔ مترجم کہتا ہے کہ اُس وقت بھی نفاق پر جما ہوا تھا۔ بہر حال اُس نے وصیت کی تھی کہ آنحضرت صلعم اُسپر نماز پڑھیں اور جب وہ مر گیا تو اسکے بیٹے نے جو سچا مومن تھا اور اُسکا نام بھی عبداللہ تھا آنحضرت صلعم سے درخواست کی کہ آپ اپنے تن مبارک سے ملی ہوئی قمیص عطا فرماویں شاید وہ منافق آگ سے بچے اور مروی ہے کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ میری قمیص اس سے عذاب الٰہی کو دور نہیں کر سکتی ہے کما فی السراج اور عبداللہ نے عرض کیا کہ یا حضرت اگر آپ نہ تشریف لاویں تو ہم پر عار باقی رہے گا اور کوئی مسلمان نہ کھڑا ہوگا اور بعض روایات میں ہے کہ منافق مذکور جب گڑھے میں رکھ چکا گیا تب آنحضرت صلعم تشریف لائے اور نکلوا کر اسکے سر سے پاؤں تک

اپنا لعاب دہن مبارک ملایا جو عطر سے زیادہ معنبر تھا اور اسکو اپنی قمیص پہنائی۔ کما فی روایۃ النسائی۔ اور بات یہ ہوئی کہ قمیص منگوانے میں دیر ہوئی کہ لوگون نے قبر مین اتار دیا پھر پیچھے سے آپ وہان تک پہونچے فقدبر۔ واللہ اعلم۔ ابن کثیرؒ نے کہا کہ بعض سلف نے ذکر کیا کہ آنحضرت صلعم نے اپنی قمیص مبارک اسکو مکافات قمیص عباسؓ مین پہنائی تھی اور سراج وغیرہ ذکر کیا کہ حضرت عمرؓ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ آپ اپنی پاک قمیص اس پلید نجس کو دیتے ہین تو فرمایا کہ میری قمیص اس سے عذاب آلہی دور نہین کریگی اور مجھے امید ہے کہ اس سبب سے بہتیرے مسلمان ہو جاوین چنانچہ یہ دیکھکر بہت سے خزرجی مومن ہوگئے بالجملہ حق تعالیٰ نے منافق پر نماز پڑھنے سے منع فرمادیا بقولہ۔ وَلَا تُصَلِّ عَلٰٓى اَحَدٍ مِّنْهُمْ اور مت نماز پڑھ کسی پر انہین سے یعنی منافقون مین سے۔ یہ مؤید ہے کہ اوپر قولہ طائفۃ منہم۔ مین بھی ضمیر راجع بجانب منافقین ہے نہ کل متخلفین تاکہ تفکیک ضمائر لازم نہ آئے۔ مَّاتَ اَبَدًا واحدی رہ نے کہا کہ مات جملہ صفت احد اقع و موضع اُس کا جر ہے گویا یون کہا کہ علی احد منہم میت اور ابداً متعلق لاتصل ہے اے لاتصل ابدا علی احد منہم مات یعنی مت نماز پڑھ کبھی کسی پر اُن مین سے جو مرجاوے پس کلمہ دوام کے واسطے ممانعت ہوگئی اور بیضاوی رحہ نے کہا کہ مات ابداً مستقل ہے مراد اس سے کفر پر موت ہے کیونکہ کافر کی زندگی بھی موت ہے کہ وہ آخرت کا نفع اُٹھانے کیلئے نہین بلکہ عذاب پانے کیلئے زندہ ہے پس گویا زندہ ہی نہین ہوا بلکہ دائمی مردہ ہے اور قول اول ارجح ہے یعنی مراد دوام ممانعت ہے لہذا امام احمد وغیرہ کی روایات مین ہے کہ بعد نزول اس آیت کے تاوفات شریف آپنے کسی منافق پر نماز نہین پڑھی اور جنازہ کو پوچھتے پس اگر تعریف کی جاتی تو اُسپر نماز پڑھ دیتے ورنہ اہل جنازہ سے کہتے کہ تم جانو اور جنازہ۔ وَلَا تَقُمْ عَلٰى قَبْرِهٖ۔ اور اُسکی قبر پر مت کھڑا ہوا۔ زجاج نے کہا کہ جب میت دفن ہوتی تو رسول اللہ صلعم اُسکی قبر پر کھڑے ہوتے اور اُسکے لئے دعا کرتے پس منافق کے حق مین ایسا کرنے سے منع فرمائے گئے بعض نے کہا کہ قیام یہان بمعنی اصلاح ہے یعنی اُن مین سے کسی شخص کی قبر و دفن کے اہتمام و صلاح مین قیام نہ کیجئے اور بعض نے کہا کہ علیٰ بمعنی عند ہے یعنی دفن و زیارت کے واسطے قبر کے پاس نہ کھڑے ہون اور اول اولیٰ ہے پھر آنحضرت صلعم کو اس ممانعت کیوجہ بتلائی بقولہ تعالیٰ۔ اِنَّهُمْ كَفَرُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ۔ اے لانہم۔ یعنی اسلئے کہ ان لوگون نے کفر کیا اللہ تعالیٰ و اسکے رسول سے وَمَاتُوْا وَهُمْ فٰسِقُوْنَ۔ اور مرے درحالیکہ وے فاسق تھے یعنی کافر تھے کہ قبل موت کے اُنھون نے کفر سے توبہ نہین کی۔ اب یہ وہم نہین ہوتا کہ کفر سے فسق کمتر ہوتا ہے پھر فاسقون کیون فرمایا۔ اور بعض نے جواب دیا کہ اظہار ہے اُنھون نے کفر کے ساتھ فسق بھی جمع کیا کیونکہ بعض کافر تو جس اعتقاد پر ہے اسمین امانت دار ہوتا ہے بخلاف نفاق کے کہ یہ طریقہ سب کے نزدیک بدتر ہے۔ اگر کہا جاوے کہ کافر پر کیونکر نماز پڑھی تو جواب یہ کہ ہم لوگ ظاہر حال پر حکم لگاتے ہین اور باطن کا اللہ تعالیٰ دانا تر ہے چنانچہ جب سے حکم دیا تب سے کبھی نماز نہ پڑھی وفی تفسیر الحافظ عمر بن الخطابؓ ایسے شخص کے جنازہ پر نماز نہ پڑھتے جسکا حال چھپا ہوتا جب تک اُسپر حذیفہ بن الیمان رضی اللہ عنہ نماز نہ پڑھتے کیونکہ حذیفہ رضی اللہ عنہ کو رسول اللہ صلعم نے اعیان منافقین سے آگاہ کردیا تھا اسیواسطے حذیفہؓ کو صاحب سر الرسول صلعم کہتے ہین کہ اس بھید سے کوئی صحابی سوائے اُن کے آگاہ نہ تھا اور ابو عبیدہؒ نے کتاب الغریب مین روایت کی کہ عمرؓ نے ایک جنازہ پر نماز پڑھنی چاہی تو حذیفہؓ نے چٹکی لی اس سے مقصود یہ تھا کہ نماز نہ پڑھو پس عمرؓ نے نہ پڑھی واضح ہو کہ سبب نزول اگرچہ قصہ منافق واحد ہے لیکن ممانعت عام ہے اور قمیص مین تکفین کرنے سے ممانعت نہین فرمائی اسلئے کہ قمیص دینے سے انکار کرنا خلاف کرم تھا۔ کذا قال البیضاوی۔ اور یہ اس تقدیر پر کہ نماز پڑھنے سے پہلے ممانعت آگئی تھی اور بعد اسکے ظاہر یہ ہے کہ قمیص وغیرہ سے خود ممانعت ظاہر ہے کیونکہ نماز جو بڑی بندگی ہے یعنی دعا و استغفار جب وہ کافر و منافق کے حق مین کارآمد نہین تو کوئی امر مفید ہوگا اور منافق کے حق مین اس ممانعت سے ظاہر ہے کہ مومن کے حق مین یہ امر موجب کرامت ہے چنانچہ دفن مومن مین شرکت موجب ثواب جزیل ہے کہ ادنیٰ بیمانہ کوہ احد ہے حدیث صحیح سے ثابت ہوا۔ بالجملہ اہل نفاق بدکفر نہایت خبیث ہین اور ظاہر حال مین کثرت مال و اولاد سے شیطان وسوسہ ڈالتا ہے

کہ شاید دے کچھ قبول ہون تو اللہ عزوجل نے اس وسوسہ پر متنبہ فرمایا۔ بقولہ تعالیٰ۔

وَلَا تُعْجِبْكَ اَمْوَالُهُمْ وَاَوْلَادُهُمْ ۭ اِنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ اَنْ يُّعَذِّبَهُمْ بِهَا فِي الدُّنْيَا

اور تعجب نہ کر اُن کے مال اور اولاد سے اللہ یہی چاہتا ہے کہ عذاب کرے اُنکو اُن چیزون سے دنیا مین

وَتَزْهَقَ اَنْفُسُهُمْ وَهُمْ كٰفِرُوْنَ ۝

اور نکلے اُن کی جان جبتک کافر ہی رہین

اعجاب پسند کرنا بنظر تحسین اور توضیح اسی کے مثل آیت سابقہ مین اسی سورہ مین گزری۔ وَلَا تُعْجِبْكَ خطاب آنحضرت صلعم کو اور اہم مقصود امت ہین اور ضمیر مضاف الیہ۔ اَمْوَالُهُمْ وَاَوْلَادُهُمْ مین منافقین کی طرف راجع ہو پس محتمل ہو کہ وہی قوم منافقین مراد ہو جو پہلی آیت مین مراد تھی یا دوسری اور اولی یہ کہ مطلق منافقین کی طرف راجع ہو کیونکہ مقصود عموم ہو حتی کہ قیامت تک کیلئے شامل المعنی۔ اور تجھے اعجاب مین نہ ڈالین انکے اموال ونہ اولاد یعنی اے اہل ایمان تم لوگ منافقون کے اموال کثیرہ و اولاد کو بنظر تحسین نہ دیکھو۔ اِنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ اَنْ يُّعَذِّبَهُمْ بِهَا فِي الدُّنْيَا انما کلمہ انحصار۔ ان یعذبہم جملہ بتاویل مفرد ہو کر مفعول یرید۔ المعنی یہی چاہتا ہو اللہ تعالی کہ منافقون کو انکے ان اموال و اولاد سے دنیا مین عذاب کرے۔ یعنی یہ چیزین اُن کے حق مین نعمت نہین بلکہ عذاب ہین پس بطور استدراج کے اُن کو یہ چیزین ملین اس سے کہ وے دنیا مین اُن چیزون مین ایسے منہمک ہوے کہ بجائے اس کے شکریہ و طاعت الٰہی کے ناشکری کی پس زکوۃ و صدقہ و خیرات اور اللہ تعالی کی راہ پر خرچ کرنے اور ایمان کیساتھ طاعت و جہاد وغیرہ سب سے منہ موڑا تو یہ چیزین اُن کے حق مین عذاب ہو گئین اور یہ امر اُن کے حق مین ازل سے مقدر تھا پس قولہ یرید اللہ کے یہی معنی ہین۔ حاصل یہ کہ اُن کے حق مین قہری استدراج یون ہی مقدر ہو کہ ان چیزون سے دنیا مین عذاب پاوین تو اہل ایمان کو مال و اولاد پر نظر کر کے کسی کی خوبی نہ سمجھنی چاہیئے بلکہ جب یہ چیزین طاعت الٰہی کے ساتھ نہون تو عذاب ہین جیسے منافقون کے حق مین فرمایا کہ ان چیزون سے دنیا مین انکے لئے یہی مقصود کہ عذاب کیا دین۔ وَتَزْهَقَ اَنْفُسُهُمْ وَهُمْ كٰفِرُوْنَ. زہوق سختی و تکلیف کے ساتھ نکلنا۔ اور حدیث مین صحیح ہوا کہ کافرون کی روح بسختی تمام نکالی جاتی ہو کیونکہ معائنہ عذاب و عدہ غضب الٰہی سے تھرتھراتی اور بدن مین گھسی جاتی ہو۔ المعنی اور بسختی شدید اُن کی روحین نکالی جائین درحالیکہ وے کافر ہین یعنی دنیا مین اُن چیزون سے عذاب اٹھاوین حتی کہ کافر مرین اسطرح کہ اُن کی روحین بسختی تمام اُن کے بدنون سے کھینچی جاوین۔ اعوذ باللہ من الکفر والموت علیہ۔ اگر کہا جاوے کہ آیت کریمہ پہلے گذری پھر اسی سورہ مین یہان اُسکو مکرر فرمایا۔ توجواب یہ کہ دنیا سے تعلق خاطر ہی عاقبت سے اندھا کافر و فاسق کر دیتا ہو اور باعث تعلق اسی اموال و اولاد مین دائر ہو اسی سے ترک طاعات بالخصوص ترک جہاد ہو پس مکرر تنبیہ کرنا اسمین امر اہم ہو جیسے شرک سے وعید کرنا جبکہ بہت اہتمام کے لائق تھا تو اُسکو سورہ نساء مین مکرر فرمایا۔ رازی رحمہ اللہ وغیرہ نے لکھا کہ اوپر جو یہی آیت کریمہ گذری اُس سے یہان چار حرف مین فرق ہو۔ اول وہان فلا تعجبک۔ یہان ولا تعجبک تو وہان خیرات مین خرچ کرنے سے کراہت کرنے پر لفاء تفریع فرمائی اور یہان شمار اُن کے قبائح کا اور مقصود اصلاح نفس مومن دفع وساوس ہو۔ دوم وہان ولا اولادہم۔ یہان۔ بدون حرف لا کے فرمایا مگر لا محذوف ہو پس وہان تو بسبب مقام ادنی سے اعلی کی طرف ترقی ظاہر ہوئی جیسے کہتے ہین کہ مجھے تو نہ وزیر بھلا معلوم ہو نہ بادشاہ اور یہان دونون مین مساوات ہو گئی پس دونون چیزین منافقون کے حق مین یکسان ہین۔ سوم وہان لیعذبہم۔ اور یہان ان یعذبہم۔ ہو پس تنبیہ ہو کہ لام تعلیل ہونا و نہونا واحد ہو کیونکہ درحقیقت ارادہ و افعال الٰہی عزوجل بدون علت کے ہوتے ہین اور وہان علت کا دخل محال ہو۔ چہارم وہان فی الحیوۃ الدنیا۔ یہان فی الدنیا اس تنبیہ کے لئے کہ دنیاوی حیات کچھ حیات نہین لہذا ترک ذکر حیات سے اُسکی دنائت و خست ظاہر ہو گئی۔ **وقال المترجم** وہان خرچ مین بخل پر

مستغرق کرنا مقتضی حیات تھا یعنی یہ بخل اسی قدر حیات دنیا کیلئے جو محض بے اعتبار ہے اور بیان اس امر کا کہ دنیا میں اُن کو یہ چیزیں موجب عذاب ہیں نہ نشان قبول و منزلت فافہم واللہ تعالیٰ اعلم۔

وَاِذَآ اُنۡزِلَتۡ سُوۡرَةٌ اَنۡ اٰمِنُوۡا بِاللّٰهِ وَجَاهِدُوۡا مَعَ رَسُوۡلِهِ اسۡتَاۡذَنَكَ اُولُوا الطَّوۡلِ مِنۡهُمۡ وَقَالُوۡا ذَرۡنَا

اور جب نازل ہوتی ہے کوئی سورۃ کہ یقین لاؤ اللہ پر اور لڑائی کرو اُسکے رسول کے ساتھ ہوکر رخصت مانگتے ہیں مقدور والے اُن کے اور کہتے ہیں ہم کو

نَكُنۡ مَّعَ الۡقٰعِدِيۡنَ ۝ رَضُوۡا بِاَنۡ يَّكُوۡنُوۡا مَعَ الۡخَوَالِفِ وَطُبِعَ عَلٰى قُلُوۡبِهِمۡ فَهُمۡ لَا يَفۡقَهُوۡنَ ۝

چھوڑ دے رہ جاویں ساتھ بیٹھنے والوں کے خوش آیا کہ رہ جاویں ساتھ پچھلی عورتوں کے اور مہر ہوئی اُن کے دل پر سو اُن کو بوجھ نہیں

پہلے بیان ہوا کہ منافقون کے حق میں اُنکے اموال و اولاد عذاب ہیں کہ اُنہیں کو اصل مقصود خیال کرکے زندگی پر حریص و موت کے نام ڈرے ہوئے اور خرچ و ذکر و جہاد سے نہایت بیزار و شہوات دنیاوی میں منہمک رہتے ہیں پس کوئی بندہ مومن اُنکے اموال و اولاد کو پسندیدہ نظر سے نہیں دیکھے اور اللہ تعالیٰ عز و جل بندہ مومن کو نور ایمان عطا فرماتا ہے جس سے وہ دنیا کو بمقابلہ آخرت کے جیسے گھورا بمقابلہ تخت سلطنت کے دیکھتا ہے بخلاف منافق و کافر کے کہ آخرت سے اندھے ہیں پس اسی کو تمام نعمت جانتے اسی وجہ سے حیات دنیاوی پر بنظر شہوات حریص ہیں نہ بنظر طاعات پس جہاد سے بخوف موت مال و اولاد چھوٹنے و زندگی دنیاوی سے محروم ہونے گریز کرتے اور پھرتے ہیں چنانچہ اُنکے احوال و اقوال کو جا بجا مذمت کے طور پر اپنے علم قدیم کے موافق حکایت فرمایا از انجملہ بیان فرمایا۔ وَاِذَآ اُنۡزِلَتۡ سُوۡرَةٌ۔ احتمال ہے کہ سورۃ سے پوری سورۃ مراد ہو اور ہو سکتا ہے کہ ٹکڑا مراد ہو اور بعض نے کہا کہ یہی سورۃ براءۃ مراد ہے جسمیں منافقون کی قلعی کھل گئی کہ اسی میں جہاد کا عموماً حکم اور اسی میں آیۃ السیف ہے۔ یعنی اور جب نامی گرامی سورۃ یعنی اللہ تعالیٰ نے سورۃ نازل فرمائی اَنۡ اٰمِنُوۡا بِاللّٰهِ وَجَاهِدُوۡا مَعَ رَسُوۡلِهِ اے ہاں اٰمنوا۔ بدین حکم کہ ایمان لاؤ اللہ تعالیٰ پر اور اُسکے رسول کے ساتھ ہوکر جہاد کرو یعنی سورۃ اس حکم کے ساتھ نازل کی گئی اور ہو سکتا ہے کہ اَنۡ اٰمنوا میں اَن تفسیری ہو یعنی وہ سورۃ و کلام جو نازل کیا گیا یہ حکم ہے کہ ایمان لاؤ الخ۔ اور یہ حکم عام ہے تمام مؤمنین کو شامل ہے اور منافقون پر بھی جاری ہے کیونکہ وے لوگ سچے مومن نہ تھے پس اُن کے حق میں اسطرح کہ سچے طور پر ایمان لاؤ اور خالص نیت سے رسول اللہ صلعم کیساتھ ہوکر جہاد کرو پس آنحضرت صلعم خود جہاد کرنیوالے تھے الحاصل جب ایسا حکم نازل کیا گیا تو۔ اِسۡتَاۡذَنَكَ اُولُوا الطَّوۡلِ مِنۡهُمۡ طول بالفتح دسترس و فراخی و قدرت یعنی اجازت مانگنے لگے تجھسے اے محمد صلعم انمیں سے دسترس و فراخی والے جنکو مال و زاد راہ سفر جہاد و سواری کی اچھی طرح قدرت حاصل تھی۔ وَقَالُوۡا ذَرۡنَا نَكُنۡ مَّعَ الۡقٰعِدِيۡنَ اور کہنے لگے کہ چھوڑ دیجیے ہم کو ہم قاعدین کیساتھ ہو رہیں۔ یہ اجازت مانگنے کا حاصل مطلب بیان ہوا۔ قاعدین جمع قاعد یعنی بیٹھنے والے اور مراد لڑکے نابالغ و لنجے اپاہج وغیرہ جنمیں عورتیں بھی شامل ہیں جنکو قاعدات کہنا چاہیے لیکن معذور مردون کے لفظ سے قاعدین جمع آئی ہے پھر احتمال ہے کہ متمول منافقون نے صاف صاف یہی بات کہی ہو کہ ہمیں ان لوگون کے ساتھ چھوڑ دیجیے اور شاید حاصل مطلب و نتیجہ بیان ہوا کہ اجازت مانگنے کا نتیجہ یہ کہ قاعدین کیساتھ بیٹھ رہیں اور خلاصہ یہ کہ جب جہاد کا حکم آیا جو بدون ایمان کے ٹھیک نہیں تو ایسے تندرست متمول آئے اجازت لینے کہ ہمیں قاعدین کیساتھ چھوڑ دیجیے حالانکہ یہ ایمان کا مقتضی نہیں کہ حیات دنیا پر بھروسا کرکے آخرت سے محروم و خوار ہوں ہے مومن اسکو نہیں پسند کریگا کیونکہ بندہ الٰہی سمجھدار ہوجاتا ہے لہذا منافقون کی قلعی کھول دی کہ رَضُوۡا بِاَنۡ يَّكُوۡنُوۡا مَعَ الۡخَوَالِفِ وَطُبِعَ عَلٰى قُلُوۡبِهِمۡ فَهُمۡ لَا يَفۡقَهُوۡنَ۔ خوالف جمع خالفۃ بتاء تانیث بمعنی وہ عورتیں جو مردون کے پیچھے گھر بیٹھی رہجاتی ہیں اور صیغہ صفت مرد کے واسطے بھی رجل خالفۃ بولتے ہیں یعنی ایسا مرد جو کسی کام کا نہیں پس ہو سکتا ہے کہ بلحاظ لفظ کے صیغہ صفت کی جمع خوالف ہو کیونکہ خالف بدون تاء کے جمع خوالف نہیں آتی اسلئے کہ سوائے فوارس و نواکس و ہوالک وغیرہ چند الفاظ معدودہ کے فاعل کی جمع بروزن فواعل نہیں آتی ہے۔ طبع بمعنی مہر کرنا۔ المعنی یہ لوگ راضی ہوئے و پسند کیا اپنے حق میں اس بات کو کہ خوالف کیساتھ ہو رہیں یعنی زنانہ نامردوں بلکہ عورتوں کیساتھ ہو رہیں اور مہر کردی گئی اُن کے دلوں پر سو نے کچھ سمجھتے نہیں یعنی زندگی دنیاوی جو آنکھون دیکھی یقینی نا پائدار ہیچ ہے

اُنکے اعتقاد پر امر نفیس باقی یا ملدار آخرت چھوڑنا وہان عذاب بلا مین ہمیشہ گرفتار ہونا محض حماقت ہے اسکو نہین سمجھتے ہین جو اللہ تعالیٰ نے منافقون کے وجود کو اور اُن کے ساتھ نہ دینے کو ہیچ کر دیا اور اپنے پاک رسول و مومنین کے فضائل بطور مدح فرمائے بقولہ تعالیٰ

لٰكِنِ الرَّسُولُ وَالَّذِينَ آمَنُوا مَعَهُ جَاهَدُوا بِأَمْوَالِهِمْ وَأَنْفُسِهِمْ ۚ وَأُولٰئِكَ لَهُمُ الْخَيْرَاتُ

لیکن رسول اور جو ایمان لائے ہین ساتھ اُسکے لڑے ہین اپنے مال اور جان سے اور اُنھین کے ہین خوبیان

وَأُولٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ ۝ أَعَدَّ اللّٰهُ لَهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهٰرُ خٰلِدِينَ فِيهَا ۚ ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ ۝ ع

اور وہی ہیں پہنچے مراد کو تیار رکھے ہین اللہ نے اُنکے واسطے باغ بہتی ہین نیچے اُنکے نہرین - اُنکے ہین رہا کرین اُن مین یہ ہے بڑی کامیابی

دنیا مین بندون کی صدق نیت و حسن طریت سے اپنے مولیٰ پر جان و مال فدا کرنا ہی بندگی کی علامت ہے ورنہ اللہ تعالیٰ عز و جل چاہے تو سب کا فر ایک پل مین فنا ہو جاوین وہ چاہے تو سب ایک آن مین سرنگون ہو جاوین مگر اسکی حکمت کاملہ وہی جانتا ہے بندہ تو اپنی حقیقت اور ایک پتی کی ماہیت نہین معلوم کر سکتا وہ قادر مختار ہے جو چاہے حکم فرماوے بس جہاد کا حکم دیا جسمین ایماندار ثابت قدم رہے اور منافق نکل گئے اور وہ کس قطار و شمار مین ہین انکی ہی عاقبت خراب کی لہذا بحرف استدراک فرمایا۔ لٰكِنِ الرَّسُولُ وَالَّذِينَ آمَنُوا مَعَهُ یعنی منافق پرے پھرے رہتے ہونگے تو کیا نقصان ہے اور رہا جہاد کرنا تو بہتر بندون کو اسکی توفیق دی کہ رسول اللہ عز و جل محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور وہ لوگ جو رسول کے ساتھ مین ایمان لائے ہین۔ جَاهَدُوا بِأَمْوَالِهِمْ وَأَنْفُسِهِمْ ان سب نے اپنے مالون و جانون کیساتھ جہاد کیا۔ تمام جہاد اُنکا یہ تھا کہ مال و جان کی طرف لگاؤ نہ رکھا اور سب کو اللہ تعالیٰ کی مرضی کے موافق فدا کر دیا۔ واضح ہو کہ اللہ تعالیٰ کی مرضی کے موافق ہونا شرع شریف سے معلوم ہوتا ہے چنانچہ جو کوئی اپنا سب مال یکبارگی خیرات کر دے اُسنے شرع کے موافق نہ کیا اور خلاف مرضی الٰہی سبحانہ تعالیٰ کام کیا کیونکہ یہ حکم نہین ہے الا بضرورت خاصہ بلکہ کسی چیز سے نہ لگاؤ رہے اور اپنی جان و جہان کو شرع کے تابع کر دے۔ دیکھو اللہ تعالیٰ نے اپنے پاک بندون کی مدح و منزلت بیان فرمائی۔ وَأُولٰئِكَ لَهُمُ الْخَيْرَاتُ خیرات جمع خیرہ بتشدید یا رتھا پھر تخفیف کیگئی یعنی اسکی بھلائی اور مراد ہر طرح کی بھلائی ہے خواہ دنیاوی ہو یا اخروی ہو کہ الف لام استغراق ہے۔ اور بعض نے حور دن سے تفسیر کی و اول اقوی و اوفیٰ ہے۔ المعنی اور انھین بندون کیلئے تمام بھلائیان ثابت ہین دنیا مین بھی مانند اجر و غنیمت و فور ایمان و تیسیر و … و آخرت مین بھی۔ وَأُولٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ اور یہی بندے فلاح پانیوالے ہین۔ دونون جگہ اسم اشارہ اُنکی منزلت و خوبی ظاہر فرمانے کیلئے ذکر فرمایا۔ فلاح کامل انھین بندون کو حاصل ہے اسکا مقصود ایمان جو تعبیر ہو سکتا ہے ذکر کیا بقولہ تعالیٰ أَعَدَّ اللّٰهُ لَهُمْ مہیا کر دیا اللہ تعالیٰ نے اُنکے لیے جَنّٰتٍ ایسی جنتون کو تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهٰرُ جنکے نیچے سے بہر رہے ہین یعنی درختون کے نیچے نہرین ہین۔ خٰلِدِينَ فِيهَا جب ان جنتون مین داخل ہونگے حکم لگا دیا جائیگا کہ ہمیشہ اسی مین رہنے کو ملیگا کبھی نکالے نہ جاؤگے نہ مروگے نہ مہمان کی طرح طرح طرح نئی نئی نعمتون سے کبھی اکتاؤگے جو چاہوگے وہین پاؤگے۔ ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ یہ جو بیان ہوا بڑا بھاری فوز ہے جسکی حقیقت ناقص ہیچکارہ آدمی کیا سمجھ سکتا ہے

فـ فی العرائس قولہ لکن الرسول والذین آمنوا معہ الآیۃ ہر ایک کا جہاد مختلف اسکی شان کے لائق ہے چنانچہ آنحضرت صلعم نے ادائے امانت رسالت کا پورا بوجھ اُٹھانے مین کوشش و جہاد کیا اور مومنون نے اتباع سنت و حکم نبوت کی تعمیل مین جان فدا کی معیت جو کلام پاک معہ سے ظاہر ہے مومنین صحابہ رضوان اللہ علیہم کیلئے کمال کرامت ہے اور اشارات سے ثابت ہوا کہ جس مشاہدہ سے تحقق ایمان ہے اسمین رسول پاک کے ساتھ آپکے یاران جان نثار آپکے طفیل مین شریک ہو کر سب بطفیل فضل حضرت باری تعالیٰ عز و جل کرامت پائی پھر مرتبہ نبوت فضل خاص کرامت کاملہ خاصہ ہے پھر حق تعالیٰ نے کشف انوار جمال کے عطا و نوال مین بھی اپنے پاک رسول کے ساتھ پاک مومن بندون کو شریک کیا اور فرمایا و اولٰئک لہم الخیرات کیونکہ اولٰئک کے اشارہ مین آنحضرت صلعم کے ساتھ سب

مومنین داخل ہیں خیرات مشاہدات و ظہور انوار قربت وصال ہیں جو دنیا میں بطرز خاص ہو عاقبت میں بتمام خوبی و ظہور خاص یاد ینگے پھر اُن کے وصف میں اور بھی بڑھایا اسطرح کہ سابقہ سعادت ازلی کے انعام سے یہ لوگ قہر کی گرفت و سختی سے نجات پائے ہوئے ہیں بقولہ تعالیٰ واولٰئک ہم المفلحون۔ تمام فلاح و کمال مراد و حسنی سے فائز ہیں چنانچہ اسی کی تصدیق کرتا ہو قولہ تعالیٰ اعد اللہ لہم جنات تجری من تحتہا الانہار خالدین فیہا ذلک الفوز العظیم۔ قربت وصال کے بھرے بھرے باغوں و مشاہدات کے بستان ہیں جنکے نیچے بحر ذات سے علوم ازلیات کی نہریں جاری ہیں جسنے اُن نہروں سے ایک بار پانی پیا وہ ان اوصاف سے متصف ہو گیا اور مشاہدہ ذات میں باقی و دائم۔ پس یہ فوز عظیم یوں ہو کہ حدوث سے نجات ہوا اور حضرت قدیم عز وجل کے مشاہدہ تک رسائی حاصل ہو۔ بعض نے قولہ تعالیٰ لکن الرسول والذین آمنوا معہ الخ کے اشارہ میں کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ادائے رسالت میں انتہا درجہ کا اجتہاد کیا یعنی جہاد جو جان و مال سے کوشش ہو اُسکو رسول اللہ صلعم نے ادائے رسالت میں پورا کیا پس کافروں سے لڑائی بھی منجملہ ادائے رسالت کے شمار ہو اور مومنوں نے اس طرح یہ جہاد کیا کہ جو امر شرع میں وارد ہوا اُسمیں اپنی جان سے کوشش کی چنانچہ جو حکم شرعی کہ جان فدا کرنے سے متعلق ہو اسمیں جان سے دریغ نہیں کیا جیسے کفار سے جہاد کرنا اور جو حکم متعلق بمال ہو اُسمیں مال فدا کر دیا۔ واضح ہو کہ آیات مذکورۃ الصدر سے منافقوں کی مذمت میں ثابت ہوا کہ خالفین کیساتھ بیٹھ رہنے پر راضی ہوئے و خالفین وہ لوگ جو باہر چلے جانیوالے مجاہدین کے بعد مدینہ میں رہے مانند معذور مرد و اطفال و عورتوں کے حالانکہ اُن پر خالفین کا اطلاق بروجہ مذمت نہیں بلکہ بمعنی لغوی ہو لہذا آگے کلام میں عذر صحیح والوں کے معذور ہونے و معاف و غیرہ ہونیکے احکام کو اور منافقوں کے مذموم ہونے کو بیان فرمایا۔

وَجَآءَ الْمُعَذِّرُوْنَ مِنَ الْاَعْرَابِ لِيُؤْذَنَ لَهُمْ وَقَعَدَ الَّذِيْنَ كَذَبُوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ ؕ سَيُصِيْبُ الَّذِيْنَ

اور آئے بہانے کرتے گنوار تا رخصت ملے اُن کو اور بیٹھ رہے جو جھوٹے ہوئے اللہ سے اور رسول سے اب پہونچے گی اُنکو جو

كَفَرُوْا مِنْهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۝ لَيْسَ عَلَى الضُّعَفَآءِ وَلَا عَلَى الْمَرْضٰى وَلَا عَلَى الَّذِيْنَ لَا يَجِدُوْنَ مَا يُنْفِقُوْنَ

منکر ہیں اُنمیں دُکھ کی مار ضعیفوں پر تکلیف نہیں نہ مریضوں پر نہ اُن پر جن کو پیدا نہیں جو خرچ کریں

حَرَجٌ اِذَا نَصَحُوْا لِلّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ ؕ مَا عَلَى الْمُحْسِنِيْنَ مِنْ سَبِيْلٍ ؕ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝ وَلَا عَلَى الَّذِيْنَ اِذَا

جب دل صاف ہوں اللہ اور رسول کے ساتھ نہیں نیکی والوں پر الزام کی راہ اور اللہ بخشنے والا مہربان ہو اور نہ اُن پر کہ جب

مَاۤ اَتَوْكَ لِتَحْمِلَهُمْ قُلْتَ لَاۤ اَجِدُ مَاۤ اَحْمِلُكُمْ عَلَيْهِ ۪ تَوَلَّوْا وَّاَعْيُنُهُمْ تَفِيْضُ مِنَ الدَّمْعِ حَزَنًا اَلَّا يَجِدُوْا مَا يُنْفِقُوْنَ ۝

تیرے پاس آئے تا اُنکو سواری دے تو نے کہا مجکو پیدا نہیں جو تمکو سواری دوں اُلٹے پھرے اور اُنکی آنکھوں سے بہتے ہیں آنسو اس غم سے کہ اُنکو پیدا نہیں جو خرچ کریں

اِنَّمَا السَّبِيْلُ عَلَى الَّذِيْنَ يَسْتَاْذِنُوْنَكَ وَهُمْ اَغْنِيَآءُ ۚ رَضُوْا بِاَنْ يَّكُوْنُوْا مَعَ الْخَوَالِفِ ۙ وَطَبَعَ اللّٰهُ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ فَهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ۝

راہ الزام کی اُن پر ہو جو رخصت مانگتے ہیں تجھسے اور مالدار ہیں خوش لگا کہ رہ جاویں ساتھ پچھلی ہونوں کے اور مہر کی اللہ نے اُن کے دل پر سو وہ نہیں جانتے

وجاء المعذرون من الاعراب۔ معذرون جمع معذر بتشدید ذال معجمہ جمہور کی قراۃ ہو پھر اسکے اشتقاق میں دو قول ہیں ایک کہ ماخوذ از عذر یعذر تعذیرا یعنی باب تفعیل سے بمعنی تقصیر ہو یقال عذر فی الامر یعنی کام میں تقصیر کی اور اسکو پورا نہ کیا اور نیز یہ مراد ہوتی ہو کہ ایسا عذر لایا جسکو وہ عذر سمجھا مگر حقیقت میں عذر نہیں ہو بنابریں آیت میں یہ معنی ہوئے اور آئے اعراب یعنی دیہاتیوں میں سے ناقص عذر والے یعنی باطل عذر لائے پس اس تفسیر پر یہاں سے جھوٹے عذر کرنیوالوں کا بیان شروع ہو جنکو اللہ تعالیٰ نے معذور نہیں کہا۔ قول دوم یہ کہ معذرون در اصل معتذرون تھا تا کو ذال میں ادغام کر دیا تو معذرون ہوا اور معتذر وہ شخص جسکو واقعی عذر ہو پس آیت میں یہ بیان ہو کہ جو لوگ سچے عذر والے تھے وہ اجازت حاصل کرنے کیلئے اپنا عذر بیان کرنے آئے اور اللہ تعا

واسکے رسول سے منہ نہین چھپایا اور نہ بے پروائی سے بیٹھ رہے بخلاف جھوٹے منافقون کے کہ وہ عذر کرنے نہین آئے۔ اسی پر دلالت کرتی ہے قراۃ ابن عباس رضی
کہ معذرون بتخفیف قال معذرا اعذر یعنی باب افعال پڑھا بمعنی عذر کو اپنی حد تک پہنچایا یعنی عذر مین معذور بن سچے تھے۔ ابن کثیرؒ نے لکھا کہ ابن عباس
فرماتے تھے کہ یہ اہل عذر کا بیان ہے اور کہا کہ آیت کے معنی مین یہی قول اظہر ہے۔ نحاسؒ نے اسپر اعتراض کیا کہ مدار اس روایت کا کلبی پر ہے اور وہ ضعیف
ہین جواب یہ کہ حدیث کی روایت مین کلبیؒ متروک ہین مگر تفسیر کی روایت مین اگر اُن کی روایت کا شاہد یا متابع موجود ہو تو معتبر ہے جیسا کہ میزان الاعتدال
وغیرہ مین منصوص ہے اور یہان باسناد جید حضرت مجاہدؒ سے بھی مثل قول ابن عباسؓ کے مروی ہے کما ذکرہ الحافظ رح ایضاً پس تفسیر مقبول ہوئی اور شیخ
حافظ رح نے کہا کہ کلام مابعد یعنی قولہ وقعد الذین کذبوا اللہ ورسولہ الخ اسی پر دلالت کرتا ہے کہ اہل عذر کی معذرت کیلئے آنے کا بیان کیا اور جھوٹون کے
نہ آنے پر مذمت فرمائی۔ اسی کو علماء بیان مین سے فراء و زجاج و ابن الانباری و اخفش و ابو عبید و ابو حاتم و بغوی نے کہا ہے۔ فالمعنی اور حاضر ہوئے
عذر کرنے کو وہ لوگ جو سچے عذر والے تھے اعراب یعنی دیہاتیون مین سے۔ لِيُؤْذَنَ لَهُمْ تاکہ اُن کے لئے اجازت دیدی جاوے یعنی اُن کا واقعی
عذر سنکر آنحضرت صلعم اُنکو بسبب اُنکے عذر کے یہ اجازت دیدین کہ اچھا تم اپنے وطن مین رہو ساتھ نہ چلو۔ **قال المترجم** مجاہدؒ کے قول سے
روایت کلبیؒ پر شہادت لانا محل تامل ہے اسواسطے کہ ابن جریجؒ نے مجاہدؒ سے روایت کی کہ انھون نے فرمایا کہ ان معذرین اعراب سے مراد بنو غفار کے
چند آدمی ہین جنھون نے آکر اعتذار کیا تھا مگر اللہ تعالی نے اُن کا عذر صحیح نہ رکھکر قبول نہ فرمایا۔ ایسا ہی حسن بصری و قتادہ و محمد بن اسحاق کا
قول ہے اور غایت امکان جواب یہ ہو سکتا ہے کہ اول قول مجاہدؒ کا نقل قول ابن عباسؓ ہے اور دوسرا قول اپنی تحقیق ہے پس اس تقدیر پر قول
مجاہد درحقیقت متابعت کلبیؒ ہو واسطے ثبوت قول خیر الامۃ و ترجمان القرآن ابن عباسؓ ہوگا۔ فافہم اور حق یہ ہے کہ احتمال ہر دو تفسیر بسبب
اللفظ مساوی ہے کیونکہ معتذر عذر باطل و عذر صحیح دونون طرح کے عذر والے کو بولتے ہین چنانچہ عذر باطل والے کی مثال قولہ تعالے
يعتذرون اليكم اذا رجعتم اليهم۔ بدلیل قولہ قل لا تعتذروا۔ کیونکہ رد فرمایا تو معلوم ہوا کہ عذر باطل تھا اور عذر صحیح والے کی مثال قول شاعر
؎ من يبك حولا كاملا فقد اعتذر یعنی فقد جاء بعذر صحیح یعنی ایسا عذر لایا کہ وہ معذور قرار دیا جائے اب رہا یہ کہ بقرائن دونون معنی
مین سے کسی کو ترجیح دیجاوے بمانند سبب نزول و کلام مابعد وغیرہ کے تو بنو غفار کے چند مرد مانند خفاف بن ایماؒ وغیرہ کے حق مین اگر نزول
قرار دیا جائے اور قولہ وقعد الذین کذبوا۔ دوسرے منافقون کے حق مین رکھا جائے تو معتذرین بعذر صحیح کے معنی ظاہر ہوتے ہین و لیکن
بعض اہل تفسیر نے کہا کہ سبب نزول اسکا بنو اسد و غطفان ہین کہ انھون نے منافقانہ عذر کیا کہ ہم لوگ اہل عیال و سخت محتاجی مین ہین۔
و بعض نے کہا کہ گروہ عامر بن الطفیل ہے جنے کہا کہ ہم اگر آپکے ساتھ جہاد کرین تو قبیلہ طے کے دیہاتی ہمارے یہان لوٹ مار کرینگے **قال المترجم**
جن کے حق مین سبب نزول روایت کیا گیا اُن کے حق مین بھی یہ امر منصوص نہین کہ درحقیقت سچے تھے یا جھوٹے تھے پس اللہ تعالی دانا تر ہے اور اسکی
تبیین نہ کھلنا کچھ مضر نہین بلکہ ہر دو صورت مین احکام برآمد ہوتے ہین چنانچہ یہ معلوم ہوا کہ آدمی کا نفس جس امر کو عذر سمجھے وہ عذر نہین ہوتا جبتک کہ شرع
اسکو معذور نہ فرماوے ورنہ عذر مین کاذب ہوگا اور دوسری تفسیر پر نکلا کہ عذر صحیح ہو تب بھی امام سے اجازت لے لینا چاہیئے جبکہ عموماً جہاد اسپر
لازم آجاوے اگر عذر نہ ہو عاصی ہے اسواسطے بیضاوی وغیرہ نے لکھا کہ قولہ وجاء المعذرون من الاعراب۔ مین معذرین سے احتمال ہے کہ عذر مین جھوٹے
مراد ہون اور احتمال ہے کہ عذر مین سچے مراد ہون اور بر تقدیر دوم قولہ وَقَعَدَ الَّذِينَ كَذَبُوا اللّٰهَ وَرَسُولَهُ۔ دوسرے دیہاتیون کے
حق مین ہوگا جو منافق تھے کہ عذر کرنے نہین آئے اسنی اور بیٹھ رہے وہ لوگ جنھون نے جھٹلایا اللہ تعالی و اسکے رسول کو یعنی اللہ تعالی اور رسول
پر ایمان لانے کے دعوی مین جو لوگ جھوٹے تھے وہ بلا عذر بیان کئے بیٹھ رہے یا منافقانہ عذر کرتے تھے وہ درحقیقت دعوے ایمان مین جھوٹے

رہنے سے جہاد کو نہ نکلے۔ بالجملہ پہلے حق عزوجل نے شہر مدینہ کے منافقون کا حال بیان کیا پھر دیہاتی جھوٹے وسچے لوگون کا حال ذکر فرمایا پھر اُنکا عذاب بقولہ سَيُصِيبُ الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ ۔ اور عنقریب پہونچے گا اُن لوگون کو جنھون نے کفر وانکار کیا ہو یعنی ان دیہاتیون مین سے منکر منافق رہے مرتے دم تک یا جو سوائے انکار کے کسل وغیرہ کی وجہ سے بیٹھ نہین رہے ہین اُنکو عذاب الیم یعنی دکھ کی مار پاوینگے دنیا مین اسطرح کہ قتل وخوار ہونگے اور عاقبت مین دائمی آتش جہنم ہو۔ پھر اللہ تعالیٰ نے سچے عذر والون کو بیان کیا اور ماسوائے اُن کے جھوٹون کی مذمت فرمائی بقولہ تعالیٰ۔ لَيْسَ عَلَى الضُّعَفَاءِ ۔ لیس فعل ناقص جو دلالت کرتا ہو عموم نفی پر یعنی نہ تھا اور نہ ہوگا قیامت تک۔ قولہ علی الضعفاء مع معطوفات کے ملکر خبر واقع اور قولہ حرج اسکا اسم ہوا اور قولہ اذا آخر متعلق بحرج ہو نہ لیس۔ اور باقی ترکیب کلام آگے مذکور ہوگی اور کلام یہان سے دور تک باہم متصل ہو ہان بیچ مین بحکم بلاغت کا لہ البعض جمل معترضہ وارد ہین۔ جب یہ تنبیہ ہوچکی تو اب جاننا چاہیئے کہ ضعفاء جمع ضعیف جیسے بہت بڈھا آدمی جو آمد ورفت وقتال کی طاقت نہین رکھتا اور اُمید ہو کہ لڑکے وعورتین بھی گناہ دفع ہونے کے حکم مین ضعفاء کے تحت مین داخل ہون لیکن مرد ضعیف جبکہ نیت کا پکا مومن ہو تو وہ باوجود فعل جہاد نہ کرنے کے ثواب وفضل آلہی سے حصہ پاویگا چنانچہ آگے تحقیق آویگی انشاء اللہ تعالیٰ بخلاف عورتون کے کہ وے صلاحیت ہی نہین رکھتی ہین وَلَا عَلَى الْمَرْضَى جمع مریض خواہ مرض قابل دفع ہو جیسے بخار وغیرہ کا بیمار یا نہین جیسے اپاہج وغیرہ اور ممکن ہو کہ اپاہج قسم اول مین داخل ہو۔ یعنی نہین ہو ضعیفون پر اور نہ بیمارون پر وَلَا عَلَى الَّذِينَ لَا يَجِدُونَ مَا يُنْفِقُونَ ۔ اور نہ اُن تندرست لوگون پر جو وہ چیز نہین پاتے جسکو راہ جہاد وسامان مین خرچ کرین حَرَجٌ کچھ حرج یعنی جو بندہ کہ ضعیف ہو یا بیمار ہو یا اُسکو نفقہ جہاد نہین ملتا ہو تو اُن مین سے کسی پر جہاد کیلئے نہ نکلنے مین کچھ حرج نہین ہو یعنی کچھ گناہ نہین ہو۔ ہر سہ اقسام مین سے ہر ایک پر نفی مستقل فرمائی تاکہ یہ وہم نہ ہو کہ معذور وہی ہوگا جسمین یہ عذر جمع ہون ورنہ اکیلا سب کا مساوی معذور ہونا ظاہر ہوا۔ حرج کے نکرہ ہونے کا فائدہ یہ کہ کچھ بھی حرج نہین لیکن اُسکے ساتھ ایک شرط فرمائی بقولہ۔ إِذَا نَصَحُوا لِلَّهِ وَرَسُولِهِ یعنی کچھ حرج نہین جبکہ اللہ تعالیٰ واُسکے رسول کیلئے ایام قعود مین ناصح بنین یعنی خیر خواہ بندے خیر خواہی کا کام انجام دین باین طور کہ جیسے خیر خواہ غلام اپنے آقا کے سامنے وپیٹھ پیچھے نیکی چاہتا رہتا ہو ویسے ہی یہ لوگ بھی آدمیون کو ایمان وطاعت وغیرہ کی نصیحت کرتے رہین اور پوشیدہ وظاہر یکسان ہین یا یہ معنی کہ قول وفعل سے جس طرح اُن سے ممکن ہو ایسی بات کرین جسکا نفع اسلام ومسلمین کی طرف عاید ہو۔ پس ظاہر ہوا کہ بڈھا اگر لڑائی مین کوئی تدبیر جانے اور زبان سے نہ بتلا دے تو اُسنے نصح کو ترک کیا اور یہ بھی ظاہر ہو کہ ان لوگون سے گناہ دور کیا گیا ہو اور ان کو ممانعت نہین چنانچہ جو معذور اُن مین سے بدون حرج وتنگی شرعی کے خود نکلے تو ثواب جزیل پاویگا۔ مَا عَلَى الْمُحْسِنِينَ مِنْ سَبِيلٍ ۔ لے ما علیہم من سبیل۔ ان لوگون پر کوئی راہ نہین یعنی گناہ کے بار ڈالنے کو اُن پر کوئی راہ نہین اور نہ اُن کے عتاب کئے جانے کی کوئی راہ ہو۔ اللہ تعالیٰ اگرچہ قادر مختار ہو جسکو چاہے عتاب کرے اور جسکو چاہے مجرم فرما دے سب اُسی کی ملک مخلوق ہین لیکن یہ کمال فضل واحسان کا بیان ہو کہ ان بندون کو ضعف بیماری وغیرہ کے دکھ دیے اور وے صابر ہین تو اُسکے شکر مین اُنکو اپنے فضل سے کمال مطمئن فرمایا اور یہ دو طرح سے ایک یہ کہ کوئی راہ اُن پر نہین رکھی اور دوم یہ کہ بجائے ضمیر کے محسنین فرمایا یعنی بجائے ما علیہم کے ما علی المحسنین فرما کر شرف فضل سے سرفراز کیا کہ انکی خواہی وقدر وسعت طاعت سے انکو بھی بندگان محسنین مین شامل کیا۔ یہ محض فضل آلہی ہو کہ حرج کو اُنسے دور کیا اور نہ بندہ ہر وقت اپنے معبود عزوجل کی بندگی ہی کیواسطے ہو لہذا فرمایا۔ وَاللَّهُ غَفُورٌ رَحِيمٌ ۔ اور اللہ تعالیٰ غفور رحیم ہو یعنی ان معذور بندون کیواسطے غفور رحیم ہو یا یہ معنی کہ اللہ تعالیٰ ایسے بندون پر مغفرت ورحمت فرماتا ہو جو خطادار ہو جاوین تو ان بندون معذور کو خیال کرو جنکو محسنین فرمایا کہ اُن پر کیسی عظیم مغفرت ورحمت فرماویگا حاصل معنی یہ کہ جہاد کیلئے نہ جانے مین معذور بندون پر مانند ضعیف وبیمار ولنجے اپاہج وغیرہ کے اور بیچارے محتاج بندون کے کچھ گناہ نہین ہو۔ وَلَا عَلَى الَّذِينَ اور نہ اُن بندون پر کہ جن کے ساتھ یون

معاملہ پیش آیا کہ اِذَا مَآ اَتَوۡكَ جب تیرے پاس آئے لِتَحۡمِلَهُمۡ تاکہ تو ان کو سوار کردے یعنی اُن کے واسطے سواری کا سامان کردے۔ قُلۡتَ لَآ اَجِدُ مَآ اَحۡمِلُكُمۡ عَلَيۡهِ۔ حالانکہ تونے کہا کہ میں ایسی چیز نہیں پاتا کہ جسپر تم کو سوار کردوں تَوَلَّوۡا وَّاَعۡيُنُهُمۡ تَفِيۡضُ مِنَ الدَّمۡعِ تو پھرے اس حال میں کہ انکی آنکھیں بہتی تھیں آنسوؤں سے حَزَنًا اَلَّا يَجِدُوۡا مَا يُنۡفِقُوۡنَ۔ اس غم سے کہ اتنا نہیں پاتے وہ لوگ جو راہ جہاد میں خرچ کریں۔ واضح ہو کہ قولہ اذا ما اتوك میں ما زائدہ برائے تاکید اور جملہ شرط ہے تولوا کی اور قلت لا اجد حال از ضمیر کاف اتوك ہے باضمار حرف تحقیق قد قلت لهم انی لا اجد الخ پس الذین موصول کا صلہ قولہ تولوا الخ اور قولہ واعينهم حال از فاعل تولوا ہے اور قولہ حزنا مفعول لہ تفیض کا ہے و قولہ الا یجدوا منصوب بحزن بنا بر آنکہ یہ حزن کا مفعول لہ ہے یا بتقدیر کلام حزنا علی ان لا یجدوا ہے۔ اگر کہا جاوے کہ اعينهم تفیض فرمایا یعنی انکی آنکھیں بہتی تھیں حالانکہ آنکھوں سے آنسو بہتے تھے پس تفیض الدموع من اعينهم کیوں نہیں آیا تو جواب یہ کہ اعينهم تفیض زیادہ بلیغ ہے کیونکہ مشعر ہے کہ اس کثرت سے آنسو تھے کہ گویا انکے بدلے میں آنکھیں بہتی تھیں اور گویا آنکھیں سراپا آنسو ہو کر بہنے لگی تھیں۔ حاصل تمام کلام کا یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ایک اصول بتلا دیا جس سے معذور و غیر معذور ظاہر ہو گیا پس عذروں میں سے جو مقبول عذر ہیں کہ جنکے ہوتے ہوئے آدمی گنہگار نہ ہوگا انہیں سے بعض لازمی ہیں جیسے بڑھاپا یا خلقی ضعف کہ اسکے ساتھ جہاد کی استطاعت نہ ہوئے اور بعض امراض ایسے ہیں کہ اچھے نہیں ہوتے اور استطاعت نہیں رہتی جیسے اندھا یا لنگڑا ہونا اور بعض ایسے ہیں کہ جبتک ہیں تب تک معذور ہے جیسے شدت بخار وغیرہ اور اسی قبیل سے نفقہ محتاجی ہے کہ اس سے استطاعت جاتی رہتی ہے پس جب توانگر ہو جاوے تو معذور نہ رہیگا پس ایسے لوگ معذور ہیں اگر بیٹھ رہیں اور اس حالت میں مسلمانوں کی خیر خواہی کریں اور نصح کو مقدم رکھیں تو یہ محسنین میں داخل ہونگے اور ابو ثمامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے حواریوں نے پوچھا کہ یا حضرت ہمکو بندہ ناصح بتلا دیجئے فرمایا کہ وہ شخص بندہ ناصح ہے جو حق الٰہی کو لوگوں کے حقوق پر مقدم رکھے اور جب دو کام ایک دنیا کا اور ایک آخرت کا اسکو پیش آوے تو پہلے آخرت کا کام کرے پھر دنیا کے کام پر متوجہ ہو۔ اوزاعی نے کہا کہ بلال بن سعد کیساتھ لوگ استسقا کیلئے نکلے پس بلال نے کھڑے ہو کر کہا کہ اے لوگو تم اپنی طرف سے بدی کا اقرار کرتے ہو انھوں نے کہا کہ ہاں ہم سب مقر ہیں کہ ہم خطا وار ہیں پس بلال نے دعا مانگی کہ اے پروردگار ہمارے تو اپنی کتاب میں فرماتا ہے کہ ما علی المحسنين من سبيل اور ہم سب اپنی خطا واری کا اقرار کرتے ہیں سو ہمکو بخشدے اور ہم پر رحم فرما اور ہم پر پانی برسادے۔ لوگوں نے بھی اُن کے ساتھ ہاتھ اٹھائے آمین کہی پس اللہ تعالیٰ نے اُن پر پانی برسایا۔ ابن ابی حاتم نے باسناد حسن زید بن ثابت رضی سے روایت کی کہ میں وحی لکھا کرتا تھا پس میں سورۂ براۃ لکھتا تھا سو قلم میرے کان میں تھا کہ ہم کو قتال کا حکم دیا گیا اور آنحضرت صلعم وحی کے منتظر تھے کہ اتنے میں عبداللہ بن ام مکتوم جو اندھے تھے حاضر ہوئے اور کہا کہ یا رسول اللہ میں کیا کروں تو اللہ تعالیٰ نے نازل فرمایا ليس على الضعفاء ولا على المرضى الخ اور ابن عباس رضی سے روایت ہے کہ آنحضرت صلعم نے حکم عام دیدیا کہ سب لوگ میرے ساتھ تبوک کے جہاد میں چلیں پس آنحضرت صلعم کے صحابہ میں سے ایک گروہ آیا جنمیں عبداللہ بن مغفل بن مقرن المزنی بھی تھے اور مجاہد نے کہا کہ وے سات آدمی انصاری تھے اور محمد بن اسحاق نے کہا کہ سات انصار وغیرہ میں سے سالم بن عمیر یا بن عوف اور علیہ بن زید و عبدالرحمن بن کعب و عمرو بن الحمام و عبداللہ بن مغفل مزنی و حرمی بن عبداللہ و عیاض بن ساریہ تھے اور بعض نے بعض کی جگہ بعض دیگر کا نام لیا بالجملہ ان ساتوں نے آکر درخواست کی کہ یا رسول اللہ ہم کو کسی طرح سواری عطا کر دیجئے آپنے فرمایا کہ واللہ مجھے کوئی چیز نہیں ملی جسپر تمکو سوار کروں تو یہ لوگ بہت غمگین ہو کر روتے ہوئے لوٹے اور ان پر شاق گذرا کہ جہاد سے باز رہیں اور سواری و نفقہ اُنکے پاس نہ تھا پس اللہ عزوجل نے اُنکی حرص قبول فرما کر انکو معذور۔ کما اور محسنین میں داخل کر لیا اور صحیحین میں آنحضرت صلعم سے مرفوع روایت ہے اسکے معنی یہ ہیں کہ اے لوگو تم نے مدینہ میں ایسے لوگ چھوڑے ہیں کہ تم کوئی وادی نہیں طے کرتے اور کوئی راہ نہیں چلتے مگر وے تمہارے ساتھ ہیں صحابہ نے کہا کہ یا رسول اللہ اور وہ ہیں تو مدینہ میں فرمایا کہ ہاں یہ وہ لوگ ہیں جنکو عذر نے روک رکھا ہے اور ایک روایت میں ہے کہ مگر وے تمہارے ساتھ اجر میں شریک ہیں یعنی جو ثواب

تم کو ملتا ہو ویسا ہی انکو بھی ملتا ہی۔ اور ایک حدیث صحیح مین ثابت ہی کہ لوگون کو فرمایا کہ جو تم مین ضعفا رہین تم کو اُنھین کی برکت سے رزق ملتا ہی حاصل امر کا
خلوص و صدق نیت ہی اگرچہ کام کی استطاعت حاصل نہو اور بعض احادیث مین ثابت ہی کہ مومن کی نیت اس کے عمل سے بہتر ہی اور صحیح حدیث مین ثابت
ہی کہ جو صدق دل سے جہاد کا قصد رکھے وہ ثواب پاویگا اگرچہ اپنے بستر پر مرے نا نہم اور واضح ہو کہ جن لوگون نے سواری مانگی تھی اُنکے بارہ مین ابراہیم
بن ادہم و حسن بن صالح وغیرہم سے روایت ہی کہ ان لوگون نے جانور سواری نہین مانگے تھے بلکہ جوتیان چاہی تھین کیونکہ شدت ملبش سے پاؤن
مین آبلہ پڑتے تھے آدمی چل نہین سکتا تھا پس ان کا رونا اُن کے صدق دل کا شاہد ہی پس اللہ تعالی عزوجل نے ان سب کو معذور فرمایا اور انھین
مین داخل کیا پھر ان لوگون کو بیان کیا جو منافقانہ جھوٹے عذر کرتے تھے بقولہ تعالی اِنَّمَا السَّبِيْلُ حرف انما بعض کے نزدیک تاکید و مبالغہ ہی اور
بعض کے نزدیک حصر کیلیے ہی اور سقاقسی ؒ نے کہا کہ اس کی کوئی مانع نہین ہی کہ حصر کیواسطے ہو۔ اور سبیل سے مقصود راہ مواخذہ و عقوبت ہے۔ عَلَى
الَّذِيْنَ يَسْتَأْذِنُوْنَكَ وَهُمْ أَغْنِيَآءُ یعنی راہ مواخذہ و عذاب تو اُنھین لوگون پر ہی جو تجھ سے اجازت مانگتے ہین بیٹھ رہنے کی اور حال یہ کہ
وے تونگر ہین یعنی سواری و زاد راہ اُنکے پاس موجود ہی اور کسی عذر واقعی سے معذور نہین ہین حاصل آنکہ تخلف کا گناہ و عذاب بغیر اعذار مذکورہ سابقہ
کے پیچھے رہنے والون پر ثابت ہی پھر اللہ تعالی نے بطور جملہ مستانفہ کے اُنکے بغیر عذر اجازت مانگنے و پیچھے رہنے کے سبب کے طور پر فرمایا۔ رَضُوْا بِأَنْ يَّكُوْنُوْا
مَعَ الْخَوَالِفِ۔ راضی ہو بیٹھے اس بات پر کہ خوالف کے ساتھ رہین۔ خوالف جمع خالفہ یعنی عورت جو مردون کے پیچھے گھر مین رہجاتی ہی حاصل آنکہ
اُنکی اجازت بے عذر مانگنے کا سبب یہ کہ تن پروری و تن آسانی کو پسند کرکے کمینہ پن پر راضی ہو کر عورتون کے ساتھ ہونا پسند کیا۔ وَطَبَعَ اللّٰهُ
عَلٰى قُلُوْبِهِمْ اور اللہ تعالی نے اُن کے دلون پر مہر کردی پس اپنی بدانجامی سے غافل ہوئے فَهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ۔ پس وہ جانتے نہین کہ
آمین کیا خرابی و بدانجامی ہی۔ واضح ہو کہ یہ آیت منافقون کے حق مین ہے کہ جو بغیر عذر شرعی اجازت مانگتے تھے اور بات یہ تھی کہ آنحضرت صلعم
نے جب تبوک کے جانے مین عموماً سب مسلمانون کے ساتھ جانے کا حکم دیا اور وقت پر روانہ ہوئے تو جمہور مومنین اور بعض منافقین ساتھ گئے
پس مومنین تو تصدیق و ایمان کی راہ سے اور منافقین ظاہری ریاکاری و خوف دنیاوی سے اور راہ مین و مقام تبوک مین جو آیات دربارۂ قبائح
و ذمائم منافقین کے نازل ہوئین اُنکا حال مفصل اوپر گذرا اور مدینہ مین پانچ قسم کے لوگ باقی رہے ایک عورتین و بچے و اُن کے مانند اور دوم
وہ مومنین جنکو سواری نہین ملی اور رو کر بیٹھ رہے اور سوم وہ مومنین جو باوجود تصدیق و ایمان کے اتفاق سے بسبب عدم مساعدت مشیت الٰہی کے جانے سے
رہگئے اور اپنے حال پر افسوسناک و غمگین تھے۔ چہارم منافقین جنھون نے جھوٹے بہانے کرکے اجازت لی باوجودیکہ اُنکو سب طرح قدرت تھی پنجم وہ
منافقین جو بدون عذر و بدون اجازت کے رہگئے اور منافقین عموماً اپنے تخلف سے خوش تھے پس تبوک مین برابر قرآن مجید ذمائم و قبائح منافقین
کے بیان مین نازل ہوتا رہا یہان تک کہ بطور خبر غیب کے اللہ تعالی نے نازل فرمایا کہ جب مدینہ پہنچوگے تو منافقین عذر کرنے آوین گے۔

الحمد للہ والمنہ کہ پارہ دسوان تمام ہوا اور گیارہوان پارہ قولہ تعالی یعتذرون الیکم سے انشاء اللہ تعالی
شروع ہوتا ہی۔ و للہ الحمد والمنۃ اولاً و آخراً والحمد للہ رب العالمین۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

هٰذَا كِتٰبُنَا يَنْطِقُ عَلَيْكُمْ بِالْحَقِّ

یہ ہمارا دفتر ہے، بولتا ہے تمہارے کام ٹھیک (الجاثیہ)

اُردو زبان میں قرآنِ پاک کی ضخیم ترین مستند تفسیر

مواہب الرحمٰن

(تفسیر)

بحر العلوم علامہ سید امیر علی ملیح آبادی رحمہ اللہ تعالیٰ

۱۲۷۴ھ / ۱۸۵۸ء —— ۱۳۳۷ھ / ۱۹۱۹ء

پارہ ○ ۱۰

مکتبہ رشیدیہ لمیٹڈ

۳۲-اے شاہ عالم مارکیٹ - لاہور